خیابان فارس

یعنی

ترجمہ کتاب "پرشیا اینڈ دی پرشین کوئسچن"

مصنفہ

ہز اکسلنسی دی رائٹ آنریبل جارج نیتھنیل کرزن

پی۔ سی۔ جی۔ ایم۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ ایم۔ آئی۔ ای

بیرن کرزن آف کیڈلسٹن۔ اعظم الامرائے آئرلینڈ

ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ڈی

وائسرائے و گورنر جنرل کشور ہند

مترجمہ

ظفر علی خان بی۔ اے (علی گڈھ)

متوسل سرکار نظام

جلد اول

در مطبع شمسی حیدرآباد دکن باہتمام محمد ابراہیم خان اکبرآبادی طبع شد

(سنہ ۱۹۰۲ء)

انتساب

زمانہ کی ناقدری ضرب المثل ہے۔ لیکن جب تک قلمرو آصفیہ پر اوسکے موجودہ بیدار مغز و روشن ضمیر فرمان روا کا سایہ ہے جسے خدائے جل و علا تا بہ دیر برقرار رکھے اوس وقت تک اہل علم کو زمانہ کی شکایت کا موقع نہین ہو سکتا۔ چنانچہ مین اس کتاب کو سرتاج مسند آرایان کشور ھند رستم دوران۔ افلاطون زمان مظفر الدولہ مظفر الممالک نظام الدولہ۔ نظام الملک۔ آصف جاہ۔ ہزہائینس

میر محبوب علی خان بہادر

فتح جنگ۔ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی بادشاہ دکن رفیق خاص دولت برطانیہ خلد اللہ ملکہم کے نام نامی و اسم گرامی سے بہ اجازت خاص حضور اقدس نہایت ادب کے ساتھہ منسوب کر کے اپنی قسمت پر ناز کرتا ہون۔

نمک خوار حضور
ظفر علیخان

مختصر فہرست کتاب

فہرست مضامین جلد اوّل .... صفحہ ۱- الی- ۶
فہرست تصاویر ونقشجات .... صفحہ ۷- الی ۸
دیباچہ مترجم .... صفحہ ۱- الی ۶
دیباچہ مصنف .... صفحہ ۱- الی- ۱۲
کتاب .... صفحہ ۱- الی- ۶۱۲

فہرست مضامین جلد اول

دیباچہ مصنف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صفحہ ۱ ۔ الی ۔ ۱۲ ۔

مقدمہ

اس کتاب کے مقاصد سہ گانہ ۔ اسکا تعلق قلمرو ہند کے ساتھ ۔ تاریخ و جغرافیہ ۔ سیاحت ۔ ایرانی قوم کے حالات کی دلچسپی ۔ تاریخ ایران کا ڈراما ۔ انگلستان اور ایران کے تعلقات ۔ میرے سفر کے چار حصے (۱) خراسان صوبجات ملحقہ (۲) صوبجات متوسط ۔ آثار قدیمہ ۔ (۳) جنوبی و مغربی صوبجات (۴) خلیج فارس ۔ مشرق کی غیر تغیر پذیری ۔ مشرق کی دائمی دلفریبی ۔ مغرب اور مشرق کا مقابلہ ۔ ایران اور انگلستان کا بے پایان اختلاف ۔ اندرونی تناقص فریب زندگی ۔ کتب سیاحت ۔ تقسیم باعتبار زمانہ ۔ اٹھارہوین صدی ۔ انیسوین صدی ۔ ترتیب باعتبار فضیلت ۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صفحہ ۱ ۔ الی ۔ ۵۶ ۔

دوسرا باب

راہ و رسد

معلومات کی ضرورت ۔ ایران کا موقعہ ۔ ترتیب باب ۔ اول ۔ سفر طہران براہ انزلی ۔ انزلی پہونچنے کا ذریعہ ۔ بحیرہ اخضر کے جہازات ۔ انزلی مین جہازون کی لنگر اندازی ۔ مرداب ۔ پیر بازار ۔ رشت ۔ انتخاب ذرایع طے مسافت وسواری چاپار ۔ سفر بذریعہ کاروان ۔ سواری چاپار کا خرچ ۔ رستہ کی کیفیت ۔ رشت سے قزوین تک کا سفر ۔ قزوین گاڑی کی سڑک طہران تک ۔ ڈاک کی سڑک ۔ کاروان کے راستے ۔ مسافت ۔ دوم ۔ راہ تبریزان و تبریز سوم ۔ راہ طفلس و تبریز ۔ سفر طہران براہ تبریز ۔ ممتازم... میانہ کے کھٹمل ۔ زنجان اور سلطانیہ ۔ چہارم سفر طہران براہ مشہد ۔ پنجم سفر طہران براہ گز ۔ ششم ۔ ...عشق آباد سے مشہد کا رستہ ۔ ہفتم ۔ افغانستان کی طرف کے راستے ۔ ہشتم ۔ خلیج فارس اور بندر عباس کی راہ ۔ یازدہم بغداد سے طہران کی راہ ۔ بغداد

پہونچنے کے ذرایع (۱) ترہزان اور سمون کے راستے (۲) اسکندرونہ اور حلب کا راستہ (۳) دمشق کی راہ - (۴) خلیج فارس کی راہ - بغداد سے طہران تک کا سفر - پہاڑ شہر اور آثار صنادید - خلاصہ - سامان قافلہ سامان سواری چاپار - ساز و یراق - لباس بستر - کہانا اور پکانا - ادویہ - ہتیار اور گولی بارود - خفیف امور کے متعلق مشورہ سفر کا موسم .... صفحہ ۵۷ - الی - ۱۲۴ -

تیسرا باب

لندن سے عاشق آباد تک سفر

پیریس سے قسطنطنیہ تک کا سفر - پروفیسر ویمبری - بحیرۂ اسود کے فراخ دار آگبوٹ - باطوم کا شہر اور اوسکی آبادی - روزانہ زندگی - مٹی کے تیل کی تجارت - روسی جنگی خانہ - تجارت اور بندرگاہ - روس کی فوجی تیاریاں باطوم سے طفلس تک کی ریل - تعمیر سرنگ سورم - طفلس - لاندرے کا ہوٹل - طفلس سے روانگی - باکو - بحیرہ اخضر کا عبور - جرنیل اینکاف - دیسی مسافر - صحرا .... صفحہ ۱۲۵ - الی - ۱۵۱

چوتہا باب

ماوراءالنہر

جدید ترین معلومات - بحیرہ اخضر کے دخانی جہاز - کراسنوواڈسک کو منتہا بنانے کی تجویز - مزید ترقیات - کارخہ واقعہ قزل اروات - اسٹیشن موریان اور پل - دریائے جیحون کا بیڑہ - مرو کی آب پاشی اور سلطان بند - ریل گاڑیاں تار برقی - سرعت رفتار اور ریل کی روانگی کے اوقات - آمد و خرچ - مال کی آمد و رفت - جنگی قانون کا قیام - عظیم الشان آیندہ تجارتی ترقی - انگریزی سیاحوں کے لئے آسانیاں - ماوراءالنہری ریلوے کی توسیع - یورپی روس میں دوسرے سلسلہائے ریلوے کی توسیع - ماوراءالنہر میں روسیوں کی اخلاقی حالت - انتظامی تبدیلیاں - ماوراءالنہر کی خود مختاری - جرنیل کروپٹکن - وسط ایشیا میں روسی طاقت کا اجتماع - زمانہ آیندہ .... صفحہ ۱۵۲ الی ۱۹۵

پانچوان باب

عاشق آباد سے کوچان تک کا سفر

وردو بہ عاشق آباد۔ روانگی بجانب سرحد۔ عاشق آباد سے کوچان تک کی سڑک کی تاریخ۔ اس سڑک کا روسی حصہ۔ سرحدی کوہستان۔ ریل کی سڑک کی تجویز۔ متذکرہ بالا سڑک کا ایرانی حصہ۔ دربدم و امام قلی۔ ازز و بران تابہ کوچان۔ کوچان مین میرا استقبال۔ خان کوچان کی مہمان نوازی۔ عام کوایف۔ کردون کی نوآبادی اور اُنکی طاقت۔ اونکی سیرت۔ ایلخانی کے اقتدارات۔ حکمران خاندان۔ موجودہ ایلخانی۔ اوسکا فرزند۔ اوسکی شہرت۔ دوملاقاتین۔ امیر حسین خان کی شکل و شباہت۔ گفتگو۔ سوال و جواب۔ مین خان کو ایک تحفہ دیتا ہون۔ خان اپنے مطبخ سے میرے لئے کہانا بہیجتا ہے۔ شہر کوچان۔ عمارات۔ بازار۔ صوبہ کوچان۔ کوچان سے دوسرے راستے

صفحہ ۱۸۶ - الی ۲۳۸

چھٹا باب

از کوچان تا بہ قلات نادری

قلات نادری جانیکا قصد۔ ایلخانی کی وکٹوریا گاڑی۔ از کوچان تا بہ چگیبر۔ پرال کو پرانے طریقہ پر کوٹ کر بہوسا بناتا۔ کیمپ کی زندگی۔ میرا جلو۔ رادکان کا برج۔ سفر پشتہ۔ سفر بلیغار۔ بدرقہ کو زد و کوب ہوئی۔ از بلیغار تا بہ واردہ باغ خان۔ کوہستانی گہاٹیان۔ آب گرم۔ قلات مین داخل ہونیکا امکان۔ ہمارا قلات کے قریب پہونچنا۔ دروازہ ارغوان شاہ۔ میرا داخل ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ پہرہ والون کے ساتہہ میرا مکالمہ۔ جماعت سرباز کا برتاؤ۔ خان کا جواب۔ ایرانی چالین۔ دو بیدو جہید و بجست و برفت۔ مشہد مین ایک افواہ۔ دیوار پر کمند لگا کر چڑہنے کی کوشش۔ قلات کے دور کا نظارہ بلندی پر سے۔ قلات کی تاریخ۔ نادر شاہ کا اسے مستحکم کرنا۔ میسل بطلمیز۔ زمانہ مابعد کی تاریخ۔ قلات کا ایران کے زیر فرمان ہونا۔ قلات کی حربی حیثیت۔ قلات کے پانچ دروازے۔ آبادی۔ آثار قدیمہ۔ زراعت اور ذرایع آب رسانی۔ مراجعت بہ واردہ

منزل کاردہ۔ مشہد تک کی سڑک۔ خراسان کے شمالی و مشرقی حصہ کے منازل حیات بہیمی و انسانی طبعی خصوصیات۔ ہمارا مشہد کے قریب پہونچنا۔ ایک حادثہ۔ خواجہ ربیع کا مزار۔ ہمارا مشہد مین داخل ہونا۔ قلات کو جانے اور وہان سے آنے کے مزید راستے .... صفحہ ۲۳۹۔ الی۔ ۳۰۶

ساتوان باب

مشہد

مشہد کے مورخین سابق۔ تاریخ۔ شہر کا نقشہ۔ خیابان۔ شہر کا باقی حصہ۔ قبرستان۔ مشہد کی آب و ہوا۔ بادگیر اور قراول خانہ متبرک عمارات۔ (۱) بست (۲) صحن (۳) مسجد حضرت امام رضا علیہ السلام۔ مزار امام۔ دوسرے لوگون کے مقبرے۔ وہ یورپین جنہون نے مزار کو دیکھا ہے۔ (۴) مسجد گوہر شاد۔ بست کی دوسری عمارات۔ کتب خانہ امام صاحب۔ خانقاہ کی آمدنی۔ مشہد کی آبادی۔ خانقاہ کا انتظام۔ چاردیواری کا رقبہ۔ متعہ۔ نادر شاہ کا مقبرہ۔ مشہد مین یہودیون کی آبادی۔ سرکاری عمارات۔ صنعت و دستکاری۔ شرح اجرت اور قیمت اشیا۔ بینک اور روپیہ قرض لینے کی سبیل۔ گورنر جنرل مشہد کی ملاقات۔ ارک۔ رکن الدولہ کے ساتھ میری گفتگو۔ فوج متعینہ مشہد۔ مشہد مین دول خارجہ کے قونسل۔ موسیو لساف کا تقرر۔ روسی قونسل خانہ۔ انگریزی قونسل خانہ۔ اراکین و تقررات۔ قونسلون کی کارروائی۔ طوس۔ تار برقی۔ اجنبیون کے ساتھ برتاؤ کا طرز۔ مشہد سے دوسرے راستے .... صفحہ ۳۰۷۔ الی۔ ۳۴۶

آٹھوان باب

خراسان کے سیاسی و تجارتی حالات

اس باب کا مقصد۔ صوبہ خراسان۔ طبعی کوائف۔ دریا اور زراعت۔ آبادی۔ تاریخ مالگزاری۔ تقسیم۔ نظم و نسق۔ خراسان کے سیاسی مسئلہ کی ابتداء۔ صوبہ استرآباد۔ روسی عاشوراداہین۔ جزیرہ کی نوعیت۔ نیا جزیرہ۔ تبدیلی مستقر کی خواہش۔ واقعات گزشتہ کی تجدید۔ پیشرا عظم۔ آغا محمد خان۔ روسی مستعدی کی وجوہ۔ استرآباد اور شاہ رود کا موقع۔ ایرانی اور روسی ترکمان۔ ایرانی یموتون کی بغاوت۔ حکومت عالیہ کی کمزوری۔ بجنورد۔ کوچان۔ درگز۔ روسیونکو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے

نادری۔ روس کی آرزوئین۔ سرحد روس وفارس۔ آب تجند۔ سرخس جدید وقدیم۔ عباس مرزا کا سرخس قدیم کو مسخر کرنا
جدید۔ سرخس قدیم پر روسیون کا مکرر قبضہ۔ حربی حیثیت مشرقی سرحد۔ ضلع مشہد۔ اضلاع جام۔ باخرز و خاف
آبادی اور دار الحکومت۔ سیستان۔ روس کے سیاسی دائرۂ اثر کی توسیع۔ ماوراء النہری ریلوے کا اثر۔ اندرونی
ع۔ طبس۔ ترشیز۔ تربت حیدری۔ نیشاپور اور سبزوار۔ شاہ رود و بسطام۔ خراسان کی کل فوجی طاقت۔
ان کی تجارت۔ انگریزون کی سابق تجارت مشہد کے ساتھ۔ حالات مابعد بادی النظر مین روس کا تفوق۔ ایرانی
عداد۔ جو کیفیت مجھے مشہد مین معلوم ہوئی۔ انگریزی قونسل کی رپورٹ۔ انگریزی اور روسی مال درآمد کی قیمت۔
ہندوستانی تجارت کے راستے محصول مال درآمد۔ روسی تجارت کی راہین۔ محصول چنگی۔ مال درآمد کی کثیر
باعتبار نوعیت۔ (۱) انگریزی و ہندوستانی مال (۲) برطانوی مال (۳) روسی مال۔ مال برآمد (۱)
کو جاتا ہے۔ روس و ایران کی باہمی تجارت کا نشو ونما۔ (۲) جو ہندوستان کو جاتا ہے۔ ایران و افغانستان کی
باہمی تجارت۔ میزان کل۔ برطانیہ کلان کو کیا کارروائی کرنی چاہیئے۔ روس کا خراسان پر حرص آز کی دانت تیز کرنا۔ ماوراء النہر
ور خراسان کا مقابلہ۔ ہندوستان کا مقابلہ۔ ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لئے ایک عارضی مستقر۔ برطانیہ کلان
کی اغراض خراسان مین۔ ایرانی اطاعت کیشی۔ روسیون کی وقعت۔ انگلستان کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ مشرقی خراسان
مین دوسری راہین .... صفحہ ۳۶۵۔ الی۔ ۴۶۱

نوان باب

معاملات سیستان

ایران کی مشرقی سرحد۔ (۱) ذو الفقار سے سیستان تک۔ (۲) سیستان (۳) سرحد ایران وبلوچستان (۴) سرحد گران ضلع سیستان
سیستان کی وجہ تسمیہ۔ لفظ سیستان کا اطلاق۔ سیستان کی موجودہ حالت۔ گوناگون تبدیلیان۔ روایتی تاریخ۔ ابتدائی تاریخ۔ تاریخ مابعد
سر ایف گولڈ اسمڈ کا کمیشن (سنہ ۱۸۷۲ع) سیستان کے حصہ بخرے۔ آزادانہ رائے۔ سیستان کی موجودہ حکومت۔ یوروپی سیاح
سیستان کی سیاسی اہمیت۔ سیستان کے فواید روس کے حق مین۔ سیستان کے فواید برطانیہ عظمی کے حق مین۔ مجوزہ سلسلہ

ریلوے کی حربی وقعت۔ اصول لبخیزی کی رو سے اس ریلوے کی تیاری کی آسانیاں۔ نوشکی سے سیستان تک کا راستہ
افغانستان کی حالت آیندہ۔ حربی نکتہ چینی۔ مخالفانہ رائے۔ سر ایچ۔ رالنسن کی رائے سیستان کی زرخیزی۔ کہ نہر
موافق آرا۔ سیستان کا پیوند و اتفاقات کے وسیع تر دامن ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صفحہ ۴۶۲ ۔ الی ۴۷۸

دسواں باب

از مشہد تا بہ طہران

مشہد و طہران کے درمیان ڈاک کی سڑک۔ سرعت رفتار۔ خرچ سفر۔ وزیر صیغہ ڈاک۔ چاپار کے مالہ وما علیہ۔ چاپار خانہ
بالاخانہ۔ چاپار کے گھوڑے۔ چاپار کے گھوڑے کی شوخیاں۔ سڑک کی عام حالت۔ عبرت۔ منزلوں اور فاصلہ کی فہرست
دوسرا راستہ۔ میری روانگی مشہد سے۔ زائرون کا زہد و اتقا۔ شریف آباد۔ میت لیجانے والے قافلے۔ قدم گاہ
نیشاپور کا میدان۔ شہر نیشاپور۔ نیشاپور کی تاریخ اور شہرت۔ نیشاپور کی آبادی۔ مقبرہ عمر خیام۔ سر لکین۔ فیروزہ
کان کنی کی تاریخ۔ آمدنی۔ فیروزون کی خریداری۔ فریب دہی۔ زعفرانی۔ سبزوار۔ مینار خسرو گرد۔ اس مینار کی
تاریخ۔ مہر اور مزینان۔ زائرون کے قافلے۔ دوسرے لوگ۔ کاروان سرائیں۔ رات کے وقت اونٹ کا سفر۔
لطف تقابل۔ ترکمانی تاخت و تاراج۔ فوجی بدرقہ۔ زائرون کا بیم و ہراس۔ گرفتاری کے قصے۔ روسیون
کا کارنمایاں۔ پل ابریشم۔ عباس آباد۔ میان دشت۔ دہانہ زیدار۔ ارسیان۔ شاہ رود۔ بازار۔ بسطام۔ گورنر کی
طرف سے دکلامہ تحفہ و ہدایا۔ سفر کا دوسرا حصہ۔ اجڑے ہوے شہر۔ دامغان۔ دامغان کی تاریخ۔ دولت آباد
کرگان۔ اہوان۔ سمنان۔ لس گرد۔ قشلاق تک کی سڑک۔ دروازہ ہاے بحیرہ اخضر۔ درہ سر درہ۔ مخالفانہ
آرا۔ اصلی دروازے۔ دماوند۔ ایوان کیف۔ طہران۔ طہران اور مشہد کے درمیان دوسرے رستے
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صفحہ ۱ ۔ الی ۶۱۲

فہرست تصاویر و نقشہ جات

تصاویر

(۱) ہز اکسلنسی لارڈ کرزن — مقابل صفحہ سرورق

(۲) ایرانی باج گیرا — ۱۹۲

(۳) مہمان خانہ کوچان — ۲۰۶

(۴) ایلخانی کوچان — ۲۲۲

(۵) نوباد گلدی — ۲۵۰

(۶) نوباد گلدی کا گھوڑا — ۲۵۰

(۷) دربند ارغوان شاہ — ۲۶۸

(۸) کلات نادری کا نظارہ بلندی پر سے — ۲۸۰

(۹) مشہد کا ہنگامی انگریزی سفارتخانہ — ۳۵۶

(۱۰) ایرانی چاپارخانہ — ۵۱۰

(۱۱) ایرانی چاپارچی — ۵۱۲

(۱۲) مینار خسروگرد — ۵۵۲

(۱۳) برف خانہ واقع مزینان — ۵۵۴

(۱۴) کاروانسرائے اور کجاوے — ۵۵۶

نقشہ جات

مقابل صفحہ
(۱) نقشہ سلسلہ ہائے ریلوے مابین یورپ و وسط ایشیا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۵
(۲) نقشہ ایران ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کتاب کے خاتمہ پر



دیباچۂ مترجم

وایران کے حالات کے متعلق متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں اور اس موضوع کی مسا
[دل]چسپی اور وسیع اہمیت نے ایک عرصہ دراز سے اس کو اون ذی رتبہ سیاحون اور مقیم ملکا
کا مبحث بنا رکھا ہے جنہیں اپنے شوق سفر یا تعلقات سفارت کی وجہ سے اس
کرنے کے مواقع حاصل ہوے چنانچہ اس سرزمین کے مختلف پہلوؤن کو عالم وقاصد
لوگون نے وقتاً فوقتاً اپنے زور قلم کا تختہ مشق بنایا کسی نے اسکی تاریخ لکھی۔ اور کسی
جغرافیہ طبعی۔ اسکی ہیئت طبقات الارض۔ اس کے تمدن۔ اس کی السنہ۔ اس کی اقوام
آثار قدیمہ پر خامہ فرسائی کی۔ بعض مصنفین نے دولت ایران کے اون تعلقات سیاسی
کے دول خارجہ سے ہیں اور نیز اسکے اندرونی طرز نظم ونسق اور اس کی تدبیر مملکت کے
شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا۔ لیکن آجتک کسی ایک کتاب مین ان تمام امور پر اوس
ملاحظات اور امعان نظر سے بحث نہین کیگئی جو لارڈ کرزن کی جامع تصنیف کی حقیقۃ
بہ۔ لارڈ کرزن کی کتاب متعلقہ دولت ایران جو خود لارڈ ممدوح کے قول کے مطابق "
[بر]ہا لگاتار محنت چھ مہینے کے سفر ایران وعلاقہ جات ملحقہ اور اس سفر کے بعد
[م]تعدد اصحاب مقیم ایران کے ساتھ مسلسل خط وکتابت کا نتیجہ ہے" اس ملک کا

آجتک کی سیاسی۔ جغرافی۔ طبعی اور تمدنی سرگذشت ہی اور اس سبب نظیر
کے حالات کے سابق کی وہ تمام ضروریات رفع ہوسکتی ہین جو اس کے اند
ت سے نسبت رکہتی ہین۔
ان ہند کے لئے جو اس ہمسایہ سلطنت مین ابھی تک عہد گذشتہ کے عظ
ن پاتے ہین اور اسکے حوالی مثلاً بخارا۔ سمرقند۔ سیستان اور خراسان پر او سر
حیثیت سے نظر ڈالتے ہین جو فاتحان عالم کے ایک جلیل القدر سلسلہ کا
یسی کتاب جس سے ایران کے متعلق اون کی معلومات کے ذخیرہ مین اضا
پی ہوگی۔ اسکے علاوہ جب اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ اس کتاب کا نمایان
اس مین اوس روزافزون اثر کی تصویر کہینچی گئی ہے جو شمال کے دیو مہیب
ایران اور ملحقہ علاقون مین حاصل ہو رہا ہے جسکے باعث نصیب اعدا سلط
ہند کے ثبات قیام کا متاثر ہونا متصور ہے اور جبکہ ساتھ ہی اس بات کو ملحوظ رکھ
کتاب مین قابل تحسین تفصیل اور پیش بندی کے ساتھ اوس طرز عمل کی توضیح کی گ
برطانیہ کو وسط ایشیا مین روس کے سیاسی اور تجارتی تفوق کے ردّعمل کی غر
یئے تو اس کتاب کی دلچسپی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ خیال ہندوستان پر خاص
ہے کیونکہ یہان ایک غیر محدود زمانہ سے یہ خوف پھیلا ہوا ہے کہ روس کشو
کی نیت سے برابر پیش قدمی کر رہا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب مین بچ
تھا تو یہی افواہ میرے سننے مین آئی تھی اور آج جبکہ میری عمر ۴۸ سال کی

ہون کہ یہ افواہ فرو نہین ہوئی اور مجھے ڈر ہے کہ آنیوالی نسلون کے کان بھی اسی تشویش ناک خبر سے نا آشنا نہ رہین گے۔ مصنف نے مسئلہ کے اس پہلو پر نہایت مفصل طور پر بحث کی ہے و اس لحاظ سے جیسا کہ مین بیان کر چکا ہون یہ کتاب اہل ہند کے لئے اور بھی زیادہ دلچسپ ہو جاتی ہے

اس مقام پر یہ کہنا غالباً بیجا نہ ہوگا کہ اس کتاب کی خوبی اور اوسکے مستند ہونیکا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ جو تجاویز اسکے عالی مقام مصنف نے اوس زمانہ مین جبکہ وہ محض پارلیمنٹ کا ممبر تھا اور ایران و وسط ایشیا مین بطور خود سفر کر رہا تھا حکومت برطانیہ کے غور کے لئے پیش کی تہین اور وہی آج کے دن ہندوستان کی مشرقی سرحد کی قسمت کے فیصلہ کا جزو اعظم ہین۔ ہندوستان اور ایران کے درمیان براہ نوشکی و سیستان ایک تجارتی راستہ کے کہولے جانے کی تجویز اس غرض سے کہ مشہد مین روس کے تجارتی اثر کے تفوق و ترفع کا اندفاع ہو اور دریائے ہند کے کنارہ غیر مزروعہ زمین کا جو وسیع خطہ حال مین انگریزی دائرہ اثر کے اندر داخل ہو گیا ہے اوسکی زراعتی استعداد کو ترقی دیجائے آج مکمل ہو گئی ہے[۵] جنوبی بلوچستانی ریلوے کے ایک سلسلہ

---

۵ یہ رستہ کوئٹہ اور مشہد کے درمیان ۱۸۹۷ء کے شروع مین کہولا گیا۔ کل فاصلہ ۱۱۰۱ میل ہے یعنی کوئٹہ سے نوشکی تک ۹۰ میل نوشکی سے قلعہ رباط تک جہان سے ایران کی سرحد شروع ہوتی ہے ۳۲۰ میل۔ قلعہ رباط سے نصرت آباد تک ۳۴۴ میل اور نصرت آباد سے مشہد تک ۵۰۵ میل سڑک پختہ ہے اور اوسپر گاڑیان چل سکتی ہین۔ مناسب فصل سے مسافرون کے آرام کیلئے جا بجا کنوئین موجود ہین۔ ہر منزل پر تہانہ اور کاروان سرائے اور دوکانین بہی ہین اور راہ مین لٹیرون اور ڈاکوؤن وغیرہ کی طرف سے کسی قسم کا خطرہ نہین کوئٹہ اور مشہد کے درمیان ہفتہ مین دو مرتبہ ڈاک آتی جاتی ہے اور طریقہ قیمت طلب پارسل جاری ہے کوئٹہ سے نوشکی تک سلسلہ تار برقی بھی قایم ہے۔ جو قابل ذکر مقامات اس راہ پر پڑتے ہین وہ یہ ہین:۔ نوشکی۔ چاغی۔ نصرت آباد۔ بیرجند۔ ان مقامات پر انگریزی افسر متعین ہین۔ تاجرون اور سیاحون کی آسانی کے خیال سے نوشکی، نصرت آباد، بیرجند اور مشہد مین سرکار انگریزی کی طرف سے بینک کے ایجنٹ مقرر ہین اور روپیہ بینک کے ذریعہ سے کوئٹہ سے مشہد کو بہیجا جا سکتا ہے اس رستہ کے کہلنے کی وجہ سے جو فروغ ہندوستانی تجارت کو ہو رہا ہے اوسکا اندازہ اس سے کیا جاتا ہے کہ ۱۸۹۷ء مین اس راہ مشہد کے ساتھ مبلغ ۵ لاکھ روپیہ کی تجارت ہوئی اور ۱۹۰۰ء مین بڑھ کر مالیت کی مقدار ۲۵ لاکھ ہوگئی۔

کے اس غرض سے قایم کرنے کا منصوبہ کہ برطانوی سرحد پر روس کی شمالی ماوراء النہری ریلوے کی طاقت اور دولت کا جواب ہو اس وقت زیر غور ہے[ف ا]۔ ان دونون تجویزون اور انکے علاوہ اور بہت سی تجاویز کی تحریک جن کے اعادہ کی یہان ضرورت نہین جارج نیتھنیل کرزن نے بارہ سال قبل اپنی مشہور و معروف تصنیف متعلقہ دولت ایران مین کی تھی یہ کتاب سباڑھے تیرہ سو صفحون کی ضخامت کی ہے جن مین کثیر التعداد حواشی بخط خفی درج ہین۔ مصنف کو جو کوششین اس کتاب کے لکھنے مین کرنی پڑی ہونگی اونکا اندازہ اس امر سے کیا جاتا ہے کہ جو تصانیف اس کتاب کے مرتب کرتے وقت مصنف کے پیش نظر تھین اونکی تعداد ڈھائی سو سے کم نہین۔ اور ان سب کی سب یا تقریباً سب کا اوسنے بغور مطالعہ کیا۔

اردو معلی مین لارڈ کرزن کی تصنیف جیسی جامع اور فاضلانہ کتاب تو کجا کوئی ایسی معمولی تصنیف بھی موجود نہ تھی جو ایران کے حالات پر آج کل کے زمانہ کے مذاق کے موافق روشنی ڈالتی اور اس لئے جب میرے مخدوم محترم جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔ اے سابق ہوم سکرٹری و حال ڈپٹی کمشنر علاقہ سرکار آصفیہ نے مجھکو ہز اکسلنسی لارڈ کرزن کی کتاب کے ترجمہ کرنے کا مشورہ دیا تو مین نے بہ شوق تمام اونکی تجویز پر عمل کیا۔

چنانچہ مین نے بہ وساطت سرکار آصفیہ ہز اکسلنسی لارڈ کرزن بالقابہم کی پیشگاہ مین کتاب "پرشیا" کے ترجمہ کی اجازت کی استدعا کی جسے ہز اکسلنسی نے اوس شوق علم و فن اور ہنر پروری کے اقتضا سے جو حضور ممدوح کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ منظور فرمایا۔

ف ا۔ اس ریلوے کی جو خشکی سے ہو کر گزرے گی آجکل بڑی سرگرمی سے پیمایش ہو رہی ہے۔ مترجم

اسکے علاوہ بادشاہ دکن ہزہائینس میر محبوب علیخان بہادر جی سی ۔ ایس آئی نے ازراہ مواہب خسروانہ اس امر کی اجازت مرحمت فرماکر میری قدر بڑہائی کہ ترجمہ کو حضرت اقدس کے اسم گرامی سے مزین کرون میرا دل گواہی دیتا ہے کہ جب اس ترجمہ کو ایسے جلیل القدر سخن پرورون کی ذات سے انتساب ہے اور جبکہ مین نے ترجمہ مین اصلی زور قایم رکھنے کی برابر کوشش کی ہے تو اسے پوری کامیابی حاصل ہوگی

اس کا ترجمہ چار جلدون مین شایع کیا جائیگا ۔ جن مین سے پہلی جلد جو ساڑھے چھہ سو صفحے کی ہونے کے باعث کچھ ضخیم نہین ہے ۔ اس وقت ملک کے سامنے پیش کی جاتی ہے مجھے اُمید ہے کہ اہل ملک اسے شرف قبول عطا فرماکر دوسری تیسری اور چوتھی جلدون کے جلد شایع کرنیکی مجھے جرات دلائینگے ۔ مجھے افسوس ہے کہ نقشہ ایران جو اس جلد کے ساتھ منسلک ہے خوشنما ہونے کے لحاظ سے اصل جیسا نہ ہوسکا اس لئے کہ میرے پاس ایسے ذرایع موجود نہ تھے کہ مین اصل کے مطابق نقشہ تیار کراسکتا ۔ مگر امید ہے کہ اس کتاب کے ناظرین کی ضروریات نقشہ منسلکہ سے پوری ہوجائین گی ۔ اِسکے علاوہ مین نے ایک اور نقشہ اس کتاب کے لئے مصنف کی دوسری تصنیف "رشیا ان سنٹرل ایشیا" سے لیکر تیار کرایا ہے ۔ اس نقشہ سے وہ تمام ریل کی راہین معلوم ہوسکتی ہین ۔ جو یوروپ اور ایشیا کو ایران سے ملاتی ہین یہ نقشہ ان لوگون کے لئے جو سیاحت ایران کا قصد رکھتے ہون بدرجہ غایت مفید ثابت ہوگا ۔

اصل کتاب کے بعض ابواب کا آغاز کسی اُستاد کی نظم سے ہوا ہے مین نے نظم کا نظم مین ترجمہ کیا ہے ۔ جہان جہان ضرورت پیش آئی ہے مین نے متن پر اپنی طرف سے حاشیے بھی لکھے ہین اور اونکے لئے میرا ماخذ حسب ذیل مصنفین ہین ۔

کی تصدیق کیلئے ان مصنفین کی تصانیف کی ورق گردانی کی تو اوّل تو مجھے اون کی تفصیلی ہدایتون
کا سراغ ہی نہ ملا۔ کیونکہ اس کا سرے سے وجود ہی نہ تھا اور یا اس کو زمانہ ما بعد کی تحقیقات۔ آثار
قدیمہ یا حوادث و عوارض سیاسی کی وجہ سے بالکل بے اثر پایا۔ اس لئیے مین نے یہ نتیجہ نکالا کہ
اس قسم کے مسایل پر قلم اوٹھانے مین مصنفین مذکور کا تامل اکثر تو سہل انگاری پر مبنی ہے۔ اور
کسی قدر اس بات پر بھی کہ متقدمین کی مساعی کی تعظیم اون کو تصرف کی اجازت نہ دیتی
...ایران کے متعلق جسقدر صحیح معلومات تھین وہ ایسی پریشان و منتشر
...ایران کے وسیع سفر کے لئے کسی سیاح کو معلومات کے لوازم کا ہمراہ
...ب ہو تو او سے اون کتابون کی بار برداری ہی کے لئے جن کے بغیر کام
نہین چل سکتا ایک علیحدہ "چار پاے" کی ضرورت ہو گی۔ پس جس نسبت سے مین
...اوسی نسبت سے میرے کام کا دائرہ زیادہ وسیع ہوتا گیا یہان تک کہ مجھے یہ بات محسوس
...ہی کہ ایک ایسی جامع کتاب کا موجود ہونا حقیقی اور لازمی طور پر ضروری ہے جس مین ایران
...تمدن کے ہر پہلو سے بحث ہو جس مین اسکے باشندون۔ اسکے صوبون۔ اسکے
...ن۔ اسکے شہرون۔ اسکی سڑکون۔ اسکے اثار قدیمہ۔ اسکے نظم و نسق سلطنت۔ اسکے
...س کی طاقت۔ اسکی تجارت۔ اسکی آمدنی۔ اسکے طرز عمل اور اسکے
نشو و نما۔ غرضکہ اون تمام امور سے بحث ہو جن کی وجہ سے اسے دولت
حاصل ہے یا جو اس لقب کے حصول مین اوسکے معین ہین۔

دگی تمام مقرہون اوس مطالعہ یاتحقیقات سے کرنے کی کوشش کی ہے جوکتابون
ہنے یالایق مصنفین سے استشارہ کرنے کی بدولت مین کرسکا۔انہی ذرایع کومین نے
ت کے حالات کی تفصیل کے بہم پہونچانے کے لئے استعال کیا ہے جہان
ے سفرمین مجھے خود جانے کاموقع نہین ملا۔یورپین زبانون مین ایران کے
رشتہ پانچ صدیون کے اثنا مین جو دوسو اور تین سو کے درمیان کتابین
ہین اونہین یا مین نے خود شروع سے لیکر آخر تک پڑہا اور یا اور
یا اور مین سچائی کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ اس کتاب مین جو کئی سو حوا
ین اون مین سے ایک بھی ایسا نہین جو بجائے اسکے کہ کسی دوسری کتاب
ل کرلیا گیا ہو میرے ذاتی مطالعہ کا نتیجہ نہو۔جو ناظرین میری اس محنت پر تبسم کر
ہین والٹیر کے ان لفظون مین جواب دونگا:۔
ین یاد رہے کہ مین نے بہت سی کتابین اس لئے پڑہی ہین کہ تم اون سے
نے کی زحمت سے بچو۔اور اسکے لئے میرا شکرادا کرو"
ظرین میری اس محنت پر تعجب کرین اون سے مین یہ کہونگا کہ بغیر اس جانکاہی
ی دوسرے سیاحون یا مصنفون کے اقوال یا افعال یا جو کچھ وہ کہ
سکے۔اوسکی تحقیق کرسکتا اور نہ مجھہ مین یہی قدرت ہوتی کہ تاریخ
مصنفون کی اگر اسے اور جیسے عام مورخ جوز بروست نتایج

ا اور تلفظ کی نگرانی مین نے خود نہ کی ہو - بلاشبہ اس مین بہت سی غلطیان ہین لیکن مین امید کرتا
را ہون کہ یہ غلطیان غفلت و بے احتیاطی کا نتیجہ نہ ہونگی بلکہ معلومات کے نقص کا - اس کتاب
نہ کے چھوٹے نقشے میری ہدایت کے بموجب مسٹر شاربو رایل جاگرفیکل سوسائٹی کے نقشہ
نویس نے جن کا پاکیزہ اور صحیح کام قابل تعریف ہے تیار کیے ہین -

اگر مغربی ممالک کے متعلق اسی قسم کی تصانیف کے ساتھہ اس کتاب کا مقابلہ کرنے پر میرے
ناظرین کو محسوس ہو کہ ان مضامین پر اور خصوصاً ان کے اوس حصہ پر جو فن تدبیر مملکت سے
تعلق رکھتا ہے اور جسکی نسبت مین مقدمہ مین کچھہ بیان کرونگا بحث کرتے وقت مجھہ سے لغزشین
سرزد ہوئی ہین تو مین اون سے یہ عرض کرونگا کہ اونہین یاد رہے کہ مشرق مین اطلاع و معلومات
کے حصول کے وہ سرکاری ذرایع ہرگز موجود نہین ہین جو مغرب مین عام طور پر آسانی سے
بہم پہونچ سکتے ہین - نہ یہان کوئی بلیو بک شایع ہوتی ہے نہ علمی طور پر شمار اعدادی کو ترتیب
دیا جاتا ہے - نہ مردم شماری کی رپورٹ نکلتی ہے نہ کوئی اخبار یا موقت الیشوع رسالہ ہی چھپتا
ہے غرضکہ معلومات کے اون مہتم بالشان لوازم کا ایک جزو بھی یہان نہین پایا جاتا جنکی
نسبت یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا اون سے انسان کے اطمینان کی دولت مین اضافہ ہوتا ہے
یا وہ خانہ برانداز عقل و ہوش ہوتے ہین - شمار اعداد و واقعات کا جو نفس الامر مین مشرقی تصور
کے لیے باعث توہین ہین اگر ایران مین بہم پہونچنا ممکن ہے تو عرصہ دراز کی تحقیقات
اور صبر و تحمل کے بعد اور وہ بھی اوس صورت مین جب کہ تفحص و جستجو کی متعدد کوششین
جداگانہ طور پر عمل مین لائی جائین - اور مین سچ کہتا ہون کہ بعض دفعہ اس کتاب کی ایک سطر کی

لکھنے مین مجھے گھنٹون کی محنت اور کسی کسی مضمون کی خط و کتابت کرنی پڑی ہے۔

جو خاص خاص باتین مین نے اس کتاب مین بڑہائی ہین وہ حسب ذیل ہین۔ جن ابواب کا موضوع کوئی خاص صوبہ یا علاقہ ہے اونکے آخر مین مین نے قرب وجوار کے اون خاص خاص رستون کی فہرست درج کردی ہے جنہین سیاحان سابق نے اختیار اور بیان کیا جس ملک مین ریل نہو اور جہان مسافر کی رہنمائی کے لیئے کوئی ہدایتی دستور العمل موجود نہو وہان اجنبی اگر پگڈنڈی سے کترا کر کوئی دوسری سمت اختیار کرے گا تو ظن غالب ہے کہ اوسکو اس بات کا بالکل علم نہ ہوگا کہ آیا اوسکے رستے کو پہلے کوئی اور مسافر طے کرچکا ہے یا وہ اچھوتی زمین پر چل رہا ہے۔ صورت اول الذکر مین مین اوسکو مقابلہ کے ذرایع پہونچاتا ہون اور صورت ثانی الذکر مین اوسکو تحقیقات کی ذمہ واریون سے آگاہ کرتا ابتداءً مجھے یہ امید تھی کہ مین اس کتاب کے آخر مین اون مقامات کے نامون کی فہرست ضمیمہ کے طور پر شامل کرسکون گا جو ایرانی جغرافیہ اور سیاحت سے متعلق ہون لیکن ان نامون کی فہرست اس قدر ضخیم ہوگئی ہے کہ مجھے اوس کا علیحدہ شایع کرنا لازم ہوا۔ اس کی تلافی کے لیئے مین نے ہر ایک مقام یا مضمون کی بحث مین تصانیف متعلقہ بزبان یوروپ کی جن کا مین نے مطالعہ کیا ایک مکمل فہرست درج کردی ہے بہت سے نقشے شجرے اور فہرستین بھی جو پہلے کبھی شایع نہین ہوئین کتاب مین شامل کی گئی ہین۔

جو سیاسی آراء مین نے اس مین ظاہر کی ہین اون کی ذمہ داری مین کوئی دوسرا میرا شریک نہین ہے۔ نہ تو ان آراء کا ماخذ سفارت برطانوی متعینہ طہران ہے اور نہ

لبا سفارت مسطورہ ان سب کی ہمداستان ہی ہے اور جن احباب کی اعانت کا مین آگے چلکر اعتراف
رونگا اون سے بھی انکو منسوب نہین کیا جا سکتا۔ اگر یہ آرا ایران کے معرفین کو کبھی ناگوار گذرین تو
نہین یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ان آرا کے اظہار کی وجہ تحریک معاندانہ تھی جس قوم کی نسبت مین نے
خیالات ظاہر کئے ہین مین تو اوراوس کی اغراض کا حامی اور معین ہون۔ یہ بھی واضح رہے کہ
ن نے کوئی رائے اوس وقت تک ظاہر نہین کی جب تک کہ مجھے اس بات کا واثق یقین نہین
اکہ یہ رائے صحیح ہے۔ یہ امر ہنوز معرض نزاع مین ہے کہ سیاسی مباحث مین اظہار حق سے کس
ل کام لینا چاہیئے۔ مگر پھر بھی مجھے اون لوگون کے ساتھہ تو اتفاق ہے جو سیاسی جھوٹ کو نفرت
اہ سے دیکھتے ہین۔ بالآخر یہ بھی واضح رہے کہ اس کتاب کی دونون جلدین باستثناء اوس فصل کی
موضوع اصطخر ہے اوسوقت مطبع مین بھیجی جا چکی تہین جبکہ سرکاری طور پر میرا تعلق انڈیا آفس سے
وا اور اس لئے آرا مندرجہ کتاب ہذا ہر صورت مین ایک خانگی حیثیت کے شخص کی رائین ہین اور
کاری سند یا تحریک کے بغیر قایم کی گئی ہین۔

تلفظ کے متعلق واضح رہے کہ مین نے رواج عام اور عالمانہ تنقید کے درمیان حد اوسط قایم کی
ہے اور بجائے اسکے کہ خودنمائی اور تفاخر کا التزام مجھپر عاید ہو مین نے عامی ہونے کا الزام اپنے سر
لینے کو زیادہ پسند کیا ہے۔ فارسی اور عربی نامون کو ایک ایسی زبان مین ادا کرنا جو اون علامات سے
بالکل معرا ہو جنکے ذریعہ سے ان زبانون کی بعض آوازین ادا کی جا سکین درحقیقت مشکل ہے اور موجودہ
صورت مین اسکو ایرانی نامونکے ہندوستانی تلفظ نے جس سے انگریز زیادہ آشنا ہین مگر جن کا خود
ایران مین رواج نہین زیادہ پیچیدہ کر دیا ہے۔ بہت سی صورتون مین مین نے "غلط العام فصیح" کے

اصول پر عمل کیا ہے جو کچھ عرصہ کے بعد بمنزلہ قانون کے ہو جاتا ہے اور اس لحاظ سے ابوشہر کو بوشایر اور مشہد کو مشہد[1] لکھا ہے کہیں کہیں میں نے اوس تلفظ کی آواز کے بعینہ ادا کرنے کے ساتھ جسقدر صحت ممکن ہو سکتی تھی اوسکا لحاظ رکھا ہے۔ اگرچہ اس سے بعض دفعہ تناقض سرزد ہوا ہے تو وہ ایسا ہے جس سے اجتناب ممکن نہ تھا۔

اگر یہ کتاب کسی حد تک مصنف کی دلی خواہش کے معیار میں پوری اوترے تو اس کی وجہ محض وہ فیاضانہ امداد ہے جو خوش طالعی سے اوسے مل سکی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف میں نہ تو میرا سفر اور نہ میری کتب بینی ہی میرے کام آتی اگر وہ سکے معین وہ تمام مصنفین نہوتے جن سے مین نے استعانت کی۔ اس بارہ مین خاص طور سے اطلاعات و معلومات کا وہ بیش بہا مخزن میرے لئے مفید ثابت ہوا جو اس کتاب کے شایع ہونے کی تاریخ تک بعض احباب ایران سے مجھے بہم پہونچاتے رہے ہیں اسکے علاوہ ان اوراق کی اشاعت مین صحت کا پورا اعتبار مجھے اوسوقت تک نہ ہو سکتا جب تک کہ لکھے جانے کے بعد وہ مجھ سے بھی زیادہ لایق لوگون کی نظر ثانی کے لئے طہران کو نہ بھیج جاتے اور بہت سی صورتون مین اونہین انگلستان کے مساوی قابلیت کے اصحاب کی خدمت مین تبصرہ کے لئے پیش نہ کیا جاتا۔ اِن معاونین مین سے پہلا نام بلحاظ مستند ہونے اور باعتبار وسعت اطلاعات کے جرنیل اے ہاوٹم شنڈلر کا ہے۔ یہ صاحب جو ایران مین بہت سی ممتاز خدمات پر سرفراز رہ چکے ہیں اب امپیریل بینک آف پرشیا واقع طہران کے مشیر کار ہین۔ قطع نظر اس کے کہ اس ملک مین وہ ایک عرصہ دراز سے اقامت پذیر ہین تبحر علمی اور جوش قومی اون کی ذات کے نمایان اوصاف ہین۔ مین لے

[1] اگرچہ انگریزی مین بوشہر کو بوشایر اور مشہد کو مشد کر کے لکھتے ہین لیکن مین نے یہ لحاظ رکھا ہے کہ ان مقامات کا اصلی نام جس طرح اردو مین لکھا جاتا ہے کتاب مین لکھا جائے۔ مترجم۔

+

نہ صرف وہ جدید معلومات جو اس کتاب مین درج ہین اون سے حاصل کی ہین - بلکہ ان دونون جلدون کے تقریباً ہر ایک صفحہ پر اونہون نے نظر ثانی کی ہے اور جب یہ خیال میرے دل مین آتا ہے کہ اگر اونکی فیاضانہ اور بیدریغ مدد نہوتی تو اس کتاب مین کتنی غلطیان ہوتین تو مین کانپ اوٹھتا ہون بہت کم لوگ ایسے ہون گے جو خود ایک اعلیٰ درجہ کی کتاب لکھنے کی استعداد رکھنے پر بھی دوسرے آدمی کی کتاب کی قدر و قیمت کے بڑھانے مین ایسی بے غرض کوشش کرین جن دوسرے اصحاب مقیم ایران سے مجھے مدد ملی ہے وہ مسٹر جے آر پریس حال انگریزی قونسل متعینہ اصفہان مسٹر جے جے فینہی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ انڈو یوروپین محکمہ تار برقی شیراز اور نیز میرے سنہ ۱۸۹۹ء کے متعدد میزبان ہین - ان کے علاوہ دوسرے صاحبون کی اعانت کا بھی مجھے اعتراف ہے جنکے بار منت سے مین اس وجہ سے سبکدوش نہین ہوجاتا کہ اونکے نام یہان درج نہین ہین - انگلستان مین سر ایف گولڈ اسمڈ نے براہ کرم اون فصلون پر نظر ثانی کی ہے جو سیستان اور جنوبی و مشرقی صوبجات سے متعلق ہین اور جن بلحاظ وسعت تجربہ اونہین خاص طور سے رائے زنی کا استحقاق ہے - اسکے علاوہ اور دوسرے امور مین بھی اونہون نے میری مدد کی - کرنیل سر ای سی راس نے جنکا حال مین بوشہر مین برطانوی رزیڈنٹ تھی جنوبی ایران اور خلیج فارس کے متعلقہ ابواب پر اسی طرح کی فیاضانہ توجہ مبذول کی ہے اور کرنیل اسٹوارٹ ہماری لایق قونسل جنرل متعینہ تبریز نے اکثر ابواب کو جو سلطنت ایران کے شمالی علاقجات سے تعلق رکھتے ہین اپنی مبصرانہ نگاہ کا فیض پہونچایا ہے سر سیسل اسمتھ نے جنکا تعلق عجائب خانہ لندن سے ہے براہ عنایت پسارگدے اور اصطخر کے حالات کو پڑھا ہے اور مین اون کی اس عنایت کے لیے مستفیض ہوا کہ اونہون نے ان مقامات کی خود سیر کی ہے - آخر مین مجھے سر الفریڈ لائل سے کے فاضلانہ او

محققانہ مشورون کا جن سے مجھے بیشمار صورتون مین نفع پہونچا صدق دل سے اعتراف کے

جن عکسی تصاویر سے یہ کتاب مزین ہے وہ یا تو خود میری اتاری ہوئی ہین یا طہران کے شاہی مدرسے کے

ایرانی تلامذہ کی یا میرے احباب کی جن مین خصوصیت کے ساتھ مین میجر سایکس اور مسٹر ہربرٹ ویلڈ بلنڈال کا نام

لے سکتا ہون چند نقشے پیرس کی نیشنل لائبریری کی کریمانہ اجازت سے اصل سے لئے گئے ہین۔

مین خوب جانتا ہون کہ اتنی بڑی ضخیم کتاب باوجود متذکرہ بالا اسعد موافق اور حسب مراد حالتون کے غلطیون

اور فروگذاشتون سے پاک نہ ہوگی جن ناظرین کی نظر اس قسم کی غلطیون پر پڑے اون کی بہترین تحسین مین

یہی ہے کہ اس کتاب کی طبع ثانی کیلئے (اگر خدا وہ وقت لائے) تصحیحاً میری امداد کرین جسکے لئے

مین بصدق دل اون کا شکریہ ادا کرونگا۔ مین اوپر اشارہ کر چکا ہون کہ مین ایک کتاب اس تصنیف کے

ضمیمہ کے طور پر شایع کرنا چاہتا ہون۔ مجھے اُمید ہے کہ سال رواں مین یہ ضمیمہ شایع ہو جایگا۔ اسمین ایران کی

تاریخ جغرافیہ سیاحت۔ واقعات اور مقامات کے نقشون عہدنامجات و معاہدات کی نقولین۔

خاندانون کی فہرست۔ اوزان پیمانون اور سکون کے نقشون اور بہت کچھ مزید اطلاع متعلقہ شمار اعدادی کا

تفصیلی بیان ہوگا جسے مین نے ان اوراق کی تصنیف و ترتیب کے وقت جمع کیا ہے۔ یہ ضمیمہ جزئیات

کے طالب کیلئے مفید ثابت ہوگا اور عام ناظرین کو اس سے زیادہ دلچسپی نہ ہوگی لیکن مجھے اُمید ہے کہ اصحاب ثانی الذکر

مین سے بھی بعض مجھپر یہ عنایت کرینگے کہ جہان یہ کتاب اونکی الماری مین ہو وہان وہ اسکے ضمیمہ کو بھی اوسکی بغل مین جگہ دین

خاتمہ پر مین اپنی اس دوسری تصنیف کے لئے جسکے ساتھ میری واثق تر امیدین وابستہ ہین اس سے زیادہ

کامیابی کا خواہان نہین ہون کہ دو سال قبل میری زیادہ تر کم مایہ تصنیف کو ناظرین نے جس حوصلہ افزائی اور

قدردانی کی نظر سے دیکھا تھا اوسکا اسکے متعلق بھی اعادہ کیا جایگا۔

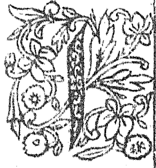
جارج نتھینیل کرزن

مقدمہ

شیاء قابل دید و مشاہدہ یہ ہین۔ بادشاہون کے دربار بالخصوص اوس حالتین جبکہ سفرا اونکے حضور مین باریاب ہون۔ عدالتہائے دینوی و مذہبی جبکہ وہ ... لی سماعت مین مصروف ہون۔ کلیسا اور صومعے اور اونکے آثار ماضیہ بلاد و امصار کی فصیلین۔ شہر پناہین۔ بندرگاہ۔ قدیم یادگارین۔ کھنڈر۔ کتبخانے۔ مدارس۔ مناظرے اور ... بات۔ کشتیان۔ جہاز اور بحری قوت کے لوازم۔ بڑے بڑے شہرون کے قرب وجوار کی سرکاری اور تفریح عام کی عمارات و باغات۔ سلاح خانے۔ آلات حرب کے مخازن۔ گولی بارود کے ذخیرے۔ ساہوکارے۔ مہاجنی کوٹھیان۔ مال کے گودام۔ سواری۔ پھکیتی۔ فوجی قواعد اور اسی قسم کے دوسرے کرتب۔ کھیل تماشے جنکے دیکھنے کے لیے شرفا جاتے ہون۔ خلعت و جواہرات کے توشہ خانے۔ شیشہ آلات اور بلورین ظروف اور دوسری نادر اور کمیاب چیزین۔ غرضکہ جو کچھ بھی عجیب اور بے عدیل معلوم ہو اوسے دیکھنا چاہیئے۔

(بیکن کا اٹھارہوان مضمون جسکا موضوع سفر ہے)

اس کتاب کے مقاصد سہ گانہ



اپنی سیاحت کی داستان کے شروع کرنے سے پہلے
باب مین اون سہ گانہ مقاصد کو اپنے ناظرین پر واضح کرنا چاہتا
کتاب کی تصنیف کے متعلق میرے پیش نظر ہین - مینے ایران سے جو پہلا
"ٹائمس" کو لکھا تہا اگر مین اوسکے شروع کی عبارت کا اس مقام پر اقتباس کرو
طریقہ پر اس کتاب کی اصلی غرض کی تصریح ہوسکے گی۔

"شاہ ایران کے ۱۸۸۹ء کے سفر انگلستان اور اوس خاطر و مدارات نے جو ملکا
طور پر اور خلایق عامہ کی طرف سے اون کے لیے عمل مین لائی گئی - ایران اور
کی اوس دلچسپی کو پہر تازہ کر دیا ہے جس مین چند سال سے (شاہ موصوف کے مالک
کے بعد اور اُس روز افزون بے توجہی کے باعث جو اہل انگلستان کو اپنی فوری اغ
کے علاوہ دوسرے امور کے متعلق پیدا ہو گئی تہی) ضعف آچلا تہا - جس گرمجوشی اور تپاک
کے ساتہہ ابنائے ملک کے ہر طبقہ نے ملکہ معظمہ سے لیکر ادنیٰ ترین رعایا تک اس جلیل القدر
مہمان کا استقبال کیا اور برطانیہ کلان کے عظمت وجلال اور اہل برطانیہ کی رفاقت و
اخلاص کا نقش اوس کے دل پر بٹہانے کی جو کوششین کیگئین وہ اس امر کی شاہد نہین کہ
شاہ کجکلاہ کو محض اسی نظر سے نہین دیکھا گیا کہ وہ ایک مشرقی حکمران ہے جسے ممالک
غیر مین سفر کرنے کی چاٹ لگی ہوئی ہے اور اسلیئے بزم معاشرت کی جدید ترین شمع ہونیکی

مقدمہ

شیاء قابل دید وسشاہدہ یہ ہین - بادشاہون کے دربار بالخصوص اوس حالتین جبکہ سفرا اونکے حضور مین باریاب ہون - عدالتہاے دیوی ومذہبی جبکہ وہ لی سماعت مین مصروف ہون - کلیسا اور صومعے اور اونکے آثار ماضیہ بلاد وامصار میلین - شہرپناہین - بندرگاہ - قدیم یادگارین - کھنڈر - کتبخانے - مدارس - مناظرے اور بات - کشتیان - جہاز اور بحری قوت کے لوازم - بڑے بڑے شہرون کے قرب وجوار کی سرکاری اور تفریح عام کی عمارات وباغات - سلاح خانے - آلات حرب کے مخازن - گولی بارود کے ذخیرے - ساہوکارے - مہاجنی کوٹھیان - مال کے گودام - سواری - پھکیتی - فوجی قواعد اور اسی قسم کے دوسرے کرتب - کھیل تماشے جنکے دیکھنے کے لئے شرفا جاتے ہون - خلعت وجواہرات کے توشہ خانے - شیشہ آلات اور بلورین ظروف اور دوسری نادر ورکمیاب چیزین - غرضکہ جو کچھ بھی عجیب اور بے عدیل معلوم ہو اوسے دیکھنا چاہیئے -

(بیکن کا اٹھارہوان مضمون جسکا موضوع سفر ہے)

میری تصویر مین ترتیب کی وہ [illegible] نمایان ہوتی جس سے مین
کرنے کی کوشش کی ہے۔

اگرچہ اس تصنیف کا حقیقی موضوع سیاسی قرار دیا جا سکتا ہے تاہم بہت کچھ تاریخی معلومات بھی اسکے اندر [illegible] پائی جائینگی۔ خواہ مین اسکے ضمن مین اہم صوبون اور قومون اور شہرون کے ابتدائی [illegible] مے درج کرون خواہ اون مدارج کے سراغ لگانے کی کوشش کرون جو اون جاہلیت کی پستی سے تمدن کی بلندی پر پہونچنے مین طے کرکے [illegible] کی گھڑی کے سمت رفتار پنڈلم کے بجائے مغرب کے [illegible] ثابت ہو مین کہ اگر [illegible]ن اور [illegible]ن کی ترویج سے ابھی تک طے کر رہا ہے خواہ اوس [illegible] کی رسن سازی یوروپ اور ایران اور بالخصوص برطانیہ کلان کے [illegible] صدی کے تجارتی و سیاسی تعلقات کی طرف انگشت شہادت سے اشارہ کریگی۔

اسی طرح فن تحقیق آثار ماضیہ کے متعلق مین نے اس امر کو نظر انداز نہین کیا کہ اگرچہ ایران حقیقی و اصلی اعتبار سے مدبرون اور تاجرون ہی کی جولانگاہ ہے تاہم اس مین آثار قدیمہ بھی بہ کثرت پائے جاتے ہین جن پر متبحر اور یگانہ فضلا نے اپنے قلم اور طبیعت کو آزمایا ہے اور ابھی تک اس میدان مین اون کی کوششین جاری ہین۔ اونکی مساعی نے مجھے اوس کام کے لئے تیار کر دیا ہے جسے مین نے بے احتیاطی اور جہل انگاری سے شروع نہین کیا اور جس مین طالب علم کے جوش واشتیاق کو چشمدید شہادت سے بہت بڑی تائید حاصل ہوتی ہے۔ پس میرا روئے خطاب اون لوگون کی طرف

اصلاحون کے منتج ہونے کے احتمال ۔مسئلہ وراثت تخت وتاج ۔ فوج کی کمیت وکیفیت قلمرو ایران مین ریلوے کے اجرا اہل ایران کے سیاسی رجحانات ۔روس اور برطانیہ کلان کی رسوخ واثر کے مدارج کی نسبتی تعیین ۔ان دونون دولتون کے اغراض ومقاصد ۔مسئلہ خراسان کے مفہوم اور اوس کی وقعت ۔اور اون خطرات پر مشتمل ہین جن مین انگریزی تجارت کا غیرون کے مقابلہ مین ممالک محروسہ شاہ کجکلاہ کے مختلف صوبہ جات مین پڑنا بیان کیا جاتا ہے۔

سر چارلس میگگریگر متوفی نے ۱۸۷۵ء مین شاہ کے سفر اوّل یورپ کے بعد اپنے سفر ایران کے اثنا مین حسب ذیل رائے ظاہر کی ۔

"میرے خیال مین شاہ کا جو استقبال ہم نے کیا اوس سے کچھ بھی مفید اثر نہین پیدا ہوا ایرانی جانتے ہین کہ ہمین روسیون کی طرف سے کھٹکا لگا ہوا ہے ۔اور اسلیئے وہ اس معاملہ پر محض سیاسی پہلو سے نظر ڈالتے ہین ۔اور گو جس گرمجوشی اور تپاک سے اونکے شاہ کا استقبال لندن مین کیا گیا اوس سے اون کی نگاہون مین اوس کی وقعت بہت بڑھ گئی ہے پھر بھی ہماری حالت مین اس سے کچھ ترقی نہین ہوئی ۔میری دانست مین ایرانیون کو یہ خیال ہے کہ ہماری یہ خواہش ہے کہ جب روس کے ساتھ چپقلش ہو تو ایرانی ہماری طرف ہون اور اس کمک کیلیئے ہم اونہین بیش قرار معاوضہ دینگے ۔اگر انکا ایسا خیال ہے تو مجھے نہایت افسوس ہے"۔

"مین اس امر کے تحقیق کرنے کی کوشش کرونگا کہ آیا یہ خیال شاہ ایران کی رعایا کے ذہن مین ابھی تک سمایا ہوا ہے یا نہین ۔اور گذشتہ سولہ سال کے عرصہ مین فن تدبیر مملکت کے

ابتدائی اصولون کی تحصیل مین اونہون نے کس حدتک ترقی کی ہے۔ غرضکہ مین اپنے مراسلات مین ایران پرایک انگریز اور بالخصوص ایک انگریزی مدبر کی حیثیت سے بحث کرونگا کسی ملک مین جو شخص عرصہ دراز سے مقیم ہو وہ اُس ملک کے باشندون کے رسم و رواج و عادات کو بوجہ احسن بیان کرسکتا ہے اور اس کام کے لئے موزون بھی ایسا ہی شخص ہوتا ہی اگر ایک سیاح اس کام کو اپنے ذمہ لیگا تو اوس سے لامحالہ غلطیان سرزد ہون گی کیونکہ جو رائے وہ قایم کریگا وہ تعجیل اور نقایص سے مملو ہو گی۔ لیکن ایک سیاسی مسئلہ کا تصفیہ بلا خوف و خطر ایک مدبر پر چھوڑا جاسکتا ہے اور اس تصفیہ مین غلط نتایج کے استنباط کا احتمال نہین ہوسکتا اگر یہ کوشش کیجائے جیسی کہ اس صورت مین کی گئی ہے کہ مسئلہ مزبور پر تنگ حوصلگی یا خود غرضی کے پہلو سے نظر نہ ڈالی جاوے بلکہ اغراض سلطنت کو ملحوظ اور اون تعلقات کو مرعی رکھ کر اسپر بحث کیجائے جو اس کو اجتماعی حیثیت سے ایشیائی سیاست مدن کے وسیع تر مسئلہ کے ساتھ ہین اور جسکا یہ ایک ممتاز جزو ہے"

اس کا تعلق قلم و ہند کے ساتھ

گرہ بالا فقرون مین مینے کافی وضاحت کے ساتھ اس کتاب کے سیاسی پہلو کو دکھایا ہے۔ مجھے اس امر کے اخفا کی ضرورت نہین کہ میری اصلی غرض و غایت بھی اسی پہلو کا دکہانا ہے اور بجائے اسکے کہ مین کوئی سفرنامہ لکھون جسے عام لوگ ایک دفعہ پڑھ جائین اور پھر اٹھا کر بھی نہ دیکھین۔ مین اس بات کو بدرجہا اولیٰ و انسب خیال کرتا ہون کہ کوئی ایسی سیاسی تصنیف میرے قلم سے نکلے جو ان خاص لوگون کے پسند آئے جنکی

معلومات وسیع ہین۔ میری اس خواہش کی یہی وجہ ہنین کہ فن سیاست مدن کے متعلق اگر کسی کتاب کی تصنیف مین کامیابی ہوئی تو وہ دیرپا ہوگی۔ حالانکہ سیر وسیاحت کی کسی داستان کے ساتھہ لوگون کو دلچسپی ہوئی بھی تو وہ عارضی اور بے ثبات ہوگی۔ بلکہ اوسکا منشا یہ ہے کہ وسط براعظم ایشیا کی سلطنتون اور حکومتون کے حالات سے بحث کرتے وقت کوئی امر زیر بحث ایسا ضروری اور نتیجہ خیز ہنین جیسا کہ وہ حصہ ہے جو مشرق کی آیندہ قسمت کا فیصلہ کرنے مین وہ لین گی یا لے سکتی ہین۔ ترکستان۔ افغانستان۔ ماوراءالنہر[۱] اور ایران ایسے نام ہین جنہین سنکر بہت سے لوگون کے ذہن مین بُعد مسافت عجیب وغریب انقلابات۔ اور اون افسانون اور حکایتون کے جادو کے سوا جسکے دہوئین کوئی دم مین اڑاجاتے ہین اور کوئی خیال پیدا ہنین ہوتا۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے تو مین یہ کہون گا کہ میرے نزدیک وہ شطرنج کے مہرے ہین جو ایک ایسی بساط پر چنے ہوئے ہین جسپر ربع مسکون کی حکومت کی بازی کھیلی جارہی ہے۔ اس خیال کے مطابق برطانیہ عظمی کی آیندہ قسمت کا فیصلہ نہ یوروپ مین ہوگا نہ اون سمندرون پر جن پر اوس کا پھریرا اڑ رہا ہے اور نہ اوس برطانیہ عظمی تر مین جسکی بنا اوسکی

[۱] ابتدائی زمانہ کے اسلامی مورخین دریائے آکسس یعنی جیحون کو لفظ "النہر" سے تعبیر کرتے تھے اور اسی لحاظ سے اوس علاقہ کو جو دریائے جیحون کے بائین جانب واقع ہے اور جسکے شمال مین یورالسک۔ جنوب مین سطوح مرتفع خراسان وافغانستان۔ شمال مشرق مین خیوا اور بخارا۔ جنوب مشرق مین افغانی ترکستان اور مغرب مین بحیرہ اخضر واقع ہے ماوراءالنہر کہتے تھے۔ زمانہ حال کے جغرافیہ مین جس صوبہ کی حدود اربعہ حدود متذکرہ بالا پر منطبق ہوتی ہین وہ بحیرہ اخضر کی دہنی جانب واقع ہونے کے باعث انگریزی مین ٹرانس کیسپیا یعنی ماوراءالاخضر کے نام سے موسوم ہے۔ لیکن چونکہ یہ دونون علاقے دراصل ایک ہی ہین اس لیئے مین نے ٹرانس کیسپیا کا ترجمہ ماوراءالنہر کیا ہے۔ مترجم



اولاد و احفاد نے ڈالی ہے۔ بلکہ اوس براعظم مین جہان سے ہمارے اولین آبا و اجداد ترک وطن کرکے آئے تھے اور جہان اون کی اولاد فتح و نصرت کے ساتھ پھر واپس آئی ہے ہندوستان کے بغیر سلطنت برطانیہ قایم نہین رہ سکتی۔ ہندوستان کا قبضہ کرۂ زمین کے مشرقی حصہ مین شاہنشہی کی التمغہ سند ہے جب سے کہ ہندوستان کے وجود کا علم ہوا ہے اوس وقت سے اسکے حکمران نصف دنیا کے فرمان فرما رہے ہین۔ جس خواہش نے سکندر۔ تیمور اور بابر کو دریاے انڈس کی طرف بڑھنے کی تحریک کی اوسی نے پرتگیزون کے حق مین شاہنشہی کا وہ قلیل المیعاد قبالہ لکھدیا جسکے فرسودہ پرزون کو اوہنون نے ابھی تک حرز جان بنا کر رکھ چھوڑا ہے۔ اوسی نے گذشتہ صدی مین ایران کے ایک شاہ کو دس سال تک مشرقی متخاصمین کا حَکَم بنائے رکھا۔ اوسی نے فرانس کو وہ سلطنت دے ہی دی ہوتی جسے قوی تر دلون اور روشن تر ستارۂ بخت نے ہماری قوم کو عطا کیا اور یہ وہی ہے جو آج کے دن تک دیو شمال[1] کے سمند حرص پر تازیانے برسا رہی ہے اور اوسکے رگ و پے مین موجین مار رہی ہے۔ باوجودیکہ سیاسی حیثیت سے ہمارے زمانہ مین خانگی مسائل متعلقہ سیاست مدن ایک ایسی وقعت اور اہمیت کی شان لئے ہوئے ہین جو یوماً فیوماً ترقی کر رہی ہے اور باوجودیکہ عام رجحان یہ ہے کہ مغرب کی طرف عنان توجہ کو منعطف کیا جائے اور واجب الاتباع نظایر اور تدبر و سیاست کی مثالون کیلئے نو خیز لوگون اور ایک صحیح رنگ کی قوم سے استشارہ کیا جائے پھر بھی ایک شخص ضرور ایسا

۱؎ دیو شمال سے مراد روس ہے۔ مترجم

ملے گا۔ جسکے مرقع تصورمین زمانہ قدیم کی شبیہین کھنچی ہین۔ جو اپنے ہموطنون کو یہ بات یاد دلاتا ہے کہ گو مغرب مین اونکو یہ اختیار باقی نہین رہا کہ

"جس کو چاہا دے دیا اور جس سے چاہا لے لیا"

پھر بھی وہ مشرق کے وصی اور ولی ہین اور دنیا مین ملیح رنگ کی دوسرے درجہ مین سب سے بڑی آبادی اونکے زیر حکومت ہے۔ اور جو یہ کہتا ہے کہ صیانت وحفاظت کا کوئی ایسا دقیقہ اُٹھا نہ رکھنا چاہیئے جسکے ذریعہ سے دوامی طور پر علم سیاست مدن کے اون عمدہ ترین نتائج سے استفادہ کیا جائے جو انسان کو اپنے اسلاف سے میراث مین پہونچے ہین۔

تاریخ وجغرافیہ

علاوہ اوس تعلق کے جو ایران کو ایشیا کے دقیق اور وسیع تر سیاسی مباحث سے ہے اور جو میرا اصلی اور ابتدائی مقصود ہے۔ ایک دوسری غرض بھی جو اہم ہونے مین اوس سے کچھ کم نہین ہمیشہ میرے پیش نظر رہی ہے اور فحوا اور وسعت کے اعتبار سے اوس نے بتدریج اسقدر ترقی کی ہے کہ مجھے یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ اگر اس ضخیم کتاب کا موضوع اکیلی یہی غرض ہوتی تو اسے غیر حق بجانب نہ کہا جاسکتا۔ یہ غرض اس خواہش پر مشتمل ہے کہ مین ایران کی حالات موجودہ کو قطع نظر اون تعلقات کے جو اوسے دول خارجہ سے ہین بیان کرون۔ اوسکے مختلف صوبون۔ باشندون۔ قوانین وخصوصیات۔ منظرون۔ شہرون او [illegible] کے مختصر حالات قلمبند کرون۔ موجودہ صدی اور بالخصوص [illegible] ہے جو موجودہ شاہ کی عہد حکومت پر قریب قریب منطبق ہوتا ہے

جسطرحپر ایران اقوام کے سیاسی خانوادہ مین شریک ہوا اوس کا سراغ لگاؤن اور جو گوشہ نشین کہ اس مملکت نے ایک ایسے تمدن و شایستگی کا غیر موزون لباس پہننے کے متعلق کی ہین جو اوسے زیب نہین دیتین اونہین تفصیل وار حیز تحریر مین لاؤن۔ اِس سے میرا مقصد یہ ہے کہ جو شخص یہ تحقیق کرنا چاہے کہ ناصر الدین شاہ کا ایران کیسا ہے۔ وہان کسطرح پہونچ سکتے ہین۔کس راستہ سے وہان جانا چاہیئے اور کتنے دن کا وہ رستہ ہے۔ وہان کی کیا کیا اشیا لینے یا دیکھنے کے قابل ہین۔جن لوگون نے اوس سے پہلے ایران کا سفر کیا ہے اونہون نے کیا کچھ کیا۔کون سی نئی بات دریافت کی یا اسکی نسبت کیا رائے ظاہر کی۔ اور اب خود اوسکے لئے کیا کرنا باقی ہے۔ ان صفحون مین وہ باتین دریافت کر سکے جن کا وہ متلاشی ہے۔ اس کتاب مین اوسے نہ صرف ایران کی موجودہ حالت کے کوایف معلوم ہونگے۔ بلکہ وہ اون وسائل اور ذرایع کے حلقون کو جداگانہ طور پر دیکھہ سکےگا جن سے اس حالت کی زنجیر تیار کی گئی ہے اور جن سے آگاہ ہونے کے بغیر نہ تو وہ اون نتایج کو سمجھ سکتا ہے جو اوس سے منتج ہونگے اور نہ آیندہ کے متعلق کوئی پیشین گوئی کر سکتا ہے۔ غرضکہ ایران کے حالات کے قلمبند کرنے کے متعلق مین اون مساعی سے کام لونگا جو مجھ سے قابل تر مصنفون نے دوسرے ممتاز ممالک پر مبذول کی ہین لیکن جنہین دو سو سال سے کسی انگریزی مصنف نے ایران پر صرف نہین کیا یعنی اس قلمرو کی ہو بہو اور پورے قد کی تصویر اتارنا۔

سیاحت

بالآخر مین مسافر کی زندگی کے اون حالات

آتے ہین اور سیاحت کے اون واقعات کو جو گو ہمیشہ اہم نہین ہوتے لیکن پھر بھی تازگی کی ایک شان لئے ہوتے ہین قلمبند کرنے سے اس تصنیف مین وہ دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کرونگا جسکے نہونے کی صورت مین ناظرین کی طبیعت اِسکے پڑہنے سے شاید کسی حدتک اکتا جاتی۔

ایرانی قوم کے حالات کی دلچسپی

۲ انگلستان کو ایرانیون کے حالات سے دلچسپی پیدا کرانا کوئی زیادہ مشکل نہین ہے[۱]

...مکہ آبا و اجداد

...نے اوسی پر اسرار آریہ ورت کی سطوح مرتفع کو خیرباد کہا جہان سے ...

ہجرت کر چکے تھے جس مقام سے اونہون نے نقل مکان کیا وہ ایک عرصہ سے علوم و فنون

۱ مجھے ڈر ہے کہ بہت سے انگریزون کے دلون مین ایران کا خیال آتے ہی ہروڈوٹس کے قصون، مور کی نظمون اور شاہ کے جواہرات کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ مجموعی اعتبار سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہروڈوٹس نے قصون کے مقابلہ مین زیادہ تر تاریخی حالات قلمبند کئے اور شاہ کے جواہرات کی خوبی اور چمک دمک مین کوئی کلام نہین ہوسکتا۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ مور پر بوجہ اوس مبالغہ واطراء عظیم کے جس سے اوس کی نظم بھری پڑی ہے۔ ذمہ داری کا بہت بڑا بار عاید ہوتا ہے۔ ایران کے جو حالات اوسنے بیان کئے ہین اون کو اصلی حالات سے اوسی درجہ مشابہت ہے جتنا کہ لیسٹر کے چوک کے الحمرا کو ابوعبداللہ کے دلفریب اور بے نظیر محل کے ساتھ۔ جوئے بندمیر کی گلگشت کا بیان ایسا ہی سراب آسا ہے جیسا کہ عنادل شیدا کا "شراب عنبرین کشمار" کو اصل کشم کے بنجر ویرانہ سے مقابلہ کرنے پر بے اختیار ہنسی آتی ہے اور جب لٹرل نے یہ اشعار لکھے تھے کہ

مورا میئو یہ سنا ہے کہ صفاہان پہ جب — چادر نور چڑہاتی ہے قمر کی طلعت
گاتے ہین فارسی مین لوگ تمہاری غزلین — گر یہ سچ ہے تو ہو تم یار بڑے خوش قسمت

مور کی لاعلمی کے متعلق تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہوگا اور ہمارے شاعر کی انانیت کا اوسکی خاطر سے دم بھرا ہوگا۔

کا مسلسل و متصل گو غیر نتیجہ خیز بحث بن رہا ہے[۵۱]۔ انڈو یورپین خانوادہ کے وہ پہلے افراد تھے جنہون نے خالص توحید کو اپنا ایمان قرار دیا۔ اونہین مین زردشت کا ظہور ہوا جو مشرق کے بڑے بڑے مذہبی پیشواؤن مین زمانہ کے اعتبار سے دوسرے درجہ پر تھا بشرطیکہ اوسکا ظہور حقیقت مین کبھی ہوا بھی ہو[۵۲] یزدان و اہرمن کے روح کو تزکیہ بخشنے والے عقیدے نے وہین نشو و نما پایا اور اوستا نے تدوین کی شکل پکڑ کر وہان اوس آگ کو روشن کیا جو اگرچہ اپنے آبائی آتش خانون مین قریباً بجھ گئی ہے پھر بھی اوسکا ایک دھیما مگر مستقل شعلہ بمبئی

دولت [illegible]

تاریخ ایران کا ڈراما

تاریخ ایران کی شاندار منازل کو ہم جون جون طے کرتے ہین ہماری نظر کے

۵۱ مین اس امر سے واقف ہون کہ آجکل یہ دعوی کیا جا رہا ہے کہ آریہ لوگ ایشیا سے نہین آئے لیکن فی الحال مجھے سارٹیشین تھیوری (ملاحظہ ہو "اقوام آریہ کی قدامت قبل زمانہ تاریخ" مصنفہ ڈاکٹر شریڈر و مترجمہ ایف بی جیونس - اور "آریون کی اصلیت" مصنفہ کینن آئی زک ٹیلر ۱۸۹۰ء) کے تسلیم کرنے مین بھی تامل ہے اور اسکینڈی نیوین تھیوری (دیکھو تاریخ آریہ مصنفہ مسٹر پنکا ۱۸۸۶ء) کے باور کرنے سے بھی مین جھجکتا ہون کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہین اسکے بعد کوئی تیسرا نظریہ جو ابھی تک معرض شہود مین نہین آیا میرے سامنے نہ پیش کر دیا جائے لہذا مین ابھی اوس قدیم مفروضہ کو سب پر ترجیح دیتا ہون کہ آریون کا اصلی وطن ایشیا تھا جسکی تائید پروفیسر جے اشمڈٹ نے ایک مضمون مین جو رسالہ "ٹرینزکشنس آف دی رایل ایکیڈیمی آف برلن" مین ۱۸۹۰ء مین شایع ہوا تھا نہایت شد و مد سے کی ہے۔

۵۲ اس شرط کی قید مجھے یہاں اس لئے لگانی پڑی ہے کہ پروفیسر ڈارمسٹیٹر جیسے فاضل جید کی رائے مین زردشت کے وجود کی اصلیت اس سے زیادہ نہین کہ وہ "طوفان کے عالمگیر فسانہ کا ماحصل" ہے۔

سامنے بہت سے ایسے لوگون کے نام گذرتے ہین جنکو ہم بچپن سے اچھی طرح پرجانتے ہین- روایات اور فرضی حکایات سے جنکو بمقابلہ کسی دوسرے ملک کے ایران سے زیادہ تعلق ہے - قطع نظر کرکے ہمین کیخسرو- دارا- اور اخشیارشا کی جلیل القدر اور عظیم الشان صورتین نظر آتی ہین جنکے ہاتھون کی لکھی ہوئی تحریر زبان حال سے اونکی شہرت اون محلون اور عمارتون سے پکار رہی ہے جہان اوہنون نے حکومت کی تھی اور جشن برپا کئے تھے- اسکے بعد کچھ شہاب ثاقب جو بنی نوع انسان کو تعجب مین ڈال گئے یا اُن پر بلائے ناگہانی کی طرح نازل ہوئے- سکندر- چنگیز خان- تیمور- نادرشاہ کی شکل مین وقتاً فوقتاً گذرتے ہین اور آتش افشانی اور خونچکانی کرتے ہوئے غائب ہوجاتے ہین- روما کی جمہوری سلطنت کے لئے سب سے زیادہ مصیبت ناک [illegible] کے میدان جنگ پر کریسس کی فوجون کے کشتون کے پشتے لگ گئے- دو دفعہ روما کے ا[illegible] قیصر کو ایک ایرانی یا نیم ایرانی فاتح کے آگے گردن اطاعت جھکانی پڑی ایک تو اوسوقت [illegible] قیصر ولیرین نے اپنی گردن شاپور اول کے جوتے کی ایڑی کے نیچے رکھی اور ایک اوسوقت جبکہ قیصر رومینس دیوجانس کو الپ ارسلان سلجوقی ہز براعظم نے قید کرایا- ایک تیسرے روما کے قیصر جولین کا جسے ایک زمانہ جانتا ہے میدان جنگ مین مارا جانا شاپور ثانی کے لئے بمنزلہ ایک ایسی فتح کے ہوگیا جو لڑائیان جیتنے سے بھی زیادہ قیمتی تھی- پھر دو دفعہ مشہور ومعروف خسرو نوشیروان اور اوسکے پوتے خسرو پرویز کے عہد مین سرحد ایران بحر روم کے ساحل سے جاملی اور اوسکی سطوت وجبروت کا ڈنکا بایزنطیم کی چار دیواری کے اندر جابجا۔



اسکے بعد حضرت عمرؓ کی تلوار چکی اور قرآن کے شعلہ جوالہ کی لپٹ نے ہر طرف آتش افشانی کی۔ از منہ مابعد مین بڑے بڑے لوگون مثلاً ابو[1] ابن سینا۔ فردوسی۔ عمر خیام۔ سعدی۔ حافظ کے نام ایران کے صفحۂ حکمت و شعر و سخن کے عنوان طراز ہوئے اور اوسکے لئے ایک ایسی میراث چھوڑ گئے جسکی شہرت کا فنا ہونا محالات سے ہے۔ بالآخر ایک ملکی خاندان شاہی اور اوسکے ساتھ ایک ملکی خصوصیتون کے رنگ مین ڈوبا ہوا مذہب نمودار ہوا اور ایران کی تاریخ کے گذشتہ تین سو سال کے جسقدر کارنامون مین عظمت و شکوہ اور ثبات و استقلال کی شان پائی جاتی ہے وہ آجکے دن تک شاہ عباس اعظم سے منسوب کئے جاتے ہین۔ اسکے بعد کمتر درجہ کے فرمانرواؤن کے نامون کا ایک سلسلہ ہماری نظر کے سامنے گذرتا ہے اور اندرونی خانہ جنگیون اور قوم [illegible] مسلسل نظارہ ہمارے دیکھنے مین آتا ہے جسکے اشاہد [illegible]س اور انگلستان میدان مین آ نمودار ہوتے ہین۔ یہ واقعات ہمکو موجودہ زمانہ تک [illegible]تے ہین اور ہم دیکھتے ہین کہ سلطنت ایران جسکی حدود اب بہت ہی کم رہ گئی ہین لیکن پھر بھی سمٹی ہوئی خوب ہین ایک ترکی خاندان کے زیر نگین ہے اور دنیا کے روبرو ناصر الدین شاہ کی مشہور و معروف ذات کو پیش کرتی ہے۔ اگر ایران کو کسی اور لحاظ سے وقعت کی نظر سے دیکھے جانیکا استحقاق نہ بھی حاصل ہو پھر بھی اوسکے لئے کیا یہ شرف و امتیاز کچھ کم ہے کہ اوس کی ڈہائی ہزار سال کی مسلسل و متصل قومی تاریخ موجود ہے جو دنیا کے بہت کم ملک پیش کر سکتے ہین۔

---

[1] مصنف کی مراد مشہور حکیم بوعلی سینا سے ہے۔ مترجم

انگلستان اور ایران کے تعلقات



اسکے علاوہ جو خاص تعلقات ایران کو انگریزی قوم کے ساتھہ مختلف زمانون اور بالخصوص موجودہ صدی مین رہے ہین اوسکے لحاظ سے لازم ہے کہ انگریزون کو ایران سے دلچسپی ہو اور جس انگریز نے اپنے ملک کی تاریخ کو بامعان نظر پڑہا ہے وہ اس لزوم کا نظر انداز کرنا پسند نہ کریگا۔ شاہ ایڈورڈ اول کے عہد مین برطانیہ کلان نے ایک معتبر سفیر کو اپنی طرف سے پورے اختیارات دیکر مغل شاہنشاہ ارغون کے دربار مین بہیجا جسکے علاقہ مین اوسوقت ایران شامل تھا۔ اسکے قریباً تین صدی بعد ایک سفیر صفوی خاندان کے دوسرے شاہنشاہ کے پاس ملکہ ایلزبتھ کے خطوط لایا۔ شاہ چارلس اول نے بھی اپنا ایک ایلچی ایران بہیجا تھا مگر اوس کا یہان پہونچکر انتقال ہو گیا۔ سولہوین اور سترہوین صدی مین انگریزی کارپردازون نے شمالی یورپ اور بحیرہ اخضر کی راہ سے ایران کے ساتھ تجارتی روابط قایم کرنے مین مساعی جمیلہ سے کام لیا۔ ان دونون صدیون کے درمیان انگلستان کو اپنی بحری قوت کے روز افزون تفوق کی وجہ سے پہلے تو خلیج فارس کی تجارت کا ایک حصہ ملا اور پھر پوری طرح سے یہ تجارت اوسکے ہاتھ مین آگئی۔ بالآخر موجودہ صدی کے آغاز کے ساتھہ انگلستان اور ایران مین قریبی تعلقات کا ایک ایسا سلسلہ قایم ہوگیا جو باوجودیکہ سیاسی کشاکش اور ایک مرتبہ جنگ سے ٹوٹ چکا ہے پھر بھی اوسکا وجود برابر قایم ہے۔ انہین تعلقات کی وجہ سے انگلستان کو کئی موقعون پر وہ شہرت حاصل ہوی کہ جسکے ان ہونے مین کوئی کلام نہین ہوسکتا اور گو ان تعلقات پر بہت سی غلطیون اور



کسی قدر ندامت کا داغ لگا ہوا ہے اور بہت سی مثالین ایسی بھی پائی جاتی ہین کہ کبھی تو اس شد و مد کے ساتھ ان روابط کے متعلق سلسلہ جنبانی کی گئی کہ اوسپر انتشار و ہیجان کے الفاظ صادق آنے لگے اور کبھی ایسی غفلت اور کاہلی سے کام لیا گیا کہ ضعف و اضمحلال کی تعریف کا اوسپر اطلاق ہونے لگا لیکن با این ہمہ انہین تعلقات کی بدولت انگلستان و ایران ایک ایسے قریب کے سیاسی رشتہ سے مربوط ہین جو مملکت اوّل الذکر کو ایشیا کی کسی دوسری خود مختار حکومت کے ساتھ نہین۔

میرے سفر کے چار حصے

حکایت کو مین اب شروع کرنے والا ہون اوسکے ضمن مین مین متذکرہ صدر زمانون مین سے اکثر کی یادگارون اور مندرجہ بالا اشخاص مین سے بعض کے کارنامون پر نظر ڈالون گا۔ میرا سفر چار حصون مین منقسم ہے جن مین سے ہر ایک تاریخی دلچسپی یا سیاسی امتیاز اور نیز جداگانہ طور پر اپنی اپنی خصوصیات کی شان لئے ہوئے ہے۔ ان چارون حصون مین علی الترتیب ایران کے شمالی مشرقی۔ وسطی اور جنوبی و مغربی صوبہ جات اور جنوب کی بحری شاہراہ سے بحث ہوگی۔ اور اگر مین استعارہ سے کام لون تو مین اونکو ایک تاگے سے تعبیر کرسکتا ہون جس مین مینے اون ممالک کے متعلق جن مین نے خود سفر کیا ہے یا جو اون سے ملحق تھے ایسے تمام کوائف و معلومات کو پرو دیا ہے جن کا مصدر میرا اپنا سفر ہے جو حسب ذیل اجزا پر مشتمل ہے۔

(۱) ۸۵۰ میل کا سفر بذریعہ سواری اسپ خراسان کے سرحدی صوبہ مین اور و

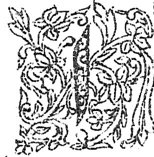
دار السلطنت طہران تک۔

(۲) ۸۰۰ میل کا مشہور سفر (یہ بھی گھوڑے پر) طہران سے بوشہر تک

(۳) شط العرب اور دریاے قارون کی مرحلہ پیمائی اور۔

(۴) خلیج فارس کا کشتی کا سفر۔

(۱) خراسان



ولاً مین اپنے ناظرین کو اون مقبوضات کی سیر کراؤنگا جو زمانہ کی غارت گری سے بچکر خراسان کے پاس جو کسی زمانہ مین ایک عظیم الشان سلطنت ہوتی تھی رہ گئے ہین۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ مملکت خراسان مین مرو کا علاقہ شریک تھا۔ خیوا تک اس کی سرحد پھیلی ہوئی تھی۔ ہرات اور قندھار اس مین شامل تھے اور دریاے جیحون اسے سیراب کرتا تھا۔ اور گو اب اسکی عظمت وشوکت قایم نہین رہی پھر بھی یہ صوبہ (جو ہیبتناک پہاڑون اور دشوار گذار گھاٹیون سے مستحکم ہے جسمین جابجا ایسے میدان پھیلے ہوئے ہین جن مین مشہور ومعروف دار السلطنتون کے آثار ابھی تک باقی ہین اور جس مین کم از کم ایک شہر[1] اب بھی ایسا ہے جو تمام دنیا مین مشہور ہے) ایسے بہت سے مباحث کی جولانگاہ ہے جو موثر اغراض سلطنت اور دلچسپ ومعنی خیز ہین صدہا سال سے یہ مختلف الاغراض اور مختلف المقاصد اقوام کا میدان کارزار بن رہا ہے اور جنگ کی دستبرد کے علاوہ قتل وغارت کا بازار یہان خوب گرم رہا ہے۔ ایشیا مین کم علاقے ایسے ہونگے جنکا رقبہ خراسان کے رقبہ کے مساوی ہو

[1] اس سے غالباً مشہد مراد ہے۔ مترجم

اور اُن مین اتنے ہی آدمی قتل ہوئے ہون جتنے کہ خراسان ہین۔

صوبجات ملحقہ

ایک قدرتی امر ہے اور اس کتاب کی ضخامت کا بھی یہی اقتضا ہے کہ اپنے سفر کے اس حصہ کے حالات بیان کرتے وقت مین صوبجات یا اضلاع ملحقہ کے جدید ترین کوایف قلمبند کرون۔ ان کوایف کے اکثر حصہ کا ماخذ وہ تحقیقات ہین جو مینے بطور خود اس نواح مین کی اور اجتماعی حیثیت سے نہایت لایق اور مستند لوگون نے اوس کی نظر ثانی کی ہے۔ اسمین مشرق کی طرف سرحد ایران و افغانستان اور سیستان کے مسایل کی حقیقت داخل ہے جہان سرحد ہندوستان کا مسئلہ ایک زبردست حریف کی شکل مین آکر ظاہر ہوتا ہے اور ایران کے ترکی کے مقبوضات واقع بحر اخضر کے واقعات بھی ان مین شریک ہین۔ اس حصہ کے طبعی حالات اور اقلیم ایران کے دوسرے حصون کی طبعی خصوصیات مین ایسا حیرت انگیز تخالف اور تناقض پایا جاتا ہے کہ یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ ہم سرزمین ایران کے کسی حصہ کے بجائے کرۂ ارض کے متقابل حصہ (امریکہ) مین آگئے ہین۔ اِسکے علاوہ کوایف مسطور شمال مغربی اور مغربی صوبہ جات کے حالات پر مشتمل ہین جہان بڑے بڑے شہر موجود ہین۔ غیر ممالک کے ہر قوم و ملت کے لوگ آباد ہین اور نہ مٹ سکنے والے آثار قدیمہ پائے جاتے ہین۔ اسی طرح ایران کے جنوبی حصون کے حالات پر بحث کرتے وقت مین اون بعید المقام اور غیر معروف جنوب شرقی و جنوب غربی صوبہ جات کے حالات قلمبند کرونگا جو زمانہ کے تمدنی رجحانات



کا ایک عرصہ دراز سے مقابلہ کرتے چلے آئے ہین - اور جن مین اب تک خانہ بدوشی کا وہ تمرد اور شورش پائی جاتی ہے جو ایک زمانہ مین اہل ایران کی خصوصیات کا ایک غیر تغیر پذیر جزو تھی -

(۲) صوبجات متوسط

ان کو خیرباد کہتے وقت مین اپنے ناظرین کو ایک ایسے دربار کی تصویر کا ایک رخ دکھاؤنگا جو عظمت و شان کے لحاظ سے زمانہ سابق مین سلاطین مغلیہ کے دربار کا ہمسر تھا اور ایک ایسے طرز حکومت کا نقشہ کھینچکر بتاؤنگا جسپر باستثنائے چین مشرقیت کا سب سے زیادہ رنگ چڑھا ہوا ہے اور بالآخر ایک ایسے شہر کی سیر کراؤنگا جس مین ایک ایشیائی دار السلطنت کی نا قابل تغیر خصوصیات کے ساتھ یوروپ سے مستعار لوازم تمدن ملے ہوئے نظر آئینگے - طہران سے ایک شاہراہ (جسکے عرفی مفہوم کا اطلاق صرف نوے میل کے ایک ٹکڑے پر ہوسکتا ہے) اوس عظیم الشان سطح مرتفع کی تدریجی حدود و فواصل کی طرف ہماری رہنمائی کرے گی جو سطح سمندر سے بحساب اوسط ۳۰۰۰ سے لیکر ۵۰۰۰ فٹ تک بلند ہوگی - اور جو ایران کے بیچون بیچ واقع ہے - اس سطح مرتفع کے کثیر التعداد سلسلہ ہائے کوہ شمالی اور جنوبی سمندرون کے مابین ارہ کے دندانون کی طرح حائل ہین - جو کم یا زیادہ وسعت کے میدان ان پہاڑون کی دامن مین واقع ہین اون پر ہم کو بڑے بڑے مگر ویران شہرون کی شکل مین گئی گذری شان و شوکت - شرمناک بے عنوانی اور اندرونی انحطاط کی محسوس یادگارین نظر آئینگی - قم اپنے اوہام و تعصب اور رموز و اسرار کے

پردہ کے پیچھے سے اون دمکتے ہوئے سنہری قبون کی جھلک دکھارہا ہوگا۔ جو اولیاء کے مزارون اور شہنشاہون کے مقبرون پر سایہ افگن ہین۔ اصفہان اپنے محلون کے اُجڑے ہوئے کروفر۔ اپنے باغون کی خزان رسیدہ فضاؤن اور اپنے عظیم الشان پلون کی شکستہ حالی سے جو کسی زمانہ مین چھہ لاکھ پچاس ہزار کی آبادی کی دھمک سے گونجا کرتے تھے ایک حسرت اور درد سے بھری ہوئی داستان سنارہا ہوگا۔ گوکہ اِسکے پررونق بازارون کی گھما گھمی سے ابھی تک اس بات کا ثبوت ملتا ہو کہ بیخ بیوپار مین یہان کے لوگ سرگرمی سے مشغول ہین اور قومی تجارت فروغ پر ہے۔ شیراز جس مین کبھی حافظ کے دلکش ترانون کی شکرین صدا آتی تھی اور جو سعدی کے فلسفہ آمیز کلام کی شورانگیزی کا نمکدان تہا ان شعرا کے مقابر کو اپنی آغوش مین لئے ابھی تک اون پر نازان نظر آرہا ہوگا لیکن اِسکے دلفریب چمنستان۔ اسکے رقص کنان فوارے اور اس کی جانفزا بہارین اون لوگون کے ساتھہ چلی گئی ہین جو اونکی مدح مین رطب اللسان تھے اور جنکا اب فقط نام باقی رہ گیا ہے جسکی یاد آٹھہ آٹھہ آنسو رُلاتی ہے۔ اسی نواح مین اور زمانہ حال کے ان کھنڈرون سے بالکل ملحق ایک زیادہ عظیم الشان قصر اور ایک قدیم تر عہد سلف کے آثار کچھ کچھ فاصلہ پر واقع ہین۔ یہان ابھی تک میدان پردہ سفید سنگ مرمر کا مقبرہ کھڑا ہے جسمین غالباً کسی زمانہ مین کیخسرو کی نعش ایک سونے کے تابوت مین محفوظ تھی۔ اس سے تہوڑے ہی فاصلہ پر دارا کا مقبرہ جسپر کسی بےدرد نے نباشی کا ستم ڈہایا ہے ایک عمود دار گہاٹی کے ڈہلوان پہلو سے حسرت بھری نگاہ کے ساتھ ٹکٹکی جمائے نظر آتا ہے۔

اسکے مقابل اصطخر کا شاہانہ چبوترہ اپنے بوسیدہ ستونون کو اپنی ہتیلی پر اوٹھائے کھڑا ہے اور ملبہ کے ڈھیرون مین سنگتراشی کی صنعت کے اون نمونون کو دکہاتا ہے جنہون نے کسی زمانہ مین اخشیارشا کے محلون اور ارتخششت کے طاق و رواق کو زینت بخشی تہی۔

آثار قدیمہ

گر مین عہد سلف کی ان مشہور و معروف یادگارون کی سیر مین تہوڑا سا وقت اور صرف کرون تو غالباً میرے ناظرین کو مجہ سے شکایت نہ ہوگی۔ یہ یادگارین ہمین بتاتی ہین کہ دولت و عظمت اور طمطراق کے لحاظ سے ازمنہ وسطی کے ایران کو زمانہ حال کے ایران پر جسقدر تفوق عظیم حاصل تہا اوس سے بہی زیادہ عہد سلف کے ایران یعنی ہروڈوٹس اور زنوفن کے ایران کو ازمنہ وسطی کے ایران پر اپنی خصوصیات کے اعتبار سے فضیلت حاصل تھی اور اب بھی اوسکے کھنڈرون کو دیکھکر ہمین اوس کی اس فوقیت کا سراغ ملتا ہے۔ اگرچہ ان قدیم اور تاریخی یادگارون کو بحث مین لاتے وقت مین اون تفاصیل کا اعادہ نہین کرونگا جو مقام وقوع اور عمارت کی حیثیت سے ان سے متعلق ہین کیونکہ ایسی تفاصیل دوسری زیادہ تر اصطلاحی کتابون مین شرح و بسط کے ساتھ درج ہین۔ پھر بھی مین علوم و فنون جدیدہ کی معلومات و تحقیقات سے استفادہ کرونگا۔ مجہے اون لوگون کے ساتھ ہمدردی نہین ہے جو ایک ملک مین جسکے حالات لایق اور مشہور مصنفون نے لکھے ہون ادہر اودہر چکر لگا کر اپنا سفرنامہ لکھہ ڈالتے ہین اور سمجھنے لگتے ہین کہ ایک سیاح کی بیاض کی مجہول الکیف یادداشتون کا رطب و یابس مواد متعدد علما و فضلا کی مساعی کے ماحصل سے بہتر ہے۔ جس وقایع نگار سفر کو

کچھ بھی پاس وضع یا خودداری کا خیال ہو وہ "ٹیورنیر" کے مدیر کے خیال کے مطابق جو سترہوین صدی مین گذرا ہے اِن علما وفضلا کی تحقیقاتون سے فائدہ اُٹھائے گا۔ مدیر سطور لکھتا ہے کہ "مجھے علوم وفنون والسنہ وجغرافیہ ونقشہ جات وکتب سیاحان ماسبق کے متعلق کافی معلومات حاصل ہین کیونکہ اِنکے بغیر عام اور معمولی درجہ کے سیاح اپنے سفر کے حالات آسانی اور عمدگی کے ساتھ قلمبند نہین کرسکتے اور نہ اپنی ذات کو اور نہ دوسرونکو زیادہ فائدہ پہونچا سکتے ہین" اسکے ساتھ ہی وقایع نگار مسطور کو چاہیئے کہ مشاہدہ اور جایز نکتہ چینی سے کام لیکر اپنے چشمدید واقعات کو صحیح صحیح بیان کرے۔

(۳) جنوب مغربی صوبہ جات



نتہائے جنوب مغرب مین ہین اپنے ناظرین کی توجہ ملک کے ایک ایسے حصّہ کی طرف منعطف کرونگا جو قدرت کے عطیون سے جنگلی انسان نے کبھی تو قدر کی اور جنہین کبھی اوسنے اپنے پاؤن تلے روندا مالامال ہے اس حصّہ ملک مین کشتی چلانے کے قابل دریا اون میدانون مین بہتے ہین۔ جنپر کسی زمانہ مین سبزہ کا زمردین فرش بچھا تھا لیکن جو اب اجڑ کر پتھریلے ویرانون کی شکل مین بدل گئے ہین۔ یہان اصول فن عمارت کے عظیم الشان نتایج جو علم آب کی صنایع وبدایع اور اوس زمانہ کے لوگون کی بلند نظری اور اولوالعزمی کی دیرپا یادگار ہین اور جن کے نشان قرون مابعد مین نہین ملتے اسوقت رایگان بہنے والے دریاؤن اور غیر مزروعہ اراضی کے درمیان شکستہ پیلپایون کی شکل مین قایم ہین۔ یہ وہی سرزمین ہے جہان کسی زمانہ مین بڑے بڑے شہر زینت دہ لب

دریا تھے جہان شاندار اور خوبصورت محل بلند ٹیکرون پر اپنے ستونون کے تناسب اور دیوان نمانون کی عظمت و رفعت کی شان دکھلاتے تھے - جہان کیخسرو - دارا - سکندر اور شاپور جیسے جلیل المرتبہ شہنشاہ یا توکشورستانی اور تسخیر کے امڈے ہوئے دریا کی رو کے ساتھ بہے چلے جاتے تھے اور یا آرام و آسایش کی دلفریب اور روح افزا لذت سے بہرہ ور ہونے کے لئے تہوڑی دیر کے لئے ٹھہر جاتے تھے - یہان مین کچھ عرصہ کے لئے اوس صنعت و حرفت و تجارت کے شرارونکی نسیم کا تماشا دیکھنے کے لئے قیام کرونگا جسمین از سر نو جان پڑی ہے اور موجودہ نسل کا یہ فرض ہے کہ ان شرارون کو دہکا کر ایک بھڑکتے ہوئے شعلہ کی شکل مین منتقل کردے - اس دلفریب قطعہ کی ٹکر کا ایک اور قطعہ زمین موجود ہے جو زمانہ سلف کی تاریخ مین اس سے بھی زیادہ مشہور تھا - اس کی سرحد کو وہ وسیع جہانہ سیراب کرتا ہے جس مین سے دجلہ و فرات اپنے ملحقہ پانیون کو خلیج فارس مین ڈالتے ہین - یہ وہ سرزمین ہے جسکی قدر و منزلت مقدس روایات اور گستاخ و ناپاک تاریخ کی نظرون مین یکسان ہے - ہم یہان باغ عدن کی روایتی سرحد سے گزر کر اوس پر اسرار مقام مین جا پہونچتے ہین - جہان مٹی کے برتنون اور اینٹون کے دیو ہیکل تودون کے درمیان نوبخت نصر کے حروف تہجی ترشے ہوئے پتھر کے محلون - اونچی کرسی کے ہیکلون اور بابل کے مینارون کی داستان الف ابجد سے لیکر تائے ثخذ تک زبان حال سے پکار پکار کر سنا رہے ہین - یہ وہی مقام ہے جہان حضرت دانیال نے اپنی پیشین گوئیان کین - جہان بنی اسرائیل کے شیون و بکا کی صدا بلند ہوئی اور جہان سکندر پیوند زمین



ہوا۔ غرضکہ ہم بصرہ کی دریا کے دہلیز پر کھڑے ہین جو سند باد جہازی زمانہ گذشتہ کے عربی کولمبس کا مولد اور وطن مالوفہ تھا۔ یہان سے ہم المداین کی رفیع القدر محراب کو مشاہدہ کر سکتے ہین اور بغداد کے مینارے اور خرمستان یہان سے ہمکو افق مین نظر آ سکتے ہین۔

(۴) خلیج فارس

بالآخر ایران کی جنوبی اور بحری سرحد کے کنارہ کنارہ کشتی مین سفر کرتا ہوا مین اپنے ناظرین کو ایک ایسے حصہ ملک اور ایک ایسے سمندر کی طرف متوجہ کرونگا جسکے حالات سے بہت کم لوگ انگلستان مین واقف ہونگے اور ساتھ ہی جنگجو عرب قومون۔ بحری قزاقون اور ویران اور غیر آباد بندر گاہون کا ذکر کرون گا جنکا غلغلہ ایک زمانہ مین یورپ مین پڑ گیا تھا۔ مزید بران مین سمندر کے اون حصون سے استشارہ کرون گا جنکو پرتگال ہالینڈ اور برطانیہ کلان کے رقیب تجارتی بیڑون نے اپنی جولانگاہ بنایا ہے۔ اگر اسکے ضمن مین مجھے اوس تار و پود کے سلجھانے کی خواہش پیدا ہو جس سے تاریخ کی بساط بنی گئی ہے اور جس سے ہمارے ملک اور قوم کا نہایت گہرا رشتہ ہے۔ تو مین اس کے ساتھہ ہی اس بات کو بھی ظاہر کرسکون گا کہ برطانیہ کلان نے ایک ایسے زمانہ مین جو جنگی اور انتصابی اعتبارات سے عہد سلف سے کمتر درجہ پر ہے اوس حق کو جو اوس نے اپنی ایشیائی ملک گیری کے ابتدائی زمانہ مین حاصل کیا تھا اب تک قایم و برقرار رکھا ہے۔ اور انگریزون کا نام ان دور دراز سمندرون مین ابھی تک خوش نظمی اور آزادی کا مترادف ہے۔



مشرق کی غیر تغیر پذیری

مواد میری داستان کو رنگین بنائے گا۔ اور اسکے ساتھہ جب مشرقی سیاحت کے قرین قیاس مگر غیر معمولی واقعات شامل ہونگے تو وہ لوگ بھی اسکے مطالعہ سے گریزنہ کرینگے جو کسی کتاب کو مسلسل اور باقاعدہ طور پر نہین پڑہتے اسکے علاوہ جب مین زمانہ گذشتہ کے واقعات کو خواہ وہ کیسے ہی تعجب انگیز اور نتیجہ خیز کیون نہ ہون بیان کرتے کرتے زمانہ حال کے حوادث کا ذکر خواہ وہ کیسا ہی حسرت ناک اور عبرت انگیز کیون نہ ہو۔ چھیڑونگا تو ضرور ہے کہ اس قسم کے ناظرین کی رگ اشتیاق پھڑک اوٹھے جس ملک مین ریل نہین وہ بلاشبہ وشک دلفریبیون اور دلبستگیون کا مخزن ہے۔ اور چونکہ ایران کے بہت سے حصون مین ابھی تک ایسے لوگ پائے جاتے ہین جو ایشیائی زندگی کی قامی خصوصیتون اور رواجون کی لکیر پیٹ رہے ہین۔ اور ایسی گہری نیندین ہین کہ زمانہ حال کا تمدن اونکے دروازہ پر جو دستک دے رہا ہے۔ اوسکا جواب تک نہین دیتے اسلیئے ایران پر بھی وہی قول صادق آتا ہے۔ اب سے پچاس برس پہلے ایران کے مفصلات کے شہرون پر دارالسلطنت کا روغن گو کسی قدر چڑھ گیا ہو اور اونکے تشخص کی خصوصیت جو وقار و انحطاط کی معجون مرکب تھی۔ گو کسی قدر ضایع ہوگئی ہو۔ لیکن بحالت موجودہ تو ایران مشرق مین مشرقیت کی شان سب سے زیادہ لیئے ہوئے ہی اور گو ایرانی امراروسی ساخت کی بروہم گاڑی مین سوار ہوتے ہون اور ایرانی سوداگر فرانسیسی گھڑیان جیب مین رکھتے ہون۔ اور ایرانی کاشتکار مانچسٹر کے کپڑے کے جبے پہنتے ہون۔ پھر بھی ایرانی قوم کی

ت وہی ہے جو پہلے تھی اور پرانے دستورون اور رسمون سے اوسے ایک متعصبانہ موانست (جس سے گو ہمیشہ غیر مضر نتائج مترتب نہین ہوتے) ہے۔ ہم ابھی تک چارڈن فلسفی کے ان الفاظ کو دہرا سکتے ہین:۔

صورت اشیا مثلاً عادات۔ عمارات۔ باغات وغیرہ مین جو تغیرات و انقلابات آئے دن ہمارے یوروپ مین برپا ہوا کرتے ہین۔ وہ ایشیا مین نہین ہوتے۔ مشرق مین لوگ تمام باتون مین غیر متغیر ہین۔ اہل مشرق کی عادات وخصایل آج کے دن تک وہی ہین جو زمانہ قدیم مین تھین۔ اور اس لئے گر کوئی شخص اس یقین کو اپنے ذہن مین جگہ دے کہ اس حصہ دنیا مین اشیا کی خارجی صورت (مثلاً وہان کے لوگون کی عادات و رواجات) اب بھی وہی ہے جو دو ہزار برس پہلے تھی تو بیجا نہ ہوگا۔ البتہ اگر کوئی تبدیلیان ہوئی ہین تو وہ مذہب کے باعث ظہور مین آئی ہین۔ لیکن وہ اسقدرجہ کم ہین کہ قابل لحاظ نہین ہوسکتین۔

مشرق کی دائمی دلفریبی

مین دوسرونکو اوس بات کے سمجھانے کی کوشش کرتا ہون جسے مجھے بعض دفعہ خیال ہوتا ہے کہ مین خود کامل طور پر سمجھ نہین سکا یعنی مشرق کی حیرت افزا اور بے انداز دلبستگی۔ مسٹر اسٹینلی نے اپنے ایک خط مین ایک دفعہ لکھا تھا کہ سوڈان مین بھی کیا مقناطیسی اثر ہے جس نے گارڈن اور دوسرے بہت سے بہادرون کو افریقہ کے قعر تیرہ و تار مین ہلاک ہونے کے لئے کھینچ لیا اور معلوم نہین کہ کتنی انسانی قربانیان اور بھینٹ چڑھین گی جب اسکی خون کی پیاس کہین جا کر بجھے گی۔ اسی قسم کا ایک اثر گو وہ اسقدرجہ

خطرناک نہین مسافر کو کشان کشان ایشیا مین لاتا ہے اور فاصلہ اور وقت کی خفیف مزاحمتون کی طرف سے بے پروا بنا کر اوسکے دل مین صرف یہی اشتیاق آمیز خواہش پیدا کرتا ہے کہ وہ آگے بڑہتا چلا جاسے۔ شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ وسیع منظرون۔ دامن ہائے کوہ تک بے حجابانہ پہیلے ہوئے میدانون۔ اپنے دامن سے میدانون کی حاشیہ طرازی کرنے والے پہاڑون بے سڑک کے رستون۔ بے پشتہ یا بے خندق کی سڑکون۔ اور سطے منازل و طریقہ سفر کے ذرایع کے بے روک انتخاب مین جو لطف اور مسرت حاصل ہوتی ہے وہ ہرگز انگلستان کے وسائل نقل وحرکت کی یکرنگی اور زندگی روزمرہ کے تکلفات کے روکھے پن مین حاصل نہین ہوتی۔ اسکا باعث ایک حد تک اوس اطمینان کو بھی قرار دیا جاسکتا ہے جو اپنے کام کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دینے کی اوس خواہش کے پورا ہونے سے پیدا ہوتا ہے جسے نوکرون چاکرون کا ایک جم غفیر بھی مٹا نہین سکا۔ اور نیز اسے جان جوکھون مین ڈالنے کے اوس شوق سے تعبیر کیا جاسکتا ہے جسے انیسوین صدی بھی زائل نہین کرسکی۔ یا شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ مشرق کی سرزمین مین اُن نظارون کی دید مین محو ہو کر جہان زندگی اور اوس کے حوالیات مین ہزارہا سال سے کوئی تبدیلی واقع نہین ہوئی۔ جہان خانہ بدوش ابراہیم ابھی تک اپنے مویشیون کے گلون کو لئے ہوئے دشت نوردی اور بادیہ گردی کرتے پھرتے ہین جہان ربیکا ابھی تک کنوئین سے مشک مین پانی بھر کر لاتی ہے۔ جہان وحشیانہ چپقلشین حضرت ایوب کی غریب الوطنی کے مصائب وآلام کی یاد کو تازہ رکھتی ہین۔ مغربی شخص اپنے مصنوعی تمدن کا خول اتار دیتا ہے اور اُسے یہہ محسوس

ہونے لگتا ہے کہ مین اپنے آباو اجداد کی نسل سے پھر آملا ہون اور اوس سرزمین کی ہوا میرے رخسارون پر مروجہ جنبانی کر رہی ہے جس مین کبھی میرے اسلاف نے پرورش پائی تھی۔

مغرب اور مشرق کا مقابلہ



ب اور مشرق کی زندگی کے حوایج اور سامان معیشت کے محسوس اور مستقل اختلافات پر خامہ فرسائی کرنا تحصیل حاصل ہے جس شخص نے مشرق خاص مین سرسری طور پر بھی سفر کیا ہوگا وہ ان اختلافات کی حیرت انگیز بے پایانی سے بیخبر نہین۔ جن ملکون مین نہ گھاٹ ہین نہ بندرگاہ۔ نہ ریلین ہین نہ اسٹیشن۔ نہ شاہراہین ہین نہ بازار (جن معنون مین کہ ہم ان لفظون کا استعمال کرتے ہین) نہ سرائین ہین نہ ہوٹل۔ نہ پلنگ ہین نہ میزین اور نہ کرسیان بلکہ جہان ایک مسافر کے لیے یہی ساز و سامان کافی ہوتا ہے کہ اوسکی پاس سواری کی ایک زین کے علاوہ اگر اور کچھ ہو تو صابن کی ایک ٹکیا ہو۔ اون مین اور ہمارے ملک مین فی الحقیقت بعد المشرقین حایل ہے اور اونکے عجایبات فی الواقع شوق و تحیر کے پہلو مین چٹکیان لیتے ہین۔ کوئی ایسا وقت بھی ہے کہ یہان ایک نہ ایک عمامہ کا سحر ہمکو از خود رفتہ نہ بناتا ہو۔ یا غبار آلودہ گلیون مین سے گذرتی ہوئی اون برقعہ پوش شکلون کے معمے کے حل کرنے مین جنہین عورتون سے تعبیر کیا جاتا ہے ہماری عقل چکر مین نہ آتی ہو؟ کیسا عجیب اور انوکھا ہمکو معلوم ہوتا ہے وہ منظر جہان نہ کھیتون کے گرد جھاڑیون یا درختون کی باڑ ہے۔ نہ جنگل ہین۔ نہ چراگاہین ہین اور نہ کھیت۔ جہان روشن و تابناک مطلع مین ننھی ننھی چیزین کئی میل سے نظر آتی ہین۔ جہان شہرون پر دھوئین کی گھٹا چھائی ہوئی دکھائی نہین دیتی اور جہان

مکانون کی ہوا رچھتین روشن والون اور آتش دانون سے مشتق نہین ہین - یہان کے
کف دست میدانون کی پہنائی پر جو بے اختیار کر دینے والی خاموشی طاری ہے وہ انگلستان
کے سہانے جنگلون کی اون دلکشا آوازون سے کس درجہ مختلف ہے جن سے ہمارے
کان آشنا ہین - اور کیسی جانفزا ہے وہ آب وہوا جسے دہند اور کہر اور ابخرے مکدر نہین کرتے
بلکہ جہان نیر اعظم اپنی عمودی شعاعون کی برچھیان نصف النہار پر سے پھینکتا ہے!

ایران اور انگلستان کا بے پایان اختلاف

مشرقی ممالک مین مین پھرا ہون اون مین ایک بھی ایسا نہین جسے
ایشیائی اور یوروپی مناظر کے اختلاف کے لحاظ سے ایران کی ہمسری کا دعوی
ہو - انگریزی ناظرین کو جنکے قدرتی مناظر کے خیالات کا ماخذ محض یوروپ ہے اوس
ناقص وتخالف کا تصور دلانا مشکل ہے جو یوروپ کے نظارون کو ایران کے نظارون سے
متمیز کرتا ہے - یورپ مین پہاڑ بالعموم نیلی یا نافرمانی رنگت کے ہوتے ہین - حالانکہ ایران
مین پہاڑون کا رنگ شعلہ کی طرح سرخ ہوتا ہے یا بھورا - یا فاختئی - یوروپ مین جب کھیت
گھاس یا زراعت کے سبز پوش سے ڈھکے ہوئے نہین ہوتے تو کگرمتون کی سرخی کے
باعث ارغوانی نظر آتے ہین لیکن ایران مین صحرا اور کھیت مین اگر کوئی فرق ہے تو وہ یہ ہے

نوٹ متعلقہ صفحہ ۲۸ سطر آخیر - مینے ایک چھوٹی سی چیز مثلاً ایک جھونپڑی یا عمارت کو متعدد بار کم از کم بیس میل کے
فاصلہ سے دیکھا ہے - اور ایران مین جس شخص نے سفر کیا ہے اوسے ماننا پڑے گا - کہ بسا اوقات اوسے منزل
مقصود کے سراب نے یاس وحرمان کا منھ دکھایا -

کہ صحرا کی رنگت بھوری ہوتی ہے اور کھیتون کے ساتھ آبپاشی کی نالیون کی خشک تہ بھی ہمکو نظر آتی ہے۔ انگلستان کا مثال کے طور پر پیش کیا جا سکنے والا گاؤن علیحدہ علیحدہ اور اکثر خوبصورت مکانات پر جو عظیم الشان اور سالخوردہ درختون مین چھپے ہوئے ہوتے ہین مشتمل ہوتا ہے لیکن ایک ایرانی گاؤن کی حقیقت جسے نظیر کے طور پر پیش کیا جا سکے کچی مٹی کے غلیظ جھونپڑون کے ایک مجموعہ سے زیادہ نہین جو بادی النظر مین افقی اور عمودی خطوط سے متشکل اور ایک بوسیدہ کچی مٹی کی دیوار سے محصور ہوتا ہے۔ بحیرہ اخضر کے صوبجات اور چند کوہستانی وادیون کے علاوہ اور کسی حصہ مین جنگل نہین پائے جاتے اور ایران مین ایک بھی ایسا بن نہین جسے بن کہا جا سکے۔ یہان مسافر کئی کئی دن سفر کرتا رہے اور اوسے گھاس کی ایک پتی تک نظر نہ آئے۔ نہ یہان دریا بہتے ہین جنکے کنارون پر سبزہ دریا مین کی رونق نظر آئے اور نہ یہان کوئی ندی

ریزہ سنگ سے تار آب پہ دلکش زمزمہ لگاتی ہے۔

یا تو کوئی جوش وخروش سے بھیجنے والا سیل تمہارا سد راہ ہوتا ہے اور یا کسی حقیر سے نالے کو عبور کرتے وقت بمشکل تمہارے گھوڑے کے سم تر ہوتے ہین۔

اندرونی تناقص

عرصہ کے بعد یہ احساسات ایسے عامیانہ اور دلچسپی سے اس درجہ معرا ہو جاتے ہین کہ مجھے تو دلبستگی کا سامان اوس اختلاف مین اتنا نظر نہین آتا جو مشرق ومغرب کی زندگی کے اسالیب مین ہے جتنا کہ اوس تناقص مین جو خود مشرقی زندگی

کے عناصر وکیفیات مین پایا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا تناقض ہے جو غیر ذی روح اور انسانی دنیا مین یکسان طور پر محسوس ہوتا ہے۔ وسیع اور بسیط میدان بغیر کسی ڈہلوان یا نشیب و فراز کے یہان دفعتہً آسمان سے باتین کرتی ہوئی اور ڈراونی پہاڑ کی چوٹیون پر منتہی ہو جاتین موسم سرما کا بہیانک اور اجڑا ہوا سمان فصل بہار کی مختلف الالوان جلوہ نمایون سے یکایک بدل جاتا ہے اور گو یہ رنگین عارضی ہوتی ہے لیکن اسکی دلکشائی اور روح افزائی کی وہ کیفیت ہوتی ہے کہ ہزارہا قسم کے رنگ برنگ کے پہولون اور سبزہ کا فرش زمین پر کوسون بچھا نظر آتا ہے۔ سبز اور مزروعہ مقامات کی بھی یہ حالت ہے کہ ادہر ہم نے پانی کا سبزہ زار حصار چھوڑا اور ادہر دہشتناک صحرا نے اپنی مہیب شکل ہمین دکھائی اور اس اچانک تبدیلی سے دل پر کچھ ایسا اثر ہوتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم دفعتہً وادی حیات سے بادیہ ممات مین پہونچ گئے۔ خزان اور جاڑے کے مہینون مین دن کے وقت تو حرارت کی جان بخشی کی وہ کیفیت ہوتی ہے کہ گویا جسم مین سیرون خون دوڑ گیا حالانکہ رات کے وقت اور طلوع آفتاب سے قبل سردی کی وہ شدت ہوتی ہے کہ مغز استخوان منجمد ہوا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہان مغنی قدرت کو اپنی معجز نما اور بے انتہا سرون کی چنگ کی پنچم اور کھرج کے تارون پر ہی مضراب لگانے مین مزا آتا ہے۔

فریب زندگی

جو آثار قدیمہ کہ اشارے اور کنایہ سے ایران کے شہرون اور اون کے باشندون کو اپنے اسرار کی حقیقت کا درس دے رہے ہین۔ اونکے سبق کا اثر ایسا

نہین کہ رائگان جائے۔ شہر اور اہل شہر دونون اوس کی کیفیت سے متکیف ہین۔ اجاڑ ویرانون اور خانہ بدوش لوگون کے خیمون کے اطراف مین

از نقش ونگار در و دیوار شکستہ — آثار پدید است صنادید عجم را

ننھے ننھے بے قاعدہ طور پر پرورش پائے ہوئے بچے بڑے ہوکر صحیح الجسم اور تنومند جوان نکل آتے ہین۔ برخلاف اسکے عورتون کے حسن کی دوپہر قبل از وقت ڈھل جاتی ہے اور وہ ایسی بدصورت نکل آتی ہین کہ بیان نہین ہوسکتا۔ ایران مین جس طرح کہ ایک قصبہ اپنے باغیچون اور میوہ دار درختون کے جھرمٹ سے گھرا ہوا کچھ دور سے دیکھنے پر حسن وخوبی کا جواہر ریزہ معلوم ہوتا ہے لیکن جب اسکے پاس جاکر دیکھو تو کچی مٹی کے جھونپڑون کے ایک مجموعہ کی شکل مین منتقل ہوجاتا ہے اور جس طرح کہ ان مکانون کے بیرونی حصہ کو دیکھ کر یہ گمان نہین ہوسکتا کہ ان کے اندر پھولون کی کیاریان اور حوض اور سامان عیش وراحت ہوگا جیسا کہ بعض دفعہ فی الحقیقت ہوتا ہے اسی طرح اہل ایران کی ظاہری شکل وصورت اوس تناقض کی داستان سناتی ہے جو اوسے اونکے باطن سے ہے۔ ایرانیون کی خصلت۔

"اونچی دوکان پھیکا پکوان"

کی مصداق قرار دی جاسکتی ہے۔ یہ لوگ اپنے بال بچون کے ساتھ گو کیسی ہی شفقت اور سلوک سے پیش آتے ہون لیکن اپنے دوسرے ابنائے جنس کے مصائب وآلام کو دیکھکر اس بے اعتنائی سے منھ پھیر لیتے ہین۔ کہ اونکو وحشی کہا جاسکتا ہے۔ ان کی وضع وروش مین بظاہر ایک شان پائی جاتی ہے لیکن ساتھ ہی ان مین بھونڈا پن اور کرختگی بھی اسقدر جد ہے

که اونهین صورت مین انسان اور سیرت مین بہایم سے تشبیهه دی جاسکتی ہے۔ ایک ہی شخص ایک وقت تو کبر ونخوت سے اکڑتا نظر آتا ہے اور دوسرے وقت اس تملق اور انکسار سے کام لیتا ہے که فراشی سلام کرتے کرتے اوس کی کمر دہری ہوئی جاتی ہے۔ تہذیب و تمدن کے اصول سے بوجه احسن آگاه ہونے پر بھی اونکا خبط و اوہام پرستی زایل نہین ہوئی۔ اونکے اوضاع واطوار کو جنکے سامنے بادی النظر مین اہل پیرس کے اخلاق بھی ماند ہین اگر غور سے دیکھا جائے تو مکر و دروغبافی اور گندم نمائی وجو فروشی کے سوا اون مین اور کچھه نظر نه آئے گا۔ قانون اخلاق کے مقرره ضوابط کی دکھانے مین تو نہایت سختی کے ساتھه پابندی کرتے ہین لیکن عمل کرنے مین نہایت شرمناک بدکرداری اونکا وتیره ہے۔ مذہب کا تقلید اور سختی کبھی تو یہان تک بڑھ جاتی ہے که آتش تعصب سے لوگون کی روح جل اوٹھتی ہے اور کبھی ایسی آزادی کی ہوا چل جاتی ہے که لاادریون کی بے اعتنائی اوس مین حلول کر جاتی ہے۔ نظام سلطنت کو اس لحاظ سے که اوسکی ترکیب ساده ہے زمانه قدیم کے اوس طرز حکومت سے تشبیهه دیجاسکتی ہے۔ جسمین قبیله کا سردار اپنے قبیله پر فرمانروائی کرتا تھا اور اس اعتبار سے که اوس کو غلط کاری کے نہایت اعلیٰ اعلیٰ درجه کے گر اور ڈھب یاد ہین۔ اوس طرز لطنت سے تشبیهه دیجاسکتی ہے جسکے اصول کی بنا فلارنس کے ایک مدبر میکیاولی نے ین صدی کے آخر اور سولہوین صدی کے شروع مین ڈالی غرضکه ایران کے طرز زندگی مین ولت بھی پائی جاتی ہی اور پھوہڑپن اور غلاظت بھی ہین یہان کے لوگ رذیل بھی ہین اور شریف ر عجم کے مرقع مین ایک طرف تو چشم ظاہر بین کی دلفریبی اور دوسری طرف مکر و زور کی

حیلہ بازی کی تصویر کہنچی ہوئی نظر آتی ہے۔

کتب سیاحت

اس باب کے ختم کرنے سے پہلے مین اون تصنیفات کے متعلق کچھہ لفظ کہنا چاہتا ہون جو ایران کے حالات کے بارہ مین بالخصوص سیاحت اور تحقیقات کے مضامین پر لکہی گئی ہین۔ کم ملک ایسے ہونگے جن کا سفر اسقدر قلیل التعداد لوگون نے اختیار کیا ہو لیکن جن کے حالات مین پہر بھی اسقدر کثیر التعداد کتابین لکہی گئی ہون۔ اسکی وجہ ظاہر ہے۔ جو شخص اس ملک مین وارد ہوتا ہے۔ اوسکے مشاہدون اور تجربون کا نرالا پن اوسکے لئے ایک کتاب تصنیف کرنے کا بہانہ ہو جاتا ہے۔ ان تصنیفات کی فہرست مین ایسی کتابین بھی پائی جائینگی جو نہایت قابلیت اور محنت سے لکہی گئی ہین۔ اور ان کی قدر قیمت ابھی تک نہین گھٹی بلکہ اس لحاظ سے اور زیادہ بڑہ گئی ہے کہ جس فہرست کا مینے ذکر کیا ہے اوس مین بعض نہایت ہی ناکارہ اور بے سرو پا کتابین بھی شامل ہین۔ مین عنقریب ایک دوسری جلد مین تاریخ وسیاحت ایران کے متعلق اون تصنیفات کی ایک کامل فہرست شایع کرنے کا قصد رکہتا ہون جو مین مختلف کتابون کے مطالعہ اور موجودہ وسایل معلومات سے مرتب کر سکا ہون۔ لیکن فی الحال مین ذیل مین ایک نقشہ درج کرتا ہون جو میری ذاتی کتب بینی کا ماحصل ہے۔ اس نقشہ مین اون تمام سیاحون کے نام شریک ہین جنہون نے میرے علم مین دسوین صدی کے شروع سے ایران مین خود سفر کرکے وہان کے [illegible] اور جغرافی حالات کو قلمبند کیا ہے اور اس کے متعلق ہماری معلومات کے صحیفہ [illegible]

کو بڑہایا ہے اور جن کی تصنیفات معدودے چند مستثنیات کو چھوڑکر عام طور پر دستیاب ہو سکتی ہین - ہر ایک سیاح کے نام کے مقابل مین نے اوسکے سفر یا سکونت ایران کی تاریخ بھی لکھہ دی ہے - اوسکی تصنیف کی اشاعت کی تاریخ کا درج کردینا مینے اس لئے مکتفی نہین خیال کیا کہ اوس سے ناظرین کو ٹھیک حالات معلوم نہ ہوسکین گے - اور جب اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ ان اعداد کے جمع کرنے مین مجھے ہر صورت مین مصنف کی اصلی تصنیف سے جو بعض حالتون مین عسیر الحصول تھی استشارہ کرنا پڑا اور بہت کم صورتین ایسی تہین جنہین مینے تصنیف متعلقہ کو بالاستیعاب نہین پڑہا تو غالباً ناظرین کو اس امر کا اعتراف ہوگا کہ ایسی فہرست کی تدوین مین جو ایران کے متعلق اپنی قسم کی پہلی فہرست ہے کچھ محنت صرف نہین کی گئی - ذیل کے نقشہ مین مینے کسی ایسی تصنیف کا نام شریک نہین کیا جو کسی یورپین کی طبعزاد نہ ہو یا جسکا ترجمہ بعد کو یوروپ کی کسی زبان مین نہ ہوا ہو -

سنہ ٩٠٠ء لغایت سنہ ١٠٠٠ء	سنہ ١٠٠٠ء لغایت سنہ ١١٠٠ء	سنہ ١١٠٠ء لغایت سنہ ١٢٠٠ء	سنہ ١٢٠٠ء لغایت سنہ ١٣٠٠ء
علی ابوالحسن مسعودی سنہ ٩١٢ء لغایت ٩١٥ء ابو اسحق الاصطخری	ناصر خسرو سنہ ١٠٣٥ء لغایت سنہ ١٠٥٢ء	ادریسی سنہ ١١٥٣ء ربی بنجمن ٹیوڈیلائی سنہ ١١٦٠-١١٧٣ء	یاقوت سنہ ١١٨٠-١٢٢٩ء پادری ولیم ڈی ربروکوئیس سنہ ١٢٥٣ء نکولو میفیو و مارکو پولو سنہ ١٢٧١-١٢٩٤ء ابو الفدا سنہ ١٢٧٣-١٣٣١ء
سنہ ١٣٠٠ء لغایت سنہ ١٥٠٠ء	سنہ ١٥٠٠ء لغایت سنہ ١٦٠٠ء	سنہ ١٦٠٠ء لغایت سنہ ١٧٠٠ء	سنہ ١٦٠٠ء لغایت سنہ ١٧٠٠ء
سیر ہیو سینولوٹ سنہ ١٣٠٦ء	لیوڈوویکو ورٹومیس تھیما سنہ ١٥٠٣ء	سر اینتھونی و سر رابرٹ شرلی سنہ ١٥٩٩-١٦٢٧ء	آدم اولیریئیس سنہ ١٦٣٣-١٦٣٩ء

سنہ ۱۳۰۰ء لغایت سنہ ۱۵۰۰ء	سنہ ۱۵۰۰ء لغایت سنہ ۱۶۰۰ء	سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء	سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء
پادری اوڈورکس ڈل پورونیات سنہ ۱۳۲۵ء	ایک گمنام سوداگر سنہ ۱۵۰۲-۳ء	جی مین ویرنگ سنہ ۱۵۹۹-۱۶۰۰ء	پادری گبریل ڈی شنان سنہ ۱۶۲۸-۵۰ء
ابن بطوطہ سنہ ۱۳۳۳ء	جیوڈینی انجیولیسلو سنہ ۱۵۱۰ء	جان کارٹ رایٹ پادری سنہ ۱۶۰۰ء	جے بی ٹیورینیر سنہ ۱۶۲۹-۷۵ء
پادری بی پیگولاٹی سنہ ۱۳۴۰ء	انٹانیو ٹنریرو سنہ ۱۵۲۹ء	ڈان جوان ڈی پرشیا سنہ ۱۶۰۰ء	جے-اے ڈی منڈیلیسلو سنہ ۱۶۳۸-۹ء
پادری جوبینی ڈی مارگنالی سنہ ۱۳۵۰ء	گبریل ڈی لوئٹنر سنہ ۱۵۴۶-۵۰ء	سر جان ملڈن ہال سنہ ۱۶۰۰-۶ء	ہیر بیسٹنگ سنہ ۱۶۴۵ء
ڈان رائی گانزیلیر ڈی کلیوجو سنہ ۱۴۰۵ء	سدی علی سنہ ۱۵۵۶ء	ایس کے زلانکی مینی سنہ ۱۶۰۲ء	پی آرر گورڈی سنہ ۱۶۵۰ء
عبد الرزاق سنہ ۱۴۴۱-۵۸ء	اہلکاران وافسران دبرٹش اسکوٹری ٹریڈنگ کمپنی یعنی انتھونی جنکنسن	پیڈرو ٹکسیرا سنہ ۱۶۰۴ء	ڈان پیڈرو سیبسٹیانو کیوبیرو سنہ ۱۶۵۰ء
نکولوکانٹی سنہ ۱۴۱۹-۴۴ء	رچرڈ جینی - آرتھر اڈورڈس - لارنس چیپمین - لایونل پلمٹری	پی آر- پال سائمن سنہ ۱۶۰۷ء	پی آر-الگزنڈر ڈی رُوڈس سنہ ۱۶۵۶ء
ایتھینیئیس نکیٹن سنہ ۱۴۷۰ء	کرسٹوفر برو سنہ ۱۵۶۳-۸۰ء	جوزف سیلبنک سنہ ۱۶۰۹ء	پی آر مینوئیل گاڈنہو سنہ ۱۶۶۳ء
جوزیفا باربیرو سنہ ۱۴۷۴ء	سیزر فریڈریکو سنہ ۱۵۶۳ء	فرے گیسپر ڈی سپین برنارڈینو سنہ ۱۶۱۱ء	پی آر انجیلو ڈی لا براس سنہ ۱۶۶۴-۷۸ء
امبروڈیو کنٹرینی سنہ ۱۴۷۴-۵ء	دی-ڈی-بلینک سنہ ۱۵۶۷ء	جان کروتھرو رچرڈ اسٹیل سنہ ۱۶۱۵-۱۶ء	جے ڈی تھیونیا سنہ ۱۶۶۶-۷ء
ہیرانیموڈی-سینٹو اسٹیفینو سنہ ۱۴۹۹ء	ونسنشیو ڈی ایلیسنڈری سنہ ۱۵۷۱ء	ٹامس کاریئٹ سنہ ۱۶۱۶ء	سر جے چارڈن سنہ ۱۶۶۵-۷۷ء
	جان نیوبری سنہ ۱۵۸۱-۵ء	پیٹرو ڈیلا ویلی سنہ ۱۶۱۶-۲۳ء	اے ڈالیر ڈیلسلنڈیز سنہ ۱۶۶۵ء
	ریلف فچ سنہ ۱۵۸۳-۵ء	ڈان گریشیاس ڈی سلوے فیگیوروا سنہ ۱۶۱۸ء	ایچ-ڈی-جیگر سنہ ۱۶۶۵ء
	جے-ایچ-وان لنشوٹن سنہ ۱۵۸۳-۹ء	گائس ہابز سنہ ۱۶۱۹-۲۰ء	جان اسٹرائیز سنہ ۱۶۷۱-۲ء
	سی لیمبرٹ سنہ ۱۵۹۸ء	نکولس ہیم سنہ ۱۶۲۳ء	الیف بیٹس ڈی لاکرائے سنہ ۱۶۷۴-۶ء
	انٹونیو ڈی گودیا سنہ ۱۵۹۸ء	سر ٹامس ہربرٹ سنہ ۱۶۲۷-۸ء	جان فرائیر سنہ ۱۶۷۶-۷ء
		پی آر پیسیفک ڈی پرائونس سنہ ۱۶۲۸ء	پی آر-ایس این سیفین سنہ ۱۶۸۳ء

سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء

وان کمپفر	سنہ ۱۶۸۴-۸ء
پی اروِلا	سنہ ۱۶۸۹-۹۰ء
گیمیلی کریری	سنہ ۱۶۹۴ء
پی آر ڈی لامیز	سنہ ۱۶۹۸ء
ایف سی شلنگر	سنہ ۱۶۹۹ء

سنہ ۱۷۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۰۰ء

کپتان اے ہملٹن	سنہ ۱۷۰۰-۲ء
جے پی ڈی ٹورنیفورٹ	سنہ ۱۷۰۱ء
کارنیلس لی برن	سنہ ۱۷۰۳-۴ء
پی آر کروزنسکی	سنہ ۱۷۰۵-۲۵ء
جان بیل ساکن انٹرموری	سنہ ۱۷۱۶-۱۷ء
بیسل بٹیٹنرس	سنہ ۱۷۱۹-۳۰ء
دوری افندی	سنہ ۱۷۲۰ء
پی آر بشوو	سنہ ۱۷۲۲ء
کپتان بی-ایچ-بروس	سنہ ۱۷۲۲-۲۳ء
پی آر لینڈر روڈی-ایس سیسیلیا	سنہ ۱۷۳۵-۶ء
جے آٹر	سنہ ۱۷۳۷-۹ء
دو انگریز	سنہ ۱۷۳۵ء
عبدالکریم	سنہ ۱۷۴۱ء
پی آر بینرن	سنہ ۱۷۴۱-۷ء
جونس ہنوے	سنہ ۱۷۴۳-۸ء
پی آر ڈسوبینیئر	سنہ ۱۷۴۴ء
ڈاکٹر جے کک	سنہ ۱۷۴۷ء
بارتھالومیو پلیسٹڈ	سنہ ۱۷۵۰ء
لفٹنٹ-ای-بی-آئیوز	سنہ ۱۷۵۸ء
کارسٹن نیبور	سنہ ۱۷۶۱-۵ء
ایس جی گیملین	سنہ ۱۷۷۱-۲ء
آر-ہیبلوٹ	سنہ ۱۷۷۳-۴ء
ابراہام پارسنز	سنہ ۱۷۷۵ء
جی-فارسٹر	سنہ ۱۷۸۳-۴ء
کانٹ دی فریرس ساویبان	سنہ ۱۷۸۴-۵ء
پی-ایس-پیلاس	سنہ ۱۷۸۵ء
ڈبلیو فرینکلن	سنہ ۱۷۸۶-۷ء
سر ایچ جونز برجز	سنہ ۱۷۸۶ء و ۱۸۰۸-۱۱ء
ای ڈی پوشیمپ	سنہ ۱۷۸۷ء
جان ٹیلر	سنہ ۱۷۹۰ء
جی-اے آلیور	سنہ ۱۷۹۶ء
جان جیکسن	سنہ ۱۷۹۷ء

سنہ ۱۸۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۹۱ء

سر جے میلکم	سنہ ۱۸۰۰-۱۰ء	موسو وان کاٹزبیو	سنہ ۱۸۱۷ء	لال موہن	سنہ ۱۸۳۲ء
جے اسکاٹ ویرنگ	سنہ ۱۸۰۲ء	کرنل جے جانسن	سنہ ۱۸۱۷ء	لفٹنٹ ٹی ایس پادل	سنہ ۱۸۲۳-۳۴ء
پی اسیڈ سی جابرٹ	سنہ ۱۸۰۵-۶ء	سر آر کیر پورٹر	سنہ ۱۸۱۸-۲۰ء	میجر ہیڈ نسٹم	سنہ ۱۸۳۴ء
کرنل اے۔ ڈی بانٹمس	سنہ ۱۸۰۷-۹ء	لفٹنٹ بی ٹلمڈن	سنہ ۱۸۱۹-۲۰ء	بیرن ٹامس کارنٹ	سنہ ۱۸۳۴-۵ء
پی۔ اے ڈی۔ گارڈین	سنہ ۱۸۰۷ء	پی گارڈن	سنہ ۱۸۲۰ء	پادری جے پرکنس	سنہ ۱۸۳۴-۴۲ء
کپتان ٹرول ہیر	سنہ ۱۸۰۷-۹ء	سی۔ جے۔ رچ	سنہ ۱۸۰۲-۲۱ء	سر ایچ۔ رالنس	سنہ ۱۸۳۴-۶۰ء
اے ڈپری	سنہ ۱۸۰۷-۹ء	جے۔ بی فریزر	سنہ ۱۸۲۱-۳۴ء	کرنل ڈبلیو اسٹوڈرٹ	سنہ ۱۸۳۵-۶ء
پی ٹینکاین	سنہ ۱۸۰۷-۹ء	آنربل جی۔ کیمپل	سنہ ۱۸۲۴ء	آچرایا اے	سنہ ۱۸۳۵-۷ء
کرنل ترینرل	سنہ ۱۸۰۷-۹ء	ایم۔ آکورٹ	سنہ ۱۸۲۶ء	الگزینڈر رشوڈزکو	سنہ ۱۸۳۵-۴۰ء
جے پی مورسیر سنہ ۱۸۰۸-۹ء و سنہ ۱۸۱۱-۵ء		سر جے۔ ای الگزینڈر	سنہ ۱۸۲۶ء	جنرل۔ ایف۔ آر چیسنی	سنہ ۱۸۳۵-۷ء
کپتان ڈبلیو پی گرانٹ	سنہ ۱۸۰۹ء	کپتان۔ آر مگنان	سنہ ۱۸۲۶-۳۰ء	ڈبلیو۔ ایچ اینسورتھ	سنہ ۱۸۳۵-۴۰ء
سر ایچ پاٹنجر و کپتان کرسٹی	سنہ ۱۸۱۰ء	ٹی۔ بی۔ آرمسٹرانگ	سنہ ۱۸۲۸-۹ء	وی فانٹینیر	سنہ ۱۸۳۵-۸ء
جنرل ڈبلیو نانٹیقه	سنہ ۱۸۱۰-۳۱ء	ٹامس لکاک سنہ ۱۸۲۸-۲۹ء۔ سی بیلینجر	سنہ ۱۸۲۹ء	میجر ڈارکی ٹاڈ	سنہ ۱۸۳۶-۷ء
سر جے میکڈانلڈ کنیر	سنہ ۱۸۱۰-۳۰	ای۔ اسمتھ و ایچ جی ڈوایٹ	سنہ ۱۸۲۹ء	سر جے میکنیل	سنہ ۱۸۳۶-۸ء
سر ڈبلیو آؤسلے	سنہ ۱۸۱۱-۲ء	اے این گرووز	سنہ ۱۸۲۹ء	سر جسٹن اور لیڈی شیل	سنہ ۱۸۳۶-۵۳ء
پادری ایچ مارٹن	سنہ ۱۸۱۱-۲ء	ای۔ این میننیٹریہ سنہ ۱۸۳۰ء		کپتان۔ آر۔ ولبرہیم	سنہ ۱۸۳۷ء
ڈبلیو پرائس	سنہ ۱۸۱۱-۲ء	کپتان اے کوناٹی	سنہ ۱۸۳۰ء	یوجین بوری	سنہ ۱۸۳۸-۴۰ء
جے۔ بی۔ روسو	سنہ ۱۸۱۲ء	سار جنٹ گنس	سنہ ۱۸۳۱ء	حاجی عبدالنبی	سنہ ۱۸۳۸ء
کرنل جی ڈرو ول	سنہ ۱۸۱۲-۳ء	ڈاکٹر جے والف	سنہ ۱۸۳۱-۳۴ء	کپتان لیم	سنہ ۱۸۳۸-۹ء
ایم فرگین	سنہ ۱۸۱۲ء	جی فاؤلر	سنہ ۱۸۳۱-۶ء	پرنس شہزادہ اے سالٹیکاف	سنہ ۱۸۳۸-۹ء
جے ایس بکنگھم	سنہ ۱۸۱۶ء	جے ایس۔ اسٹوکیولر	سنہ ۱۸۳۱-۲ء	کپتان۔ اے۔ کونولی	سنہ ۱۸۳۹ء
لفٹنٹ ڈبلیو ہیوڈ	سنہ ۱۸۱۷ء	سر اے برنس	سنہ ۱۸۳۲ء		

سنہ ۱۸۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۹۱ء

چ۔ ٹیکسپیر	سنہ ۱۸۳۹-۴۰ء	ڈبلیو کے لافٹس	سنہ ۱۸۶۵-۹ء	سر لیوئیس پیلی	سنہ ۱۸۶۲-۷۲ء
ے فلینڈن وپی کاسٹی	سنہ ۱۸۳۹-۴۱ء	ایم۔ چریکاف	سنہ ۱۸۴۹-۵۲ء	آر۔ م۔ ویمبری	سنہ ۱۸۶۲-۳ء
لٹر اے گرانٹ	سنہ ۱۸۴۰ء	آر بی۔ بننگ	سنہ ۱۸۵۱ء	سر۔ او۔ سینٹ جان۔	سنہ ۱۸۶۴-۶ء
رن سی۔ ڈی۔ بوڈ	سنہ ۱۸۴۰-۱ء	جے بریزن	سنہ ۱۸۵۱ء	کانٹ جے۔ ڈی راشورٹ	سنہ ۱۸۶۴-۶ء
اے۔ ایچ لیئرڈ	سنہ ۱۸۴۰-۲ء	زارنوٹا	سنہ ۱۸۵۲-۳ء	ایف میشن	سنہ ۱۸۶۵ء
۔ ایل مٹفورڈ	سنہ ۱۸۴۰ء	ایچ۔ گارنیئر	سنہ ۱۸۵۲ء	وایکاونٹ پالنگٹن	سنہ ۱۸۶۵ء
نٹ ڈی سرسی	سنہ ۱۸۴۰ء	کانٹ۔ جے۔ اے ڈی گابینو	سنہ ۱۸۵۵-۸ء	ڈاکٹر ایس ہاس لنشٹ	سنہ ۱۸۶۵-۹ء
کٹر۔ ایف۔ فاربس	سنہ ۱۸۴۰ء	مسٹر جے۔ آوٹرم	سنہ ۱۸۵۷ء	ڈاکٹر جے ای۔ پالک	سنہ ۱۸۶۵-۸۲ء
۔ آسکیولیٹی	سنہ ۱۸۴۱-۲ء	ڈبلیو۔ اے شفرڈ	سنہ ۱۸۵۷ء	میجر بی۔ لاوٹ	سنہ ۱۸۶۶-۸۱ء
منٹ ڈبلیو۔ بی۔ سیلبی	سنہ ۱۸۴۱-۲ء	کپتان سی۔ ایچ ہنٹ	سنہ ۱۸۵۷ء	سی جی۔ ولس	سنہ ۱۸۶۶-۸۱ء
کٹر جی۔ پی۔ بیجبر	سنہ ۱۸۴۲ء	کپتان۔ سی۔ کلارک	سنہ ۱۸۵۷-۷۳ء	اے۔ ایچ۔ مونسی	سنہ ۱۸۶۶-۷ء
بلیو آر ہالمس	سنہ ۱۸۴۳-۴ء	این۔ ڈی۔ خانیکاف	سنہ ۱۸۵۸ء	کرنل۔ ای۔ سی۔ راس	سنہ ۱۸۶۷-۹۰ء
ن۔ ایل۔ وسٹر گارڈ	سنہ ۱۸۴۳ء	ڈاکٹر او بلا	سنہ ۱۸۵۸ء	ڈی۔ ڈبلیو۔ فریشفیلڈ	سنہ ۱۸۶۷ء
م۔ ویگنر	سنہ ۱۸۴۳ء	ای۔ ڈیو ہاسٹ	سنہ ۱۸۶۰ء	جی۔ میگلیوناف	سنہ ۱۸۶۸ء
منٹ۔ آر۔ لیچ	سنہ ۱۸۴۳ء	آر جی۔ واٹسن	سنہ ۱۸۶۰ء	پادری۔ اے۔ ایل کٹس	سنہ ۱۸۷۰ء
م جے۔ ای جونس	سنہ ۱۸۴۴-۷ء	جے۔ آسمیٹن	سنہ ۱۸۶۰ء	کرنل ایون اسمتھ	سنہ ۱۸۷۰-۲ء
جے۔ پی فیریئر	سنہ ۱۸۴۵ء	ایم۔ ڈی۔ بلاکویل	سنہ ۱۸۶۰ء	جے بیسٹ	سنہ ۱۸۷۱-۸۵ء
چ ڈی۔ ہیل	سنہ ۱۸۴۸ء	اے۔ بی۔ ایسٹوک	سنہ ۱۸۶۰-۲ء	ڈبلیو بریٹل بینک	سنہ ۱۸۷۲ء
س آیڈاپلیفر	سنہ ۱۸۴۸ء	ڈاکٹر ایچ۔ بروش	سنہ ۱۸۶۰-۱ء	بیرن میکس وان تھیل مین	سنہ ۱۸۷۲ء
اکٹر ایف اے بوسی	سنہ ۱۸۴۸-۹ء	جے اشر	سنہ ۱۸۶۱ء	کپتان۔ ایچ۔ سی۔ مارش	سنہ ۱۸۷۲ء
ی۔ کیتھ ایبٹ	سنہ ۱۸۴۹-۵۵ء	سر ایف۔ گولڈ اسمڈ	سنہ ۱۸۶۱-۷۲ء	ڈاکٹر ایچ ڈبلیو۔ بیلیو	سنہ ۱۸۷۲ء
نریبل آر کرزن	سنہ ۱۸۴۹-۵۲ء	ایف۔ ڈی۔ فلیپی	سنہ ۱۸۶۲ء	ڈاکٹر جی روزیریو	سنہ ۱۸۷۲ء

سنہ ۱۸۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۹۱ء

ڈبلیو پی بلینفورڈ سنہ ۱۸۷۲ء	اے لیسو سنہ ۱۸۸۰ء	کپتان - اے - سی - ییٹ سنہ ۱۸۸۵
کرنل وال بیکر و کپتان ڈبلیو گل سنہ ۱۸۷۳ء	کرنل - سی - ای اسٹوئرٹ سنہ ۱۸۸۰-۹۱ء	جی بائولیٹ سنہ ۱۸۸۶ء
پی اِء گورڈ نیکاف سنہ ۱۸۷۴ء	ای - او ڈانوون سنہ ۱۸۸۰ء	ٹی اسٹیونس سنہ ۱۸۸۶ء
کپتان آنریبل جی نیپیر سنہ ۱۸۷۴ء	اے - کانڈی - اسٹیفن سنہ ۱۸۸۱-۵ء	ایچ بائینڈر سنہ ۱۸۸۶ء
ایف اسٹوز و ایف - سی انڈر ریاز	ایم ڈیو لیفائے و جے ڈیو لیفائے	کرنل - اے - لی سوریئیر سنہ ۱۸۸۷ء
سنہ ۱۸۷۳-۴ء	سنہ ۱۸۸۱-۲ء	لفٹنٹ آر اسی گلنڈ سنہ ۱۸۸۷ء
اے رو اونیرا سنہ ۱۸۷۴-۵ء	ای آسٹیک سنہ ۱۸۸۱ء	لفٹنٹ ایچ - پی - واگن سنہ ۱۸۸۸-۹۱ء
سر سی میگگریگر سنہ ۱۸۷۵ء	جنرل گستیجر خان سنہ ۱۸۸۱ء	جے بی بینٹ سنہ ۱۸۸۸ء
ایچ بیلنٹائن سنہ ۱۸۷۵ء	کرنل ایچ - ایل - ولیس سنہ ۱۸۸۱-۹۱ء	ایچ ڈی ونٹ سنہ ۱۸۸۸ء
ٹی - ایس - اینڈرسن سنہ ۱۸۷۵-۶ء	ای - آر سول سنہ ۱۸۸۲ء	ایم - وان پراسکووٹز سنہ ۱۸۸۸ء
اے آرنلڈ سنہ ۱۸۷۵ء	ایچ موسر سنہ ۱۸۸۳ء	کانٹ ڈی سیبرن سنہ ۱۸۸۸ء
ڈاکٹر - ای - ٹیٹنر سنہ ۱۸۷۵ء	سر جی - ڈبلیو بنجمین سنہ ۱۸۸۳-۵ء	ای - جی - براؤن سنہ ۱۸۸۸ء
ای - اے - فلائیر سنہ ۱۸۷۶-۷ء	اے - رائیلی سنہ ۱۸۸۴ء	ایچ ایف بی - لینچ سنہ ۱۸۸۹ء
سر - آر - مرڈک اسمتھ سنہ ۱۸۷۶ء	کرنل - ایم - ایس - بیل سنہ ۱۸۸۴ء	ڈاکٹر پی - ایف - ٹراین برگ
کپتان پشین سنہ ۱۸۷۷ء	کپتان - آر ایچ - جننگس سنہ ۱۸۸۴-۵ء	سنہ ۱۸۸۹ء
میڈیم - سی - سرینا سنہ ۱۸۷۷-۸ء	فر - ہاوسے سنہ ۱۸۸۵ء	مصنف کتاب ہذا سنہ ۱۸۸۹-۹ء
کے - ڈی - کیاشس سنہ ۱۸۷۸ء	اے نکولسکی سنہ ۱۸۸۵ء	میجر ایچ اوسایر سنہ ۱۸۹۰ء
ڈاکٹر جی - رڈی سنہ ۱۸۷۹-۸۰ء	جے - آر پریس سنہ ۱۸۸۵ء	مسز بشپ (مس ایسابلا برڈ)
جنرل گرادیکاف سنہ ۱۸۸۰ء	سیڈن سوین سنہ ۱۸۸۵ء	سنہ ۱۸۹۰ء
جنرل پیٹروس وچ سنہ ۱۸۸۰ء	جے ڈی - ریز سنہ ۱۸۸۵ء	
جنرل - اے - ایچ شنڈلر سنہ ۱۸۷۷-۹۱ء	ڈاکٹر - اے - راڈلر سنہ ۱۸۸۵ء	

تقسیم باعتبار زمانہ

کرہ بالا فہرست مین جونام شریک ہین اون مین سے بعض کی نسبت اس مقام پر کسی قدر رائے زنی کرنا جس سے اونکے زمانہ ظہور کی تعیین اور نسبتی قابلیت وفضیلت کا اندازہ لگانے مین سہولت ہوسکے بیجا نہ ہوگا۔ قرون اولی مین جو فتوحات اسلام کے بعد گذرین ایران سے بہت کم سفرنامے لکھے گئے لیکن پھر بھی ہمکو مختلف ملل و مذاہب کے زایرون۔ مثلاً ربی بنجمین ہسپانیہ کے ایک یہودی۔ ابن بطوطا تنجیر کے ایک بربر۔ اور ولیم ڈی ابروکوئیس اور اوڈوریکس ڈی پورو نیان کیتھولک پادریون کے زہد وورع کا شکر گزار ہونا چاہیے جس نے اونکو اکثر دیار وامصار کی مرحلہ پیمائی کا شوق دلایا۔ اسی زمانہ مین مارکو پولو کی عظیم الشان شبیہ خرامان اسٹیج پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ پندرہوین صدی کے آخری حصہ مین وینس کی تجارتی فوقیت کا ثبوت وہان کے بعض تجار اور امراکے ایران مین آنے سے ملتا ہے۔ علی ہذا القیاس ایک صدی بعد انگلستان کے روز افزون تجارتی فروغ کی شہادت انگریزی تاجرون کی ایک جماعت سے بہم پہونچتی ہے۔ جو شمال اور جنوب کی طرف سے ایران کے ساتھ تجارتی تعلقات قایم کرتے ہوئے نظر آتے ہین۔ ڈان رائی ڈی کلیویجو۔ ہسپانوی سفیر نے جسے ہنری ثالث شاہ کیسٹیل نے تیمور کے دربار مین سمرقند بھیجا تھا اپنی سفارت کے حالات ایک نہایت گرانمایہ شکل مین قلمبند کرنے سے جو مثال قایم کی تھی اوسکی تقلید اون کثیر التعداد سفرا نے کی جنہین تاجوران یورپ نے سترہوین صدی مین شاہ عباس اعظم کے دار الخلافہ اصفہان مین سفارت پر مامور کرکے بھیجا۔ سرانتھونی شرلی

وسر رابرٹ شرلی نے جو آپس مین بھائی بھائی تھے اور سر ٹامس ہربرٹ نے جو سر ڈاڈ مور کاٹن سفیر شاہ چارلس اول کے ساتھ آیا اور جس نے حالات ایران پر ایک نہایت ہی دلچسپ کتاب لکھی انگریزی پہلو سے ایران کے واقعات قلمبند کیے۔ ڈان گریشیاس ڈی سلوا جسے فلپ ثالث نے خدمت سفارت پر مامور کیا گویا ہسپانیہ کا سرکاری وقایع نگار ہے آدم اولیریس اوس سفارت کے حالات کو ضبط تحریر مین لایا جو ہالسٹین کے ڈیوک نے ایران بھیجی تھی۔ پادری پیسیفک ڈی پراونس راہب نے فرانسیسی پہلو سے ایران کے حالات لکھے۔ اور کمپفر متوطن وسٹفیلیا۔ ایران مین اوس سفارت کا میر منشی ہوکر گیا جو چارلس یازدہم شاہ سوئڈن نے بھیجی تھی۔ سترہوین صدی ایران کے منتہائے عروج کا زمانہ ہونے کے علاوہ وہ دور ہے جس مین غیر ممالک کے لوگون نے اسکے بہت سے سفرنامے لکھے اس زمانہ مین بہت سے فاضل وقابل سیاح تجارتی وتحقیقاتی اغراض سے یکے بعد دیگرے نہایت سرعت کے ساتھ اس ملک مین آئے اور اپنی مساعی اور اون مواقع کے حالات کو جو اونہین ایک دول خارجہ سے ربط ضبط بڑھانے والے دربار کی تائید سے حاصل ہوئے۔ ایسی کثیر التعداد تصنیفات کی شکل مین چھوڑتے گئے۔ جنھین اگر یادگار زمانہ کہا جائے تو غیر موزون نہ ہو۔ ان کتابون مین اہل ایران کی قومی زندگی کے کوایف کے ہر پہلو سے بحث کیگئی ہے اور تفصیل ووضاحت کے ساتھ موقعہ موقعہ کی تصویرین اور نقشہ بھی دئے گئے ہین گو کہ بعض حالتون مین اونکی صحت مین کلام ہے۔ ان سفرنامون مین نہ صرف اوس زمانہ کے ایرانیون کی عادات اور رسوم ورواجات کا حال اور صفوی خاندان کے بادشاہون

کے جاہ وجلال اور تزک واحتشام کی کیفیت مندرج ہے بلکہ ان مین پہلی مرتبہ مفصل اور واضح طور پر اصطخر اور دوسرے مقامات کے عظیم الشان کھنڈرون کے باتصویر حالات سپرد قلم کئے گئے ہین جنکی طرف مشاہیر علمائے یوروپ کی توجہ پہلے ہی منعطف ہو چکی تھی اور جن کی نسبت مضحکہ انگیز خیالات اونکے ذہن مین سما گئے تھے۔ پادری ڈیلا ویلی ایک معزز خاندان کے رومائی کو جس نے نسطورین فرقہ کی ایک خاتون سے بغداد مین شادی کر لی تھی لیکن جس کا انتقال اوسکے اثنائے قیام ایران مین ہوگیا۔ اگرچہ گبن نے طول کلامی اور خود نمائی کا مجرم قرار دیا ہے لیکن پھر بھی وہ ان ضخامت آئین مصنفین مین سب سے پہلا شخص ہے اور پر گوئی اور خود بینی ایسے عیوب ہین جنکو تنقید اوس مصنف مین اغماض کی نگاہ سے دیکھ سکتی ہے جو عہد عتیق کے دہندلے پردون کو اُٹھا کر ہمین اُن رازون کی سیر کرائے جو پردہ کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ اسکے بعد جین بپٹیسٹ ٹیورینر مشہور فرانسیسی جوہری صوفی اعظم (شاہ ایران کو اوس زمانہ مین لفظ صفوی کو بگاڑ کر یوروپ اسی نام سے پکارتا تھا) اور سلاطین مغلیہ کے دربارون مین تاجرانہ حیثیت سے آتا ہے پھر چارڈن ظاہر ہوتا ہے۔ یہ متورع اور مشہور و معروف شخص پراٹسٹنٹ مذہب کا ایک فرانسیسی جوہری تھا اپنا متبحرانہ سفرنامہ ایران لکھنے کے بعد اپنی عمر کے آخری حصہ مین آئین نٹیز کی تنسیخ پر وہ فرانس سے ہجرت کر کے انگلستان چلا گیا اور جب وہ مرا تو اوسے شہر لندن کے ایلڈرمین (چوہدری) اور نائٹ (انگریزی مین سر کا خطاب) ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ اسکے بعد تھیونو اور ڈالیر ڈیلا نڈی دو خانگی حیثیت کے فرانسیسیون سینان ایک فرانسیسی پادری اور ڈاکٹر فرائر ایسٹ انڈیا

کمپنی کے طبیب کی باری آتی ہے جسکی تحریرات الوکھے پن اور ظرافت مین ہربرٹ سے کچھ ہی کم ہون گی اور ان سب کے بعد کارلیس لابرن ولندیز کا ظہور ہوتا ہے جسکا ناپنے کا فیتا اور پنسل ہر وقت ساتھ رہتی تھی اور جو اون مصنفین کی غلطیون کا بلا تامل اعلان کرنے کے ساتھ جو اوس سے پہلے گذرے اپنے جانشینون کے حظ نکتہ چینی کے لئے کچھ کم مواد نہین چھوڑ گیا ہے۔

اٹھارہوین صدی

اسکے بعد کے زمانہ یعنی اٹھارہوین صدی مین ایران سیاسی شورشون کا مرکز بنا رہا اور چونکہ یہ صورت حالات سیاحت یا علمی تحقیقات کے لئے موزون نہ تھی اس لئے اسی نسبت سے غیر ملک کے مصنفین کی تصنیفات اس ملک کے حالات کے متعلق کم ہوگئین۔ لیکن با این ہمہ جان بیل منتوطن اینٹر موری کروزنسکی۔ متعدد رومن کیتھولک پادریون اور آٹر اور بالخصوص جونس ہینوے کی تصانیف مین ہمکو اس عہد کی خونریزیون اور خانہ جنگیون کے ہولناک واقعات کا شرح و بسط کے ساتھ پتہ چلتا ہے۔ جان بیل اوس روسی سفارت کے بطور طبیب کے متعین تھا جو پیٹر اعظم نے خاندان صفوی کے آخری شہنشاہ شاہ سلطان حسین کے پاس بھیجی تھی۔ کروزنسکی اسی عہد مین مسیحی فرقہ جیسوئٹ مقیم اصفہان کا پیشوا تھا۔ آٹر نے اوس عہد مین ایران مین سفر کیا جبکہ نادرشاہ نے ہندوستان پر اپنی مشہور و معروف چڑہائی کی۔ اور جونس ہینوے ایک زیرک اور فہیم اور ہمدرد بنی نوع انسان لندنی تاجر تھا۔ جس نے بحیرہ اخضر کی راہ سے ایران کے

ﺘﮭﮧ انگریزی تجارت کا تعلق قایم کرنے کے خارج از امکان منصوبہ کی تجدید کرنے کا
ﺪ کیا۔ اسی صدی کے آخری حصہ مین جی۔ فارسٹر نے جو ہندوستان سے روانہ ہو کر
ﮨﺮ تبہ افغانستان اور ایران کی راہ سے انگلستان پھونچا شمالی اقطاع مین اپنے خوفناک
ﺳﮯ جغرافیہ کے متعلق ہماری معلومات کو بہت کچھ بڑھایا۔ اور جنوب مین کریم خان زند
ﺍﺭ شیراز کی بے تعصبانہ اور ہر دلعزیز حکومت کے حالات کو انگلو انڈین فوج کے
ﺖ فرینکلن اور کارسٹن نیبور نے جو جزیرہ نمائے عرب کے مہتم بالشان سفر سے واپس
ﻧﻤﺎﯾﺎن کیا ہے۔ اسی زمانہ مین گیمیلن اور آلیور نے ایران کے عمدہ حالات لکھکر اپنے
ﻥ یعنی روس اور فرانس کی شہرت کے برقرار رکھنے مین حصہ لیا۔

انیسوین صدی

نیسوین صدی کے پردہ کا ایک کنارہ اٹھاکر ہم ایک ایسے عہد کی دہلیز کے اندر قدم رکھتے ہین جس مین یوروپ کی تدبر و سیاست نے ایران مین دخل
ﻧﮯ کے تمام رستون کو از سر نو کھول دیا اور سفیرون اور ایلچیون کے ساتھ ساتھ بہت
ﺳﯿﺎح مملکت ایران مین وارد ہوئے اور دونون طبقہ کے لوگون نے اپنے تجربون
ﮨﺪﻭﻥ کو مساوی محنت و جانفشانی سے قلمبند کیا۔ سر جان میلکم کی ۱۸۰۰ء اور ۱۸۱۰ء
ﺳﻔﺎﺭﺗﻮﻥ کا ماحصل کئی تصنیفات تھین جن کا ذکر ذیل مین کیا جاتا ہے۔ دو کتابین
ﺟﺎﻥ میلکم نے لکھین ان مین سے ایک کا نام ”ہسٹری آف پرشیا“ (تاریخ ایران)
ﺳﺮﮮ کا نام جو گمنام طور پر شایع کیگئی ”اسکیچز آف پرشیا“ (مرقع ایران) ہے۔

"تاریخ ایران" اگرچہ اوس زمانہ مین لکھی گئی جبکہ فن تاریخ نویسی مین فلسفہ کی روح نہ پڑی تھی لیکن پھر بھی انگریزی مین کوئی کتاب ایران کے تاریخی حالات کے متعلق اسکی ٹکر کی نہین۔ "مرقع ایران" بھی ایک نہایت ہی دلفریب کتاب ہے اور نوادر و لطائف کا مخزن ہے۔ ایک دوسری کتاب جسے متذکرہ بالا سفارتون کے نتائج کے جزو سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ کپتان میکڈانلڈ کا "جاگرفیکل میمائر" (تذکرہ متعلقہ فن جغرافیہ) ہے۔ یہ کپتان میکڈانلڈ وہی ہین جو بعد مین سر جے میکڈانلڈ کنیر کے لقب سے ملقب ہوئے اور اون یہ تذکرہ ایک عرصہ تک ایران کے حالات متعلقہ فن جغرافیہ مین معلومات کا عطر سمجھا جاتا تھا سفارتہائے مسطورہ کے نتائج کے منجملہ وہ سفر اور تحقیقاتین بھی قرار دی جا سکتی ہین جو متعدد برطانوی یا ہندوستانی افسرون بالخصوص گرانٹ۔ پاٹنجر کرسٹی اور مانٹیتھ نے کین۔ اسی زمانہ مین نپولین کے قاصد جنرل گارڈین کی فرانسیسی سفارت اپنے ہمراہ متعدد لایق لایق مصنف لیتی گئی - جن مین ٹروہیر۔ ٹریزل۔ ٹنیکائن اور ڈوپرے کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جا سکتا ہے۔ لیکن ڈوپرے کی تصنیف سب سے عمدہ

سر ہارڈ فورڈ جونس نے سنہ ۱۸۰۹ء مین اپنی محنتون اور مصیبتون کی سرگذشت کو خود قلمبند کیا اوسکے ساتھ موریئر بھی تھا جس نے اس موقعہ کو اور دو سال بعد سر گور آوسلی کے ہمراہی کے موقعہ کو غنیمت پاکر دو نہایت مستند اور محققانہ کتابین لکھین۔ کسی سفارت کے ہمراہ اتنے مورخ نہ تھے جتنے کہ آوسلی کی سفارت کے ساتھ تھے۔ کیونکہ موریئر کی دوسری تصنیف کے علاوہ اس سفارت کے حالات کو سر ڈبلیو آوسلی سفیر کے بھائی نے جو مشہور

مولاف پر کاؤنٹ گوبنو میں ۱۸۱۷ء میں قلمبند کیا۔ سے پرائس ڈبلیو اور ہیز تھا ماہر بڑا میں م
روسی سفارت کی سرگذشت کو حیز تحریر میں لایا۔ ۱۸۳۵ء میں کرنل اسٹوڈرٹ سر ہنری ایلیس
میر منشی ہوکر آیا اور محمد شاہ کے نظام سلطنت کی ایک دلاویز تصویر کھینچتا گیا۔ اِسکے بعد سر
مٹن شیل سفیر انگریزی نے اپنی بی بی کو ایک مفید اور معلومات سے بھری ہوئی تصنیف کے
ب کرنے میں مدد دی۔ کاؤنٹ ڈی گابینو نے طہران میں بطور سفیر مقیم ہونے کے
ہین اغراض فرانس کو مرعی رکھکر متعدد عالمانہ کتابیں تصنیف کیں۔ اور دوسری سفارتون
کے ارکین نے بھی عمدہ عمدہ کتابیں لکھیں۔ چنانچہ بیرن ڈی بوڈ روسی سفارت کے میر منشی نے
سرزمین بختیاری کے دلچسپ حالات کو جو اوس نے ۱۸۴۱ء میں اختیار کیا تھا ایک
تاب کی شکل میں قلمبند کیا۔ ایسٹوک نے جو بیس سال بعد انگریزی سفارت میں اہی
ہدہ پر معمور ہوکر آیا ایک عمدہ کتاب لکھی اور موسو بار بیر ڈی مینارڈ مشرقی مصنفین کی تصانیف
کے تراجم اور شرحون کی وجہ سے درجہ اول کے فرانسیسی علماء مین شمار ہونے لگا۔

مغربی دنیا مین ایران جو روز افزون شہرت حاصل کر رہا تھا۔ اوس سے متاثر ہوکر متعدد
ول انگریزی سیاحون نے انیسوین صدی کے پہلے دس سال کے بعد سے اس
ب کو فن جغرافیہ کی تحقیقات یا آثار قدیمہ کی سراغ برآری اور بعد مین اس تحقیق و تفتیش کی
ائج کو معرض انشا مین لانے کے متعلق اپنا مقصود قرار دیا۔ اسکاٹ ویرنگ۔ بکنگھم۔
آر۔ کیر پورٹر اور جے بیلی فریزر اس طبقہ کے وہ مصنفین ہین جو چودہ صدی کے
پہلے نصف حصہ سے تعلق رکھتے ہین اور فریزر کو تو ایران مین ایک علمی کان مل گئی تھی

جسکے خزاین مین اوس وقت تک کمی نہ آئی جب تک کہ اوس نے متعدد گرانمایہ سفرنامے اور بہت سے لطیف و دلچسپ افسانے دنیا کے سامنے پیش نہین کیے۔ ایک دوسرے طبقہ کے مصنفین وہ ہین جنکا تعلق افسرانہ حیثیت سے ہند کے دیوانی و فوجی محکمہ جات کے ساتھ تھا اور جو انگلستان کو جاتے ہوے ایران مین سے ہو کر گذرے۔ ان مین سے محکمہ فوج کے متعلق کرنیل جانسن۔ کپتان آرتھر کونولی۔ (جو بعد مین بخارا مین قتل ہوا) اور سر الگزینڈر برنس جو کابل کے حسرتناک سانحہ کا شکار ہوا اور محکمہ دیوانی کے متعلق بی۔ بننگ اور ای۔ ایسٹیک کا نام خصوصیت سے لیا جا سکتا ہے۔ بننگ نے ۱۸۵۱ء مین فارسی زبان مین اعلی درجہ کی دستگاہ رکھنے کے باعث ایران کے حالات کے متعلق حقیقت مین ایک ایسی اچھی کتاب لکھی کہ اوس سے بہتر اور کوئی کتاب نہین لکھی گئی اور ایسٹیک نے اپنی جدت طراز تحقیقاتون کی رونق کو خیالات کی روانی بندش کی چستی اور طرز ادا کی دلفریبی سے دوبالا کر دیا۔ اس صدی کے وسط مین اور اوس بعد کچھ فصل سے ایران کے متعلق ہماری معلومات کے ذخیرہ کو انگریزی اور امریکی پادریون نے بڑھایا ہے جنھون نے شمالی سرحد پر نسٹورین فرقہ کے عیسائیون اور بعض بڑے بڑے شہرون مین ارمنی عیسائیون کے درمیان ایران کو اپنی مساعی کی جولانگاہ بنایا۔ اسی زمانہ مین بعض دوسرے لایق اور ممتاز مصنفین ظاہر ہوے۔ ان مین سے پہلا نام میجر رالنسن کا ہے (جو اب سر ہنری رالنسن کہلاتے ہین)۔ اس لایق شخص نے اوس زمانہ مین جبکہ وہ محمد شاہ کا ملازم تھا اپنی جغرافی تحقیقات کے ساتھ ایک ایسی سیاسی

نکتہ شناسی اور معاملہ فہمی کا ثبوت دیا کہ اوسے دول [illegible] نے طہران مین اپنا سفیر اور
اور اوسکے بعد انگلستان اور فارس کے تعلقات کا سیاسی وقایع نگار مقرر کر دیا۔ اور آثار قدیمہ
کا کھوج لگانے کے متعلق اوس نے ایسی قابلیت ظاہر کی کہ مخروطی ابجد کے راز سربستہ
کو اوس نے کہولدیا اور علوم شرقیہ کے ماہرین کے طبقہ اعلیٰ مین اوسکا شمار ہونے لگا۔
سر ایچ لیارڈ بھی کچھہ کم پایہ کا مصنّف نہین۔ اوس نے ملک ایران کے ایک حصّہ کے
[illegible]ات پر دقیقہ سنجی اور طرز ادا کی شستگی کی اون خوبیون کو صرف کیا جنکی وجہ سے وہ
مشہور ہوگیا۔ اور دوسری قومون کے افسرون مین جو ایران مین مامور کئے گئے فیر میر
فرانسیسی کو اپنی قیمتی اور عالمانہ تصنیف کے لحاظ سے سند امتیاز حاصل ہے۔ فرانس اس
تعریف کا بھی مستحق ہے کہ اوس نے ٹیکسیر۔ فلینڈن اور کاسٹ اور اونکے بعد ڈیولافا
کو بصرف زر کثیر ایران مین علمی تحقیقات کی غرض سے بہیجا اور اونہون نے جو تحقیقاتین یا
نئی باتین دریافت کین وہ نہایت عظیم الشان کتابون کی شکل مین نفیس اور پاکیزہ تصاویر
کے ساتھہ معرض اشاعت مین آئی ہین۔ ۱۸۵۹ء مین سینٹ پیٹرس برگ کی انجمن جغرافیہ نے
خانیکاف کو اپنی طرف سے مقرر کرکے ایران بہیجا اور اوس نے فن جغرافیہ کے متعلق اس
ملک کے حالات کو فلسفیانہ طور پر قلمبند کیا لیکن اس تذکرہ مین کسی قدر سیاسی تعصب
کی آمیزش پائی جاتی ہے۔ اسی زمانہ مین اگرچہ برطانیہ کلان نے اس قسم کی تحقیقات کے
لئے نہ تو کوئی خاص جماعت مامور کی اور نہ اس کام پر روپیہ صرف کیا اور واقعی اوس نے
اس بارہ مین ایسے تساہل اور تغافل سے کام لیا ہے کہ اوسے قابل معافی تصور نہین کیا

جاسکتا پھر بھی کم از کم جن [illegible] ت کا بیڑا دولت برطانیہ نے اٹھایا اونکے نتایج سر الیف گولڈ اسمڈ اور اوسکے اون لایق مددگارون کی مساعی و تصانیف کی شکل مین ظاہر ہوئے ہین جو قیام سلسلہ تاربرقی اور تصفیہ مسئلہ سرحد کی انتظامی جماعتون کے رکن تھے مسٹر کلیمنٹس مارکہم نے ایران کی ایک مفید تاریخ ایک جلد مین لکھی اور موجودہ صدی کے پہلے نصف حصہ کے تاریخی واقعات کو مسٹر آر۔ جی واٹسن نے احتیاط کے ساتھ مرتب کیا۔ لیکن مجموعی حیثیت سے ایران کی تاریخ کا موضوع ابھی تک کسی ایسے انگریز کی طبیعت کی زور آزمائی کا محتاج ہے جو مشرقی زبانون سے اچھی طرح پر واقف ہونے اور وسیع تاریخی معلومات رکھنے کے علاوہ ایک عالم متبحر و فاضل جید ہو۔ جرمنی مین اسپائگل جسٹی نولڈیک اور گٹشمڈ نے ان عالمانہ اوصاف کو آپس مین بانٹ لیا۔ لیکن پھر بھی کسی ایک مین یہ سب فضایل جمع نہین ہوئے۔ مجھے اس بات کے کہنے مین تامل نہین کہ ایران کے حالات مین سب سے بہتر اور صحیح و مستند کتاب سو صفحے کے حجم کی جو مین نے دیکھی ہے۔ وہ لیسی رکیولے فرانسیسی کی یادگار زمانہ تصنیف ہے[1]۔ گذشتہ تیس سال مین ایران کے شمالی و مشرقی حصہ کے متعلق متعدد لایق لایق محققین کی پیہم کوششون نے ہماری معلومات کو بہت کچھ بڑھا دیا ہے۔ ان مین سے خانیکاف روسی کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے کرنل ویلینٹائن بیکر اور کپتان گل نے جن مین سے اول الذکر کو وسط ایشیا کے سیاسی مسایل پر عاقلانہ رائے زنی کرنے مین ید طولیٰ حاصل تھا اس مضمون پر عمدہ کتابین لکھین

[1] اسکا ترجمہ زبان انگریزی مین ہوگیا ہے۔ دیکھو ''یونیورسل جاگرفی'' (جغرافیہ عالم) جلد نہم۔

سرچارلس میکگریگر کی حب الوطنی کا جوش اوسکی درشت مگر بے روک طرز تحریر سے چھلکا پڑتا ہے اور ای۔او ڈانووِن نامہ نگار ڈیلی نیوز جو مرو تک سفر کرآیا اور پھر سوڈان مین جاکر مارا گیا اپنے علمی کمال کے لحاظ سے ایران کے کسی وقایع نگار سے کم نہین۔ ان سب کا انتقال ہو چکا ہے۔

اسی زمانہ مین مسٹر اسٹولز اور مسٹر آینڈریاز نے ایرانی تجارت۔ صنعت وحرفت۔ نظم و نسق سلطنت اور وسائل و ذرایع آمدنی کے مسئلون پر بہت کچھ روشنی ڈالی اور جنرل ہاوٹم شنڈلر نے جسکی تحریرات سے مین اکثر موقعون پر اقتباس کرون گا۔ جغرافیہ۔ آثار قدیمہ اور عام معلومات کے متعلق ایران کے بہت کچھ حالات لکھے۔ ڈاکٹر ولس نے جو کئی سال تک انڈو یورپین محکمہ تار برقی کے ہمراہ بطور طبیب کے مامور رہا زمانہ حال کے اہل ایران کی طرز زندگی اور رسم ورواج کے واضح اور دلچسپ حالات قلمبند کئے ہین۔ مسٹر بنجیمین نے جو امریکہ کی طرف سے سب سے پہلا سفیر مقرر ہوکر ایران مین بھیجا گیا انگریزی زبان مین اس ملک کے حالات پر سب سے آخری کتاب لکھی اور عادات وصنایع کے متعلق اوس نے اپنے جن مشاہدون کو قلمبند کیا ہے وہ دلچسپ ہین لیکن جن واقعات کو اوس نے بیان کیا ہے وہ عام طور پر اسدرجہ نادرست اور غیر صحیح ہین کہ اوسکی کتاب کی کوئی قدر وقیمت باقی نہین رہتی۔[۵] میڈم ڈیولیفائے کی ضخیم کتاب نہایت شاندار تصاویر سے آراستہ ہے

۵؎ بھلا ایسے مصنف کی نسبت کیا خیال ہوسکتا ہے جو ایک وسیع قطعہ آب کی نسبت جسکا دور تین سو میل ہو یہ بیان کرے کہ وہ "اور دنیا مین ایک چھوٹی سی شور جھیل ہے" جو ہامون واقع سیستان کے اکثر خشک رہنے والے تالاب کو "ایک قابل ذکر قبہ کی جھیل" ہے

اور اوسکے اوراق دلچسپ ہونے کے ساتھہ نتیجہ خیز بھی ہین - ایک اور خاتون مسز بشپ نے بختیاریون اور کُردون کے درمیان اپنے سفر کے حالات پر حال ہین ایک کتاب شایع کی ہے جس ہین نہایت جدت طراز اور دلچسپ واقعات درج ہین -

ترتیب باعتبار فضیلت

لایق اور ممتاز مصنفین کے نامون کی جو طویل فہرست مینے اوپر درج کی ہی اون مین فضیلت کے اعتبار سے کسی مابہ الامتیاز کے قایم کرنے مین زیادہ دقیقہ سنجی یا موشگافی سے کام لینا شاید گستاخی اور بے ادبی مین داخل ہوگا - جن مصنفین نے امن واطمینان یا شورش وانقلاب کے زمانون مین اپنے چشم دید حالات کو صحیح صحیح طور پر قلمبند کردیا - یا تحقیق وتدقیق مین صبر اور تحمل سے کام لیکر ایران کے حالات کے متعلق ہماری معلومات کے ذخیرہ کو بڑہایا اون مین سے اکثر کا نام مین لے چکا ہون - ان مین سے بعض ایسے ہین جو امعان نظر یا مشاہدات کی وسعت کے باعث اس امر کے مستحق ہین کہ اون کا شمار

بقیہ نوٹ صفحہ ۵۱ ــــ سے تعبیر کرے - جو سلسلہ کوہ البرز کا مرو تک پہیلا ہوا ہونا بیان اور جن قومون کے ساتہہ کاف مین وسط ایشیا مین لڑا تہا اونکا نقی ترکمان ہونا ظاہر کرے جو نہ صرف حضرت حسنؓ بلکہ حسینؓ کے کربلا مین شہید ہونے کا دعوی کرے - اس زمانہ مین بہی شوستر اور سوسا مین کوئی فرق نہ سمجہے - جو "ایران کے جنوبی و مغربی حصہ مین بہترین بندر گاہون کے نزدیک کوئیلے کی لازوال کانون" کے موجود ہونے پر مصر ہو حالانکہ اس طبقہ زمین سے ایک مکعب فیٹ کوئلہ بھی کبہی کہودا نہین گیا - جو نادر شاہ کے ظہور کی تاریخ اصل سے پچاس سال قبل اور مشہور قحط کی تاریخ کو اصل سے تین سال بعد بتاے اور جو یہ خیال کرے کہ انگریزی فوج مین پچیس ہزار گرینیڈیر (تنومند اور قدآور جوان) ہین -

---

طبقۂ اعلی ترین مین ہو۔

میرے راے مین یہ لوگ جارڈن ٹہورینیر[٥١] - ہینوے - میلکم - آؤسلے - بیلی فریزر اور رالنسن ہین - جن تین مصنفین یعنی موریر - آؤسلے اور فریزر کی تصانیف ایک عرصہ دراز سے اون خیالات کا ماخذ ہین جو انگریزون کے دلون مین ایران کے حالات کے متعلق جاگزین ہین ان مین سے اول الذکر نے اپنے سفرنامون کی وجہ سے اتنی شہرت اور امتیاز حاصل نہین کیا - جتنا کہ حاجی بابا کے قصہ کے لکھنے سے - میرے راے مین فریزر اور آؤسلے بھی اسی پایہ کے لوگ ہین - فریزر کو زمانہ حال کے اہل ایران کی طرز زندگی کے ہر پہلو سے کماحقہ واقفیت حاصل ہے اور وہ جو کچھ لکھتا ہے اوس مین اور اصل مین سرمو فرق نہین ہوتا - اور آؤسلے کا مایۂ امتیاز وہ حیرت انگیز تبحر ہے جسکی وجہ سے اوس کی ضخیم کتابین شائقین علم کو مسرور و محظوظ بھی کرتی ہین اور مایوس و محروم بھی اور یہی باعث تہا کہ جو واقعات اون مین درج ہین اونکے ظہور کے پورے دس سال بعد وہ معرض اشاعت مین لائی گئین -

---

٥١ مین جانتا ہون کہ ٹہورینیر پر بعض سنگین الزامات لگائے جاتے ہین اور وہ کسی حد تک صحیح بھی ہین - جارڈن کا بیان ہے کہ وہ زبان فارسی کا ایک لفظ نہین سمجھ سکتا تہا - ایک معترض کا قول ہے کہ وہ نہ لکھہ سکتا تہا نہ پڑھ سکتا تھا - بعض مقامات کے جو حالات اوس نے بیان کئے وہ صریحی طور پر غیر صحیح ہین - اس مین کچھہ شک نہین کہ جن لوگون نے اوسکی کتاب کو شایع کیا اونہین اوسکے مسودات کے ترتیب دینے اور سلجھانے مین جو نہایت پریشان حالت مین تھے نہایت دقت کا سامنا کرنا پڑا (دیکھو سفرنامہ آؤسلے جلد دوم ضمیمہ ۱۰) باایں ہمہ ٹہورینیر کی تصنیف کی قدر و قیمت اس لحاظ سے کہ اوس مین جدت اور قدرت پائی جاتی ہے اور وہ مبالغہ و اطراء سے معرا ہے ابھی تک قایم ہے -

قدیم ترسیاحون مین سے فرانسیسی پراٹسٹنٹ اور انگریزی "نائبٹ" چارڈن کو سند امتیاز کے دیے جاتے مین کسیکو کلام نہ ہوگا۔ اس مین شک نہین کہ وہ مبالغہ سے کام لیتا ہے اور جو کچھ بیان کرتا ہے وہ ہر صورت مین قابل اعتبار و لایق پذیرائی نہین ہوتا۔ لیکن پھر بھی وہ ہمیشہ محنت و جانفشانی سے کام لیتا ہے۔ اکثر طباعی و ذہانت ظاہر کرتا ہے اور بسا اوقات تبحر کا ثبوت دیتا ہے۔ دوسرے درجہ کے مصنفین سے مین بہت سے نام اوپر بیان کرچکا ہون۔ اور بھی بعض نام ایسے ہین جو اسی درجہ مین شریک کیے جا سکتے تھے یا جنھین شاید اب تک بھی اسی درجہ مین شریک ہونا چاہیے لیکن مشرق کی نرالی آب وہوا کا آسیب کچھ ایسا زبردست تھا کہ اوسنے اون کی رائے زنی اور نکتہ چینی کے دماغ کی صحت مین خلل پیدا کرکے اون کی سلیم الطبعی و متین الفکری کے چراغ کو رنگینی جذبات کی صرصر کے حوالے کردیا۔ اور کبھی تو اونھین فصاحت معانی کے اعلی علیین پر پھونچا دیا اور کبھی رقت و حسرت کے اسفل السافلین مین جا گرایا قدیم سیاحون مین سے جان اسٹرائیز ایک ولندیزی نے اس پرستان کی خوب سیر کی۔ موجودہ صدی مین اوسکا اتباع قابلیت کے ساتھ سر آرکیر پورٹر نے کیا۔ یہ سیاح اگرچہ تحقیق مین مستعدی و عرقریزی سے کام لیتا ہے لیکن نقشہ جات کی صحیح ترتیب اور واقعات کے اندراج کے متناسب اسلوب سے جن عمدہ نتائج کا اوس نے استنباط کیا ہے اوسکی قدر و قیمت اوس مبالغہ آمیز تفاخر و خودنمائی سے بھری ہوئی طرز تحریر سے کم ہوجاتی ہے جسکو دیکھکر کبھی تو طبیعت کھسیانی ہوجاتی ہے۔ اور کبھی بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ ان بے ربط سخن سراون کا کمال دیکھنا

ہو تو اوس وقت دیکھنا چاہیئے۔ جبکہ وہ قدرت کی عظمت وشان کی لفظی تصویر کھینچ رہے ہیں یا پرانے کھنڈرون کی حسرتناک داستان بیان کر رہے ہون۔ ایسے موقعون پر اونکی وجد کی وہ کیفیت ہوتی ہے۔ کہ حال مین آنیوالے فقیر بھی اون سے سبق لے سکتے ہین۔

ایک اور طبقہ کے مصنفین کی نسبت جنکی تعداد روزافزون ترقی پر ہے۔ جو ایک ملک کی سیاحی کا بھی مفہوم سمجھتے ہین کہ ایک سیل کی طرح اوس مین سے گذرتے ہوئے چلے جائین جو ایسی تصنیفات کا جو اون سے قابل تر لوگ پہلے لکھ گئے ہون اوّل تو مطالعہ نہین کرتے یا کرتے بھی ہین تو محض اس غرض سے کہ سرقہ کے مرتکب ہوکر اوسکے مضامین کو اپنا طبعزاد بتائین اور جو معنی سمجھتے ہین تو غلط تعبیر وتاویل کرتے ہین تو غلط ہجہ تک کرتے ہین تو غلط مین کچھ نہین کہنا چاہتا۔ ایران اس قسم کے وقایع نگارون کا بھی موقف بنا ہے۔ لیکن جس قسم کی کتابین وہ لکھتے ہین۔ اونکے لئے بمقابلہ دوسرے مقامات کے یہان کمتر مواد دستیاب ہو سکتا ہے اس مواد کے بہم پہونچانے کے لئے بہت کچھ محنت کی ضرورت ہے۔ یہان ریل کی سڑکین نہین ہین کہ ان حضرات کو سفر مین جسمانی آرام ملے اور دماغ کے خیالی ڈھکوسلون کے بجائے ضخیم اور کثیر الحجم کتابون کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ غرضکہ ممالک محروسہ شاہ ایسا میدان نہین ہے جہان سے اونہین عمدہ مال غنیمت مل سکے۔ اسکے علاوہ جس بیاض نسیان مین ان لوگون کے نام موزون طور پر درج ہین۔ اوس سے ایک کو بھی نجات دلانے کے لئے مین سیاہی کا ایک قطرہ تک ضایع نہ کرون گا۔

دوسرا باب

راہ ورسد

(اس باب کو صرف سیاح کے نام سے معنون کیا جاتا ہی)

افریقہ کے آتش بار اور ریگ فشان صحرا — یا قاف کے بے توفیق اور وحشت ناک ہما
کیا جانئے بنتے ہین موقف میری چکر کا — جہلم مین پڑے جا کر یا تاؤ میری منجدہار

(رہاسیں)

معلومات کی ضرورت

انگلستان سے روانہ ہونے کے قبل احباب نے مجھ سے استفسار کیا کہ مین کس راستہ سے سفر کرنیکا قصد رکھتا ہون اور جب مین واپس آیا تب بھی مجھ سے یہی سوال کیا گیا کہ مین کس راہ سے گیا تھا۔ اس لئے مجھے خیال ہوتا ہے کہ باوجودیکہ آجکل عام طور پر مسافرون کی رہنمائی اور رہبری کے لئے ہدایتی دستور العمل جاری ہین۔ پھر بھی جغرافیہ کے متعلق تفصیلی اطلاع ایسے عام طور پر شایع نہین کہ ایک علیحدہ باب جس مین اون مختلف راستون کی تصریح ہو جس سے مسافر ایران جا سکتا ہے اور وہان سے واپس آسکتا ہے اور جس مین اون تدابیر کی توضیح ہو جن پر اوسے آغاز سفر سے پہلے کاربند ہونا چاہیئے۔ غیر ضروری متصور ہو۔ مسافر کے لئے راہ اور زاد راہ دونون کے انتخاب کے

اسقدر پہلو موجود ہین کہ کچھ ہدایات ان دونون امور کے بارہ مین مناسب معلوم ہوتی ہین۔ راستون اور فاصلون کے جو نقشے ہمینے دئے ہین۔ اون کا ماخذ قابل اعتماد ذرایع ہین اور وہ جدید ترین معلومات پر مشتمل ہین۔ کوئی کتاب اسوقت ایسی موجود نہ ہو گی جس مین اونہین اسطرحپر ایک جگھ جمع کیا گیا ہو۔

ایران کا موقعہ

ایران اگرچہ دور ہے لیکن رسائی سے دور نہین۔ طبعی لحاظ سے یہ ملک شمال اور جنوب کی طرف دو سمندرون سے محدود ہے اور اس لئے قیاس معاً اس بات کو چاہتا ہے کہ یہان بڑی آسانی سے پہونچ سکتے ہین۔ اس کا مشرقی اور مغربی سرحدی علاقہ وسیع اقطاع سے جو غیر مخالف مگر مختلف النسل اقوام کے قبضہ مین ہین ملحق ہے اور ایران مین داخل ہونے کے دوسرے ابواب کو جو اسقدر آسان نہین ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ زیادہ تر مسافر اسی وجہ سے اول یا تو بحیرہ اخضر اور یا خلیج فارس کے سواحل پر لنگر انداز ہوکر سرزمین ایران مین داخل ہوتے ہین۔ موجودہ دار السلطنت طہران بحیرہ اخضر سے سڑک کے راستہ سے دو سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اسی لئے اکثر مسافر یہی راستہ اختیار کرتے ہین۔ سترہوین صدی عیسوی مین جبکہ خاندان صفوی کے سلاطین کا پایہ تخت اصفہان تھا جو خلیج فارس سے قریب تر ہے تو قدرتی طور پر مسافر خلیج مسطور کے بندرگاہون پر جہاز سے اُترتے تھے۔ موجودہ صدی کے ابتدائی حصہ مین بھی جبکہ قاف نے علم گردن افرازی بلند کر رکھا تھا۔ اور مسافرون کے لئے خوف و خطر کا کمین گاہ بن رہا تھا تو یورپین سیاح بالعموم اور انگریزی

سیاح بالخصوص جنوبی راستہ کو ترجیح دیتے تھے اور اس خصوصیت کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ انگلستان اور فارس کے تعلقات کی شیرازہ بندی اوس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی تھی اور ان کی نگرانی کا صدر مقام کلکتہ تھا یا بمبئی - چنانچہ سر جان میلکم - سر ہارفورڈ جونس اور سر گور آؤسلی کی سفارتون نے شاہنشاہ فارس کے ممالک محروسہ مین اول اول بوشہر کو اپنا مقام ورود قرار دیا -

ترتیب باب

اس امر کو مسلم قرار دینے کے بعد کہ ایران مین داخل ہونے کے آسان ترین اور واضح ترین یہی رستے ہین - مین شمالی راستون مین سے اوّل اوس راستہ کا ذکر کرونگا جس سے انزلی ہوتے ہوے طہران پہونچتے ہین - اور پھر شمال کیطرف کے باقی راستون کا حال لکھون گا - اسکے بعد مین مشرقی جنوبی اور مغربی راستون کو علی الترتیب بیان کرون گا -

(۱) سفر طہران براہ انزلی

بحیرہ اخضر کا ایرانی بندرگاہ یا یون کہیئے کہ لنگر اندازی کا مقام (کیونکہ ایران مین کوئی ایسا بندرگاہ نہین کہ جسپر لفظ بندرگاہ کے صحیح مفہوم کا اطلاق ہو سکے) انزلی ہے انزلی ایک گاؤن ہے جو سمندر کے کنارے ایک نشیب والے قطع زمین پر جسنے ایک وسیع مگر پایاب سمندر سے ملی ہوئی جھیل کو محیط کر رکھا ہے واقع ہے - اس جھیل کا نام مرداب ہے - اور اسکے جنوبی کنارہ پہ سمندر سے کسی قدر دور رشت کا بڑا قصبہ آباد ہے مسافران

ایران رشت مین لنگرانداز ہونے کا بیان عام طور پر اسی لحاظ سے کیا کرتے ہین۔

انزلی پہونچنے کا ذریعہ

انزلی مین رشین کا کیسس اینڈ مرکری کمپنی" کے دخانی جہاز دن مین جو باکو سے روانہ ہوتے ہین پہونچتے ہین۔ یوروپ سے باکو تک پہونچنے کے کئی طریقے ہین۔

اول۔ قسطنطنیہ تک ریل مین آسکتے ہین اور وہان سے (میسیجیریز یا آسٹرین لائڈ یا روسی دخانی کشتی مین سوار ہوکر باطوم پہونچ سکتے ہین۔ جس مین تین یا چار دن لگین گے اور پھر وہان سے ریل مین سوار ہوکر طفلس کے راستہ سے ۳۲ گھنٹہ مین باکو پہونچ سکتے ہین۔

دوم۔ ریل پر سوار ہوکر برلن اور کراکو کی راہ سے اوڈیسہ اور وہان سے روسی جہاز مین سوار ہوکر باطوم پہونچ سکتے ہین۔

سوم۔ طفلس مین سینٹ پیٹرسبرگ اور ماسکو سے والڈیکوکاس تک ریل پر اور وہان سے مشہور سڑک داریل کی راہ سے جو ۱۳۶ میل لمبی ہے گھوڑے گاڑی کے ذریعہ سے گرجستان مین داخل ہوکر پہونچ سکتے ہین۔

چہارم۔ باکو پہونچنے کا ایک اور بھی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ روس کی سرحد مین زارٹسن تک جو دریائے والگا کے کنارے واقع ہے ریل پر آئین اور وہان سے کشتی پر سوار ہوکر ندی ندی آسترخان تک آئین اور پھر وہان سے "کاکیسس اینڈ مرکری کمپنی" کے کسی جہاز پر سوار ہوکر بحیرہ اخضر کے مغربی ساحل پر پیٹرا اور دربند سے گذرتے ہوئے جس مین اڑہائی دن

صرف ہونگے باکو پہونچین ۔ شاید وقت کے اعتبار سے یہ نہایت قریب کا راستہ ہے ۔ بہر حال کسی صورت مین مسافر کو یہ یقین نہین ہونا چاہیئے کہ اُسے لندن سے باکو تک پہونچنے مین آٹھ یا نو دن سے کم مدت لگے گی ۔

بحیرہ اخضر کے جہازات

مئی سے نومبر تک "کاکیس اینڈ مرکری کمپنی" کے جہاز ہفتہ مین ایک دفعہ اور بعض اوقات دو دفعہ انزلی آتے ہین اور باکو سے علی العموم یکشنبہ کی رات کو روانہ ہوتے ہین ۔ باقی مہینون مین اونکی آمد و رفت کسیقدر بے قاعدہ ہوتی ہے لنکران کے روسی بندرگاہ (کسی زمانہ مین یہ ایران سے تعلق رکھتا تھا اور استارا کے سرحدی گاؤن مین دوشنبہ کی دوپہر کو لنگر کرنے کے بعد انزلی مین جو ۱۹۷ بحری میلون کے فاصلہ پر واقع ہے ۔ یہ جہاز ۳۰ سے لیکر ۳۶ گھنٹہ کے اندر یعنی سہ شنبہ کی صبح کو کسی وقت پہونچتے ہین ۔

انزلی مین جہازون کی لنگراندازی

لیکن یہان پہونچکر سفر ایران کی تکلیف دہ خصوصیات کا احتمال شروع ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ ریتیلی جھال[ل] پر بسا اوقات لہرون کی طغیانی کی وہ کیفیت ہوتی ہے کہ مسافرون کو کشتیون

ل ۔ یہ جھال جہازون کے لئے ایسی رکاوٹ ہے کہ جو جہاز پانچ فیٹ سے زیادہ پانی مین ڈوبے رہتے ہون وہ اسمین داخل نہین ہو سکتے بلکہ اونہین باہر رہنا پڑتا ہے ایران کی گورنمنٹ سے بارہا تقاضا کیا گیا ہے لیکن اوسنے اس کی درستی کے متعلق کوئی کارروائی نہین کی ۔ شاہ کی چھوٹی سی دخانی کشتی الموسوم بہ "ناصرالدین" کا حال جو بالعموم مرداب مین پڑی رہتی ہے ۔ آگے چلکر ایک فصل مین جسکا عنوان بحری قوت ہے درج کیا گیا ہے ۔

پر خشکی تک پہونچانا بالکل ناممکن ہو جاتا ہے اور جاڑون مین تو اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ناشاد سیاح کئی کئی گھنٹون تک منزل مقصود کو اپنی نظرون کے سامنے پاتا ہے مگر سوا اسکے کہ موجون کے تھپیڑے کھائے اور اوس سے کچھ نہین بن پڑتا اور پھر اوسے الٹا باکو کو جانا پڑتا ہے جہان ایک ہفتہ تک مٹی کے تیل کی بو سے دماغ پراگندہ اور حواس کو مختل کرنے کے بعد اوسے پھر اپنے سابق کے تجربہ کے دہرانے کے لئے انزلی واپس آنا پڑتا ہے۔

مرداب

اگر انزلی مین طوفان برپا نہ ہو تو مسافر کو ایک چھوٹی سی دخانی ناؤ مین سوار کر کے خشکی پر اتارا جاتا ہے۔ جہان انزلی کا چنگی خانہ اور ایک کسیقدر بوسیدہ مگر خوشنما پنج منزلہ گرمیون کے رہنے کا بنگلہ جو شاہ کی ملک ہے واقع ہے۔ اس مکان پر آسمانی سرخ اور دہانی رنگ کا روغن چڑھا ہوا ہے۔ اور نیچے کے درجون سے اوپر کے درجون کی آرایشی حالت اچھی ہے۔ سب سے اوپر کا درجہ شاہ کجکلاہ کے ورود کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن اس کا آرایشی سامان نہایت ویرانی کی حالت مین ہے اور اکثر تو ایک چٹائی کے غلاف کے چڑھے رہنے کے باعث جو اسے یہان کی بے حد نمی کے اثر سے محفوظ رکھنے کے لئے اوڑھا دیا جاتا ہے۔ نظر ہی نہین آتا۔ یہان سے بذریعہ دخانی ناؤ کے مرداب کو جس کا پاٹ دس میل ہو گا۔ پونے دو گھنٹہ مین عبور کرتے ہین۔ یہ جھیل جس مین ہوا کے طوفان چلتے رہتے ہین اور جو زیادہ عمیق نہین مشرق سے لیکر مغرب



تک ۳۰ میل لمبی ہوگی اور شمالاً جنوباً اسکا زیادہ سے زیادہ عرض ۱۲ میل ہوگا۔ انواع و اقسام کے آبی جانور مثلاً ماہی خور۔ قاز۔ راج ہنس۔ بطین۔ جلکوے۔ پنڈبیان۔ چینا بطخین کلنگ۔ حواصل۔ بگلے اور چہے اس مین آباد ہین۔ پانی کی سطح پر انکا ٹڈی دل چھایا رہتا ہے اور چھوٹے چھوٹے جزیرون اور سرکنڈون کے جھاڑون مین انہون نے اپنی کمین گاہین بنا رکھی ہین۔ اس آبی شکار کے علاوہ شکاری کو اوس شاداب قطعہ زمین مین جو سمندر اور پہاڑون کے درمیان واقع ہے جنگلی جانورون کا شکار بکثرت مل سکتا ہے۔ جھیل کے جنوب کی جانب دخانی ناؤ کو چھوڑ کر ایک دیسی ساخت کی ناؤ مین سوار ہوتے ہین۔ جو مسافرونکو ایک کھاڑی کے رستہ سے پانچ میل تک لیجا کر پیپر بازار کے ماہی گیرون کے گاؤن جا اُتارتی ہے

پیپر بازار

پیپر بازار (جو غالباً پیلہ بازار یعنی ریشم کے بازار کا بگاڑ ہے اور جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہان ریشم کا کام تیار ہوتا ہے) ایک کاروانسرا۔ چند مکانون اور جھونپڑون اور کچھہ ماہی گیرون کے گھرون پر مشتمل ہے۔ ماہی گیر اس مقام پر ندی کے پاٹ مین قریب قریب لکڑیان نصب کر کے ایک جنگلہ نما کھانچا لگا دیتے ہین۔ اور اس طریقہ سے ایک قسم کی مچھلی جو روہو سے مشابہت رکھتی ہے۔ بہ تعداد کثیر آسانی سے پکڑی جاتی ہے۔ ناقص اور بوسیدہ گاڑیان یہان موجود رہتی ہین۔ جنمین تازہ وارد مسافر سوار ہو کر ایک نہایت ہی خراب سڑک کے راستہ سے جسپر برائے نام کٹائی ہو رہی ہے چھہ میل کا فاصلہ جنگل مین سے طے کرتا ہوا رشت مین جا پہونچتا ہے۔ دریاے رشت جسے شاہ رود بار کہتے ہین۔ بائین جانب کو

بہتا ہوا سمندر مین جا ملتا ہے اور دائین طرف نالیون اور دلدلون کی کیچڑ مین سانپ اور بچھوے رینگتے ہوے نظر آتے ہین۔

رشت

رشت کے حالات مین ایک آیندہ فصل مین بیان کرون گا۔ جس مین ایران کے شمالی صوبجات کا ذکر ہے اور جس مین سے ایک صوبہ یعنی صوبہ گیلان کا یہ سب سے بڑا شہر ہے۔ یہان اسکا حوالہ محض اسلئے دیا گیا ہے کہ یہ پہلا شہر ہے جسمین داخل ہونے سے مسافر سرزمین ایران مین اول اول اپنا قدم رکھتا ہے اور جہان سے ایران کے سفر اندرونی کے لئے وہ روانہ ہوتا ہے۔ اس شہر اور اسکے قرب وجوار کے منظر کو دیکھکر مسافر کے دل مین ایرانی مناظر وزندگی کے متعلق جو خیالات قایم ہون گے اونھین اوسے بہت جلد اپنے دل سے محو کرنا پڑیگا کیونکہ ایران کی عام خصوصیات مین اور اون مین ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ عدن اور ڈوور مین اور اس فرق سے آگے چلکر اوسے افسوس کے ساتھ آشنا ہونا پڑیگا۔ رشت مین وہ سرخ کھپریل کے مکان۔ مسجدین۔ بازار کھیتون کے گرد درختون یا جھاڑیون کی باڑین اور باغات پائے گا۔ جنھین دیکھ کر اوسکا تصور دوسری سرزمینون کی طرف منتقل ہوگا۔ اور جنگلون کی شادابی اور ندی نالون کی روانی سے اوسے ایرانی اراضیات کی زرخیزی کا ثبوت ملے گا۔ لیکن اوسے چاہیئے کہ ان دونون تازگی بخش مناظر کی خوب جی بھر کر سیر کرلے کیونکہ رشت کی واجبی مگر دلکشا عمارتی شان بحیرہ اخضر کے ساحل کے علاوہ اوسے اور کہین نظر نہ آئے گی اور جنگلون اور دریاؤن

کے بجاے تھوڑی دیر مین سنگلاخ بیابان اور پہاڑون کی بے شجر چوٹیان نمودار ہونگی۔

انتخاب ذرایع طے مسافت سواری چاپار

نشت مین مسافر کو ایرانی مسافرت کی اون کیفیتون کا پہلا تجربہ حاصل ہوگا جنکی لذات وآلام کے متعلق مجھے اثناے سفر مین بہت کچھ کہنا پڑے گا۔ ایران مین سفر کرنے کے دو ہی عملی طریقے ہین۔ یا تو اوسے بذریعہ سواری چاپار یعنی سرکاری ڈاک کے گھوڑون پر چوکی بہ چوکی سفر کرنا پڑتا ہے اور یا بار برداری اور سواری کا خود انتظام کرکے ایک قافلہ کی حیثیت سے منزلین طے کرنی پڑتی ہین۔ سرکاری ڈاک کے ذریعہ سے سفر کرنے مین گو تکان اور تکلیف تو بیحد ہوتی ہے لیکن سفر بہت جلد کٹتا ہے اور اپنے طور پر سفر کرنے مین گو اتنی تکلیف اور بے آرامی نہین ہوتی لیکن اوس سے بے انتہا جی اکتا جاتا ہے اور چونکہ روز روز اونہین جانورون پر سواری کرنی پڑتی ہے۔ اسلئے منزلین اسقدر دیر مین کٹتی ہین کہ بیان نہین ہوسکتا۔ ایک صورت مین تو مسافر کی حقیقت ذی روح رخت سفر سے زیادہ نہین ہوتی۔ جو روانگی کے مقام سے منزل مقصود تک اس قدر سرعت کے ساتھ منتقل کردیا جاتا ہے جو یا تو درمیانی اور بعض اوقات قابل نفرین حیثیت کے گھوڑون کے امکان مین ہو۔ یا جسکی تاب اوس کی خواہش یا طاقت لاسکتی ہو۔ وہ اپنا سامان گھوڑے کی پیٹھ پر لادکر اپنے ہمراہ لے جاتا ہے۔ "چاپار خانون" یا ڈاک کی چوکیون مین جو راہ مین برابر برابر فاصلہ پر واقع ہین سوتا ہے۔ اشیاء خوردنی یا تو ہمراہ لے جاتا ہے یا رستہ مین خرید لیتا ہے۔ سواری اور رہایش کا کرایہ مقررہ شرح سے ادا کرتا ہے۔ شاہراہ سے ایک

اپنے نہ ادہر کو ہٹتا ہے اور نہ ادہر کو۔ اپنے پیچھے مڑکر دیکھتا تک نہین اور صرف ایک دہن اوسکے جی مین سمائی ہوئی ہے اور وہ یہ کہ آگے بڑہا چلا جائے۔

سفر بذریعہ کاروان

کا دوسرا طریقہ بہت کچھہ دوراندیشی اوہوشیاری کا محتاج ہے۔ اس کے لئے خیمہ خرگاہ اور ساز و سامان خریدنا پڑتا ہے بار برداری اور سواری کے جانور کرایہ پر لینے پڑتے ہین اور انکی نگہداشت کے لئے نوکر رکھنے پڑتے ہین اور ایک بڑے قافلہ سے جسقدر ذمہ داریان متعلق ہوتی ہین اون سب کا بار اُٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ضرور ہے کہ مسافر کو اپنی نقل و حرکت پر پورا اختیار حاصل ہوتا ہے اور چونکہ وہ کسی حالت مین سرعت کے ساتھ سفر نہین کرسکتا کیونکہ بار برداری کے جانورون پر بحساب اوسط ۲۵ میل روزانہ سے زیادہ مسافت طے کرنے کا بھروسا نہین کیا جاسکتا۔ اس لئے اوسکو تضیع اوقات کی خوب فرصت ملجاتی ہے۔ پس اپنے مقاصد اور مذاق و رجحان طبیعت کے لحاظ سے مسافر کو سفر کے ان دونون طریقون مین سے ایک کے انتخاب کرنے مین بہت کم دقت کا سامنا ہوگا۔ اگر اوسکی یہ خواہش ہو کہ رستہ مین کہین قیام کئے بغیر آگے بڑہا چلا جائے اور وہ سفر کی صعوبتون کے برداشت کرنے سے جھجکتا نہ ہو اور اچھا تنومند و مستعد بھی ہو تو وہ سواری "چاپار" کو ترجیح دیگا۔ بخلاف اسکے اگر اوسکے ساتھ عورتین ہون یا پورا کنبہ ہمراہ ہو یا سواری کی اوسے زیادہ مشق نہ ہو یا تفحص و تحقیق کی غرض سے اوسے آہستہ سفر کرتا ہو یا اگر وہ شارع شام سے کترانے کا خواہش مند ہو (کیونکہ ایران مین ڈاک چوکیون کی سڑکین

ایک درجن سے کم ہین اور خاص خاص شاہراہون سے متعلق ہین) تو وہ کاروان کے ذریعہ سے سفر کرنا پسند کرے گا۔ دونون صورتون مین غالبًا اوسکے لئے یہی امر قرین مصلحت ہوگا کہ طہران تک بسرعت ممکنہ سفر کرے وہان پہونچکر آیندہ کے سفر کے متعلق وہ تجویزین قایم کرسکتا ہے۔ اور اگر وہ یہ انتظام کرسکتا ہو کہ اوسکا کوئی دوست پایہ تخت سے ایک غلام کو بھیجدے جو اوسے انزلی یا رشت مین آملے تو اوسے اوس عذاب سے نجات حاصل ہوجائے گی جسمین بصورت اخری اوسے ایک اجنبی قوم اور ایک غیر زبان کے ساتھہ ابتدائی کشمکش کرنے کے باعث مبتلا ہونا پڑتا اور ایرانی چاپارخانون اور بارگیرون سے سابقہ پڑنے کے جانگداز امتحان کی سختی اوسکے لئے کسی قدر کم ہوجائے گی۔ اس راے کی تائید مین حسب ذیل دلائل بھی پیش کیجاسکتی ہین۔

اول یہ کہ اوسے رشت سے کوہ دم تک جو اٹھارہ میل کا فاصلہ ہے گاڑی مل سکتی ہی اور اس لئے ضرور نہین کہ وہ سفر سواری اسپ کوہ دم سے پہلے شروع کرے۔

دوم یہ کہ رشت اور طہران کے درمیان ڈاک کی چوکیون کی حالت ساز و سامان کے اعتبار سے دوسری رستون کی چوکیون کے مقابلہ مین بہتر ہے۔

سوم یہ کہ ان چوکیون کے گھوڑے ایسے تبہ حال اور قابل نفرین نہین جیسے کہ دوسری چوکیون کے بلکہ اون سے بدرجہا بہتر ہین۔

چھارم یہ کہ قزوین پہونچکر اوسے گاڑی ملسکتی ہے جس مین باآرام تمام وہ پایہ تخت تک باقی سو میل کا سفر یورپین طریقہ کی ایک ہی سڑک پر جو اس ملک مین پائی جاتی ہے طے

کرسکتا ہے۔

سواری "چاپار" کا خرچ

اس ضمن مین یہ بیان کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ ڈاک کے گھوڑون کا کرایہ ایک گھوڑے کے لئے ایک "قران" (۶ پنس[۵۱]) فی فرسخ (جسکے اندازاً ۳½ میل سے لیکر چار میل تک ہوتے ہین) ہوتا ہے۔ کم سے کم تعداد گھوڑون کی جو ایک مسافر کو مطلوب ہوتی ہے ایک تو اپنے لیے ہے ایک اپنے دیسی ملازم[۵۲] کے لئے اور ایک چاپار شاگرد یا بارگیر کے لئے جو مسافر کو دوسری چوکی تک پہونچا کر گھوڑونکو اپنے آگے ہانکتا ہوا واپس لے آتا ہے۔ اگر مسافر کے ہمراہ بہت سا سامان ہو تو ایک اور یابو کی بھی ضرورت پڑتی ہے لیکن اس ٹٹو کی شوخیان کچھ عجب انداز کی ہوتی ہین۔ اڑیل ایسا ہوتا ہے کہ لگام اسکے منہ مین دیکر اگر لیجانا چاہو تو چلتا نہین اور جب ذرا موقعہ پاتا ہے تو تنگ مین آکر دولتیان جھاڑتا ہوا سڑک چھوڑ کر جنگل مین بھاگ جاتا ہے اور تعاقب و تلاش کے بعد اوسے کوڑے مار کر واپس لانا پڑتا ہے اور اس سے سفر مین اسقدر ہرج اور طبیعت اسقدر برہم و آشفتہ ہوتی ہے کہ بہت کم شخص ایسے ہونگے جو اپنے سفر کو ایسے غیر محدود طور پر بڑہانے کے بجائے

---

۵۱ ہندوستان مین آجکل پاؤنڈ کا جو بہاؤ ہے اوسکے حساب سے ۶ پنس ۷ ر کے مساوی ہوتے ہین۔ (مترجم)

۵۲ بہترین اصول یہ ہے کہ اگر کاروان کے ذریعے سے سفر نہ کرنا ہو تو یورپین ملازم ہمراہ نہ لے جائے۔ بہ حالت سفر بذریعہ کاروان اوسکے ہمراہ لانے سے قافلہ مین صرف ایک متنفس اور بڑھ جاتا ہے حالانکہ اوسکے وجود سے بہت کچھ فائدہ اور آرام مل سکتا ہے۔

نہایت خوشی سے اپنے سامان مین اتنی کمی نہ کردین کہ باربرداری کے لئے علیحدہ ٹٹو کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ اسکے علاوہ جیسا کہ مین ابھی بیان کرونگا تعجب معلوم ہوتا ہی کہ جن تین گھوڑونکا ذکر اوپر کیا گیا ہے وہ اسقدر سامان کیونکر لیجا سکتے ہین۔ ہر منزل کا کرایہ "چاپارچی" یعنی ڈاک منشی کو "چاپار خانہ" مین جہان تازہ دم یابو لئے جاتے ہین پیشگی دینا پڑتا ہے اور ہر منزل کے ختم ہونے پر بارگیر کو جو تمہارے ہمراہ آیا ہو۔ اگر معمولی منزل ہو تو ایک قران اور اگر بہت لمبی منزل ہو تو دو قران انعام کے طور پر دینے پڑتے ہین۔ مین نے بارہ سو میل سے زیادہ کا سفر انہین ڈاک کے گھوڑون پر کیا اور ان بارگیرون کو ہمیشہ انعام دیتا رہا لیکن ان حضرات کی رکھائی اور بے اعتنائی کچھ ایسی ہے کہ انعام لینے سے جو مسرت انگیز کیفیت دل مین پیدا ہوتی ہے اوس سے بھی یہ متاثر نہین ہوتے اور ان مین سے کسی نے اتفاقی طور پر بھی اظہار شکر و منت نہین کیا۔ چونکہ ایرانی مسافرون سے انکو کبھی کچھ نہین ملتا۔ اس لئے میرا خیال ہو کہ جب کوئی یورپین اونھین انعام دیتا ہے تو وہ اوسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اور سمجھتے ہین کہ ہم نے اسکو خوب الو بنایا۔ چاپارخانہ مین جہان مسافر شب باش ہوتا ہے اور جہان اوسے پانی ایندھن اور ممکن ہو تو دودھ اور انڈے دستیاب ہو سکتے ہین۔ ڈاک منشی کو صبح کے وقت روانہ ہونے سے قبل اوسکی خدمت کی نوعیت کے لحاظ سے دو سے لیکر چار قران تک دینے پڑتے ہین۔ سوا سامان رسد کے خرچ کے جو رستہ میں دیہات سے خریدا جاتا ہے باقی مصارف بس یہی ہین۔ اور اسکے لئے کئی سو قران جو باکو مین ایک قران یا دو قران کے سکون کی شکل مین مل سکتے ہین۔ یا طہران سے منگوائے جا سکتے ہین۔

وری ہین۔ انہین کیسون ہین ڈالکر سوار بالعموم اپنے قبور ہین رکھہ لیتا ہے اور اگر سفر ہو تو انکی وجہ سے نہایت تکلیف ہوتی ہے لیکن اور کسی سکہ کا رواج نہ ہونے کے باعث ای کی اور کوئی سبیل ممکن نہین[۵۱]۔ مسافرون کو ان ابتدائی ہدایات سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ جو عفر اوسکے سامنے ہے اگرچہ اوس مین آرام نہین لیکن وہ سستا ضرور ہے۔ پس رشت یہ وہ دم مین پہونچنے پر اوسے چاہیئے کہ ڈاک گہر مین جاکر وہان سے "اپنا تذکرہ" یعنی گہوڑون کی ڈاک کے ذریعہ سے سفر کرنے کا اجازت نامہ حاصل کرکے بعجلت ممکنہ روانگی کی تیاری کردے۔ کہین وہ ایسا نہ کرے جیسا کہ میرے ایک دوست نے کیا تہا کہ ایک شروع مز اور کو طلب کرکے یہ کہا کہ سامان ہوٹل مین لیچلو۔ رشت مین ایک انگریزی اور نیز ایک روسی قونسل متعین ہے۔ انگریزی قونسل کچہہ عرصہ سے یہان موجود نہ تہا لیکن حال مین ایک نیا انگریزی قونسل مقرر ہوکر آگیا ہے پس اگر استمدادہی کی ضرورت پڑے تو ایک ہموطن سے باعتبار اسکے کہ وہ سرکاری شان اور حیثیت رکھتا ہے چارہ جوئی کیجا سکتی ہے۔

راستہ کی کیفیت

رشت اور طہران کا درمیانی علاقہ سرسری طور پر تین حصون مین تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اوّل جنگل کا وہ قطعہ جو رشت سے پہاڑون تک پہیلا ہوا ہے اور جو اوس گنجان جنگلون سے ڈہکے ہوئے وسیع طبقہ کا ایک جزو ہے جو مغرب مین تالیش سے شروع ہوکر مشرق مین

---

[۵۱] امپیریل بنک نے حال مین بنیک نوٹ جاری کئے ہین لیکن چونکہ اونہین صرف اونہین شہرون مین بہنایا جاسکتا ہے جہان کہ اونکا اجرا عمل مین آیا ہو اس لئے مجہے شبہ ہے کہ آیا ڈاک کی چوکیون مین بہی نوٹ لے لئے جاتے ہین یا نہین۔

استرآباد تک چلا گیا ہے اور ساحل بحیرہ اخضر کی عریض دھاری ہین چار سو میل تک پھیلا ہوا ہے۔

دوم۔ کوہستان البرز کی وہ شاخین اور اوسکا وہ اصلی سلسلہ جسکا ارتفاع درہ البرز کے بلند ترین حصون مین سطح سمندر سے ۷۰۰۰ فیٹ سے بھی زیادہ ہے۔

سوم۔ وہ سطح مرتفع جو جانب جنوب واقع ہے اور جو قزوین سے ڈہلتی ہوئی طہران کو چلی جاتی ہے۔

رشت اور قزوین کے درمیان مفصلہ ذیل منزلین ہین۔[۱]

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ بحساب میل (تخمیناً)
رشت سے کوہ دم	۶	۱۶
کوہ دم سے رستم آباد	۵	۱۸ ½
رستم آباد سے منجل	۵	۱۷ ½
منجل سے پے چنار	۵	۱۳
پے چنار سے مزرعہ	۵	۲۰
مزرعہ سے قزوین	۵	۲۱
میزان	۳۱ ۵۲	۱۰۶

[۱] زمانہ حال کے مفصلہ ذیل مصنفون نے سفر طہران براہ انزلی کی کیفیت قلمبند کی ہے۔ ای۔ بی۔ ایسٹوک (۱۸۶۰ء تا ۱۸۶۲ء) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد اول صفحہ ۲۹۳ الخ وجلد دوم صفحہ ۱ تا ۱۴۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۰۔ کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحہ ۲۱۲ تا ۲۱۷ ÷ اے آرنلڈ (۱۸۷۵ء) "تھرو پرشیا بائی کاروان" (سفر ایران بذریعہ کاروان) جلد اول فصل ہشتم نہم دہم ÷ سفرنامہ اے ایچ شنڈلر (۱۸۷۷ء) جلد چہاردہم ÷ چارلس میگگریگر (۱۸۷۸ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحہ ۱۷۶ تا ۱۸۰ ÷ ای۔ اوڈانوون (۱۸۸۰ء) "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد اول صفحہ ۲۳ تا ۲۷ ÷ ای۔ آرسال (۱۸۸۶ء) "لے کاکیس اے لا پارس" (از قاف تا بہ فارس) فصل یازدہم تا پانزدہم ÷

۵۲ کل فرسخون کو اگر چار سے ضرب دیجائے تو کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ حاصل ضرب اصلی میلون کی تعداد کے مساوی ہو جسکی وجہ یہ ہے کہ فرسخ پیمایش کی اکائی ہے اور اس لئے اس کی کسر محسوب نہین ہوتی۔ مثلاً ۱۲½ میل کے بھی چار فرسخ ہون گے اور ۱۶ میل کے بھی ۴ ہی اور اسی حساب سے اونکا کرایہ دینا پڑے گا۔ اسکے علاوہ فرسخ کا طول ملک کے مختلف حصون مین زمین کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اور اہل ایران ایک فرسخ کی تعبیر اوس فاصلے سے کرتے ہین جو ایک لدا ہوا خچر ایک گھنٹہ مین طے کرے۔ چنانچہ پہاڑی علاقہ مین فرسخ بالعموم تین میل سے زیادہ نہین ہوتا حالانکہ میدان مین بعض دفعہ چار میل سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ لفظ فرسخ جیساکہ لکھے پڑھے لوگ جانتے ہین قدیم فارسی لفظ پارہ سنگ کا معرب ہے جسے یونانی Παρασάγγης لکھتے ہین۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس وجہ تسمیہ سنگ یعنی پتھر ہین جو سڑک کے کنارہ مقررہ فاصلہ پر بطور نشان رکھدے جاتے ہین مجوسیون کی مقدس کتاب زنداوستا مین ایک مقام پر اس اصطلاح کی یہ خارج از تعیین تعریف درج ہے: "فرسخ اوس فاصلہ کو کہتے ہین جہان سے ایک دوربین شخص ایک اونٹ کو دیکھ سکے اور یہ بتا سکے کہ وہ اونٹ سفید ہے یا سیاہ"۔ بخلاف اسکے لرستان مین معیار فاصلہ کا تعین نظر کی وساطت سے نہین کیا جاتا بلکہ آواز کے توسل سے اور وہان فرسخ سے مراد ہوتا ہے وہ فاصلہ جہان سے نقارہ پر چوب پڑنے کی آواز سنائی دے سکے۔ حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ اصل پارہ سنگ بابل کا ایک قدیم ہاتھ بھر کا پیمانہ تھا جو بابلی گز پر مبنی ہے جو ۳.۵۲۳ میل کے مساوی ہوتا تھا۔ لیکن زمانہ حال کے فرسنگ کو اوسکے ساتھ اوسی نسبت سے تفاوت ہے جس نسبت سے کہ آجکل کا گز مختلف ہے۔ اسکی اوسط مقدار ۳.۹۱۵ میل ہے جو بابل کے شاہی گز کے مطابق ہے دیکھو یادداشت متعلقہ طول فرسخ مرتبہ جرنیل اے۔ ایچ شنڈلر مندرجہ "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" سلسلہ جدید جلد دہم صفحہ ۵۸۴ الی ۵۸۸ مطبوعہ ۱۸۸۸ء

رشت سے قزوین تک کا سفر



رشت سے روانہ ہوکر مسافر کو اوّل اوس طبقہ مین سے گذرنا پڑتا ہے جو گھنے درختون سے ڈھکا ہوا ہے - سڑک ایک جنگل کو کاٹتی ہوئی جاتی ہے جس مین اگرچہ عفونت انگیز ابخرے اُٹھتے ہین مگر شکار کثرت سے دستیاب ہوتا ہے - یہان نہ صرف خرگوش لومڑی تیتر اور اس قسم کے دوسرے چھوٹے چھوٹے جانور جن سے ہم انگلستان مین بخوبی آشنا ہین - ہمکو ملتے ہین بلکہ بھیڑیے چرخ - گیدڑ - چیتے - شیر - سیاہ گوش - اور جنگلی سور بھی پائے جاتے ہین - بحیرہ اخضر کے ساحل کے علاقہ کے شیر بالعموم آدم خوار نہین ہوتے - ان مین سے اکثر کا قد بہت بڑا ہوتا ہے - مین نے ایک شیر کی کھال رشت کی نواح مین مارا گیا تھا دیکھی اور ایک مشہور ہندوستان کے شکاری نے بیان کیا کہ جسقدر کھالین شیرون کی اوس نے ہند مین دیکھین اون سب مین یہ بڑی تھی - چونکہ یہ جنگل اسقدر گھنا ہے کہ اوس مین نفوذ ممکن نہین اور اسکے علاوہ یہان کے ابخرات فاسد تپ آور ہین - اِسلئے یورپ کے قرب وجوار مین جو چند شکارگاہین انگریزون کی دستبرد سے بچ رہی ہین اون مین اسکا بھی شمار ہے - کوہستان البرز مین بلندی پر جاکر بڑے بڑے جانورون کا شکار جو مرتفع مقامات مین رہتے ہین دستیاب ہوتا ہے - یعنی جنگلی بکریان پہاڑی بھیڑین اور عظیم الجثہ ریچھ - بارہ میل کی مسافت کے طے کرنے کے بعد چڑھائی شروع ہو جاتی ہے اور کوہ دم سے روانہ ہونےکے بعد سڑک بہت جلد پہاڑی علاقہ مین داخل ہوتی ہے - سڑک کے اس حصّہ پر کسی زمانہ مین گول سنگریزون کا فرش ہوتا

تھا لیکن ایران کی اکثر دوسری چیزون کی طرح یہ سڑک بھی اب برباد اور ویران ہو گئی ہے
اور بعض حصون مین اسکی حالت دلدل سے بہتر نہین جسمین مسافر پھنس جاے تو وقت سے نکلے
اور جہان پر اتار شروع ہوتا ہے وہان اسکی شکل بجاے ایک تدریجی ڈہلوان کے آئینہ سے
مشابہ ہے۔ کوہ دم سے گذر کر سفید رود کا بایان کنارہ آتا ہے اور دلفریب منظرون مین
سے گذرتے ہوے جہان جنگلون کے درمیان سہانے مرغزار اور گھاٹیان بکھرے
ہوئی ہین دریا کے کنارے کنارے رستم آباد تک جاتے ہین۔ یہان سے بلندی شروع
ہو جاتی ہے اور نباتات کا وجود مفقود ہونے لگتا ہے۔ جنگل کے گنجان درختون کے
بجائے زیتون کے پودے نظر آنے لگتے ہین اور بالآخر چھوٹی چھوٹی کانٹے دار جھاڑیون
کے کہیت دکھائی دیتے ہین۔ نظارہ زیادہ وحشت افزا اور مہتم بالشان ہوتا جاتا ہی
حتی کہ منجل کی منزل پر پہونچنے سے کچھ دور پہلے دریا کو ایک سات محراب والے پل کے
ذریعہ سے عبور کرنا پڑتا ہے جو جا بجا ٹوٹا ہوا ہے اور جسپر بعض دفعہ ہوا درہ کی تنگی سے
تنگ ہو کر غصہ سے سائین سائین کرتی ہوئی تھپیڑے مارتی ہے۔ منجل اور پلے چنار
کے مابین سڑک اول اوشن کے پل تک شاہ رود کے کنارہ کنارہ جاتی ہے اور وہان
سے دریاے پلے چنار کے ساحل کا دامن تہامے ہوے جو سفید رود سے ملتا ہے
آگے بڑہتی ہے اور یہان سے بصد وقت و زحمت مصیبت زا نشیب و فراز کے صدمے
سہتی اور وحشت افزا چٹانون اور کراڑون کی چوکھٹ پر ناصیہ فرسائی کرتی آہستہ آہستہ
درہ حزران پر سطح سمندر سے ۵۰۰۰ فیٹ بلند جا پہونچتی ہے۔ جاڑون کے موسم مین

یہ مقام نہایت خوفناک ہو جاتا ہے۔ کئی کئی دن تک برف راستہ کو بند کئے رکھتی ہے اور جن اونٹون اور خچرون کی ہڈیون کے ڈھیر اسکی سفاک و بیدرد سطح پر بکھرے پڑے ہین۔ اون کی تعداد ان گنت ہو گی۔ پھر بھی اتنا غنیمت ہے کہ یہان ایک گانون اور ایک بڑی کاروان سرا واقع ہے۔ یہان سے اس سلسلہ کوہ کے زاویۃ الراس پر پہونچنے کے بعد دوسری طرف مزرعہ تک اتار ہی اتار ہے۔ مزرعہ ایک ایرانی گاون ہے جو اون نفرت انگیز کھٹملون کی وجہ سے مشہور ہے جنھین ایرانی کبھی غریب گز اور کبھی شب گز کہتے ہین اور جنکا علمی نام زبان لاطینی مین آرگاس پرسیکس ہے۔ سفر ایران کے جسقدر مصائب و آلام ہین اونمین یہ کھٹمل بھی ایک بڑی مصیبت ہین۔ موضع آغا بابا سے گذرنے کے بعد ہموار زمین آجاتی ہے اور مسافر اپنے خستہ ماندہ گھوڑے کو مہمیز لگا کر بے اختیار پویہ مین ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ جلدی سے قزوین مین جو کسی زمانہ مین ایک بڑا آباد شہر ہوتا تھا اور جسکے وسیع انگورون کے باغ اور میوون کے حدیقے اوس کی نظر کے سامنے ہین۔ پہونچ جائے

قزوین

قزوین جسکی آبادی چالیس ہزار بیان کیجاتی ہے لیکن جو غالبًا اس عدد کی دو تہائی سے زیادہ نہین پہلا بڑا شہر ہے جسمین مسافر وارد ہوتا ہے۔ اسکو دیکھکر اوسکے دل مین ایران کے بطور نمونہ پیش کئے جا سکنے والے شہر کا جسکی بہت سی مثالین اوسے آگے چلکر ملین گی۔ تصور پیدا ہو سکے گا۔ ایران کے اکثر بڑے شہرون کی طرح قزوین کو بھی

اپنے زمانہ مین اصفہان۔ شیراز۔ طہران۔ تبریز۔ سلیمانیہ۔ اردبیل۔ نیشاپور اور مشہد کیطرح ایران کے پایہ تخت ہونے کا اعزاز حاصل ہوچکا ہے۔ لیکن اپنے اکثر ساتھیون کی طرح اسکی عظمت وشان کا آفتاب بھی اب غروب ہوگیا ہے اور غیر آباد عمارتین اور بوسیدہ کھنڈر زبان حال سے اوس مقام کی داستان بیان کررہے ہین جس مین کبھی زندگی کی چہل پہل کی رونق نظر آتی تھی اور جو شہنشاہانہ تزک واحتشام کے زیور مین سرتاپا غرق تھا۔ کہتے ہین کہ اس شہر کی بنا شاپور ثانی ذوالاکتاف[51] نے ڈالی اور یہ منجملہ اون مقامات کے تھا جنہین ۴۸۳ھ مین حسن صباح اوس جماعت کے مشہور ومعروف سردار نے جو حشاشین کے لقب سے تعبیر کی جاتی ہے مسخر کیا۔ حسن صباح کا عربی خطاب شیخ الجبل تھا جو عیسائی کہ محاربات صلیبی مین شریک تھے اونہون نے اس لفظ کا ترجمہ یورپ مین جاکر پہاڑی بڈھا کیا۔ چنانچہ یورپ مین حسن صباح پہاڑی بڈھے کے نام سے مشہور ہے۔ اوس نے اپنی جماعت مین مریدون کے جمع کرنے کا جو عجیب طریقہ اختیار کر رکھا تھا اوسے مارکوپولونے

---

[51] اسیٹوک (جلد اول صفحہ ۲۱۲) کہتا ہے کہ اس شہر کی بنا ۲۵۱ء مین پڑی لیکن شاپور ثانی کی حکومت کا زمانہ ۳۱۰ء سے لیکر ۳۷۹ء تک کا ہے بعض لوگون کا بیان ہے کہ قزوین کا بانی شاپور اول (۲۴۱-۲۷۲ء) تھا قدیم مورخین نے قزوین کے جو حالات لکھے ہین اونکے لئے دیکھو تصانیف اصطخری (ڈی گوئے) صفحہ ۲۱۱)۔ یاقوت ("ڈکشنری جاگریفیک" (لغات جغرافیہ) صفحہ ۴۳۵-۴۴۱) اور ناصر خسرو (سفرنامہ) مسٹر چارلس شفر نے سفرنامہ ناصر خسرو کو طبع کیا ہے اور اوس کے صفحہ ۲۱۲ پر قزوین کے مقامی مورخین کے نامون کی فہرست درج کی ہے جن مین سے بعض نے نہایت شہرت حاصل کی۔ اس ضمن مین تاریخ قزوین مصنفہ بی۔ ڈی۔ مینارڈ (۱۸۷۱ء) بھی دیکھو۔

دلچسپ پیرایہ مین بیان کیا ہے۔ اوسکا ناقابل محاصرہ قلعہ الموت (یعنی آشیانہ عقاب) یہان سے صرف تیس میل کے فاصلہ پر پہاڑون مین واقع تھا۔[51] قزوین شاہان خاندان صفویہ کے زمانہ عروج مین اپنی شہرت اور عظمت کے نصف النہار پر پہونچا۔ اس خاندان کے دوسرے بادشاہ طہماسپ اول (۱۵۲۴-۱۵۷۶ء) نے اسے اپنا پایہ تخت قرار دیا[52] جسکی وجہ مورخین نے مختلف طور پر بیان کی ہے بعض کا قول ہے کہ وہ تبریز کو ترکون کی دستبرد سے بچانے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ اس لئے اوس نے اپنا دارالسلطنت قزوین مین منتقل کر دیا اور بعض کی رائے ہے کہ وہ اردبیل سے جہان اوسکے خاندان کی فلاکت و زوالت کو سب جانتے تھے کچھ دور چلا جانے کا خواہشمند تھا اس لئے اوس نے قزوین کو اپنا دارالحکومت بنا لیا۔ پچاس سال تک دارالسلطنت رہ کر قزوین نے آخر یہ دولت امتیاز اصفہان کے حوالہ کی کیونکہ شاہ عباس اعظم کو اپنے وسیع ممالک کے لئے ایک جنوبی پایہ تخت زیادہ موزون اور بہتر مرکز معلوم ہوا۔ پیٹرو ڈیلا ویلی اطالیہ کا سیاح شاہ عباس کے حین حیات

[51] قلعہ الموت کو (جو قزوین سے ہے کہ بعد اسکے کہ ہلاکو خان مغل نے اوسے مسخر اور منہدم کیا از سر نو تعمیر کیا گیا ہو) بعد کے زمانہ مین خاندان صفوی کے بادشاہون نے بڑے درجہ کے معتوب شخصون کا قید خانہ بنا رکھا تھا جب اونکا وجود ناگوار گذرتا تو اونہین اوس بلند چٹان پر سے جسپر قلعہ بنا ہوا ہے نیچے گرا دیا جاتا۔ — دیکھو چارڈن کی تصنیف (مطبوعہ انگلستان) جلد نہم صفحہ ۱۱۵۔ حال کے زمانہ مین قلعہ الموت کے جو حالات لکھے گئے ہین اونکے لئے دیکھو مسٹر شیل کا مضمون "طہران تا الموت" (طہران سے الموت تک کا سفر) مندرجہ رسالہ جاگرافیکل سوسائٹی جلد ہشتم صفحہ ۴۳۰۔

[52] دیکھو "پیراڈائز لاسٹ" (فردوس گم گشتہ) باب دہم سطر ۴۳۴ تا ۴۳۶ مصنفہ ملٹن۔

مین ۱۶۱۸ء مین یہان تھا لیکن وہ کہتا ہے کہ "سوائے بادشاہ کے محل کے پھاٹک اور بڑے میدان یا چوک کے اور مجھے یہان ایسی کوئی شئے نظر نہین آئی جو شاہانہ سکونت کی شان کے زیب دینے والی ہو" بخلاف اسکے سر ٹامس ہربرٹ جو اوس سفارت کے ہمراہ بطور مورخ کے مقرر ہو کر آیا تہا جسے شاہ چارلس اول نے بہ سرکردگی سر ڈاڈ مور کاٹن عباس اعظم کے پاس بہیجا اور جو سر رابرٹ شرلی اور سر ڈاڈ مور کاٹن کے ساتھ (بعد اسکے کہ ۱۶۲۷ء مین بمقام اشرف شاہ ایران کے پاس اونکے باریاب ہونے سے کوئی مفید نتیجہ نہین پیدا ہوا) یہان آیا بیان کرتا ہے کہ "باستثنائے صفاہان[۱] عظمت و شان کے لحاظ سے قزوین سلطنت ایران کے دوسرے کسی شہر سے کم نہین اس کی فصیل کا دور سات میل اور اسکی آبادی دو لاکھ ہے" یہان بیچارے سر رابرٹ شرلی نے اوس عتاب کی وجہ سے جسکا اوسے مورد بنایا گیا کڑہ کڑہ کر اور بادشاہون کی تلون مزاجی کا خیال دلمین لانے سے غم کہا کہا کر ۱۳ جولائی ۱۶۲۷ء کو جان دی اور اوسے دروازہ کی دہلیز کے تلے دفن کیا گیا[۲] اور چند ہی دن کے بعد اوسکا رفیق سر ڈاڈ مور کاٹن بھی مرض پیچش مین مبتلا ہو کر

۱ ہربرٹ نے نامون کے ہجہ کرنے مین صحت کا خیال نہین کیا بلکہ جو آواز اسکے کانون کو بہلی معلوم ہوئی اوس کے لحاظ سے اوسنے اوسکا تلفظ لکہنے مین ادا کیا۔ مثلاً جلفہ کا اوسنے جیلفیا بنا دیا۔ طہران کا ٹائی روان۔ ریحان کا لیری جان اور بادشاہ کا پاٹ شا گذشتہ صدی مین انگریزی کارخانہ کے اہلکار شاہ طہماسپ کو شاہ ٹامس کر کے لکہتے تہے انگلستان مین اس سو قیانہ نام کو سنکر بلاشبہ لوگ یہ کہتے ہونگے کہ اسمین تو کوئی شہنشاہانہ شان نہین پائی جاتی۔

۲ مین ہربرٹ کی نرالی اور انوکہی طرز تحریر کی مثال پیش کئے بغیر نہین رہ سکتا وہ لکہتا ہے کہ "اسی وجہ سے وہ ناچار قیان رہین آئین۔ نہین نہین مینے غلط کہا! مجہے یون کہنا چاہیے تہا کہ یہی اوس ناوک اجل کے لگنے کا باعث ہوا

انتقال کرگیا[۵۱]۔ چارڈن جو نصف صدی بعد سنہ ۱۶۷۴ع مین قزوین آیا بیان کرتا ہے کہ اسکی شہر پناہ کے کھنڈر باقی رہ گئے ہین اور وہ تمام ساز و سامان جس سے ایک عالیشان دربار کا تزک و احتشام نمودار ہوتا تھا ناپید ہو گیا ہے لیکن پھر بھی اس مین بارہ ہزار مکانات اور ایک لاکھ کی آبادی موجود ہے اور امرا و اعزا کے محلون سے جو نسلاً بعد نسلٍ باپ سے بیٹے کو ترکہ مین پہونچتے رہے ہین ابھی تک اس مین ایک خاص شان پائی جاتی ہے[۵۲]۔ سنہ ۱۷۲۲ع مین افغانون اور سنہ ۱۷۲۵ع مین ترکون نے اسکو فتح کیا اور اوس وقت سے لیکر ابتک زلزلون کی وجہ سے اسے بہت بڑا نقصان پہونچتا رہا ہے۔ اسکے عہد سلف کی عظمت و شان کو وہ شاہی محل جسے طہماسپ نے تعمیر کیا تھا اور جس مین عباس اعظم نے تجدید و ترمیم کی یاد دلاتا ہے۔ یہ محل اب ویران حالت مین ہے لیکن اس کا عالیشان دروازہ جسے

نوٹ متعلقہ صفحہ ۷۷ جس نے اوسکو آگے بڑھنے سے روک دیا کیونکہ ۱۳ر جولائی کو اوسنے اپنی مصیبتون کے نازک رشتہ سے قطع تعلق کیا اور دنیا کے اس مرحلہ سبے ثباث سے کوچ کر کے داعی اجل کو لبیک کہا" مسم ایرس ٹریول" (چند سال کا سفرنامہ) طبع سوم صفحہ ۲۱۲۔

۵۱ "اسفر کی بدولیون اور متخالف طبایع کی مخالفتون اور چودہ دن تک مرض پیچش مین مبتلا رہنے کے باعث (جسکی وجہ میرے خیال مین حد سے زیادہ میوہ کا استعمال اور طارس کی ہوا کی حد سے زیادہ سردی تھی) ہمارا متقی اور متورع سفیر سر ڈاڈ مورکاٹن ۲۳ر جولائی کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کر گیا" سنہ صفحہ ۲۱۳

۵۲ دیکھو سفرنامہ حصہ دوم صفحہ ۳۸۲-۳۷۸- نیز دیکھو قزوین کے حالات مرقومہ پادری جان کارٹ رایٹ مندرجہ پرکاس پلگرمس" جلد ثانی باب نہم فصل چہارم جو اوس نے سنہ ۱۶۰۱ع مین قلمبند کئے۔ جان اسٹرائینز نے بھی سنہ ۱۶۷۱ع مین قزوین کے حالات لکھے ہین جو اوسکے سفرنامہ کی جلد ثالث کی چودہوین فصل مین درج ہین۔

علی کپی کہتے ہین اصفہان کے محل کے رفیع القدر دروازہ کی طرح ابھی تک بحالت اصلی موجود ہے۔ مسجد جامع جسے ہارون الرشید نے آٹھوین صدی مین ابتداً تعمیر کیا تھا ایک وسیع عمارت کی شکل مین دو آسمانی رنگ کے کھپریل والے میناروں اور بڑے بڑے ویران صحنون کو لئے ہوئے ابھی تک امتداد زمانہ کی مدافعت کر رہی ہے۔ لیکن سب مین بڑی مسجد مسجد شاہ ہے جسے آغا محمد اور فتح علی شاہ نے طہماسپ اور عباس کی قدیم مسجد کے آثار پر از سر نو تعمیر کیا۔ بہرحال گو قزوین کی وہ اگلی سی شان اب نہین رہی تاہم کئی ایک اعتبار سے یہ اب بھی ایک ممتاز مقام ہے۔ رشت اور تبریز سے طہران کو جو سڑکین جاتی ہین اور نیز قم کو جو سڑک گئی ہی[۱] ان سب کا اتصال قزوین ہی مین ہوا ہے۔ اس کے علاوہ یہان کے انگورون کے باغ جن مین نہایت اچھا انگور پیدا ہوتا ہے اور پارچہ بافی کا کام جو یہان بکثرت ہوتا ہے اسکی وقعت کو بڑھا دیتا ہے۔ اور انحطاط پذیرفتہ عظمت وجلال کے آثار کے ساتھ تجدید پذیر خوشحالی اور ترقی کے نشانات نظر آتے ہین۔ شہر کے پھاٹک زمانہ حال کی طرز کے نہایت خوشنما بنے ہین اور ایک نہایت ہی عمدہ سرا (جسکے مقابل کی سرا ایران مین اگر ہے تو ایک اور ہے) یہان موجود ہے۔ اس سرا کی عمارت جسے مہمان خانہ کہتے ہین ڈاک کی چوکی سے ملحق ہے اور ایک بڑے باغ مین جو کشادہ خیابانون سے معمور ہے واقع ہے یہ ایک دلکشا دو منزلہ مکان ہے جسکے آگے ایک

---

[۱] یہ وہ سڑک ہے جس پر سے اکثر سیاحون مثلاً اسٹرائیز چارڈن۔ لی برن وغیرہم نے سترہوین اور اٹھارہوین صدیون مین طہران کے پایہ تخت قرار دے جانے سے پہلے سفر کیا۔

سائبان ہے گورنر (والی) قزوین جسکا مکان یہان سے تہوڑی دور پر ہے اس سرا کا مالک ہے اور اس کی آمدنی اوسکے پاس جاتی ہے۔ سرا کے کمرے سازوسامان سے آراستہ ہین اور کہانا بھی نفیس ملتا ہے اور مسافر کو عیش وراحت کے یہ لوازم تعجب مین ڈالدیتے ہین۔ قزوین مین ایرانی اور انڈو یوروپین محکمہ جات تاربرقی کا ایک مشترکہ دفتر بھی ہے۔ محکمۂ ثانی الذکر تاربرقی طہران کو تبریز سے ملاتا ہے اور ایرانیون کے زیر اہتمام وہ سلسلہ تاربرقی ہر جو رشت تک گیا ہے۔

گاڑی کی سڑک طہران تک

قزوین کے مہمان خانہ سے مسافر کو یوروپین وضع کی بے کمانی کی چوپہیہ کشتی نما کھلی گاڑیان بھی مل سکتی ہین جو کرایہ لگتا ہے طہران تک باقی کا سو میل کا سفر طے کرنے کے لیے مل سکتی ہین۔ اوسے چاہیے کہ اس موقعہ کو غنیمت جان کر اوس سے فائدہ اٹھائے کیونکہ جس سڑک پر سے اوسکا گذر ہوگا وہ منجملہ صرف ان دو بنی ہوئی سڑکون کے ہے۔ جو ایران مین موجود ہین۔ اور جب باآرام طریقہ سے وہ سفر کرے گا اوس سے پھر کئی مہینون تک وہ استفادہ نہین کر سکے گا۔ قزوین سے طہران پورے ۲۴ فرسخ یا ۹۶ میل ہے اور چھہ منزلون مین جو قریباً سولہ سولہ میل کی ہین منقسم ہے۔ قیام کے مقام جہان اینٹ کی معقول عمارتین بنی ہین اور شب باشی کا سامان مناسب طور پر مہیا ہے۔ کاوان دہ۔ کشلک ینگی امام۔ حصارک اور شاہ آباد ہین۔ یہ فرض کر لینا غلطی مین داخل ہوگا کہ گاڑی کی اس سڑک کو کچھ بھی اوس شے سے مشابہت ہے جسے یورپ مین لفظ سڑک سے تعبیر کیا

جاتا ہے۔ یہ محض زمین کی ایک صاف شدہ عریض وہاری ہے جسپر سے بہتر کنکر ہٹا دئے گئے ہین مگر جسپر نہ تو کٹائی کیگئی ہے اور جسے نہ ہموار کیا گیا ہے لیکن پھر بھی اس بزنظیر شاہراہ پر ۶۴۰ پاونڈ (لعہ؎ روپیہ) فی میل کے حساب سے لاگت آنی بیان کیجاتی ہے۔

طہران مین اگر مسافر نے قیام یا فروکشی کا انتظام پہلے سے نہ کر رکھا ہو یا اوسے کوئی دوست ایسا نہ ملے جو اوسے اپنے گھر لیجا کر اوتارے تو وہ دو چھوٹے ہوٹلون مین سے کسی ایک مین جاکر ٹھہر سکتا ہے جو بڑے میدان کے قریب ایسے موقعہ پر واقع ہین جہان سے سب مقامات قریب پڑتے ہین۔ ان ہوٹلون کا مالک ایک فرانسیسی پریوو نامی ہے جو پہلے شاہ کا طباخ تھا۔

ڈاک کی سڑک

قدیم ڈاک کی سڑک جسپر (چاپار) کا شیدائی جانا پسند کرے گا۔ گاڑی کی سڑک کے جنوب کو جاتی ہے اور "چاپار خانون" کے نام عبداللہ آباد، سفر خوجہ (جسے سفر خواجہ بھی کہتے ہین) اور حسن آباد اور میان جب ہین۔ اس راہ پر مقام کریج مین جو دو موخر الذکر منزلون کے مابین طہران سے ۲۶ میل کے فاصلہ پر ہے ایک محل یا شکار منزل سلیمانیہ نامی جو شاہ کی ملک ہے اور جسے اوسکے پردادا فتح علیشاہ نے ۱۸۱۲ء مین ۵۷ تعمیر کیا تھا واقع ہے

۵۷ جب سر گور اوسلی اپنی سفارت طہران سے ماہ مئی ۱۸۱۲ء مین موریر کے ہمراہ اس راستہ سے واپس آیا (دیکھو موریر کا "دوسرا سفر" صفحہ ۱۹۹) تو یہ مکان بن رہا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا نام کردستان کے ایک ضلع سلیمانیہ کے نام پر رکھا گیا جسکو فتح علی شاہ کے ایک بیٹے نے فتح کر لیا تھا اور جو مال غنیمت اس چڑھائی مین ہاتھ آیا اوسی سے اوسکی تعمیر کا خرچ ہوا

سلیمانیہ نہر کرییج کے کنارہ پر جو کوہستان سے نکلتی ہے اور جسکا مصفی اور پاکیزہ پانی فتح علیشاہ مشکون مین بھروا کر ہر روز طہران منگوایا کرتا تھا واقع ہے اور اس مین دو بڑی بڑی تصویرین آغا محمد علی شاہ اور اوسکے بھتیجے فتح علیشاہ کے دربارون کی عبداللہ خان کے ہاتھ کی کھینچی ہوئی ہین جو ابتدائی شاہان قاچار کے دربار کا مشہور نقاش تھا۔[لے]

کاروان کے راستے

[ظاہر] ہے کہ جو لوگ کاروان کے ذریعہ سے سفر کرتے ہون۔ اونکے بدرقے اونہین دوسرے راستون سے جو قزوین اور پایہ تخت کے درمیان ہین لیجائین اور اس انتخاب کا انحصار موسم اور چارہ کی قیمت پر ہوتا ہے اسقدر اختیاری راستون کے موجود ہونے سے مسافر کو خود یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ وہ ایسے ملک مین ہے جہان معمولی طریقہ کے مطابق سڑکین موجود نہین ہین بلکہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو جدہر سے جانا چاہے جا سکتا ہے۔ اراضیات کے درمیان حد بندی کے نشانات کے نہ ہونے آبپاشی کی نالیون کے سوائے قابل زراعت قطعات زمین مین باڑون اور کھائیون کے نہ پائے جانے۔ وسیع سنگلاخ میدانون کے ہر طرف میلون تک چلے جانے اور کوہستانی سلسلون مین بہت سے درون کے موجود ہونے کے باعث جن مین سے مسافر جیسے چاہے اپنی راہ بنا سکتا ہے۔ مسافر کو ایران مین بمقابلہ دنیا کے کسی دوسرے آباد ملک

لے اس طہران تک کی سڑک کے حال کے لئے دیکھو "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) مصنفہ ایسٹوک جلد اول صفحہ ۲۱۳ الی ۲۱۶۔

کے نقل و حرکت کے اعتبار سے زیادہ آزادی حاصل ہے۔ گاڑی کی سڑک کے راستہ سے جو عام طور پر اختیار کیا جاتا ہے رشت سے طہران تک کے پورے سفر مین اوس سرعت رفتار کے لحاظ سے جو ابتدائی منزلون کے بذریعہ سواری اسپ طے کرنے مین صرف ہوتین یا چار دن لگین گے۔

مسافت

داخضرت سے ایران کے پایہ تخت کو آنے کا خاص اور آسان ترین راستہ بھی ہے جسکا اوپر بیان ہوا۔ اگر صورت حالات موافق ہو اور ریل اور جہاز برابر ملتے جائین تو لندن سے طہران تک پہونچنے مین پندرہ دن لگتے ہین۔ لیکن اکثر صورتون مین مسافر تین ہفتہ سے کچھ ہی کم مین لندن سے یہان پہونچتا ہے۔ اب مین اُن راستون کا ذکر کرتا ہون جو ایران مین شمال و مغرب کی طرف سے داخل ہوتے ہین اور جنکی اصلی منزل مقصود ایران کا تجارتی پایۂ تخت تبریز ہے۔ یہان سے ڈاک کے گھوڑون کی ایک سڑک کے ذریعہ سے جسکا طول تبریز سے طہران تک ۳۶۰ میل ہوگا۔ براہ قزوین طہران پہونچتے ہین۔

دوم راہ ترزان و تبریز

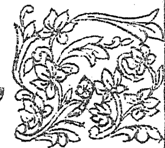
یہ دو راستے ہین۔ ان مین سے ایک راہ تو وہ کاروان اختیار کرتے ہین جو روسی مال کے سوا دوسرا مال تجارت لاد کر لیجاتے ہین اور باطوم کے پیش قرار چنگی کے محصول اور ماوراء النہر کی ریلوے کے کرایہ سے بچنے کے لئے ترزان سے جو بحیرہ اسود کے شمالی و مشرقی گوشہ مین ایک ترکی بندرگاہ ہے۔ روانہ ہوکر پانسو میل تک ایک ایسے حصہ ملک

مین سے گذرتے ہوئے جس مین نشیب اور ڈہلوانین برابر چلی گئی ہین۔ تبریز جا پہونچتے ہین۔ یہ راستہ جیسا کہ مین آگے چلکر ایک فصل مین جسکا موضوع تجارت ایران ہے بیان کرونگا۔ گذشتہ پچاس سال سے انگریزی مال تجارت کی درآمد کا واسطہ بن رہا ہے بالخصوص سنہ ۱۸۸۳ع سے جب سے کہ روس نے علاقہ قاف مین سے اشیا کے بلا محصول لیجانے کی اجازت کو روک دیا ہے۔ اور اسمین شک نہین کہ یہ قریب ترین راہ ہے جس سے مال تجارت تبریز پہونچ سکتا ہے۔ لیکن احتمال اس امر کا مقتضی نہین کہ مسافر اس راستہ سے آنا پسند کرے گا۔ ہان اگر راستہ مین وہ ارض روم کے ترکی قلعہ کو دیکھنے یا کردی یا ارمنی معاملات کی مقامی طور پر تنقیح کرنے کا خواہشمند ہو تو ممکن ہے کہ وہ بھی راستہ اختیار کرے[۱]

---

[۱] اس رستہ کا حال متذکرہ ذیل کتابون مین درج ہے "جرنل آف اے رزیڈنس ان نارورن پرشیا" (شمالی ایران کے ایک مقیم کا روزنامچہ) صفحہ ۷۶ الی ۱۳۸، مصنفہ لفٹنٹ کرنیل اسٹوارٹ (سنہ ۱۸۳۵ع) "حالات آرمنیا و فارس" (زبان فرانسوی) جلد اول و دوم مصنفہ چارلس ٹکسیر (سنہ ۱۸۳۹ع) "ٹریولس ان پرشیا" (سفرنامہ ایران) جلد دوم و سوم حصہ سوم مصنفہ مسٹر ویگنر (سنہ ۱۸۴۳ع) "لایف اینڈ اڈونچرز" (حیات و سوانح غریبہ) مصنفہ ویمبری فصل چہارم پنجم۔ و ہفتم (سنہ ۱۸۶۴ع) اور "پرشیا دی لینڈ آف اماعمز" (ایران یعنی سرزمین ائمہ) مصنفہ سے بیٹ فصل دوم (سنہ ۱۸۷۱ع) ترزان اور تبریز کے درمیان کاروان کی منزلین اور ہر ایک منزل کی مسافت جسقدر گھنٹون مین طے ہوتی ہے (ترکی گھنٹہ یعنی پیمانۂ وقت ایرانی فرسخ یعنی پیمانۂ مسافت کے بالکل مساوی ہے) یعنی ایک لدو جانور ایک گھنٹہ مین جسقدر فاصلہ طے کرتا ہے اوسکی فہرست حسب ذیل ہے۔

ترزان سے جوزلک (۶) خمسی کوئی (۵) ارداسا (۸) گمش خانہ (۵) مراد خان (۵) قدرک (۵) بلے برت (۶) توپ داغ خان (۶) آشق کا (۹) ایلجا۔ (۸) ارض روم (۳) حسن کالہ (۶) امراکم (۵) ویلی بابا (۶) تیار (۵) ملا سلیمان۔ (۷) کاراکلیسا (۷) طاشلیچائی (۵) ویادین (۶) قزلدیزہ (۵) اواجیک (ایرانی سرحد)



سوم راہ طفلس و تبریز

وسرا رستہ وہ ہے جہان سے روسی تجارت کا مال درآمد و برآمد گذرتا ہے اور جسے اکثر سیاح بھی اختیار کرتے ہین۔ یہ سڑک طفلس کی طرف سے روس اور ایرانکے سرحدی مقام جلفا کو جو دریائے ارس پر واقع ہے عبور کرتی ہوئی تبریز آتی ہے۔ زمانہ سابق مین اس راہ پر سڑک سے آنیوالے مسافر طفلس سے روانہ ہوتے تھے[۵۱] لیکن جب سے کہ خاکنائے قاف مین سے ریل کی سڑک گذری ہے اکستافا کا اسٹیشن جو طفلس سے ۵۰ میل جانب شرق واقع ہے عام طور پر مسافرون کا مقام روانگی قرار پا گیا ہے۔ یہان

نوٹ متعلقہ صفحہ ۸۴ - (۵) کریشہ (۷) زرودہ (۶) پیرہ (۶) خوئی (۳) سید حاجی (۵) تسیہ (۶) دزاخلیل (۷) میانہ (۰) تبریز (۳) یہ کل ۱۷۲ گھنٹے یا تین میل فی گھنٹہ کی اوسط سرعت رفتار کے حساب سے ۵۱۶ میل ہوئے کرنیل اسٹوارٹ نے ۱۸۳۵ء مین اس فاصلہ کے متعلق ۴۹۰ میل کا اندازہ لگایا تھا۔

[۵۰] یہ ارس وہی معلوم ہوتا ہے جسکی نسبت خواجہ حافظ فرماتے ہین ؎

اے صبا گر بگذری بر ساحل رود ارس — بوسہ زن بر خاک آن وادی و مشکین کن نفس

[۵۱] طفلس سے تبریز تک کے سفر کا حال مفصلۂ ذیل سیاحون نے بیان کیا ہے :- سر جے چارڈن (۱۶۷۱ء) مترجم "کردیولہ" (سفرنامہ) صفحہ ۲۳۸ الی ۲۵۲ جے پی موریر (۱۸۱۴ء) "سکنڈ جرنی" (دوسرا سفر) صفحہ ۳۰۱ الی ۳۰۲ لفٹنٹ کرنل اسٹوارٹ (۱۸۳۵ء) "جرنل آف اے رزیڈنس ان نادرن پرشیا" (شمالی ایران کے ایک مقیم کا روزنامچہ) صفحہ ۱۴۵ الی ۱۶۹+۱۷۰۔ بی الیسٹوک (۱۸۶۰ء) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد اول صفحہ ۱۴۵ الی ۱۷۸+۱۷۰۔ ایچ مولنی (۱۸۶۵ء) "جرنی تھرو دی کاکیسس" (سفر قاف) صفحہ ۵۰ الی ۹۰+۔ اے۔ ایچ شنڈلر (۱۸۸۱ء) "از ایران تا بہ برلن" (بزبان جرمنی) جلد ششم ہیم میڈیم ڈیولافاے (۱۸۸۱ء) "حالات ایران"

ریل چھوڑ دی جاتی ہے[۵۰] اور گاڑیان یا گھوڑے کرایہ کرلئے جاتے ہین[۵۱]۔ اکستافا سے جلفا تک قریباً ۲۵۰ میل کا فاصلہ ہے۔ مسافر راہ مین اریوان کے دلچسپ شہر کے بیچ مین سے گذریگا جو روسی آرمینیا کا دارالحکومت ہے اور اچمیا دزین کی جو ارمنیون کا مذہبی مرکز ہے

بقیہ نوٹ صفحہ ۸۵ (بزبان فرانسیسی) صفحہ ۱۲ الی ۴۳۔ ایچ بائینڈر (۱۸۸۷ء) "حالات کردستان" صفحہ ۱۱ الی ۵۱۔ موجز الذکر سیاح نے اس سفر کے موجودہ طریقہ طے مسافت کا حال صحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے یعنی اکستافا تک بذریعہ سواری ریل اور وہان سے جلفا تک گاڑی مین اور جلفا سے تبریز تک بذریعہ چاپار"۔

[۵۱] طفلس سے اکستافا تک ڈاک کی ریل مین ۳½ گھنٹہ اور مسافر گاڑی مین ۵ گھنٹہ مین پہونچتے ہین۔ اوّل درجہ کا کرایہ ۵ روبل[○] ہے۔

[۵۲] اس غرض کے لئے ایک "پدوروجنا" یا ڈاک کا پروانہ طفلس مین سے لینا چاہیئے۔ اس سے ڈاک کے گھوڑون کو کرایہ پر لینے اور سڑک پر ڈاک بنگلون مین فروکش ہونے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ اکستافا سے جلفا تک (لیکن اس سے آگے کے لئے نہین) ایک گاڑی (یا تو فٹن اور یا بے کمانی کی چوبی تین گھوڑون والی گاڑی) تیس سے ۴۰ روبل تک کرایہ پر مل سکتی ہے۔ ڈاک کے گھوڑون کا کرایہ بحساب ۳ کوپک[©] فی ورسٹ (⅔ میل) ایک گھوڑے کے لئے لیا جاتا ہے اور اسکے ساتھ کوچبان کو ہر چوکی پر ۲۰ کوپک کا مقررہ انعام دینا پڑتا ہے۔ اکستافا اور تبریز کے درمیان جو منزلین پڑتی ہین اور ان مین جو فاصلہ بحساب ورسٹ کے ہے اسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔ اکستافا سے اوزنتلی (۲۲½) کاروانسرائے (۱۷½) ترساچائی (۱۸½)۔ دلی جان (۱۴½)۔ سیمنیافسکا (۱۸½) ہلینافسکا (۲۱½) اختی (۱۴½)۔ فانٹنکا (۱۲)، ایلیار (۱۹½)۔ اریوان (۱۵) آغا ہمدانی (۱۳) قمرلو (۱۵) دوالو (۱۸¾)۔ صدارک (۱۸¾)۔ بشنورشین (۲۲½)۔ ترنکشاہ (۱۰) کیورک (۱۹) بجلدوسی (۱۲½) نخچیوان (۲۱) الںجاچائی (۲۵) جلفا (۱۳)۔ یہ کل ۳۶۳¾ ورسٹ یا ۲۴۲½ میل ہوئے۔ ان منزلون مین سے اکستافا۔ دلی جان (جہان سے سڑک کی ایک شاخ کارس کو جاتی ہے) اختی اریوان۔ صدارک اور نخچیوان مین انڈو یورپین محکمہ تار کے دفاتر قایم اور متصدی متعین ہین۔

○ روبل روس کا کمترین نقرئی سکہ ہے جسکی قیمت اندازاً عہ کے مساوی ہے۔ مترجم © ایک روبل سو کوپک کا ہوتا ہے۔ مترجم

سیر کر سکیگا۔ جلفا مین کشتی کے ذریعہ سے دریا کے پار اُتر کر وہ ایرانی علاقہ مین داخل ہوگا جہان جنگی خانہ سے نمٹنے کے بعد وہ چاپار خانون اور بار گیرون۔ مرغیون یا بوؤن جسمانی تکلیفون اور قابل نفرین سڑک کے اس نظارہ کو دیکھے گا جسے رشت اور طہران کی راہ کے سفر کے متعلق مین پیشتر بیان کر چکا ہون۔ جلفا سے تبریز تک قریباً ۸۰ میل کا فاصلہ ہے یا ایرانی حساب کے مطابق یون کہیے کہ چار چار فرسخ کی پانچ منزلین ہین جنکے نام معہ فاصلہ کے درج ذیل کیے جاتے ہین۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب میل
جلفا		۰
ارندی یل / گلندکیا	۵	۳۰
مرند	۵	۲۴
سفیان	۵	۱۷
تبریز	۵	۲۳
کل	۲۰	۸۴

سفر طہران براہ تبریز

تبریز کے متعلق ایک دوسرے باب مین جو ایران کے شمالی مغربی صوبہ جات

کے حالات کے لئے وقف کیا گیا ہے مین نے بہت کچھ بیان کیا ہے۔ ناظرین اوسکو پڑھ لین۔ تبریز سے طہران تک کا راستہ ایران مین دوسرا راستہ ہے جسپر لوگ بکثرت سفر کرتے ہین بہت سے مشہور و معروف سیاح ایران مین اسی راہ سے آئے اور اپنے تجربون اور مشاہدون کو جو دو سو سال کے زمانہ پر محیط مین قلمبند کرتے گئے[1]۔ قزوین تک کی چوکیان اور اونکا درمیانی فاصلہ ذیل کے نقشہ مین درج کیا جاتا ہے۔ سڑک کا باقی حصہ جو قزوین اور پایہ تخت کے درمیان واقع ہے اوسکا حال پیشتر بیان کیا جا چکا ہے۔

نام منزل	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ تخمینی بحساب میل
تبریز	۰	۰
صید آباد	۶	۲۰

[1] مین ان مین سے صرف چند کا نام لیتا ہون۔ سر جے چارڈن (۱۶۷۱ء) "ٹریولز انٹو پرشیا" (سفر ایران) صفحہ ۳۷۰ الی ۳۸۲ + موسو ٹنکائن (۱۸۰۷ء) "نیریٹو آف جرنی انٹو پرشیا" (داستان سفر ایران) بارہوان اور چودہوان مراسلہ + جے پی موریئر (۱۸۰۹ء) "فسٹ جرنی" (پہلا سفر) فصل چہاردہم + سر ولیم آوسلی (۱۸۱۲ء) "ٹریولز" (سفرنامہ) جلد سوم فصل ہژدہم + سر آر کے۔ پورٹر (۱۸۱۸ء) "ٹریولز" (سفرنامہ) جلد اول صفحہ ۲۵۱ الی ۳۰۶ + جے۔ بی۔ فریزر (۱۸۳۴ء) "ونٹرز جرنی" (سفر سرما) جلد اول مراسلہ ہشتم + کرنیل ڈبلیو۔ کے اسٹوارٹ (۱۸۳۵ء) "جرنل آف اے رزیڈنس ان ناردرن پرشیا" (شمالی ایران) کے ایک مقیم کا روزنامچہ) فصل پنجم و ششم + لیڈی شیل "گلمپسز آف لائف" (نظارہ حیات) فصل ہفتم + اے ایچ۔ مونسی۔ (۱۸۶۵ء) "جرنی تھرو دی کاکسس" (سفر قاف) فصل ہشتم + سیڈیم ڈیولافاے (۱۸۸۱ء) "حالات ایران" (بزبان فرانسوی) صفحہ ۱۶۶ الی ۱۱۹ +

فاصلہ تخمینی بحساب میل	فاصلہ بحساب فرسخ	نام منزل
۱۳	۴	حاجی آغا
۲۰	۵	گجین
۱۹	۵	ترکمان چپائی
۲۴	۶	میانہ
۱۲	۳	جمال آباد
۱۲	۴	سرچم
۱۳ ½	۴	[illegible] مزار
۱۲	۳	[illegible]
۱۸ ¼	۶	زنجان
۲۳ ½	۶	سلطانیہ
۲۰ ½	۵	خیاہ یا حدج
۱۹ ½	۴	کردہ
۱۷ ¾	۵	سیاہ دہان
۱۸ ½	۶	قزوین
۲۶۳ ½	۷۲	کل

پس کل فاصلہ تبریز سے طہران تک ۳۶۰ میل اور جلفا سے طہران تک ۴۴۰ میل ہے

ممتاز مقامات

راستہ کی اوپر تفصیل دی گئی ہے اوس مین چند مقامات خاص طور سے قابل ذکر ہین۔ ترکمان چای ایک گاون ہے جہان ۲۱ فروری سنہ ۱۹۲۸ء کو پسکی وچ نے شہنشاہ روس اور عباس مرزا نے اپنے باپ فتح علیشاہ کیطرف سے اوس مشہور عہدنامہ پر دستخط ثبت کیے جو روس اور ایران مین ہوا۔ اس عہدنامہ کی رو سے وہ لڑائی جو دو سال سے ہو رہی تھی ختم ہوگئی۔ ایران کے قبضہ سے اریوان اور نخچیوان نکل گئے اور مزید بران بینتیس لاکھ پاونڈ[۵۱] اوسے تاوان جنگ کے دینے پڑے۔ اس عہدنامہ نے انیسوین صدی کے شروع سے اس علاقہ پر گویا روس کی فتوحات کی مہر لگادی اور شمال و مغرب مین اوسکی جنگی قوت کا پلہ بے انتہا بھاری کردیا۔ اوس وقت سے لیکر اب تک دیو شمال برابر آذربایجان پر آزو حرص کے دانت پیسا کیا ہے۔

میانہ کے کھٹمل

میانہ اوس ہیبتناک موذی غریب گز کا صدر مقام اور شکارگاہ ہے جسکے کارنامون کی یہان نہایت وحشت انگیز اور خوفناک روایتین بیان کی جاتی ہین۔ لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ میانہ کو اپنے بیداد کا خاص تختۂ مشق بنانے کے لئے اسنے تھوڑے ہی دن سے منتخب کیا ہے کیونکہ چارڈن بلکہ اوس سے بھی بعد کے زمانہ کے کسی سترہوین صدی کے سیاح نے میانہ کا حوالہ دیتے یا اوسکا حال بیان کرتے وقت اس کھٹمل کا

[۵۱] اوس زمانہ مین پاونڈ کی جو قیمت تھی اوسکے حساب سے تقریباً تین کروڑ پچاس لاکھ روپیہ۔ مترجم۔

مطلق ذکر نہین کیا۔ اسکا ڈنک خطرناک ہوتا ہے اور اجنبیون کے لئے بعض دفعہ مہلک ثابت ہوتا ہے۔ بعض لوگ حماقت کی وجہ سے یہ کہتے ہین کہ یہان کے رہنے والون پر اسکے کاٹنے کا کچھ اثر نہین ہوتا حالانکہ وہ وقتاً فوقتاً اسکے ضرر سے محفوظ رہنے کیلئے علاج بالمثل کے اصول پر ایک طرح کا ٹیکا لگا دیتے ہین اسکا طرز عمل یہ ہے کہ جب کوئی اجنبی وارد ہوتا ہے تو اوسے ایک کھٹمل روٹی کے ایک نوالہ مین لپیٹکر کھلا دیا جاتا ہے۔ یہ کیڑا جسکی کسی قدر مختلف قسمین ایران کے مختلف حصون مثلاً مرزیحہ شاہ رود وغیرہ مین پائی جاتی ہین یورپ کے کھٹمل سے ذرا ہی بڑا لیکن رنگ مین گہرا خاکی ہوتا ہے اور اسکی پیٹھ پر سُرخ چتیان ہوتی ہین؂۵۔ جب کسی شخص کو کھٹمل نے کاٹا ہو تو ایرانی طبیبون کا معمولی نسخہ یہ ہے کہ مریض کو بگڑے ہوئے دودھ کا ایک پیالہ پلا کر اوسے ایک چوکی پر جو چھت کے ساتھہ بذریعہ رسیون کی معلق ہوتی ہے بٹھا دیا جاتا ہے اور رسیو نکو بل دیکر اوسے خوب گھمایا جاتا ہے حتیٰ کہ مریض کو شدت سے چکر آنے لگتے ہین اور اس نادر علاج ہی زہر کے اثر کا کلی طور پر زایل ہوجانا باور کرلیا جاتا ہے۔ ایک اور علاج یہ ہے کہ مقام گزیدہ کو تازہ ذبح کئے ہوئے بیل کی گرم گرم کہال مین لپیٹا جائے۔ لیکن مقتضائے انصاف ہوگا اگر یہان پر یہ بیان کیا جائے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہین جو میانہ کے کھٹمل کی بہادری کے قایل نہین۔ ڈاکٹر کارنک جسنے اپنے باپ کیطرح ایران مین کئی سال تک مطب کیا ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ کھٹمل کی نسبت جتنے قصے مشہور ہین وہ سب

۵؎ دیکھو ضمیمہ متعلقہ سفرنامہ ایسٹوک جلد ثانی اور "تاریخ حشرات الارض" مصنفہ بیرن والکنیر۔

لغو اور مہمل ہین - اسکے علاوہ ظریف الطبع مسافر جنہین میانہ مین آرام سے شب باش ہونے کا اتفاق ہوا ہے اپنے بستر راحت سے صبح کو اُٹھ کر یہ شعر گنگناتے ہوئے سنے گئے ہین -

بہت شور سُنتے تھے ان کھٹملون کا　　　جو دیکھا تو بیچارے بڑھ کر نہ پایا

لیکن اسکے ساتھ ہی مین ایسے لوگون کو بھی جانتا ہون جو میانہ کے کھٹمل کے ڈنک کے اثر سے مہینون بیمار رہے ہین اور پیدل سپاہیون کی ایک رجمنٹ مین جو ماہ اپریل ۱۸۹۱ء مین تبریز سے طہران گئی ۱۳۰ جوان اسی وجہ سے رجوع شفاخانہ ہوئے - کوٹزیبو ۱۸۱۷ء مین دو شخصون کا حال بیان کرتا ہے جو کھٹمل کے کاٹے سے منجر بہ ہلاکت ہوئے[ل]۔

زنجان اور سلطانیہ

اب صرف زنجان اور سلطانیہ کا ذکر کرنا باقی رہتا ہے - زنجان ایک بڑا قصبہ ہے جسکی آبادی بیس ہزار سے زیادہ ہوگی اور ضلع خمسہ کا مستقر ہے - ابتدائً یہ بابیون کے فرقہ کا ملجا و ماوی تھا اور باب کے تبریز مین قتل ہونے کے بعد ۱۸۵۰ء مین اوسکے متعصب پیروون کا یہان قتل عام ہوا - سلطانیہ زمانہ قدیم مین ایران کا پایہ تخت ہوتا تھا تین صدیان گذرتی ہین کہ سیاحون نے اسکے شاندار محلون اور مسجدون کی تعریف بشد و مد کی اور اس کی بیرونی حالت اور اسکے گرد و پیش کی مقامات کے نقشے

[ل] ان مین سے ایک تو انگریزی قونصل متعینہ تبریز کا انگریزی ملازم تھا اور دوسرا روسی سفیر بیرن رِیڈ کا روسی نوکر تھا - دیکھو "سینٹ پیٹرز آف اے جرنی" (ایک سفر کے حالات) صفحہ ۲۱۱ -

۔۔تے گئے لڑائی زلزلہ زمانہ کے امتداد اور بادشاہون کے تلون نے باہم ملکر اسکے
۔۔ساط مین حصہ لیا ہے اور سلطان خدابندہ کے عظیم الشان مقبرہ کے پہلو مین یہ اپنی
۔۔م عظمت وشان کا محض ایک سایہ رہ گیا ہے[۱]۔

سفر طہران براہ چہارم مشہدسر

چونکہ شمال اور شمال ومغرب کی جانب سے ایران مین داخل ہونے کے بہی دو بڑے راستے ہین۔ دو چھوٹی راہین طہران مین شمال اور بحیرہ اخضر کی طرف سے آنے کی اور بھی ہین لیکن چونکہ انکی منزلین بڑی کٹھن ہین اور بار برداری کے ذرایع بھی عسیر الحصول ہین۔ اس لیے لوگ ان راستون کو کم اختیار کرتے ہین۔ ان مین سے ایک وہ رستہ ہے جو سلسلہ کوہستان البرز سے گذرتا ہے جو مسافر اس راہ کو اختیار کرتے ہین وہ مشہدسر کے بندرگاہ سے جو بحیرہ اخضر کے جنوبی ساحل پر رشت اور استرآباد کے مابین واقع ہے روانہ ہوکر بر فروش اور امول ہوتے ہوئے طہران پہونچتے ہین۔ مشہدسر (جسکی وجہ تسمیہ کا ماخذ یہ روایت ہے کہ حضرت امام رضاؑ کے بھائی ابراہیم یہان سر قلم ہوکر شہید کیے گئے) مازندران کا ایک

---

[۱] انیسوین صدی کے ابتدائی حصہ مین فتح علیشاہ نے سلطانیہ کو اپنا موسم گرما کا مستقر بنایا اور یہان وہ گرمیون مین اپنی فوج۔ دربار۔ اور حرم کے ساتھ چلا جاتا تھا اور سیر وشکار مین وقت گذارتا تھا۔ لیکن جب روسی ۱۸۲۸ء مین "شہنشاہ عالم پناہ" کے اسقدر قریب آگئے کہ ترکمان چائے تک پہونچ گئے تو اس بدنیتی اور بدآبروئی کے باعث اوسنے سلطانیہ مین آنا چھوڑدیا۔ مقبرہ خدابندہ کے نقشہ اور تعمیر وتجدید کے لئے دیکھو چارلس ٹکسیر کی کتاب "حالات آرمینیہ" (بزبان فرانسوی) کی پہلی جلد کی تصاویر ۵۴-۵۶-۵۷ اور ۵۸ اور نیز "آثار جدیدہ ایران" (بزبان فرانسوی) مصنفہ پی کاسٹی۔

ہی بندرگاہ ہے لیکن لفظ بندرگاہ کی تعریف اسپر بھی اوسی حیثیت سے صادق آتی ہے جس اعتبار سے کہ ایران کے دوسرے بندرگاہ بندرگاہ کہے جاسکتے ہین۔ یہان ایک دریا بحیرہ اخضر سے ملتا ہے اور مغربی ہواؤن کی مدد سے مقام اتصال پر اوس جہال کو پیدا کرتا ہے جسے سب جانتے ہین یہی اس کا بندرگاہ سمجھ لو۔ "کاکیسس اینڈ مرکری کمپنی" کے جو جہاز رشت سے روانہ ہوکر یہان ٹھہرتے ہین اونہین مجبوراً سمندر کے اوس حصہ مین دور کھڑا رہنا پڑتا ہے جہان پانی کافی گہرا ہو۔ باعتبار مسافت یہ قریب ترین راہ ہے جسکے ذریعہ سے بحیرہ اخضر سے طہران پہونچ سکتے ہین۔ مشہد سر سے برفروش تک ۱۵ میل اور وہان سے امول تک ۲۸ میل اور پھر وہان سے براہ دماوند طہران تک ۱۶۰ میل کا فاصلہ ہے یعنی بذریعہ قافلہ کے پانچ دن مین اس راہ سے طہران پہونچ سکتے ہین[۵۱]۔ حال مین ایک متمول ایرانی نے ساحل کے ایک مقام سے جو مشہد سر کے قریب سے واقع ہے امول تک اپنے خرچ سے ریل کا ایک ناقص سلسلہ جسکا مین پھر ذکر کرون گا قایم کیا ہے۔ لیکن جیسی کہ توقع کیجا سکتی تھی اس کا خاتمہ ناکامی پر ہوا۔ مشہد

۵۱ اس راستہ کے تفصیلی حالات ذیل کی کتابون مین درج ہین۔ "سفر سرما" مصنفہ جے بی فریزر (۱۸۳۴ء) جلد دوم مراسلات پانزدہم و شانزدہم۔ "رایل جاگریفیکل سوسائٹی کا روزنامچہ" مرتبہ کپتان آنریبل نیپیر (۱۸۷۶ء) جلد چہل و ششم صفحہ ۱۱۸ الی ۱۲۹۔ "سکس منتھس ان پرشیا" (چھ مہینے کا سفر ایران) مصنفہ سٹیڈیم سی سرینا (۱۸۷۶ء) فصل دوم۔ سوم۔ ہشتم۔ نہم۔ مصنفہ ای اسٹیک (۱۸۸۱ء) جلد دوم۔ فصل ہفتم و ہشتم۔ "از قاف تا بہ ایران" (بزبان فرانسوی) مصنفہ ای آرسل (۱۸۸۲ء) فصل ہیزدہم

سہر کی راہ سے البتہ روسی تجارت کا مال مازندران اور بعض دفعہ طہران کو بھی لیجاتے ہین اور اموں سے طہران تک موجودہ شاہ کی ہدایت کے بموجب آسٹریا کے ایک انجنیر جنرل گستیجر خان نے اپنی نگرانی مین از سر نو سڑک تیار کرائی ہے۔ لیکن باوجودیکہ اون راستون کی مسافت کم ہے پھر بھی وہ سہل المرور ہونے کے اعتبار سے اوس راستہ کا مقابلہ نہین کر سکتے جو رشت اور طہران کے درمیان واقع ہے۔

پنجم سفر طہران براہ گز

وسرا راستہ گز سے جو بحیرہ اخضر کے منتہائے جنوب و مشرق مین واقع ہے شروع ہوتا ہے یہان سے ایک سڑک متذکرہ بالا راہ کے ساتھ بر فروش[۱] مین جا ملتی ہے اور ایک علیحدہ راہ بھی ہے جو استر آباد تک (۲۳۹ میل کا فاصلہ ہے) جا کر وہان سے نہایت ڈہلوان گہاٹیون کو عبور کرتی ہوئی ۶۵ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد شاہ رود پہونچتی ہے اور یہان اوس بڑی کاروان اور ڈاک کی سڑک سے جا ملتی ہے جو طہران اور خراسان کے بیچون بیچ گئی ہے۔ ان تمام مقامات سے مین آگے چل کر شرح و بسط کے ساتھ بحث کرونگا۔ فی الحال مین ان کے متعلق صرف اسی قدر کہنے پر اکتفا کرتا ہون کہ سرزمین ایران مین داخل ہونے کے یہ بھی مختلف راستے ہین۔

---

[۱] اس راہ کا حوالہ مفصلہ ذیل سفر ناموں مین پایا جاتا ہے "ٹریولز انٹو بخارا" (سفر بخارا) مصنفہ سر الیگزینڈر برنس (۱۸۳۲ء) جلد سوم صفحہ ۱۰۵ الی ۱۱۴ "ایک سفیر کا روز نامچہ" مصنفہ ای۔ بی اسٹوک (۱۸۶۲ء) جلد دوم صفحہ ۱۶۰ الی ۱۰۱۔ "گھٹا مشرق مین" مصنفہ کرنیل ویلینٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) صفحہ ۷۰ الی ۷۷۔

ششم عشق آباد سے مشہد کا راستہ

مشرق کی طرف ماوراالنہر کی ریلوے نے جسکو روس نے حال مین اپنے جدید مفتوحہ ممالک مین (جو سرحد ایران کے شمال کی طرف واقع ہین) تکمیل کو پہونچایا ہے اور اوس سڑک نے جو اس سلسلہ مین روس نے عشق آباد سے جو اوسکا انتظامی اور فوجی دار الحکومت ہے خراسان کی سرحد تک تعمیر کی ہے گذشتہ دو سال سے شمالی و مشرقی حصہ ایران مین داخل ہونے کا ایک نیا رستہ جو پہلے موجود نہ تھا یا موجود بھی تھا تو غیر محفوظ تھا۔ کھولدیا ہے۔ یہ سڑک اب خراسان سے کوچان اور مشہد کیطرف بڑہائی جارہی ہے۔
چونکہ خراسان کی اس نئی سڑک کا حال ابھی تک شایع نہین ہوا تھا اور اسکے علاوہ میری خود بھی یہ خواہش تھی کہ مین اس وسیع علاقہ کے سرحدی مقامات کے حالات سے کسیقدر آگاہی حاصل کرون اور اسکے دار الحکومت مشہد کی سیر کرون اسلئے مین نے عزم بالجزم کرلیا کہ اگر ممکن ہوا تو مین ایران مین اس رستہ سے ہی داخل ہونگا۔ جو انگریزی عہدہ دار مشہد مین مامور تھے اونہین ایک سے کئی مرتبہ اسی رستہ سے آنے جانے کی اجازت مل چکی تھی اور چونکہ مین گذشتہ سال ماوراءالنہر کی ریل مین سفر کرچکا تھا اس لئے مجھے اُمید تھی کہ گورمنٹ روس کو مکرر اجازت دینے مین تامل نہ ہوگا اور حقیقت مین کوئی معقول وجہ بھی انکار کی نہ ہوسکتی تھی۔ روسی سفیر متعینہ لندن کے اخلاق اور انگریزی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرزبرگ کی عنایت آمیز امداد کے متفقہ اثر سے مجھے اس مقصد کے حصول مین کامیابی ہوئی اور ذیل کے مضمون مین مین اپنے سفر کے حالات کو موقعہ موقعہ سے درج کرونگا۔

اس باب مین بیش ازبیش اونکے اندراج کی ضرورت نہین ۔

ہفتم ۔ افغانستان کی طرف کے راستے

احتمال اس امر کا مقتضی نہین کہ کوئی انگریزی سیاح آجکل ایران مین مشرقی سرحد کیطرف سے داخل ہو ۔ ہندوستان اور ایران کے درمیان افغانستان کا حائل ہونا اور امیر عبدالرحمن خان کا اجنبیون کو اپنے ملک مین داخل ہونے سے قطعی طور پر ممانعت کردینا ایسی روکاوٹین ہین کہ انکی وجہ سے کوئی انگریز افغانستان کی طرف سے ایران مین جانے کا تصور بھی ذہن مین نہین لاسکتا ۔ ہم نے بہت سے یورپین سیاحون کے حالات پڑھے ہین ۔ جنہون نے عہد سلف مین سلاطین مغلیہ کی ہندی سرحد کو قندہار کے رستہ سے عبور کرکے سرزمین ایران مین قدم رکھا اور اسی طرح موجودہ صدی کے نصف ابتدائی حصہ مین بھی حتی کہ ۱۸۷۳ء تک بھی بہت سے انگریز مثلاً کپتان ۔ ایچ ۔ سی ۔ مارش (جو آخری شخص تھا جس نے اس راستہ سے ہندوستان و ایران کا سفر کیا) کپتان آرتھر کونو لی (۱۸۳۰ء) مسٹر مٹفورڈ (۱۸۴۰ء) اور سر لیویس پیلی (۱۸۶۰ء) ایران سے روانہ ہوئے اور مشہد سے گھوڑے پر سوار ہو کر ہرات اور قندہار ہوتے ہوئے افغانستان کے بیچون بیچ ہندوستان مین جا پہونچے ۔ لیکن جو کام کہ یہ لوگ بلا خوف مزاحمت و تعرض کرسکتے تھے گو کہ پھر بھی اونکا سفر خطرون سے خالی نہ تھا اوسے آج کے دن ہم نہین اختیار کرسکتے اور اسلئے جا عتہائے ماموره تصفیہ سرحد کے اراکین اور اون لوگون کے سوا جو محنت اور زحمت اٹھا کر دوسری غیر معروف اطراف سے ادھر کو آئے ہین باقی شخصون کے لئے

عام طور پر ایران کا مشرقی حصہ اور اوسکے دوسرے طرف کی سرزمین ارض مالوتعرف احوالھا بن رہی ہے۔

ہشتم۔ خلیج فارس اور بندر عباس کی راہ

اس طرح ایرانی سرحد کا چکر لگاتے لگاتے ہم جنوبی ساحل کے سلسلہ اور خلیج فارس کی بندرگاہون تک پہونچتے ہین۔ مین آگے چلکر ایک باب مین اون مختلف تجارتی راستون کا حال لکہونگا جو یہان سے ملک کے اندرونی حصون کی طرف جاتے ہین اور جو مسافر کہ بندر عباس مین اُترنے کا قصد رکھتا ہو۔ اوسے چاہیئے کہ اس باب کو پڑہے۔ بندر عباس سے خاص تجارت کے راستے دو ہی ہین جو کرمان اور یزد کو جاتے ہین لیکن جو لوگ کہ بندر عباس سے مغربی سمت مین روانہ ہو کر شیراز پہونچنا چاہتے ہون اون کی اطلاع کے لیئے مین یہ کہہ سکتا ہون کہ گو ایران مین داخل ہونے اور وہان سے روانہ ہونے کا یہ راستہ اب بالکل متروک ہے لیکن ایک زمانہ مین (یہ وہ زمانہ تھا جبکہ شاہی خاندان صفویہ کا پایۂ تخت اصفہان تھا اور جبکہ اول تو ہرمز اور بعد ازان گمبرون کا مشرق کی بڑے سے بڑی منڈیون شمار ہوتا تہا) اسی راہ کو اکثر مسافر اختیار کرتے تھے اور بہت سے مشہور سیاحون نے جن مین ٹیوزنیر اور چارڈن ممتاز تر تھے اس راستہ کے حالات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

نہم بوشہر سے طہران کی راہ

یہان مین اوس بڑے جنوبی راستہ کا ذکر کرتا ہون جسکی طرف مینے اس باب کے ابتدائی حصہ مین یہ کہکر اشارہ بھی کیا ہے کہ رشت کے راستہ سے باعتبار عام پسند

ہونے کے یہ دوسرے درجہ پر ہی یعنی وہ راستہ جو خلیج فارس کے مقام لنگر اندازی (بندرگاہ کا لفظ استعمال کرنا مجھے کچھ گران گزرتا ہے) بوشہر سے روانہ ہوتا ہے اس راستہ کو تمام ہندوستان سے آنے والے مسافر اختیار کرتے ہین اور کل انگریزی اور ہندوستانی تجارت کا مال جسکا لیجانا اصفہان کو مقصود ہوتا ہے اور جس مین سے کسیقدر طہران کی منڈیون مین بھی کھپتا ہے اسی راہ سے جاتا ہے۔ ایران کے راستون مین یہ راستہ سب سے زیادہ کثیر المرور اور معروف ہے چونکہ مین نے اس راستہ کو سمت مخالف سے طے کیا ہے اور آگے چلکر مین اپنے مشاہدون اور تجربون کو بالتفصیل بیان کرونگا اس لئے یہان مین صرف اسیقدر کہنے پر اکتفا کرتا ہون کہ یہ راستہ شیراز۔ اصفہان۔ کاشان۔ اور قم مین سے ہوتا ہوا طہران پہونچتا ہے اور اس کا کل فاصلہ ۷۰۰ میل ہے۔ بوشہر اور شیراز کے درمیان پہلی ۱۷۰ میل کی مسافت کاروان کے ذریعہ سے طے کرنی پڑتی ہے کیونکہ جنوبی کوہستان کے کراڑون اور زینہ نما چٹانون پر سے گزرنے کیلئے ڈاک کی کوئی سڑک موجود نہین لیکن شیراز سے شمال کی طرف سوار اسقدر تیز جاسکتا ہے جتنا کہ مہمیز لگام اور گھوڑے کے سم اوسے لیجاسکین۔

دہم محیمرہ سے طہران کی راہ

ظن غالب ہے کہ زیادہ عرصہ منقضی نہ ہونے پائے گا۔ کہ اس راستہ کی خطرے اور تکلیفین جو کچھ کم نہین ایک اور راستہ کے تیار ہوجانے سے رفع ہوجائین گی جو ایک ایسے مقام سے شروع ہوگا۔ جو بوشہر سے مغرب کیطرف جنوبی ساحل پر واقع ہے جسطرح سے کہ

ایران کی شمالی و مشرقی سرحد پر اوسکے سیاسی تفوق کا ماحصل عاشق آباد سے کوچان تک اوس سڑک کی تعمیر ہے جسکی طرف اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے اسی طرح گمان غالب ہے کہ جنوب مین برطانیہ کلان کے رسوخ کا نتیجہ ایک نئی سڑک کی شکل مین مترتب ہوگا جو دریائے قارون سے شروع ہوکر براہ اہواز۔ شوستر۔ دزفل۔ خرم آباد۔ و برو جرد طہران پہونچیگی۔ ایران کے امپیریل بنک نے اس کام کے انجام دینے کے لئے رعایتی اجازت حاصل کرلی ہے اور ۱۸۹۵ء کے موسم خزان مین کام شروع بھی کردیا گیا۔ اور اگر یہ سڑک کامیابی کے ساتھ تکمیل کو پہونچ گئی تو ہم دیکھینگے کہ لوگ بوشہر کی راہ کو چھوڑ کر ایک ایسا راستہ اختیار کیا کرینگے جو باعتبار مسافت جہاز سے اُترنے کے مقام سے پایۂ تخت تک بقدر ۲۵۰ میل کے کم ہے اس راستہ کے مزید حالات بھی مین آگے چلکر بیان کرونگا فی الحال یہ راستہ جسکا خاکہ کھینچ کر بتایا گیا ہے مسافر کے لئے عملی متصور نہین ہوسکتا اور نہ ایک اجنبی کو اسکے اختیار کرنے کی صلاح دی جاسکتی ہے۔

یازدہم۔ بغداد سے طہران کی راہ

جو دو رہ کہ میرے ناظرین کو خلیج فارس کے منتہا اور دجلہ و فرات کے دہانہ تک لایا ہے اوس مین تھوڑی سی اور توسیع اونکو بغداد مین جا اُتارے گی۔ انگلستان مین اکثر لوگون کو سنکر تعجب ہوگا کہ سرحد ایران اور ایران کے اندرونی حصون کے سفر کیلئے بغداد ایک نہایت دلچسپ روانگی کا مقام ہے۔ نہ صرف مال تجارت بمقدار کثیر ایران سے یہان آتا ہے اور یہان سے ایران جاتا ہے بلکہ ایران کے بعض نہایت ہی مشہور شہر

اور آثار قدیمہ یہان سے اور بیجا نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ فقط یہین سے روانہ ہوکر دیکھے جا سکتے ہین۔ پس مین اول بغداد پہونچنے کے مختلف راستے بیان کرونگا اور پھر اوس راستہ کا مختصر حال لکھون گا جو یہان سے سرحد ایران کو جاتا ہے۔

بغداد پہونچنے کے ذرایع

سال پیشتر جبکہ مین بغداد کے سفر کا قصد کر رہا تھا تو اس شہر مین مختلف راہون سے پہونچنے کے متعلق انگلستان مین صحیح و مستند اطلاع کے بہم پہونچانے مین مجھے بڑی وقت پیش آئی۔ چونکہ اسکے محل وقوع مین ایک خصوصیت ہے اس لئے میرے علم مین اور کوئی شہر ایسا نہین جس مین ایک یورپین اتنے متعدد راستون سے داخل ہو سکتا ہو یا جہان پہونچنا مشکل بھی بحد ہو اور آسان بھی بدرجہ غایت لیکن اس آسانی کی صرف یہی صورت ہو کہ بیجا وقت بہت سا ضائع کیا جائے۔

(۱) ترېزان اور سمسون کے راستے

بغداد مین بحیرہ اسود سے دو راستون سے پہونچ سکتے ہین۔ یعنی یا تو ترېزان سے براہ دیاربکر۔ موصل و دجلہ[۱] اور یا سمسون سے براہ دیاربکر و دجلہ۔ آخرالذکر راستہ وہ ہے

[۱] ترېزان سے ارض روم تک کے راستہ کے حالات کے لئے علاوہ اون مصنفون کے جن کا حوالہ پیشتر دیا جا چکا ہے دیکھو "نوٹس آن اے جرنی" (ایک سفر کی یادداشت) مرقومہ ایچ۔ سوٹر (سنہ ۱۸۳۸ع) و متضمنہ روزنامچہ رایل جاگرفیکل سوسائٹی جلد دہم صفحہ ۴۳۴ + "جرنیز ان پرشیا" (سفرہائے ایران) مصنفہ مسز بشپ (سنہ ۱۸۹۱ع) جلد دوم۔ مراسلات بست و چہارم و بست و پنجم + اور ارض روم سے دیاربکر تک کے راستہ کے حالات کیلئے دیکھو مراسلات مرتبہ جی ٹیلر و متضمنہ کارنامجات رائل جاگرفیکل سوسایٹی جلد دوازدہم صفحہ ۳۰۲ +

جسپر ترکی ڈاک قسطنطنیہ کی آمد و رفت ہے اور ڈاک کی سرعت رفتار کی یہ کیفیت ہے کہ کوئی معمولی مسافر تو اوسپر سبقت لیجا نہین سکتا۔ لندن سے روانہ ہو کر اس راہ سے پورے چوبیس ۲۴ دن بعد بغداد پہونچتے ہین سمسون[۱] بحیرہ اسود کی ایک بندرگاہ ہے جہان قسطنطنیہ کے جانے آنے والے جہاز ٹھہرتے ہین۔ ہر دو صورتہاے متذکرہ صدر مین سال کے بعض حصون مین بغداد کا سفر موصل سے بلکہ دیار بکر سے بغداد تک دریاے دجلہ

---

[۱] سمسون اور بغداد کے درمیان حسب ذیل منزلین ہین قوسین مین جو اعداد دیے گئے ہین وہ گھنٹون کی تعداد ہے جو ایک منزل سے دوسری منزل تک پہونچنے مین لگتے ہین۔ کاوک (۸) الادیک (۶) چفتاخان (۶) حمص (۷) اگنا بازار (۶) ترخال (۷) تقاط (۹) یلدز داغ (۹) بجھرا (۷) سواس (۷) ایولاشن (۷) دیل کالی واشش (۵) کنکریا کنگل (۴) الہ یارخان (۷) حسن چلپوری (۶) حکیم خان (۴) اسرلی (۹) کمش مدان (۹) اربغوت (۶) خرپوت (۹) ملاکائی (۶) باقرمدان (۹) ارغان (۵) بگلاشش (۶) دیار بکر (۶) قمارخانہ (۶) شیخان (۹) گیلیبہ یامر دین (۶) درہ (۶) نصیبین (۶) ازنا غور (۶) دیروند (۶) جزیرہ (۸) تکیان (۶) زاخو (۶) سمیل (۷) تل اسکیف (۷) موصل (۷) زاب (۱۰) اربیل (۷) کشش پتی (۶) التون کپری (۶) کرکوک (۹) توغ (۹) وزخرمطی (۷) سلاحیہ (۹) کاراپتی (۷) دیل عباس (۹) نہروان (۹) حدیدہ (۵) بغداد (۵) سواس اور بغداد کے درمیان اس راستہ کے اکثر حصّہ کو سر الیف گولڈ اسمڈ نے ۱۸۶۴ء مین اپنی کتاب "ٹیلیگراف اینڈ ٹریول" (تار برقی و سیاحت) کے صفحہ ۴۱۲ سے لیکر ۴۱۵ تک مین اور پورے راستہ کے حالات کو وائیکونٹ پولنگٹن نے ۱۸۶۶ء مین اپنی کتاب "ہاف وے راونڈ دی ورلڈ" (آدہی دنیا کا سفر) کی بارہوین فصل مین بیان کیا ہے۔

مین بیڑے پر جانے سے جلد ترطے ہو سکتا ہے لیکن یہ دونون سفر صرف ایک زحمت کش مسافر کو اختیار کرنے چاہئین۔

(۲) اسکندرونہ اور حلب کا راستہ

ادمین بحر روم کی طرف سے یا تو اسکندرونہ سے براہ حلب اور یا بیروت سے براہ دمشق پہونچ سکتے ہین۔ اور ان دونون صورتون مین حلب اور دمشق سے روانہ ہونے پر مسافر اور کئی راستے انتخاب کرسکتا ہے۔ معمولی راستہ اسکندرونہ سے اول حلب کو جو چار منزل کا سفر ہے آتا ہے۔ اس سے آگے دیر آتا ہے جو دریائے فرات کے کنارہ واقع ہے اور دس منزل کی راہ ہے۔ اس سے دس منزل آگے حیط آتا ہے یہ بھی دریائے فرات کے کنارہ واقع ہے اور یہان سے چار منزلین طے کرنے کے بعد بغداد پہونچتے ہین۔ گویا کہ کل ۲۸ منزلون کی مسافت ہوئی۔ اسکندرونہ سے ... گھوڑے پر اور یا گاڑی پر آسکتے ہین جلد ... ہو کرایہ پر ... پڑین گے اور جب بقدر سامان او... ی کے لحاظ سے یہ فاصلہ وہ چودہ سے لیکر سولہ دن تک مین طے ... ریگا۔ حلب سے ایک اور لمبا راستہ بھی اختیار کرسکتے ہین یعنی یہان سے دیار بکر جا... ین جو کہ گیارہ منزل ہے اور وہان سے تیرہ منزلین طے کرنے کے بعد موصل پہونچین اور وہان سے بارہ منزلون کی مسافت براہ خشکی طے کرنے کے بعد بغداد پہونچین۔[1]

[1] اس راستہ کا ذکر مسٹرلم ایلیس نے اپنی کتاب "آن اے ریلنٹ اینڈ مٹہر دی ڈیزرٹ" (سفر دریا

(۳۳) دمشق کی راہ



دمشق اور بیروت کو ایک نہایت عمدہ گاڑی کی سڑک اور ایک روزانہ چلنے والی ڈاک گاڑی جو نو گھنٹہ مین فاصلہ طے کرتی ہے آپسمین ملاتی ہے۔ دمشق سے مسافر مفصلہ ذیل دو راستون مین سے کوئی سا ایک اختیار کرسکتا ہے یعنی (۱) براہ تدمور یا پالمیرا ودیر[۵] یہ کل مسافت معمولی اونٹ ۳۰ دن مین اور تیز سانڈنی ۱۳ دن مین طے کرسکتی ہے دوسری کوئی سواری اس راہ سے جا نہین سکتی۔ اسکے علاوہ خطرون سے بھی یہ راہ خالی نہین (۲) پرانے صحرا یا سانڈنی کی ڈاک کی راہ جو ریتیلے بیابانون کے بیچون بیچ ہوتی ہوئی جاتی ہے۔ اس راہ کو معمولی مسافر قریباً ۱۵۰ گھنٹہ (جو ۴۵۰ میل کے مساوی متصور

... صفحہ ۱۰۳ و صحرا کی جلد اول مین کیا ہے حلب اور دیاربکر کی درمیانی منزلین حسب ذیل ہین۔ اخارین (۴) ... (۹) شمشیہ (۷) سویراک (۶) قینہ ... (۶) قراباعچہ ... (۶) مو ...

... تھیلمین نے ۱۸۷۲ء مین اپنی کتاب "جرنی ان دی ... نے ۱۸۸۴ء مین اپنی کتاب (حالات کاکیسس "سفر قاف وغیرہ) کی جلد دوم ... کردستان) کی فصل نہم مین بیان کیا ہے۔

۵] اس راستہ کا حال ڈسٹرم ایلیس نے اپنی کتاب کی دوسری جلد ... لکھا ہے دمشق اور دیر کے درمیان حسب ذیل منزلین ہین۔ جرود۔ قصیر۔ قریتین۔ عین الباویہ۔ تدمور۔ رخا۔ سخنہ۔ البویب۔ بیر کباکب۔ دیر۔ دیر اور بغداد کی درمیانی منازل کی تفصیل پہلے درج کیجاچکی ہے۔ موسوان تھیلمین ۱۸۷۲ء مین کربلا سے براہ پالمیرا گھوڑے پر سوار ہو کر دمشق کو گیا۔ دیکھو "سفر قاف وغیرہ" جلد دوم فصل ہفتم۔

ہوسکتا ہے) یا پندرہ دن مین طے کرسکتا ہے لیکن ڈاک کا ہرکارہ اسے دس دن مین طے کرتا ہے۔ چالیس سال سے بھی زیادہ مدت تک انگریزی قونسل متعینہ بغداد نے اس ساندنی کی ڈاک کو اوّل اوّل ہندوستان کی گورنمنٹ سے ایک وظیفہ کی اعانت حاصل کرکے قایم رکھا۔ ابتداءً یہ ڈاک کا سلسلہ مہم فرات و فلاٹیلا[۱] (جنگی جہازون کا بیڑا) کے متعلق قایم ہوا تھا لیکن گورنمنٹ ٹرکی نے ایک ڈاک کا سلسلہ اپنی طرف سے شرح محصول مابین الاقوام کے ساتھ جاری کردیا جسکی رقابت کی وجہ سے سلسلہ اوّل الذکر منقطع ہوگیا۔ یہ راستہ تکلیفون اور زحمتون سے پر ہونے کے علاوہ دلچسپی سے اس درجہ معرا ہے اور لمبا او فنات خطرات کا اسمین اسقدر سامنا کرنا پڑتا ہے کہ سوائے اون لوگون کے جنہون نے آرام و آسایش کے خیال کو نظر انداز کرنے اور سلامتی کو معرض خطر مین ڈالنے کا مصمم قصد کرلیا ہو اور کوئی مسافر اس راہ کو اختیار نہین کرتا۔

(۴) خلیج فارس کی راہ

بالآخر بالکل تری کی راہ سے بھی بغداد پہونچنے کا ایک طریقہ ہے یہ راستہ گو بڑے

---

[۱] اس ڈاک کے سلسلہ پر ماہ فروری ۱۸۳۸ء سے ماہ اپریل ۱۸۴۳ء تک مبلغ للعہ صہ۱۲۵ خرچ ہوئے اسکے بعد بیس سال تک ایک مرتبہ کے آنے جانے کا خرچ آٹھہ پاؤنڈ پڑتا تھا۔ لیکن اسکے بعد خطوط کی تعداد اسقدر بڑھ گئی کہ یہ ڈاک اپنے مصارف کی خود کفیل ہوگئی۔ اس راستہ سے دمشق اور بغداد کے درمیان ٹھہرنے کے مقامات یا کنوئین حسب ذیل ہین۔ اضمیر۔ اینا۔ روماتا۔ التنف۔ ترکت۔ اکارا۔ اداما۔ امہیور۔ رجمی سابون۔ ایچ۔ کبیر خوبار۔ قبیسہ۔ اور حیط۔ ۱۲

چکر کا ہے اور اس مین وقت بہت صرف ہوتا ہے لیکن اس مین آسایش بھی بڑی ہے برٹش انڈیا نیویگیشن کمپنی (ہندوستان کی جہازران کمپنی) کے آگبوٹ یوروپ کے پننشولر اینڈ اورینٹل جہازون کے سلسلہ مین بمبئی سے روانہ ہوکر براہ کراچی و خلیج فارس بصرہ پہونچتے ہین۔ یہان مسافر جہاز سے اترکر یو فریٹس اینڈ ٹائگرس اسٹیم نیویگیشن کمپنی (دجلہ اور فرات کی دخانی کشتی چلانے والی کمپنی) کی کشتیون مین سوار ہوتا ہے جو دریا کی حالت کی روسے تین دن سے لیکر چار دن تک مین مسافر کو دجلہ کی راہ سے بغداد پہونچا دیتی ہین۔ اس راستہ مین اگر کوئی نقص ہے تو وہ یہ ہے کہ وقت بہت صرف ہوجاتا ہے۔ لندن سے منزل مقصود تک پہونچنے مین پانچ ہفتہ سے زیادہ عرصہ لگتا ہے

بغداد سے طہران تک کا سفر

ذکرہ بالا راستون مین سے کسی ایک کے ذریعہ سے مسافر کو بغداد مین پہونچا کر اب مین اوسے یہ بتاتا ہون کہ سرزمین ایران مین وہ اس طرف سے کسطرح داخل ہوسکتا ہے اور راہ مین کیا کیا چیزین اوسکے دیکھنے مین آئین گی۔ بغداد سے سرحد ایران تک جو ترکی منزل خانقین سے پانچ میل پرے سے شروع ہوتی ہے۔ نوے میل کا فاصلہ ہے سڑک کا اکثر حصہ ایک ہموار صحرا مین واقع ہے اور قیام کے مقام حسب ذیل ہین۔ یعنی سعدیا اور ناخان (۱۵ میل) یعقوبیہ (۱۴) شہرآباد (۲۶) قزل رباط (۱۸) خانقین (۱۷) ڈاک کا کوئی سلسلہ اس راہ پر قایم نہین۔ مسافر کو باربرداری کے لئے بغداد مین جانور کرایہ پر لینے پڑتے ہین اور خانون مین جو کاروان سرائے کی ترکی مترادف ہین اور مسافر

بنگلوں میں قیام کرنا پڑتا ہے۔ سرحد ایران کے چنگی خانہ سے ہٹنے کے بعد مسافر کو حسب ذیل راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے:۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ باعتبار میل
خانیکن (*۱۰۰۰ فٹ)		
قصر شیریں (۱۷۰۰ فیٹ)	۶	۱۸
سرپل	۵	۱۸
کرند (۵۲۵۰ فیٹ)	۸	۲۹
ہارون آباد	۶	۲۰
ماہی دشت	۶	۲۲
کرمان شاہ* (۵۰۰۰ فیٹ)	۴	۱۴
بیستون	۶	۲۱
صحنہ	۴	۱۶
کرنگاور *	۵	۱۸
سعید آباد	۶	۲۳
ہمدان *	۶	۲۵
سیلاگرد	۷	۲۵

* = دفاتر تار برقی۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب میل
ورہ	۴	۱۶
نواران ✤	۹	۳۲
شمیران	۴	۱۴
خوشکیک	۵	۱۹
خان آباد ✤	۶	۲۲
رباط کریم	۸	۳۲
طہران (۳۸۰۰ فیٹ)	۷	۲۸
میزان	۱۱۲	۴۱۲

پس کل فاصلہ بغداد اور طہران کے درمیان ۴۰۸ + ۹۰ یا تقریباً ۵۰۰ میل[1] ہے۔ کرمان شاہ اور طہران کے درمیان چاپار کی ڈاک اور چاپار خانے ہین۔ لیکن خانیکن اور

(۱) اس راستہ کو کلی یا جزئی طور پر جے۔ ایس بکنگہم نے سنہ ۱۸۱۶ء مین اپنی کتاب "ٹریولس ان میسوپوٹیمیا (سفر میسوپوٹیمیا) کی جلد اول فصل اول تا نہم مین بیان کیا ہے۔ اسکے علاوہ حسب ذیل سیاحون نے اپنے سفرنامون مین اسکا ذکر کیا ہے "پرسنل نیریٹو" (آپ بیتی) فصل سیزدہم الی نوزدہم مصنفہ آنریبل جے کیپل (سنہ ۱۸۳۴ء) "ٹریولس ان کردستان" (سفر کردستان) جلد دوم مراسلات ہشتم الی دوازدہم مصنفہ جے بی فریزر (سنہ ۱۸۳۵ء) "ارلی ایڈونچرز" (ابتدائی سرگذشت) جلد اول صفحہ ۲۰۱ الی ۲۵۲ مصنفہ سر ایچ لیارڈ (سنہ ۱۸۴۰ء) "کینڈ مارچ" (خشکی کا سفر) جلد اول فصل ۱۰ و جلد دوم فصل ۱۔ مصنفہ ای۔ ایل۔ مٹفورڈ (سنہ ۱۸۴۰ء) "مینر میٹو آف اے جرنی تو دی فرانٹیر آف ٹرکی اینڈ پرشیا"

✤ = دفاتر تار برقی۔

کرمان شاہ کے درمیان صرف ایک ڈاک کی چوکی سرپل مین ہے جہان ڈاک کے گہوڑے بدلے جاتے ہین۔ اسلئے بغداد سے کرمان شاہ تک بذریعہ کاروان آنا پڑتا ہے۔

پہاڑ۔ شہر اور آثار الصنادید

سفر تین اعتبار سے خاص طور پر دلچسپ ہے اولاً گراس کے عظیم الشان سلسلہ کوہ کو اس راستہ سے خانیکن اور کرمان شاہ کے درمیان عبور کرتے ہین۔ درہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸۔ (سرحد ایران و روم کی سیاحت کی داستان) مندرجہ "بمبئی ریکارڈس" مصنفہ کام فیلکس جونز (۱۸۴۴ء) "کاروان جرنیز" (سفرہائے کاروان) صفحہ ۱۔ الی ۵۰ مصنفہ جے۔ پی فیریئر (۱۸۴۵ء) "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از انڈس تا بہ دجلہ) صفحہ ۴۱۲ الی ۴۶۹ مصنفہ ایچ ڈبلیو۔ بیلیو (۱۸۷۲ء) "حالات کردستان" فصل یازدہم الی سیزدہم مصنفہ ایچ بائینڈر (۱۸۸۴ء)۔ بغداد سے طہران کو ایک اور راستہ محتشم کی طرف سے بھی آتا ہے جسے کاروان بالعموم موسم سرما مین اختیار کرتے ہین۔ کنگاور سے منقطع ہو کر یہ راستہ حسب ذیل سمت مین جاتا ہے بیرپسپاہ (۱۹ میل) نانج (۳۰) دزآباد (۲۵) سروک (۱۹) سیادشان (۲۷) جیرود (۲۱) سلیان (۱۶) قم (۲۱) (دیکھو "پرشیا" مصنفہ لارڈ کرزن ۱۸۹۲ء جلد اول مراسلات سوم الی ہشتم مصنفہ مسز بشپ۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ انیطیس وہی جو ایران مین اسطارطی کہلاتی تھی اور جسکی عام طور پر میڈیا۔ سوسیانا اور کپیڈوشیا مین پرستش کیجاتی تھی اوسکے مندر کے کھنڈر کنگاور مین موجود ہین۔ دیکھو "حالات آرمینا وغیرہ" نقشہ جات ۶۲ الی ۶۸ مصنفہ سی ٹیکسیئر۔ اور "ایران قدیم" جلد اول نقشہ جات ۲۰ الی ۲۳ مصنفہ فلینڈن وکاسٹ۔ اس مندر کا پارتھین زمانہ مین تعمیر ہونا بیان کیا جاتا ہے دیکھو "ایران کی قدیم صنعت" حصہ پنجم صفحہ ۱ الی ۱۱ مصنفہ ایم۔ ڈیولافا ہے۔

کے سب سے زیادہ ڈہلوان حصّہ کو جسے تنگ گرا کہتے ہین اور جو سرپل اور کرند کے درمیان واقع ہے بوشہر و شیراز کے راستہ کے "کوتلون" سے پوری تشبیہہ دیجا سکتی ہے اور موسم سرما مین برف کی وجہ سے یہ درہ اکثر مسدود رہتا ہے یہ چڑہائی مسافر کو اسیریا اور کلدیا کے ہموار میدانون سے ایران کی اوس بڑی سطح مرتفع پر لے آتی ہے جسے مسافر ایران کو الوداع کہنے سے پہلے نہین چہوڑتا تا نیا ایران کے آباد اور پر رونق شہر کرمان شاہ اور ہمدان جنکے حالات کے لئے ناظرین کو اس کتاب کا سولہوان باب پڑہنا چاہیئے اور جو نہایت ہی شاداب اور زرخیز قطعہ زمین پر واقع ہین مسافر کے دیکہنے مین آتے ہین۔ ثالثاً بیستون اور طاق بستان مین جو کرمان شاہ سے ۴ میل کے فاصلہ پر واقع ہے وہ ایران کے بعض نہایت ہی مشہور و معروف آثار قدیمہ کو پاتا ہے۔ چٹانون کے ترشے ہوئے حصّے پتہر کی مورتین اور بت اور کتبے جو پہاڑ کے تراشے ہوئے پہلوؤن پر اوسے نظر آتے ہین اوسے نہ صرف عہد سلف کی عظمت و جلال کی داستان سناتے ہین بلکہ وہ اُن مین اون تاریخی کارنامون کو ثبت پاتا ہے جو دمیاط کے پتہرون سے بلحاظ وقیع اور اہم ہونے کے دوسرے درجہ پر ہین اور جنکا معمہ موجودہ صدی نے حل کیا۔ جو مسافر متجسس اور محقق ہون وہ ان کتبون کو یہان پڑہ سکتے ہین۔

خلاصہ

مین نے اب کسیقدر تفصیل کے ساتہہ اور جسقدر کہ اکثر لوگون کو خیال ہوگا اوس سے زیادہ سابقہ محنت اور سعی کے ساتھ سرحد ایران کا دورہ ختم کیا ہے اور جو مسافر کہ سیاحت

ایران کا قصد رکھتے ہون اونکے لئے ایسی معلومات بہم پہونچائین ہین جو اونہین کسی دوسری کتاب مین نہ مل سکین گی لیکن مین نے ضروری خیال کیا کہ ایسی کتاب مین جسمے اوس ملک کی معلومات کے متعلق جو کہ اوسکا موضوع ہے جامعیت کا دعوی ہے ایسے عام واقفیت کے امور بالتفصیل درج کئے جائین۔

مین نے ایران مین شمال جنوب مشرق اور مغرب سے داخل ہونے کے طریقے بتائے ہین اور جو راستے اور وسایل کہ اسکے لئے ضروری ہین اونہین تفصیل و وضاحت کے ساتھہ درج کر دیا ہے۔ اب اس باب کے ختم کرنے سے پہلے میرے لئے سازوسامان کے متعلق اوس اطلاع کا بہم پہونچانا باقی رہتا ہے جو مشرق کے سیاح کیلئے اسی قدر ضروری ہے جسقدر کہ یورپ کی ریلوے پر ٹکٹ کا ہونا۔

سامان قافلہ

ایران مین کاروان کے ذریعہ سے سفر کرنے کے لئے جو سازوسامان مطلوب ہوتا ہے اوسکے متعلق مین ناظرین کو مفصلہ ذیل کتابون کا حوالہ دینے سے بہتر کوئی اطلاع بہم نہین پہونچا سکتا۔ "جرنی تہرو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ سرچارلس مگریگر کی دوسری جلد کا ضمیمہ نشان ا۔ "سکس منتھس ان پرشیا" (چھہ مہینے کا سفر ایران) مصنفہ مسٹر اے اسٹیک کی دوسری جلد کی تیرہوین فصل اور ڈاکٹر ولس کی دلچسپ کتاب "ان دی لینڈ آف دی لاین اینڈ دی سن" (شیر اور آفتاب کی سرزمین کی سیر) کا ضمیمہ نشان ۔ ج - کم لوگ ایسے ہونگے کہ اونکو کاروان کے ہمراہ سفر کرنے کا پہلے کہین اور تجربہ نہ ہوچکا

ہو اور وہ قافلہ کی زندگی کی ضروریات کے متعلق پہلے سے اپنی رائے نہ قایم کر چکے
ہون اور باوجود اسکے وہ ایران مین کاروان کے ذریعہ سے نیا نیا سفر کرین۔خیمون
کا عرض وطول بستر کی ترکیب ہمراہ لیجانیکے سامان کی کمترین مقدار۔گولی بارود کا ذخیرہ۔ہمراہیون کی
تعداد اشیا خورد نوش یہ سب ایسی چیزین ہین جنکے انتخاب کا انحصار ایک حدتک تو سیاح
کے مذاق یا مقاصد سفر پر ہوتا ہے اور ایک حدتک اوس وضع وروش پر جسکا کہ رواج
ہو اس لئے اگر زیادہ وضاحت اور تفصیل کے ساتھ ان امور کے متعلق ہدایات دی
جائین تو ممکن ہے کہ بعض لوگ انہین زاید از ضرورت تصور کرین۔یا تھوڑے ہی عرصہ کے
بعد وہ دائرہ رواج سے خارج ہو جائین۔ البتہ چاپار کے ذریعہ سے سفر کرنے والے سیاح
کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے۔اوسے غالبًا انگلستان سے روانہ ہوتے وقت
ذرا بھی یہ خیال نہین ہوتا کہ آگے چلکر کیا پیش آئے گا اور اگر اُسے پہلے سے معلوم ہو
کہ اپنے ہمراہ کیا لے چلنا اور کیا چھوڑ جانا چاہیئے اور کن کن امور کا متوقع ہوتا اور کن
کن باتون سے محترز رہنا چاہیئے تو اوسے نہ صرف بہت سی تکلیفون سے رستگاری
حاصل ہوگی بلکہ خرچ مین بھی کفایت ہوگی۔

سامان سواری چاپار

یورپین وضع کے صندوق بقچے اور ٹوپی رکھنے کے صندوقچے ہمراہ لے جانے
بے سود ہین۔ اگر کوئی شخص اُنہین ہمراہ لے بھی آیا تو یا تو راستہ مین اوسے اونکو چھوڑ دینا
پڑیگا اور یا وہ اوسکے پیچھے پیچھے چیونٹی کی چال خچرون یا کاروان کے اونٹون پر آئینگے

اور آتے آتے اونکے پرزے اڑجائینگے۔ جس اصل اصول پر چارپار سوار کو کاربند ہونا چاہیئے وہ یہ ہے کہ رخت سفر کا ہر ایک حصہ کمیت کے اعتبار سے اتنا بڑا ہو کہ پوپہ پڑے ہوئے گھوڑے کے ایک طرف کو لٹکا یا تسمہ سے باندہ لیا جاسکے۔ اور دوسرا اصول یہ ہونا چاہیئے کہ جہان تک ممکن ہو رخت مسطور کے تمام اجزا مساوی وزن اور یکسان جسامت کے ہون۔ خفیف سی عدم مساوات بھی گھوڑے کو بہت گران گزرتی ہے اور راستہ مین قدم قدم پر ٹھہرنا اور بوجہ کو برابر کرنا پڑتا ہے۔ مین ایران مین دو اوسط درجہ کے گلیڈ اسٹون وضع کے تھیلے جنکا طول وعمق علی الترتیب ۲۲ انچ اور ۱۴ انچ تھا اپنے ہمراہ لیتا گیا اور چونکہ دوسرے مسافرون نے بھی جن سے مجھے سابقہ پڑا انہین تھیلون کے ساتھ سفر کرنا پسند کیا ہے اس لئے مین بلا تامل کر سکتا ہون کہ یہ تھیلے سب مین عمدہ ہین۔ ایران مین پہونچکر تم ہر ایک ایرانی قصبہ کے بازار مین ولیسی زین کے خریطون کا ایک جوڑا جنہین یہان خرجینین کہتے ہین خرید سکتے ہو یا ایک دن مین فرمایش سے تیار کرا سکتے ہو۔ یہ خرجینین دری اور چمڑے کو ملاکر بنائی جاتی ہین۔ اپنے گلیڈ اسٹونی تھیلون کو ہر ایک خرجین مین ڈال لو اور اسے اپنے بارگیر کے گھوڑے کی پیٹھ پر لاد دو۔ دونون طرف کا وزن برابر ہوگا اور تمہین پھر کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ چونکہ بارگیر زین کا استعمال نہین کرتا بلکہ جو سامان اوسکے گھوڑے کی پیٹھ پر لاد دیا جاتا ہے اوسپر ٹانگین پھیلا کر بیٹھ جاتا ہے اسلئے وہ اسکے علاوہ کمل کوٹ اور بستر جسقدر چاہو لیجا سکتا ہے۔ تمہارا ایرانی ملازم جیسے ضرور ہے کہ تم پہلے سے نوکر رکھ لو (کیونکہ بغیر ایسے نوکر کے سفر کرنا داخل

حماقت ہے) اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر خرجینون کا ایک دوسرا جوڑا ڈال لیگا جسمین چھوٹے چھوٹے تھیلے یا چیزین یا کہانا پکانے کے برتن اور خود اوسکا اپنا سامان بھلا جا سکتا ہے۔ بالآخر تم خود اپنے گھوڑے کی تھورون اور خرجینون مین سفر کی ضروری ضروریات یعنی شراب کا قرابہ روپیہ۔ طپنچہ۔ لوازم زینت اور کتابین وغیرہ ڈال سکتے ہو گلیڈ اسٹون تھیلون کے علاوہ مینے اپنے ہمراہ ہورسے کریچ کے دو مضبوط تھیلے لے لئے تھے جو نہایت مفید ثابت ہوئے۔ ان مین اگر کچھ بھرنا ہو تو بہت سی چیزین آسکتی ہین۔ حالانکہ اگر ضرورت نہ ہو تو لپیٹنے سے یہ تھوڑی سی جگہ مین آسکتے ہین جو کچھ مین نے بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہوگا کہ جسقدر گھوڑے کا بوجھ ہلکا ہوگا اوسیقدر جلد تم منزل طے کرسکو گے۔

سازو یراق

سازو یراق کے متعلق مجھے یہ کہنا ہے کہ ایرانی زین جو تنگ اور اونچے کنارون کا ہوتا ہے انگریزی زینون سے اسدرجہ مختلف ہے کہ اگر ایک انگریز اوسپر سوار ہوگا تو اوسی تکلیف اٹھانی پڑیگی اوسے چاہیے کہ ایک انگریزی کشادہ فوجی زین معہ قبورون اور خرجیون کے اپنے ساتھ لائے اور بہت سے قلابے یا کنڈے بھی جنکے ساتھ تسمے لگے ہوئے ہون اپنے ہمراہ رکھے کیونکہ ان کی راستہ مین بہت ضرورت پڑے گی۔ مین نے اپنے زین کے ایک قبور مین شراب کا ایک شیشہ جسمین ایک کوارٹ[1] سے زیادہ شراب تھی اور جو کئی

[1] اندازاً سیر بھر۔ مترجم

سو میل کے سفر کی ضرورتون کے لیئے کافی تھی رکھہ لیا تھا۔ بعض دفعہ مسافر اسقدر خستہ و ماندہ ہوجاتا ہے کہ کسی معین حرارت غریزی کا ساتھہ نہ ہونا گویا اپنے منہ سے آپ موت کا بلانا ہے۔ اور مجھے اوس بیچارے مسافر پر ترس آتا ہے جو ایران مین چاپار کا سخت سفر اختیار کرکے چانوشی پر اکتفا کرے۔ مین اپنے ساتھہ ایک انگریزی دہانہ اور دوباگ کی لگام لایا تھا اور انہین کو مین نے برابر استعمال کیا۔ لیکن انگریزی دہانہ کا استعمال علاوہ اوس صورت کے جب کہ گہوڑے کی حالت پر رحم کیا جائے اور کسی صورت مین جائز نہین۔ ایرانی قزئی اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور ایرانی گہوڑے اس کے قابو مین نہین آتے۔ اگر گہوڑا اڑیل اور سست ہوا تو وہ اس قزئی کو مان جائے گا لیکن اگر جاندار اور الیل کرنیوالا ہوا تو سوار کو لیکر بہاگ جائیگا۔ بہرحال دیسی قزئی کا استعمال عام طور پر بہتر ہے خواہ ایسا کرنا ظلم مین ہی داخل کیون نہ ہو[ف]۔ زین کے ساتھہ ایک نمدہ کا عرق گیر بھی نے لینا چاہیئے کیونکہ چاپار کے اکثر گہوڑون کی پیٹھہ زخمی ہوتی ہے۔ اور اگر

ف مسٹر ٹامس ہربرٹ کو حسب ذیل رائے ظاہر کیئے ہوئے دوسو ستر سال کا زمانہ گذرتا ہے۔ ایرانی لوگ اپنے گہوڑون کی شوخی اور دم خم کو تیز قزئیون سے جنمین ایک آہنی حلقہ لگا ہوتا ہے کم کرتے ہین۔ اس مین شک نہین کہ اب بہی اسی قسم کی قزئی کا رواج ہے اسکی شکل انگریزی حرف H کے مانند ہوتی ہے بیچ کی سلاخ کے وسط مین سے ایک تیز پیچ اوپر کو نکلی ہوتی ہے۔ اس پیچ مین ایک قلابہ لگا ہوتا ہے جو نیچے کے جبڑے کی طرف گذر کر نہایت زبردست دہانہ کی زنجیر کا کام دیتا ہے۔ اگر گہوڑا منہ کا ذرا بہی نرم ہو تو خفیف سے اشارے سے بہی وہ بیتاب ہوجائے گا۔ حالانکہ لگام کو زور سے کہینچتے وقت جیسا کہ ایرانیون کا اپنی شہسواری دکہانے کے لئے اکثر دستور ہے بیچارے جانور کو سخت تکلیف ہوتی ہوگی۔

کوئی اور خیال نہ بھی ہوتا ہم انسانیت کا یہی تقاضا ہے کہ اس احتیاط کو مدنظر رکھا جائے میں اپنی رکابوں کے گرد فلالین لپیٹ لیا کرتا تھا۔ کیونکہ شب میں اور علی الصباح سخت سردی پڑنے کے باعث لوہا یخ ہو جاتا ہے اور اس ترکیب سے پاؤں ٹھنڈ سے محفوظ رہتے ہیں۔

لباس

سواری کے لئے میں ایک مضبوط نیکر باکر کے استعمال کا مشورہ دونگا جو گھٹنے پر سے تنگ نہ ہونی چاہیئے کیونکہ اگر تنگ ہوگی تو کھنچنے سے جلد پھٹ جائے گی۔ میں نے ڈاکٹر ولس کے مشورہ پر کاربند ہوکر طفلس سے روسی لمبے بوٹوں کے دو ڈھیلے جوڑے مول لئے۔ ان بوٹوں کو آسانی سے پہن اور اتار سکتے ہیں اور یہ نہایت لچکدار ہوتے ہیں اسکے علاوہ ڈھیلے ہونے کے باعث ان میں پاؤں گرم رہتے ہیں۔

ہندوستان کے انگریزی آفیسر بالعموم سواری کے وقت چھوٹے بوٹ اور پٹی[51] کا استعمال کرتے ہیں اور بعض مسافر ونکو نیکر باکر کے بجائے پتلون پہن کر سواری کرنا زیادہ پسند ہے شکاری بوٹ کی ایک جوڑی جسکے تلے میں میخیں لگی ہوں سنگلاخ کوتلوں اور درون میں پھرنے کے لئے مسافر کے واسطے ازبس ضروری ہیں اگر ہلکے جوتے ہونگے تو جلد انکے تلوں میں سوراخ ہو جائے گا۔ گولوش[52] (کفش پوش) بھی ہمراہ لے لینے چاہئیں تاکہ امرا

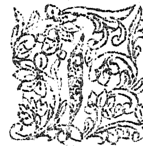
[51] پٹی غالباً ایک ایرانی الاصل لفظ ہے اور پاتے تو اکا مخفف ہے جسے مازندران کے باشندے اپنی ٹانگوں کے گرد لپیٹتے ہیں۔ [52] گولوش ایک انگریزی لفظ ہے جس سے مراد ہے وہ جوتا جو ایک دوسرے جوتے کے اوپر اوسے کیچڑ پانی سے محفوظ رکھنے کے لئے پہنا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں چونکہ اس کا رواج نہیں اس لئے اسکے واسطے کوئی لفظ بھی نہیں ہے میں نے اس کا ترجمہ کفش پوش کیا ہے گو اس لفظ سے کان آشنا نہیں لیکن نئے خیالات

دعائد سے ملنے جاؤ تو انہین پہن لو۔ کیونکہ ان لوگون کو اپنی قالینون کی صفائی کا بڑا خیال ہوتا ہے اور وہ یہ پسند نہین کرتے کہ کوئی شخص گرد آلود یا کیچڑ مین بھرے ہوئے جوتی کا داغ اونکے فرش پر لگائے۔ اور پنڈلی اور گھٹنے تک کی اونی جرابین ضروریات سے ہین اور مہمیز کی ایک جوڑی کا ہونا بھی لازمی ہے۔ سواری کے وقت ہمیشہ فلالین کی قمیصین پہننی پڑ مین گی گو کہ طہران کے نکتہ چین لوگون کے جلسون مین پہن کر جانے کے لیے سوتی قمیصون کے بغیر کام نہین چل سکتا۔ سواری مین مجھے نارفاک وضع کی اکہرے کالر اور بہت سی جیبون والی جیکٹ (مرزئی) کی وجہ سے بہت بڑا آرام ملا۔ سواری کے لئے میرے نزدیک اس سے بہتر لباس نہین ہوسکتا اور مین ایک دوست کے شکریہ سے کبھی عہدہ برا نہ ہوسکونگا جسکے مشورہ پر عمل پیرا ہوکر مین نے کاتی ہوئی اون کی ایک کارڈیگن وضع کی واسکٹ (فتوی) اپنے ہمراہ لے لی گرمی کے وقت مین اسکو اُتار ڈالتا تھا اور سردی مین پہن لیتا تھا۔ اور سرد راتون مین تو مجھے اس سے وہ آرام ملا کہ بیان سے باہر ہے۔ اگر شاہی خاندان کے لوگون اور صوبہ دارون اور وزرا سے ملنا ہو تو ایک سیاہ فراک کوٹ (کھلے یا بند گلے کا گھٹنون تک کا کوٹ) بھی ضرور اپنے ساتھ رکھنا چاہیئے جس شخص نے ایک کٹا ہوا کوٹ پہنا ہو ایرانی اوسکو نہایت غیر مقطع خیال کرتے ہین اور اگر اوس وسیع دامن والے لباس سے جسے شاہ کجکلاہ پہنتے ہین ایرانیون کے مذاق کا اندازہ لگایا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ بدن کا پیچھے کا حصہ جسقدر زیادہ ملبوس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶۔ گو اپنی زبان مین لانے کے لئے کانون کو مجبوراً ایسی آوازون سے آشنا ہونا پڑے گا۔ مترجم

ہوگا اوسی لحاظ سے اونکے نزدیک پہننے والے کا رتبہ اور درجہ بڑھا ہوا ہوگا۔ بخلاف اس کے اونہیں کے لباس کا چندان خیال نہیں ہوتا۔ اور ملک میں شاہی ایک ایسا شخص ہو جس سے ملنے کے لیے ایک لمبی ہیٹ (انگریزی ٹوپی) پہنی واجبات سے ہے سواری کے مضبوط داستانے بھی سفر میں مطلوب ہونگے اور مجھے میکگریکر کے ساتھہ اس امر میں اتفاق ہے کہ ایک وہری ترائی ہیٹ کا اثنائے سفر میں استعمال کرنا چاہیئے۔ ہیلمیٹ (انگریزی خودنما ٹوپی) کی طرح یہ ٹوٹ نہیں سکتی۔ دہوپ کی تیزی سے سر کو محفوظ رکھتی ہے۔ اور شہر میں داخل ہوتے وقت اگر تم اسکے بیرونی خول کو اتار دو تو وہ نئی نکل آتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ گویا تم ابھی بانڈ اسٹریٹ (لندن کے ایک وضعدار محلہ کا نام) سے نکلے ہو لیکن مدید تجربہ کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ ادر کپڑون کے علاوہ ایک ڈریس سوٹ (کہانے کے کپڑون کا جوڑا) ضرور ہمراہ رکھنا چاہیئے۔ مجھے خواہ کل ہی لاسہ یا ٹمبکٹو کا سفر اختیار کرنا پڑے تاہم ڈریس سوٹ ضرور میرے ہمراہ ہوگا۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ خواہ میں حبشیون کے بادشاہ کی حضور میں باریاب ہون خواہ تبت کے لامہ کے دربار میں جاؤن ہر جگہہ یہ ڈریس سوٹ میرے کام آئے گا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ مینے کسی سے سنا تھا کہ جنرل گارڈن جب قاہرہ سے خرطوم کو روانہ ہوا تو وہ ڈریس سوٹ پہنے تہا۔ اوپر کے لباس کے متعلق روزمرہ کے استعمال کے لیے مین ایک بالائی کوٹ۔ اگر برسات ہو تو ایک برساتی اور ایک نہایت گرم اوورکوٹ کے پاس رکھنے کا مشورہ دونگا۔ کیونکہ راتون کو بعض دفعہ غضب کی کڑکڑاتی سردی پڑتی ہے۔

بستر



ایرانی چاپار خانوں میں پلنگ نہیں ہوتے۔ مسافر کے پاس اگر اپنا سفری پلنگ نہ ہوگا تو اوسے فرش خاک پر سونا پڑے گا۔ سب سے بہتر طریقہ اس کی تلافی کا یہ ہے کہ مسافر اپنے ہمراہ ایک بڑا کرمچ کا تھیلا لیتا جاے جو ساڑھے تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا ہو اور ایک طرف سے اس طرح پر کھلا ہو کہ جب چاہیں اوسے بٹن لگا کر بند کرسکیں۔ ایران کے ہر ایک گاؤں میں جو کی کٹی جسے وہاں کاہ کہتے ہیں مل سکتی ہے۔ تھیلے کو اگر اس سے بھر کر فرش پچھا دیا جاوے تو ایسا نرم اور گدا بچھونا بن جاتا ہے کہ اس سے بہتر دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک ایرانی بازار میں رضائیاں بکتی ہیں۔ ایک رضائی کہیں سے خرید لو اور کچھ عمدہ قسم کے کمل اور ایک تکیہ ولایت سے اپنے ہمراہ لیتے آؤ۔ ایک موم جامہ کی چادر بھی مفید ثابت ہوگی جسے دن کے وقت بستر کے گرد لپیٹ سکیں اور رات کو اوسکے نیچے بچھا سکیں۔ میں اپنے ساتھ سوتی چادریں بھی لایا تھا لیکن کسی چاپار خانہ میں اونہیں ایک دفعہ بھی میں استعمال میں نہیں لایا۔ سردی نہایت شدت کی پڑتی تھی اور میں اسقدر تھکا ہوتا تھا کہ پورے کپڑے بھی نہیں اوتار سکتا تھا۔ غسل کرنے اور منہ ہاتھ دہونے کے لیے ربڑ کے تہ ہو جانے والے حمام اور ایک طشت کے ساتھ رکھنے سے نہایت آرام ملے گا۔ تو یہ بھی ضرور ساتھ لے لینے چاہئیں۔ غسل کے جو معنی ہم سمجھے ہوئے ہیں اون معنوں میں ایرانی غسل نہیں کرتے اور اس لئے اونکے غسل کے سامان ولوازم پر تکلف نہیں ہوتے چونکہ چاپار خانوں کے جن کمروں میں مسافر قیام کرتے ہیں اونکے دو اور بعض دفعہ تین

دروازے ہوتے ہین جو باہر کی طرف کو کھلتے ہین اور یہ دروازے ہمیشہ بوسیدہ ہوتے ہین اور اکثر تو سرے سے ہوتے ہی نہین اس لئے ہلکے پردون کی ایک جوڑی اور کچھہ کیلین اپنے ہمراہ رکھنی چاہئین تاکہ باہر کی سرد ہوا کے جھونکے جہان تک ممکن ہو اندر نہ آنے پائین۔

کھانا اور پکانا

مسافر کہ گھوڑے پر کڑی منزلین طے کرتا ہے اوسے غالبًا یہ بات معلوم ہوگی کہ اوسکی غذا بہت کم ہے اور اس بارہ مین اوسکی ضروریات آسانی سے پوری ہوجاتی ہین۔ سڑک کے کنارہ جو گانون واقع ہین اون مین اور ڈاک کی چوکیون سے روٹی اور انڈے ہمیشہ خریدے جاسکتے ہین اور بعض دفعہ ایک آدھ بڑھی مرغی بھی ملجاتی ہے۔ دودھ ہر جگہ دستیاب نہین ہوسکتا۔ کیونکہ گائین یہان زیادہ نہین پالی جاتین اور جب مینے دودھ کی جستجو کی تو مجھے اکثر ناکامی ہوئی۔ بکری کا دودھ یہان عام طور پر گائے کے دودھ سے زیادہ ہوتا ہے ایک ماہی توہ ایک چاہ کی کیتلی اور ایک چاردانی ضرور اپنے ساتھہ رکھنی چاہیئے۔ یہ تمام چیزین ایران کے ہر ایک بازار مین مل سکتی ہین۔ تانبہ چینی کی طشتریان گلاس۔ انڈے دان۔ چھریان۔ کانٹے اور ایک چھوٹا سا اٹینا کے نشان کا لیمپ جس مین روح شراب جلتی ہے یورپ (باکو) سے ساتھہ لانے چاہئین۔ ٹینون مین بند کئے ہوئے گوشت شوربے اور بسکٹ آج کل طہران اصفہان اور شیراز کے یورپین یا ارمنی سوداگرون کی دکانون سے مل سکتے ہین لیکن احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ان چیزونکو

اپنے ہمراہ لایا جائے۔ کراس اینڈ بلیکول کا ٹینون مین بند کیا ہوا شوربا نہایت خوش طعم ہوتا ہے اور آسانی سے تیار کئے جا سکنے کے علاوہ پوری غذا کا کام دیتا ہے۔ قرص یا سفوف کی شکل مین تیار کیا ہوا شوربا اپنی قسم کی اچھی چیز ہے اور تھوڑی سی جگہ مین بہت سا آجاتا ہے لیکن اوسکے پکانے اور تیار کرنے مین محنت اور وقت زیادہ صرف ہوتا ہی۔ سارڈین مچھلی محفوظ کیا ہوا گوشت۔ چاکولیٹ یا کوکا۔ لیبگ کی بیف ٹی (ماء اللحم) اور عمدہ چا ریا کافی مفید ثابت ہون گی۔ ان چیزون کو یوروپ سے خرید لینا چاہیئے۔ دانہ دار شکر ایران کے چھوٹے سے چھوٹے گاؤن مین خریدی جا سکتی ہے اثنائے سفر مین مین اپنا کھانا ہمیشہ قریبًا خود ہی پکاتا رہا۔ ایندہن سستا ہے اور آسانی سے خریدا جا سکتا ہی دو اینٹون سے بڑا اچھا چولھا بنجاتا ہے اور اگرچہ دہوئین کے نکلنے کے لئے دروازہ کے سوائے اور کوئی راستہ نہین ہوتا پھر بھی اس باورچیگری مین وہ لطف حاصل ہوتا ہے کہ جس شخص نے دن مین اسی میل سفر کیا ہو وہی اس سے آشنا ہو سکتا ہے

ادویہ

ایک چھوٹا سا ادویات کا صندوقچہ اپنے ہمراہ رکھنا چاہیئے۔ اجنبی کو خاص طور پر جن بیماریونکے اندفاع کا انتظام کرنا ہوگا وہ بخار۔ اسہال اور پیچش ہین کلورو ڈین اور کونین اس صندوقچہ کے اجزا کا جزو اعظم ہونگی

ہتیار اور گولی بارود

اگر سیاح کو شکار کا شوق ہے تو ظاہر ہے کہ وہ جس قسم کا شکار کرنا چاہتا ہے اوسی سے

لحاظ سے اپنے پاس بندوق اور کارتوس وغیرہ رکھ لے گا۔ لیکن اگر محض ملک کی سیر
کیلیئے وہ معروف شاہراہون پر سفر کر رہا ہو تو مین اوسکو بندوق اور کارتوس اپنے ساتھ
لیجانے کا مشورہ نہین دیتا کیونکہ وقت صرف کئے اور محنت اُٹھائے بغیر شکار آسانی سے
دستیاب نہین ہو سکتا اور ان آلات کی وجہ سے اوسکے سامان کا بوجھ بہت کچھ بڑھ جائیگا
دور از راہ مقامات مین شکار بافراط ملتا ہے اور شکاری کے پاس ہدایات کے ساتھ اگر
صید افگنی کا سامان کافی و وافی ہو تو اوسے بہت کچھ ملسکتا ہے طہران کی نواح مین
بہترین شکار گاہون پر شاہ کا قبضہ ہے لیکن مین بلا تامل کہہ سکتا ہون کہ اگر کوئی شخص شکار کا
خواہان ہو اور شاہی شکار گاہ کے کسی محافظ سے وہ دوچار ہو جائے تو ایک شلنگ
کا انعام پاکر وہ بڑی خوشی سے اوسے شکار کے ہانکنے مین مدد دیگا۔ شمالی علاقہ مین
شیر اور جنوبی اور جنوبی و مغربی حصہ مین شیر ببر پائے جاتے ہین۔ اور جنگلی مرغ اور تیتر تو ہر جگہ
ملتے ہین۔ اسکے علاوہ ہر سلسلہ کوہ مین انواع و اقسام کے ہرن اور چکارے اور جنگلی
بھیڑین اور بکریان دستیاب ہوسکتی ہین۔ کوہستان البرز مین جنگلی ریچھ اور جنوبی دریاؤن
کے کنارون پر جنگلی سور دیکھنے مین آتے ہین۔ جو مسافر کہ عام طور پر شکار نہ کھیلنا چاہتا ہو
اوسکے لئے قرین مصلحت ہوگا کہ ایک ریوالور (کئی فیرون کا طپنچہ) اپنے ساتھ رکھے
اکو اور لٹیرے محض اس خیال سے کہ وہ مسلح ہے اوسکے نزدیک آتے ہوئے جھجکینگے
نے اپنے پستول سے اس سے زیادہ قاتلانہ کام نہین لیا کہ یا تو بھاگتے ہوئے
[illegible]ن پر چھوڑا اور یا ایک دفعہ ایک لنگڑے گدہے کو جسے اوسکے مالک نے چھوڑ دیا

تھا اس مصیبت سے نجات دی۔

خفیف امور کے متعلق مشورہ

چھوٹی چھوٹی چیزیں جو اثنائے سفر میں مفید ثابت ہوں گی لیکن جنکے افادہ کی زیادہ بیان کرنے کی مجھے ضرورت نہیں یہ ہیں۔ مومی دیاسلائیاں۔ نہ بجھ جانے والے موم بتیوں کے آگے (موم بتیاں ایران کے بازاروں میں ہر وقت ملسکتی ہیں) کرم کش سفوف۔ موم روغن (تداخل و تضاد آب و ہوا کی وجہ سے جلد پھٹ جاتی ہے) تمازت آفتاب کے اثر سے بچنے کے لئے ایک آسمانی رنگ کی عینک۔ ہوا سے بھرے جانیوالے تکیئے ایک دوربین اور سب میں آخر لیکن باعتبار افادہ کے سب میں افضل خطہ ایران کا بہترین نقشہ جو روپیہ خرچ کرنے سے ملسکتا ہو۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس آخری خواہش کے پورا کرنے کے لئے اس کتاب کی خریداری کی ضرورت لاحق ہوگی تو مجھے امید ہے کہ میرا یہ قول گستاخانہ متصور نہ ہوگا۔

سفر کا موسم

سفر ایران کے لیئے بہترین موسم کے انتخاب کے دو اختیاری پہلو ہوسکتے ہیں یا تو موسم خزان کا آخری حصہ اور یا فصل بہار۔ موسم اوّل الذکر اکتوبر سے جنوری تک رہتا ہے اور ثانی الذکر مارچ سے شروع اور مئی میں ختم ہوتا ہے عام طور پر اواخر ماہ دسمبر میں طہران میں اور آذربائیجان میں اس سے بھی پہلے برف پڑنی شروع ہوجاتی ہے اور مرتفع دروں کو بند کردیتی ہے اور مسافر کو اس کی وجہ سے سردی کی نہایت زحمت اٹھانی پڑتی ہے

مارچ میں برف پگھلنے لگتی ہے۔ موسم بہار کے سفر کا فائدہ یہ ہے کہ ہر طرف سبزہ زار نظر آتا ہے جو مسافر کو کسی دوسرے موسم میں دکھائی نہیں دیتا۔ وہ پرندوں کو چہچہاتا ہوا سنتا ہے اور پھولوں کو کھلتا ہوا دیکھتا ہے اور ایران کے قومی شاعری کے معنے کو نہیں کی وساطت سے حل کرتا ہے اور اس موسم کے سفر میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دن لمبے ہوتے ہیں جن سے لمبی منزلیں آسانی سے طے ہوتی ہیں مگر ان تمام دلفریبیوں کے ساتھ یہ عذاب بھی لگا ہوا ہے کہ دوپہر کے وقت سخت گرمی ہوتی ہے اور رات کے وقت کھٹمل پسو اور مچھر ستاتے ہیں۔ بخلاف اسکے خزاں اور جاڑے میں آب وہوا توانائی بخش اور دلکشا ہوتی ہے، میں نے ایک ہزار میل کا سفر گھوڑے پر طے کیا اور راستے میں مینھ کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا۔ اور جو ملک کہ غلاظت کی وجہ سے مشہور ہے اوس میں ایک پسو نے بھی مجھے نہیں ستایا لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ضرور تھی کہ نہ سبزہ کی دلفریبی تھی اور نہ منظر کی دلکشائی اور جوں جوں جاڑے پڑتے جاتے تھے دن گھٹتے جاتے تھے اور رات کے وقت شدت کی سردی پڑتی تھی۔ گرمیوں میں دن کے وقت سفر کرنا ناممکن ہے۔ مسافر یا تو سوتے ہیں اور یا آرام کرتے ہیں اور سفر چاند کی چاندنی اور تاروں کی چھاؤں میں رات کے وقت کیا جاتا ہے۔[۱]

---

[۱] یہ ایک امریکن سیاح ہی کا حصہ تھا کہ اوس نے اول تو ایران میں موسم گرما میں سفر اختیار کرنے کی غلطی کا مرتکب ہو کر راتوں کو منزلیں طے کیں اور پھر دوسری غلطی یہ کی کہ جو کچھ اوسکے دیکھنے میں نہ آیا تھا اوسکے متعلق ایک کتاب لکھ ماری دیہونڈ نایٹ مارچز ان پرشیا" (ایران کا سفر نیم شبی) مصنفہ ایچ بیلنٹائن۔

تیسرا باب

لندن سے عشق آباد تک کا سفر

مین آتا ہون مغرب سے مشرق کی جانب — سمند اپنا باد صبا کو بنا کر
دکھاتا ہون اون پتلیون کا تماشا — جو اس خاکدان مین ہوئین تار گستر

(شکسپیر "ہنری رابع" حصہ دوم)

پیرس سے قسطنطنیہ تک کا سفر

اواخر ماہ ستمبر ۱۸۸۹ء مین پیرس سے "نئی" اورینٹ ایکسپرس" ریل مین سوار ہوا جو پستھ پہونچکر بلگریڈ۔ صوفیا اور ایڈریانوپل ہوتی ہوئی قسطنطنیہ آتی ہے۔ سرویا بلگیریا اور ٹرکی مین اسکی رفتار نہایت ہی دھیمی پڑگئی تھی لیکن پھر بھی مین قسطنطنیہ مین وقت پر پہونچا۔ اس مین کچھ شک نہین کہ یہ سفر جس مین اب پورے ساڑھے اُنہتر گھنٹے صرف ہوتے ہین اور جسکی تکلیف وہ تاخیر کا اسکے بعد ایک دفعہ اور مین تجربہ کر چکا ہون کم از کم سات آٹھ گھنٹہ کم مین طے کیا جا سکتا ہے لیکن ریلون کے سلسلہائے متعلقہ کے نظما کی سامنے اس تجویز کا پیش کرنا کچھ لاحاصل سا معلوم ہوتا ہے۔ قسطنطنیہ مین پہونچنے اور وہان سے روانہ ہونے کی تکلیفین مشہور ہین اور بہت سے مسافرون کو اونکا خمیازہ کھینچنا پڑا ہے

لیکن کشتی سے اُترتے وقت کا عذاب جو رشوت دے دلاکر کسیقدر کم ہوسکتا ہے الئنا جانکاہ مصائب کے مقابلہ مین کچھ بھی نہین چونگی کے معائنہ کے وقت پیش آتی ہین۔ استنبول کے جدید ریلوے اسٹیشن پر تو کی افسر چونگی کا معائنہ کرتے وقت مسافرون کے ساتھ ایسی کج خلقی سے پیش آتے ہین جو اونہین کا حصہ ہے میرے پاس ایک پروانہ راہداری تھا اور ریلوے اسٹیشن پر سفارت کی طرف سے ایک "خواص" مجھے لینے بھی آیا لیکن اعتبار اور اعزاز کی ان علامات کے باوجود مجھے چونگی خانہ مین سوا گھنٹہ تک روکا گیا۔ میرے صندوقون مین جو اسباب بھرا تھا اوسے نہایت بے رحمی سے الٹ پلٹ کیا گیا جن چیزون کو احتیاط اور حفاظت کے ساتھ مینے سفر ایران کے لئے باندھا اور بند کیا تھا اونہین کھولکر ایک ایک کرکے دیکھا اور جانچا گیا اور ایک صندوقچہ جسمین چند جیبی گھڑیان تھین جو مین ایران مین لوگون کو تحفۃً دینے کے لئے لایا تھا اوسے کھلواکر فخریہ طور پر اس امر کا اعلان کیا گیا کہ میری نیت اس مال کو خفیہ طور پر بے محصول ادا کئے لیجانے کی تھی اور فوراً اوسپر محصول لگایا گیا۔ اگر چونگی کے محصول لینے کا یہی طریقہ یا یون کہئیے کہ اس طریقہ کے نفاذ کا یہی طرز قایم رہا تو بجاے اسکے کہ مسافر اس راہ سے قسطنطنیہ آنا پسند کرین۔ وہ اور اولٹے اس سے احتراز کرین گے۔

پروفیسر (علامہ) ویمبری

پیرا مین خوبی قسمت سے مجھے معلوم ہوا کہ جس ہوٹل مین مین مقیم ہون اوسی مین میرے دوست پروفیسر ویمبری بھی فروکش ہین۔ سلطان کے مدعو کرنے پر وہ ہنگری کی

ایک کمیشن کے صدر ہو کر آئے تھے تاکہ استنبول کے محلون کے تاریخی اور علمی خزانون کا سراغ لگائین۔ جو سفر کہ مین اختیار کرنے والا تھا اور جسکے بعض حصّون کو وہ تیس سال پہلے آج کل کے مقابلہ مین کم خوش آیند حالات مین طے کرچکے تھے اوسکے متعلق میری اون سے دیر تک نہایت دلچسپ گفتگو ہوتی رہی اس عرصہ مین خود ایران مین تو کوئی معتد بہ انقلابات واقع نہین ہوئے لیکن ایران کی ہمسایہ سلطنتون کی حالت بہت کچھ بدل گئی ہے جو علاقہ کہ پہلے ترکمانون کی تاخت وتاراج کی جولانگاہ بن رہا تھا اور جہان تاتاری لوگ پہلے حکومت کرتے تھے وہان اب روسی سنتری کا پہرہ ہے اور ان وجوہ سے جو دلچسپی کہ اس خطہ سے وابستہ ہے وہ دس حصّہ زیادہ محویت انگیز ہو گئی ہے۔

بحیرہ اسود کے ظرف دار آگبوٹ

چونکہ میرے لئے ایک تاریخ مقررہ کو باطوم پہونچنا ضرور تھا تاکہ مین اوس جہاز پر جو باکوسی چھوٹنے والا تھا سوار ہوسکون اور گولڈن ہارن سے کوئی مسافر کشتی وہان اس عرصہ مین جانے والی نہ تھی اس لئے مین نے ایک آگبوٹ مین جسپر انگریزی پھریرا اڑتا تھا اور جو نیوکیسل کی آرمسٹرانگ مچل اینڈ کمپنی کی ملک تھا باکو جانیکا انتظام کرلیا۔ یہ آگبوٹ اون نئی قسم کی دخانی کشتیون مین سے ہے جو آجکل بہ تعداد کثیر بحیرہ اسود کی موج پیمائی کرتی ہین اور ٹینک اسٹیمر (ظرف دار آگبوٹ) کے نام سے مشہور ہین۔ انہین باطوم سے مٹی کا تیل بھر کر لانے کے لئے خاص ترکیب سے تیار کیا گیا ہے۔ اس قسم کے تیس آگبوٹون کا ایک بیڑا موجود ہے جن مین سے اکثر انگلستان مین تیار ہوئے ہین اور بیس سے زاید

انگریزی تاجرون کے قبضہ مین ہین - باطوم اور لندن - لیورپول - وینس - ٹریسٹ - ہیمبرگ - راٹرڈم - اینٹورپ اور براعظم یورپ کے دوسرے بندرگاہون کے درمیان یہ آگبوٹ چلتے رہتے ہین ہندوستان چین اور جاپان کو جہان دفعتہ بہت سا مال جانے لگ گیا ہے تیل ظرف دار آگبوٹون مین نہین لے جاتے بلکہ ڈبون مین بند کرکے لیجاتے ہین جنہین اطراف واکناف ملک مین تقسیم کردیا جاتا ہے[1] ظرف دار آگبوٹ علیحدہ علیحدہ آہنین ظروف کے ایک سلسلہ پر مشتمل ہے جن مین [illegible] کے حوضون سے تیل براہ راست بذریعہ نل کے پہونچا دیا جاتا ہے اور باطوم [illegible] سے ظرف دار ریل گاڑیون مین بھر کر لایا جاتا ہے - ان آگبوٹون مین سے بعض [illegible] مال بھر کر لیجانے کی کشتیان ہین جنہین موجودہ صورت مین بدل دیا گیا ہے - [illegible] آگبوٹون کی ترکیب اور ساخت مین دن بدن زیادہ اصلاحین ملحوظ رکھی جا رہی ہین [illegible] مین کچھ آگبوٹ ایسے بنے ہین کہ ۴۰۰۰ ٹن (۱۲۰۰۰۰ من) تیل اون مین بھر [illegible] ہے اور امید ہے کہ آگے چل کر اس سے بھی بڑے جہاز تیار ہوسکین گے - جس [illegible] "[illegible]کس" نامی مین مین سوار تھا وہ اوس وقت خالی تھا لیکن باطوم کو وہان سے یہ[illegible] لانے کے

---

[1] اب ہندوستان مین بھی تیل انہین ظرف دار جہازون مین آ[illegible] کی بندرگاہون مین بڑے بڑے مٹی کے تیل کے حوض بنا دیے گئے ہین - جن مین تیل آگبوٹ مین سے بذریعہ نل کے کھینچکر بھر دیا جاتا ہے اور پھر وہان سے ریل کی ظرف دار گاڑیون مین جو خاص اسی مقصد کے لیے تیار کیگئی ہین بھر کر ملک کے مختلف حصون مین بھیجا جاتا ہے -

مترجم

سے جارہا تھا اس کے ظروف میں دو ہزار ٹن تیل سما سکتا ہے۔ یہ آگبوٹ مسافروں کی آمد و رفت کے لئے خاص طور پر نہیں بنائے گئے ہیں لیکن جس مسافر کو جلدی ہو وہ ان میں سوار ہونے سے یہ فائدہ ہے کہ یہ قریباً تمام مسافر آگبوٹوں کی طرح۔ اینبولی۔ سینوپ سمسون اور تزبزان کے ترکی بندرگاہوں میں ٹھہرتے نہیں ہیں بلکہ سیدھے باطوم کو جاتی ہیں۔ جہاں نوناٹ (جہازی میل) فی گھنٹہ کی رفتار سے قسطنطنیہ سے تین دن سے بھی کم میں پہونچ سکتے ہیں۔

باطوم کا شہر اور اوسکی آبادی

یہ ایک سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ مجھے باطوم میں ایک دفعہ پہلے بھی پانچ دن تک ان عظیم الشان طوفانوں میں سے ایک کے باعث جنکے لیے بحیرہ[۱] اسود ہمیشہ سے

[۱] دو سو سال ہوتے ہیں کہ مشہور سیاح سرجان چارڈن نے بحیرہ اسود کی جہازرانی کے خطرات کو اسطرح سے بیان کیا ہے: دوسرے سمندروں کے مقابلہ میں یہاں طوفانوں کے زیادہ شدید اور زیادہ خوفناک ہونے کا یہ باعث ہے کہ اسکا پانی ایک محدود و تنگنا کے اندر مقید ہے اور نکلنے کا کہیں رستہ نہیں۔ آبنائے باسفورس بوجہ زیادہ [illegible] ہونے کی اسکا مخرج نہیں ہوسکتی اور اسلئے جب طوفان کی وجہ سے پانی میں سخت تموج برپا ہوتا ہے [illegible] ہے گھرا ہوا ہونے کے باعث اوسے نکلنے کو کہیں راستہ نہیں ملتا تو موجیں بلند ہو کر بسرعت [illegible] تمام جہاز کو تھپیڑے مارتی ہیں اور ہر طرف سے آ آ کر اوسکے پہلوؤں پر ٹکراتی ہیں۔ "ٹریولس انٹو پرشیا" [illegible]ن، صفحہ ۱۵۶۔

مشہور چلا آیا ہے ٹھہرا رہنا پڑا (بحیرہ اسود پر بائرن نے جو مشہور نظم[لہ] لکھی ہے وہ یاد ہے لیکن اوسکے اقتباس کی یہان پر ضرورت نہین) لیکن مجھے یہ خیال نہ تھا کہ اس سمندر کی خوبصورت مگر غیر دلاویز شکل اسقدر جلد پھر دیکھنے کا موقع مجھے ملیگا۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس ایک سال کے وقفہ مین روسیون نے اس شہر کی حالت کو سدھارنے اور اوسے مستحکم کرنے مین بے حد مستعدی سے کام لیا ہے گیارہ سال نہین ہوتے کہ عہدنامہ برلن

لہ ہز اکسلنسی لارڈ کرزن بالقابہم نے اس نظم کا اقتباس اس مقام پر اسوجہ سے درج نہین فرمایا کہ انگریزی دان لوگ بائرن کی مشہور نظم سے بخوبی واقف ہین لیکن چونکہ اردو دان ناظرین قدرتی طور پر اس نظم کے مشتاق ہونگے اس لیے مین امید کرتا ہون کہ میرا اس نظم کا ترجمہ یہان درج کرنا اونکے لئے باعث سرور و دلچسپی اور اس لحاظ سے حجم کتاب مین اضافہ کرنے کی خطا کیلئے میرا شفیع ہوگا:-

مترجم

بہے جا اے یم ژرف و عمیق و تیرہ و اخضر — تجھے بیڑون کی کیا پروا جہازون سے تجھے کیا ڈر
زمین کو گرچہ کرتا ہے تبہ اور پائمال انسان — تفوق اوسکا مٹ جاتا ہے ساحل پر مگر آکر
تری ہر موج طوفان خیز ہے منشور بربادی — حکومت ہے تو ہی تیری ہی ملک آب پر یکسر
نہین رہتے یہان آثار باقی اوسکی غارت کے — بحیثیت، بلکہ انسان خود یہان ہے اور تو غارتگر
اوسے تو غرق کر دیتا ہے مثل قطرہ بہنا سے — حباب آہ کی دستار موج آب کی چادر
نہ گور اوسکو میسر ہے نہ حاصل ہی کفن اوسکو — نہ پرسان ہے کوئی اوس کا نہ کوئی نوحہ خوان ہے
تری راہون پر انسان کے قدم جم ہی نہین سکتے — نہین وہ چھین سکتا تیرے میدانون سے مال و زر
تو خشم آلودہ ہوکر اور جھنجھلا کر جو اٹھتا ہے — تو بس ہوتی ہے اوسکو بس تری موجون کی اک ٹکر
اوسے حاصل ہے جو طاقت زمین برباد کرنے کو — مچاتا ہے وہ جسکے زعم مین ہر روز شور و شر
تجھے نفرت ہی اس سے اور تو فرط حقارت سے — لگاتا ہے اوسے سیلاب ہیبت ناک کی ٹھوکر

کی رو سے روسیون کو باطوم مین اول قدم رکہنے کی جگہ ملی اور ساڑہے تین سال گذرتے ہین کہ انہون نے نقض عہد کرکے اوس مقام کا جو اوسوقت تک ایک عام بندرگاہ تہا

نہین رہتا مگر اوسکا باقی ہوکے سرگردان　　وہ جب کہاتا ہے تیرے پرخطر گرداب مین چکر
اوسے اس بیکسی مین اپنے یاد آتے ہین اب معبود　　دعائین مانگتا ہے اون سے ہوکر عاجز و مضطر
کسی ساحل پہ اوسکو پہینک دیتا ہی تو آخرکار　　پڑا رہ اس زمین پرست اوٹھا اے ابن آدم سر
وہ بیڑے جو چمکتے اور گرجتے ہین دم پیکار　　بسان شعلۂ برق و مثال نالۂ تندر
ملاتے ہین جو شہر و قلعۂ سنگین کو مٹی مین　　مٹاتے ہین جو نقش بارہ و برج و فصیل و در
ہراسان ملک ہین جن سے لرزتی جن سے ہین تو مین　　پڑے ہیبت سے جن کی کانپتے ہین تاجور تھر تھر
نہنگ چوب انہین کہئے کہ جن کا صانع خاکی　　عبث نازان ہی اوس شی پر بنا جسکی ہی پانی پہ
انہین کے بل پہ وہ یہ دعوی بیہودہ کرتا ہے　　کہ تو اوسکا ہے محکوم اور وہ تیرا حاکم و داور
کہا اوسنے ہین یہ تیرے اور مچل کر بارہا تو نے　　انہین توڑا ہے موج آسمان پیکر سے ٹکرا کر
کیا تو نے ہی سر نیچا غرور آدمیت کا　　گیا لٹ تیرے ہاتہون سے ہی سامان ٹریفلگر
ترے ایک ایک ساحل پر ہے اک سلطنت لیکن　　بجز تیرے ڈہلین تغییر کے سانچہ مین سب آخر
ہوئی کیا عظمت یونان ہوئی کیا شوکت بابل　　کہان ہے کارتہج کی شان کہان روما کا کروفر
زمانہ جب موافق تہا بنایا تیری لہرون نے　　تجارت کا انہین مرکز حکومت کا انہین مصدر
بہت سے غاصبون اور جابرون کو ان پہ تو لایا　　بنین وحشی کی یہ اور غیر کی حلقہ بگوش اکثر
تغیر اسقدر لایا زوال اور انحطاط انکا　　اجڑ کر ہو گئے صحرا جہان آباد تہے کشور
نہین ممکن مگر اے بحر تجہہ مین انقلاب آنا　　نہ ہوگا حشر تک بہی ختم تیرا نیلگون دفتر
ترا حسن اس بلا کا ہے نہین قدرت زمانہ مین　　کہ ڈالے جہریان تیری جبین لاجوردی پر
نظر آیا تہا صبح کن فکان کو جس طرح لہریں　　اوسی انداز سے اب تک چہلکتا ہے ترا ساغر

الحاق کرلیا۔ باطوم اسوقت ایک بڑا قصبہ ہے جسکی آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اگرچہ صحیح شمار معلوم نہین ہوسکتا کیونکہ روس مین شمار اعدادی کے صحیح طور پر حاصل ہونے کی توقع نہین کیجاسکتی لیکن باطوم کی آبادی تخمیناً تیئس ہزار ہوگی جسمین سے غالباً ایک تہائی روسی ہین اور باقی مختلف قومون کے لوگ بستے ہین۔ مثلاً ترک۔ گرجستانی۔ سرکیشیائی۔ منگریلیائی۔ ایرانی۔ ارمنی۔ یونانی۔ لیونطینی۔ یہودی۔ انگریز۔ جرمن۔ فرانسیسی۔ آسٹرین۔ غرضکہ یورپ کی ہر قوم وملت کے لوگ مشرق الاقصیٰ مین کسی نئی امریکن نوآبادی کی عام طور پر جو ابتدائی اور اتفاقی صورت ہوا کرتی ہے وہی اس قصبہ کی بھی شکل ہے۔ عالیشان عمارتون کے پہلو مین جھونپڑیان دکھائی دیتی ہین اور وسیع بازار اور کوچے دلدلون اور سٹرکون کے ڈھیر پر جاکر منتہی ہوتے ہین۔ اصول حفظان صحت کے اعتبار سے اس مقام کی حالت ناگفتہ بہ ہی اور رہنے کے مکان نہایت ہی بودے ناپائدار اور ناقص ہین۔ گرمیون کے موسم مین

شبیہ خالق بیچون وبے ہمتا ہین تجھ مین
دم طوفان نظر آتی ہے اے آئینۂ انور

تموج تجھ مین پیدا یا تلاطم تجھ مین برپا ہو
سکون کا یا خموشی کا ہو تو پہنے ہوئے زیور

تو ڈھانپے برف سے قطب شمالی وجنوبی کو
دیا کھینچے تو خط استوا پر نیل کا مسطر

ہر اک حالت مین تو بے انتہا ہے اور بے پایان
فراخی تیرا مسلک اور وسعت ہے تیرا مشعر

ازل تیرا شبستان ہے ابد ہے متکا تیرا
بقا تیری ردا ہے اور پہنا ہے فضا بستر

تجھے کہیے خدا کے جود اور اکرام کی مسند
تجھے لکھیے خدا کی عظمت واجلال کا مظہر

۵ل۔ مسٹر ماؤنسی ایران کو جاتے وقت ۱۸۶۶ء مین باطوم ٹھیرے تو اونہون نے اسکے متعلق یہ بیان کیا کہ "اسوقت باطوم کی یہ حالت ہے کہ سوائے چند میلی کچیلی جھونپڑیون کے اور یہان کچھ دیکھنے مین نہین آتا

یہان کے پچاس فیصدی باشندے بیماری کی وجہ سے ازکار رفتہ ہوجاتے ہین اور بہت کم ایسے ہونگے جو اون سمی ابخرون کے متعدی اثر سے محفوظ رہین جنکا اس شہر کی نواح مولد و منفذ ہے اور جو ایک دو سال کی سکونت کے بعد جسم مین پیوست ہوکر قواے جسمانی مین انحطاط پیدا کردیتے ہین۔

روزانہ زندگی

یہان متعدد ہوٹل فرانسیسونکے موجود ہین اور ان سب مین اچھا ہوٹل "دی فرانس" ہے اور مین ہیز ہوٹل "امپیریل" مین طبقہ اعلیٰ کے لوگ اور روسی افسر باہم ملکر کہانا کہانے اور اوس وقت کو جو کام کاج سے بچ رہتا ہے بالطوم کے بے خودی پیدا کرنے والے حوالیات سے کنارہ کش ہوکر آپس مین بات چیت کرنے اور تفریح مین گزارنے کیلیے جمع ہوتے ہین معمولی سرکاری یا تجارتی کامون کے علاوہ یہان اور کوئی دلبستگی یا تفریح کا سامان نہین۔ گفتگو کا خاص موضوع آجاکر دکانداری رہ جاتا ہے اور مٹی کا تیل جو یہان خاص لین دین کی چیز ہے مشام تقریر کو رہ رہ کر اپنی خوشبو سے معطر کرتا ہے۔ اطراف وجوانب کا منظر اگرچہ بدرجہ غایت خوشنما ہے لیکن وہان اور کوئی ایسی شے نہین جسکی کشش اہل بالطوم کو اپنی طرف کھینچ لائے۔ شکار بڑی محنت سے ملتا ہے اور اگر دور گئے تو اس مین خرچ بہت پڑتا ہے۔ سڑکین اسقدر موجود نہین کہ سواری کا لطف حاصل ہو۔ سال کے اکثر حصہ مین دوپہر کے وقت گرمی شدت سے پڑتی ہے اور مینھ بالعموم برستا رہتا ہے۔ غرضکہ جو شے اتنے آدمیون کو اس ڈراونی جگہ مین لائی ہے وہ طمع زر ہے۔ دولت یہان حیرت انگیز عجلت کے ساتھ

کمائی جاسکتی ہے اور کمائی گئی ہے اور کم باشندے یہان کے ایسے ہونگے جنکا یہ مصمم قصد نہ ہو کہ روپیہ خوب سال جائے تو باطوم سے ایسے بھاگین کہ پھر مڑکر اوس کی طرف دیکھین تک نہین ۔

مٹی کے تیل کی تجارت

بحیرہ اسود کے مشرقی ساحل پر باطوم ہی ایک ایسا بندرگاہ ہے جسے عمدہ کہا جاسکتا ہے اور گوروس نے فوجی ضرورتون کے تقاضے پر اس اعتبار سے اسپر قبضہ کرلیا لیکن جیسا کہ مین ظاہر کرچکا ہون جس چیز نے کو باطوم کو بنا دیا ہے وہ مٹی کا تیل ہے جو اسکی روح ہے۔ خلیج کے کنارہ کنارہ اور اوس مسطح اور بخار آلودہ قطع زمین پر جو باطوم کو عظیم الشان شجر پوش پہاڑیون سے جدا کرتا ہے مٹی کے تیل سے بھرے ہوئے حوض اور اون مختلف تجارتی کوٹھیون کے کارخانے نظر آتے ہین جو اس نفع رسان تجارت مین مشغول ہین[51]۔ باکو اور باطوم کے درمیان ۵۰۰ سے اوپر ظرف دار ریل گاڑیان آتی جاتی ہین۔ سب سے بڑے کارخانے نوبل اور راس چائلڈ کے ہین جنمین سے اول الذکر نے اوس تجارتی بلند ہمتی کے اقتضا سے جسکے لئے اوسکا کارخانہ عرصہ سے مشہور ہے دشوار گزار کوہ سورم پر ریلوے لائن کے ساتھ طفلس کے قریب نل کا ایک سلسلہ قایم کرنے کی رعایتی اجازت حاصل کی ہے[52] چنانچہ اون کی ظرف دار گاڑیون مین جو باکو سے صاف

---

[51] باطوم مین ۸۵ حوض ہین جن مین ۱۳۸۰۰۰ ٹن تیل سما سکتا ہے (۱ ٹن = ۲۸ من)

[52] کارخانہ نوبل کے نل کے سلسلہ کا طول ۶۱ کیلو و سے کو یرلی تک ۴۰ میل ہے اس نل کے دور کا قطر ۴ انچ ہے اور اسکے ذریعہ سے روزانہ ۷۰۰ ٹن تیل آسکتا ہے ۔

شدہ تیل بھر کرآتا ہے وہ نل کے ذریعہ سے طفلس تک آجاتا ہے اور یہان سے گاڑیون مین بھر بھرا جاکر باطوم پہونچتا ہے - اسطرح سے زیادہ مسافت طے نہین کرنی پڑتی - انجنون اور گاڑیون کے پرزے زیادہ فرسودہ نہین ہوتے اور جو غیر معمولی چڑہاؤ اور اوتار راستہ مین آتے ہین اون پر جو وقت صرف ہوتا وہ بچ جاتا ہے -

روسی چنگی خانہ

بیڈشا کے "کانٹینٹل ریلوے گائیڈ" (دستورالعمل ریلوے برائے براعظم یوروپ) مین جو چند سطرین باطوم کے حالات کے متعلق لکھی ہین اون مین یہ درج ہے کہ "یہان چنگی کا محصول نہین لیا جاتا" جس شخص نے یہ فقرہ لکھا ہے اوسے حقیقت اوسوقت معلوم ہو جب وہ سمندر کی راہ سے باطوم کو جائے اور یہی وثوق آمیز فقرہ مہذب مگر ناشنوا روسی چنگی کے افسر کے سامنے دہرائے جو اوسے خشکی پر اُترنے کی اجازت دینے کے قبل جہاز مین آکر اوسکی تلاشی لے لیتا ہے - افسر مزبور کی سختی کے کم کرنے کا اگر کوئی طریقہ ہی تو وہ یہ ہے کہ رخت سفر نیا ہونے کے بجائے کہنہ یا مستعمل ہو -

تجارت اور بندرگاہ

باطوم سے بیرونی ممالک کو جسقدر مال تجارت جاتا ہے اوسکا اندازہ اس واقعہ سی لگایا جا سکتا ہے کہ سنہ ۱۸۸۹ء مین ۷۸۱ غیر ممالک کے جہازات یعنی وہ جو کہ روسی نہین تھے بندرگاہ مین داخل ہوئے - ان مین سے ۲۱۴ انگریزی جہاز تھے جنکی رجسٹری شدہ کمیت ۸۰۲۱۳۴ ٹن مین سے ۱۰۷۸۱ ۲۶۸ ٹن تھی کل مقدار مٹی کے تیل کی جو سنہ ۱۸۸۹ء مین

باہر بھیجی گئی بمقابلہ ۲۶۳۰۵۰۳۴ ٹن قیمتی ۱۷ لاکھ پاؤنڈ سال گزشتہ کے ۶۴۹۰۸۵

ٹن قیمتی ۳۰ لاکھ پاؤنڈ تھی ۱۸۸۹ء میں جسقدر مال ہندوستان چین اور جاپان کو گیا

جسکا میں اوپر ذکر کرچکا ہون اوسکی قیمت ۱۸۸۷ء کے مال برآمد شدہ کی قیمت کے مقابلہ مین

جو نسبتاً کچھ بھی نہین تھی بڑھکر ۹ لاکھ پاؤنڈ ہوگئی۔ اس میزان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا

ہے کہ انگلستان کے لیئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اگر ممکن ہو تو بلوچستان ہندوستان

اور برہما مین تیل بہم پہونچانے کے متعلق خود اپنے ذرایع کو ترقی دے۔ روسیون

کی نگرانی مین باطوم کی بندرگاہ جس مین اب تک سوائے اسکے اور کوئی خوبی نہ تھی کہ ساحل

کے قریب پانی یہان نہایت گہرا تھا جلد جلد بہت کچھ ترقی کر رہی ہے۔ گزشتہ سال شمالی بند

کے اندر کی طرف کو ایک پشتہ تعمیر کیا گیا تھا اور اب اسکے انتہائی کنارہ پر ایک برجی قایم

کرکے اسے مستحکم کیا جائیگا۔ ساحل کے کنارہ کنارہ ستون بٹھائے جارہے تھے یہان

اب ایک سنگین گھاٹ بنایا جائیگا اور سب سے آخرین روشنی کے مینار سے جو جنوب کیطرف واقع

ہے ایک اور بند شروع کرکے اوس گھاٹ تک لیجانے کا قصد ہے جو شمال کی طرف

ہے۔ بندرگاہ کی ان کل تعمیرات پر تخمیناً پانچ لاکھ پاؤنڈ صرف ہون گے جو گورنمنٹ روس

ادا کریگی۔ حال مین (اکتوبر ۱۸۹۱ء مین) اخبارون مین یہ خبر شایع ہوئی ہے کہ تجارتی بندرگاہ

پوٹی مین منتقل کی جانے والی ہے۔ جہان وسیع معیار پر گھاٹ تعمیر کیے جائینگے اور

باطوم مین بری اور بحری فوج اور سامان جنگ رہے گا۔ لیکن مجھے اسمین شبہ ہے۔

———○○○———

روس کی فوجی تیاریان

اس مین کچھ شک نہین کہ باطوم مین جنگی ضروریات کی طرف بہت کچھ توجہ مبذول کی جارہی ہے اور اونکے متعلق اسقدر جانفشانی اور عزیمت سے کام لیا جارہا ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ روس اپنی قفقاف کی سرحد کی اس بحری کلید کو نہایت اہم اور وقیع سمجھے ہوئے ہے۔ پانچ بڑے بڑے قلعے جن مین سے بعض ابھی تکمیل کو نہین پہونچے ساحل کے استحکام کا ثبوت دے رہے ہین اور بیش سے زیادہ سنگین نال کی توپین اونپر چڑہی ہوئی ہین۔ بڑا توپ خانہ جو شہر کے وسط مین واقع ہے اور جسکی کہ بندرگاہ فوری مدنظر ہے بارہ توپون پر مشتمل ہے جن مین سے ہر ایک کا وزن اٹھارہ سے لیکر بائیس ٹن تک کا بیان کیا جاتا ہے۔ تمام اجنبیون حتیٰ کہ محکمہ دیوانی کے روسی عہدہ دارون تک کو اس کی حدود مین داخل ہونے کی سخت ممانعت ہے۔ جسدن کہ مین روانہ ہوا تو کرمچ کی چاندماریون پر جو سمندر مین لگادی گئی تہین نشانہ کی مشق ہو رہی تھی۔ بندرگاہ کی پشت پر پہاڑون کا جو سلسلہ واقع ہے اونکے پہلوون یا چوٹیون پر چار اور توپخانے تعمیر کئے جارہے ہین جو زیادہ تر پھٹنے والے گولون کی توپون سے مسلح ہون گے۔ باطوم مین مستقل طور پر ہزار ہزار جوانون کی تین پلٹنین رہتی ہین۔ جو ہر وقت حرکت مین لائی جاسکتی ہین۔ جب مین باطوم مین پہونچا تو چار پیدل فوج کی پلٹنین قرب وجوار مین ایک فوجی سڑک کی تیاری مین مصروف تھین۔ یہ سڑک ملک کے اندرونی حصہ کی جانب ایک گھاٹی کے اوپر سے گزرتی ہوئی جاتی ہے۔ اگر غنیم سمندر کی طرف سے حملہ کرے تو جاجب پہاڑیون کے باعث سڑک کا یہ حصہ اوسکے اثر سے محفوظ رہے گا۔ ان

تفاصیل سے واضح ہوگا کہ روس اپنے نئے حاصل کئے ہوئے علاقہ کے اہم ہونے کو اچھی
طرح پہچانتا ہے اور اگر کوئی جہازون کا بیڑا مخالفانہ نیت سے براہ باسفورس یہان پہونچے
تو وہ روس کو باطوم مین اونگہتا ہوا نہین پائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۷۸ء مین
بزمانہ انعقاد برلن کانگریس بعض انگریزی مدبرون نے باطوم کے متعلق جو رائے زنی کی
تھی اوسکی وقعت طفلانہ ژاژ خائی سے زیادہ نہ تھی۔

باطوم سے طفلس تک کی ریل

باطوم سے طفلس تک، جو ریل کی سڑک گئی ہے اوسکے مناظر کی دلکشائی اور
جانفزائی بیان سے باہر ہے باطوم کے جنوبی حصہ سے شروع ہو کر قصبہ کے گرد نصف دائرہ
بناتی ہوئی شمال کی جانب ساحل کے کنارہ کنارہ پوٹی کے سمت مین تیس میل کی مسافت
طے کرنے کے بعد یہ سڑک وادی رائن مین داخل ہوتی ہے۔ یہ رائن وہی دریا ہے جو زمانہ
قدیم مین فیزس، کہلاتا تہا اور جسکی موجون کو کبھی "آرگو" نامی مشہور جہاز نے جسکا افسانون مین
ذکر ہے قطع کیا تھا۔ اس پر فضا وادی مین نباتات کی شادابی کی وہی حالت ہے جو منطقہ
حارہ مین دیکھنے مین آتی ہے۔ جوار نشیب کے تمام اقطاع مین بوئی جاتی ہے اور پہاڑیان سر سے
لیکر پاؤن تک سبز اور گھنے درختون کی ایک چادر اوڑھے نظر آتی ہین۔ ہر ایک اسٹیشن
پر جہان ریلون کے موڑ موجود ہین۔ ظرف دار تیل سے لدی ہوئی گاڑیون کی لمبی لمبی قطارین
عظیم الجثہ آہن پوش ٹڈیون کی طرح رینگتی ہوئی نظر آتی ہین اور کچھ دور جا کر نگاہ سے غائب
ہو جاتی ہین۔ ہر ایک دیو ہیکل کیڑے کے پیٹ مین اسقدر دولت بھری ہوئی ہے کہ

زرین پشمینہ[1] کی دولت اوسکے سامنے ہیچ تھی زمانہ حال کے بہت سے "آرگو" اس کے مقناطیسی اثر سے کھینچ کر فیرش مین آتے ہین۔ اور اگرچہ مین یہان کے عجائبات کو دیکھ پاتا

[1] زرین پشمینہ کی حکایت منجملہ اون دلچسپ افسانون کے ہے جن سے عہد قدیم کے سفائن معمور ہین اسکی اصلیت غالبًا اس سے زیادہ نہین کہ چند یونانیون نے دولت کی تلاش مین جہاز کا سفر اختیار کیا اور اس سرزمین مین آکر وارد ہوئے جسکا ذکر لارڈ کرزن نے یہان کیا ہے لیکن زمانہ قدیم کے یونانیون مین جنکے معبودون کی تعداد ہندوون کے سے بھی بڑھی ہوئی تھی اور جو اپنے ہر ایک کام اور ہر ایک بات کو اپنے معبودون کی فوق الفطرت مداخلت کے رنگ مین ڈوبا ہوا تصور کرکے اوسی لحاظ سے اوسکو بیان کرتے تھے زرین پشمینہ کی روایت اپنی اوسی پر اسرار ربانی وساطت کی شان لئے ہوئے ایک دلاویز سمے کی شکل مین مشہور تھی۔ چونکہ اوسکا ذکر کرنا ناظرین کی دلبستگی کا باعث ہوگا اس لئے اسکا مین اس مقام پر اقتباس کرتا ہون۔ اوس عظیم الشان جنگ سے کچھ عرصہ پہلے جسے ہومر مشہور یونانی شاعر نے اپنی یادگار زمانہ کتاب الیڈ مین جسے گویا یونانی کی مہابھارت کہنا چاہیئے بیان کیا ہے۔ کچھ یونانی بہادر اپنے جہاز "آرگو" نامی مین بہ سرکردگی جیسن ایک عجیب وغریب مہم پر روانہ ہوئے جیسن کو اوسکے چچا پیلیاس شاہ آیالکس نے اس مہم پر اس غرض سے مور لیا تھا کہ وہ کالچس مین جاکر زرین پشمینہ کو فرزانہ کو جسکا محافظ ایک اژدہا تھا جس طرح بن پڑے لے آئے۔ چنانچہ جیسن نے اپنے چچا کے ارشاد کی تعمیل مین فرکس کے بیٹے آرگس نامی ایک کاریگر کو ایک پچاس چپون کے جہاز کی تیاری کا حکم دیا۔ جب جہاز تیار ہوچکا تو اوسنے پچاس یونانیون کو جو شجاعت اور بہادری مین یونان بھر مین اپنا مثل نہ رکھتے تھے اپنے ہمراہ لیا اور لنگر اٹھایا۔

یہ لوگ انواع واقسام کے خطرے برداشت کرتے اور تکلیفین جھیلتے آخرکار دریائے فیرس کے دہانہ پر جو کولچس مین ہے پہونچے۔ کولچس کے بادشاہ ایٹیز نے جیسن سے وعدہ کیا کہ مین تمکو زرین پشمینہ دونگا بشرطیکہ تم میرے دو بیلون کو جنکے نتھنون سے آگ کے شعلے نکلتے ہین اور جنکے کھر پیتل کے ہین ہل مین جوت دو اور جس اژدہے کے دانت کیڈمس (یونانی روایت کے مطابق فینیشیا کے بادشاہ اگینار کا بیٹا تھا۔ جب جوپٹر مہادیوتا اوسکی بہن یوروپا کو اغوا کرکے لیگیا تو وہ اوسکی تلاش مین نکلا اور ڈلفی مین دیبی سے فال نکلوانے گیا ڈلفی کی

تو ایسا مبہوت ہوجاتا کہ کالپیا کی شہزادی کے جادو کی یاد بھی اوسکے دل سے محو ہوجاتی -

ریل کی سڑک جون جون ندی کے کنارے کنارے اوپر چڑھتی ہے - حتی کہ ندی کے منبع تک پہونچ جاتی ہے جو اوس قال مین ہے جو بحیرہ اخضر کے طاس کو بحیرہ اسود کے طاس سے جدا کرتا ہے تو نظارہ ایک زیادہ مہتم بالشان شکل اختیار کرتا ہے - پہاڑ آسمان سے ... سے معلوم ہوتے ہین اور گاڑی آہستہ آہستہ عظیم الشان درون اور گھاٹیون

دیبی نے اوسے یہ مشورہ دیا کہ ایک گائے تمہارے راستہ مین آئے گی تم اوسکے پیچھے پیچھے چلے جاؤ اور جہان وہ ٹھہر جائے وہان ایک شہر کی بنا ڈالو - چنانچہ اوسنے شہر تھیبیز آباد کیا) تھیبیز مین چھوڑ آیا تھا زمین مین بو دو - یہ بیل جادو کے تھے اور جو شخص اونکے قریب جاتا تھا اوسے وہ اپنی شعلہ بار سانس سے جلا ڈالتے تھے اور اژدہے کے دانتون کی یہ تاثیر تھی کہ جب اونہین زمین مین بو یا جاتا تھا تو تھوڑے عرصہ بعد زمین مین سے ایک ایک دانت کے بجائے ایک ایک مسلح جوان نمودار ہوجاتا تھا اور بونے والے کو یہ ہتیار بند کھیتی ککڑی کی طرح کاٹ ڈالتی تھی - لیکن بادشاہ کی بیٹی میڈیا نے جو جیسن پر عاشق ہوگئی تھی جادو کے زور سے اوسکو ان بلاؤن پر غالب کیا - اسی طرح کی اور جوان ہونی فرمائشین بادشاہ نے کین اونہین بھی جیسن نے میڈیا کی مدد سے پورا کیا - لیکن بادشاہ یہ نہ چاہتا تھا کہ زرین پشمینہ جیسن کو دے اسلئے جیسن نے اس عدیم المثال خزانہ کو قابو پاکر خود لے لیا اور رات کے وقت میڈیا کو اوسکے بھائی اسرٹس سمیت اپنے ساتھ لیکر اپنے جہاز مین روانہ ہوگیا - ایٹیز نے اس کا تعاقب کیا - لیکن میڈیا نے اپنے بھائی کو مار ڈالا اور اسکی نعش کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے سمندر مین ڈالدئے - ادہر ایٹیز اپنے بیٹے کی لاش کے ٹکڑون کے جمع کرنے مین مصروف ہوا اور ادہر میڈیا اپنے عاشق سمیت فرار ہوگئی -

مترجم

کو طے کرتی ہے۔ اسٹیشنون کے پلیٹ فارمون پر وحشی اور ناشایستہ گرجستانی لڑکون کا ایک جم غفیر جنہیر کا لو ابناء الراشدین الجبال کا قول صادق آتا ہے انگورون کے خوشے اور اخروٹ ہاتھ مین لئے نظر آتا ہے تاکہ مسافرونکے ہاتھ بیچ کر کچھ پیسے کما لیجائے۔ شاندار ریشائیں آدمیون کی شکلین اسٹیشنون پر کھڑی ہوئی دکھائی دیتی ہین جو چرکس "بعض سرکیشیا کی کمر پر سے چنی ہوئی چست عبا کو پہنے بھیڑ کی مرغولہ دار اون والی کھال کی ٹوپی۔۔ مختصر سے دمشقی ہتھیار لگائے گاڑی کی آمد اور روانگی کے موقعہ پر فوجی باقاعدگی کے ساتھ آتے ہین اور نہایت متانت اور وقار کے ساتھ اس نظارہ کو دیکھتے ہین۔

تعمیر سرنگ سورم

باطوم سے طفلس تک جو ۲۲۰ میل کا فاصلہ ہے یا کم از کم پوٹی سے طفلس تک کئی سال سے ریل جاری ہے لیکن روسی کچھ عرصہ سے ریل کی سڑک کے اوس حصہ مین جو رائن اور بکیلیو کے اسٹیشنونکے مابین واقع ہے اور جہان کوہ سورم کی بلندی پر سطح سمندر سے تین ہزار فیٹ بلند ریل کو چڑھنا پڑہتا ہے ایک وسیع معیار پر ترمیم کر رہے ہین اس ترمیم کا مقصد نہ صرف پہاڑ کے بیچون بیچ ایک تین میل لمبی سرنگ کا لیجانا ہے بلکہ کئی میل تک ریل کی پٹریون کا از سر نو بچھانا اس مین نئے پلون کے بنانے کی ضرورت داعی ہوگی۔ اور کھدائی عمارت اور پشتہ بندی کا بہت بڑا کام کرنا پڑے گا۔ جب مین ایک سال قبل یہان سے گزرا تو بہت سے مزدور اس کام پر لگے ہوئے تھے۔ ایک سال کی عرصہ مین کام کا بڑا حصہ ختم ہوگیا ہے۔ اندازہ یہ لگایا گیا تھا کہ سنہ ۱۸۹۰ء کے موسم بہار مین

کل کام ختم ہو جائیگا لیکن کہین اکتوبر کے مہینے مین جا کر سرنگ کا افتتاح روسی طریقہ کے مطابق مذہبی رسوم کے ساتھ ہوا اور پھر بھی کل کام ختم نہین ہوا۔ گورنمنٹ روس اس علاقہ مین پانی کی طرح روپیہ صرف کر رہی ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ روس اسی امر کو ضروری خیال کرتا ہے کہ قاف مین ریل کا سلسلہ پوری طرح پر قایم ہو جائے بلکہ اوسنے اس امر کے اہم ہونے کو بھی محسوس کیا ہے کہ سلسلہ مسطورہ سریع السیر اور سہل المرور ہو۔ مین نے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ کام وسیع پیمانہ پر عمدہ طرح سے کیا جا رہا ہے اور نہایت پختہ اور سنگین ہے۔ سورم کی سرنگ یوروپ کی تمام دوسری سرنگون سے باعتبار اپنے دہانہ کے بڑی ہے۔ سینٹ گاتھرڈ کی سرنگ کا دہانہ صرف ساٹھ مربع میٹر ہے۔ حالانکہ سرنگ سورم کا مُنہ ۹۰ مربع میٹر ہے۔ باطوم سے باکو تک ریل کا کرایہ بہت زیادہ ہے۔ درجہ اوّل کے ایک ٹکٹ کی قیمت ۴۷½ روبل ۵۶۰ میل کے فاصلہ کے لئے دینی پڑتی ہے۔ گویا ایک میل کا کرایہ دو پنس سے بھی زیادہ ہوا لیکن غالباً اس کرایہ کی زیادتی کی وجہ اوس خرچ کی زیادتی ہے جو اس سڑک پر ہوا۔ باطوم اور باکو کے درمیان انجنون مین کوئلے کے بجائے روغن نفت جلتا ہے۔ جسے یہان استاتکی کہتے ہین اور جو باریک پھوار کی شکل مین بھٹی کے اندر ڈالا جاتا ہے اور اسی کی طاقت سے انجن چلتے ہین۔ سورم کے پہاڑ کی چڑھائی پر ایک انجن گاڑی کے آگے لگتا ہے اور ایک اوسے پیچھے سے دھکیلتا جاتا ہے۔

۵۱ اسکے بعد (نومبر ۱۸۹۰ء) مین اس امر کا اعلان کیا گیا کہ گورنمنٹ روس نے ایک فوجی ریلوے کی قیام کی اجازت دی ہے جو کارس کے قلعہ کو بڑی سڑک سے ملاے گی۔

باکو پہونچنے مین جتنا وقت پہلے صرف ہوتا تھا اوس سے اب تین گھنٹہ زیادہ دیر لگتی ہے۔ اس دیر کی وجہ دریافت کرنے پر مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ پہلے تو ریل کی مالک ایک کمپنی تہی مگر اب سلطنت نے اوسے خرید لیا ہے۔ جن لوگونکو گورنمنٹ روس کی کارروائی کے طریقہ معلوم ہین اونکے لئے یہ تجربہ کافی ہے۔

طفلس

طفلس کے حالات سے سیاح ایسی اچھی طرح پر واقف ہین کہ یہان اونکے ذکر کرنیکی ضرورت نہین معلوم ہوتی اسکا عامیانہ حسن جس مین پھر بھی شاید ایک طرحکا نرالا پن پایا جاتا ہی اور جو مشرقیت کی اداؤن سے ہر سال معرا ہوتا جاتا ہے غالبًا اونہین لوگون کو فریفتہ کریگا جنہون نے مشرق کی سیر پہلے کبھی نہین کی۔ جب مین یہان پہونچا تو زراعت اور صنعت وحرفت کی ایک نمایش کا شہر مین چرچا ہو رہا تھا۔ یہ پہلی ہی نمایش تہی جو علاقہ قاف مین منعقد ہوئی اور شہر کے باہر ایک کہلے میدان مین چوبی شامیانون کے تلے اس کا سامان آراستہ کیا گیا تھا۔ کاشتکاری۔ باغبانی۔ انگورون کی زراعت۔ پالی ہوئی مچھلیون۔ اور نگہداشت کئے ہوئے جنگلی درختون کی پیداوار اور قاف کی پارچہ بافی اور کارہائے صنعت وحرفت کے نمونے اور نیز وسط ایشیا اور ماوراء النہر کی چیزین یہان جمع تہین۔ پارچہ بافی یا دہات کے کام کے متعلق مقامی ساخت کی اشیا مختلف الاقسام اور خوش وضع تہین لیکن عام حیثیت نمایش کی انگلستان کے کسی قصبہ کی نمایش سے بڑہکر نہ تھی اور جو لوگ یہان آتے تھے اونکا مقصد اسقدر چیزون کا خریدنا نہ ہوتا تہا جتنا کہ باجہ سننے اور ناؤ نوش مین مصروف ہونیکا

لاندرے کا ہوٹل



لاندرے کا ہوٹل واقع طفلس مختلف الاصناع اور مختلف الاقوام لوگوں کا مشرق مین شاید سب سے زیادہ حیرت انگیز مرجع ہے یوروپ اور ایشیا کی حد فاصل اور اوس شاہراہ پر واقع ہونے کے باعث جو مشرق کی دور دراز سرزمین کی طرف جاتی ہے ان دلفریب اقطاع کا تقریباً ہر ایک مسافر آتے اور جاتے وقت اسکی مہمان نواز چاردیواری کے اندر تھوڑی دیر کے لئے فروکش ہوتا ہے۔ مشرق کا سیاح اس نامعلوم سرزمین مین داخل ہونے سے پہلے یہان آخری مرتبہ تہذیب وتمدن کا منھ دیکھتا ہے اور سفر سے پلٹ کر غالباً کئی مہینون کے بعد پہلی مرتبہ سفید چادر والے بستر کا لطف اڑاتا ہے اور اپنی تکالیف وآلام کو شمپین کے ایک مفرح ساغر کے پینے سے بھول جاتا ہے۔ مثلاً جب مین یہان وارد ہوا تو ایک نوجوان فرانسیسی امیرزادہ جو سرحد منگولیا کے کوہستان ٹیان شان سے شکار کھیل کر واپس آیا تھا۔ ایران کے انگلو یورپین محکمہ تار کا ایک اعلیٰ عہدہ دار ماوراءالنہر کے محکمہ ریلوے کا ایک آزلینڈ کا رہنے والا انجینیر۔ پولینڈ کا وہ ٹھیکہ دار جس نے دریاے جیحون پر مشہور چوبی پل باندھا تھا۔ دو انگریز جو قاف کے برفستان سے سیر وشکار سے ابھی لوٹ کر آئے تھے کچھ روسی۔ کئی ایک ارمنی اور بہت سے مختلف الاقوام اور مختلف الالسنہ لوگ جو لفقہ تمدن کے ہمیشہ حاشیہ طراز پائے جاتے ہین۔ یہان موجود تھے۔ ذی مرتبہ سیاحون کے ہمراہ جن لوگون نے بطور ترجمان یا بدرقہ کے سفر کیا ہے وہ ہوٹل کے دروازون پر اون فرسودہ سفر چیٹھیون کو پیش کرتے ہوئے پائے جاتے ہین جو اونکو بطور

صداقت ناموں کے سیاحان مسطور سے ملی تھین - انگلستان مین بیٹھے ہوئے اس کتاب کے لکھتے وقت مجھے تامل اور وثوق کی وہ کیفیتین خوب یاد پڑ رہی ہین جنہین اپنے دل مین پہلو بہ پہلو جگہ دئے ہوئے مین ایک سے زیادہ مرتبہ ہوٹل دی لاندرے سے روانہ ہوا - اور اوس اطمینان و فارغ البالی کی یاد بھی میرے دل مین تازہ ہے جو مجھے اوس وقت میسر ہوئی جبکہ مینے

طے ہوئی آج کی منزل مین مسافت میری   للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری

کہکر کچھ عرصہ کے بعد اسکی دہلیز کے اندر قدم رکھا -

طفلس سے روانگی

دن کے قیام کے بعد مین طفلس سے روانہ ہوا - ریل کے اسٹیشن پر کسی عیار طفلسی نے ایک کیسہ جس مین مینے دس پاونڈ کے روبل بھنوا کر ڈال لئے تھے اڑالی لیکن اس لحاظ سے کہ ریل کی روانگی کا وقت آدھی رات کا تھا اور مسافر کو اچلون اور اٹھائی گیرون کے ایک ہجوم مین دو گھنٹہ تک انتظار کئے بغیر روانہ ہونے کا موقعہ نہین ملتا - مجھے حق روانگی کی قیمت کچھ زیادہ نہین ادا کرنی پڑی - دس پاونڈ کھوکر بھی مین سمجھا کہ چلو سستا پیچھا چھوٹا اور بغیر کسی قسم کی کاوش کے مینے مغرب کی دلبستگیون سے منہ موڑا -

باکو

طفلس سے جس دن مین روانہ ہوا اوسکی شام کو باکو پہونچا کون ہے جو اس شہر کے مناظر کو ایک دفعہ دیکھکر بھولا ہو - اسکے دو وکش اور حوض اور مٹی کے تیل کے صفا کرنے

اسکے کارخانے - اسکی ریل کی سڑکین جو اسٹیشن کے اطراف مین دور تک پھیلی اور تیل بھرنے کی گاڑیون سے ڈھکی ہوئی ہین - اسکی داغ آلودہ گلیان جن پر گویا مٹی کے تیل کا چھڑکاؤ ہورہا ہے اسکے آسمان سے باتین کرتے ہوئے تار برقی کے کھمبے اور کھڑکھڑاتی ہوئی ٹریم گاڑیان - اسکی دکانین جن مین دنیا جہان کی چیزین موجود ہین - اسکے ایرانی کھنڈر - اسکے طرز جدید کے یک منزلہ مکانات - اسکے میلے کچیلے مختلف الاقوام باشندے اسکی سیاہ رنگ بندرگاہ اسکا گھٹا ٹوپ دھوان اسکی ہرجگہ سرایت کرنے والی بو - ایسی نہین کہ کسی شخص کے دل سے اوسکی یاد محو ہوسکے - مین باکو مین پہونچا تو اوسے پہلے سے بڑا پہلے سے زیادہ تلخ وتند اور پہلے سے زیادہ غیر خوش آیند پایا اسکی آبادی تخمیناً نوے ہزار بتائی جاتی ہے - جو بیشی کہ اس مین ہوئی ہے وہ صرف گذشتہ پندرہ سال کے اثنا مین ہوئی ہے اور مٹی کے تیل کی تجارت سے ہی اوسے منسوب کیا جاسکتا ہے - جب مین نے دریافت کیا کہ یہ اندازہ کس حساب پر مبنی ہے تو مجھے جواب ملا کہ یہ محض قیاسی اور تخمینی مردم شماری ہے روس مین صحیح یا سرکاری شمار اعدادی کا کیا ذکر مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ روس مین ایک صاحب نے مجھسے کہا کہ گورنمنٹ روس کی طرف سے اگر کوئی صحیح اور قابل وثوق نقشہ شمار اعدادی کبھی شایع ہوا ہے تو وہ اس امر کے متعلق تھا کہ وادکا[لہ] کا صرف روس مین کسقدر ہوتا ہے اور افراد قوم کی حیات وممات پر اوس سے کیا اثر پڑتا ہے پھر اوہون نے بیان کیا کہ اس نقشہ مین آبادی تین جماعتون پر منقسم تھی یعنی اعتدال سے پینے والے حد سے زیادہ پینے

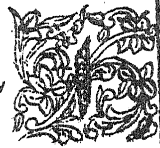
[لہ] ایک قسم کی شراب جو روس مین تیار ہوتی ہے - مترجم

والے اور بالکل اجتناب کرنے والے اور از روے اعداد یہ بات ثابت کیگئی تھی کہ جماعت اوّل الذکر کے افراد کو طویل العمر ہونے کے لحاظ سے دوسرون پر تفوق حاصل تھا۔ چنانچہ اس نتیجہ کے معلوم کرنے سے مینو شون کو تو جو خوشی اور اطمینان حاصل ہوا وہ ظاہر ہے لیکن محکمہ آبکاری نے بھی کچھہ کم مسرت کے ساتھہ اس نتیجہ کو نہین سُنا۔ یہ روایت اگر صحیح نہین تو اتنا تو ضرور ہے کہ گھڑی خوب گئی ہے۔

بحیرہ اخضر کا عبور

کوسے اوڈن ادا آنے مینے بحیرہ اخضر کو اُسی انگلستان مین بنے ہوئے جہاز "بار پائنسز کی ڈ نامی" پر عبور کیا جسمین ہمنے گذشتہ سال اسی حصہ سمندر کو طے کیا تھا اگرچہ اب یہ جہاز پرانا ہو گیا ہے تاہم یہ کالیکس اینڈ مرکری کمپنی کے بہترین جہازون مین سے ہے۔ کل تعداد اون جہازون کی جو بحیرہ اخضر کی مختلف بندرگاہون کے درمیان چلتے ہین پندرہ ہے اور ڈاک اور فوج کے لیجانے اور جنگ کی حالت مین باربرداری کے کام آنے کے معاوضہ مین سلطنت کیطرف سے کمپنی مسطور کو ان جہازون کے لئے ایک بڑی رقم ہر سال ملتی ہے۔ ان مین سے ایک جہاز باکو سے ہفتہ مین دو دفعہ یعنی چہارشنبہ اور جمعہ کے دن ۵ بجے شام کے اوڈن ادا کو روانہ ہوتا ہے۔ ہمارا سفر بخیر و خوبی طے ہوا کیونکہ ایک دس دن کے مسلسل طوفان نے بحیرہ اخضر کی برہمی و آشفتگی کو کچھہ عرصہ کے لیے فرو کر دیا تھا۔ اور اوس پیچ و خم کہانی ہو فی آ بنائے مین سے ہوتے ہوے جو زرد رنگت کے ریتیلے ٹیلون مین کاٹ کر بنائی گئی ہے دوسرے دن سہ پہر کے ڈھائی بجے اوڈن ادا پہونچے۔

جرنیل اینینکاف



س زمانہ مین جرنیل اینینکاف اذن اوا مین مقیم تھے۔ وہ میرے ساتھہ اپنی مستمرہ مہمان نوازی سے پیش آئے اور اون مفید نتایج کا ذوق وشوق سے ذکر کرنے لگے جو اونکی مجوزہ ریل سے حال مین مترتب ہورہے تھے اور آیندہ چلکر پیدا ہونگے۔ اور اپنے ان مشہور ومعروف خیالات کی تشریح کرنے لگے کہ اگر روس سے لیکر ہندوستان تک ریل کا سلسلہ قایم ہوجائے تو کیا ہی اچھا ہو اور اگر انگلستان فرانس اور روس کے درمیان ایک اتحاد ثلثہ قرار پاجائے تو کیا ہی عمدہ بات ہو۔ اسکے بعد اونہون نے ایک جلسہ مین میرا جام صحت نوش کیا کیونکہ گو اونکے وثوق آمیز خیالات مین مین اون کا ہمداستان نہین تھا پھر بھی مینے سابق کے ایک موقعہ پر ماوراء النہر کی ریل کے فواید کو تسلیم کیا تھا اور اوسکے قایم کرنیوالون کو توقیر اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اذن اوا باعتبار وسعت وآبادی کے گذشتہ سال مین کسی قدر ترقی کر گیا ہی[۵۱]۔ اور بندرگاہ اور ساحل پر دور دور تک روئی کے بورے جہازون پر لدنے کیلئے اس کثرت سے پڑے ہوئے تھے کہ تل رکھنے کو جگہ نظر نہ آتی ہی۔ جرنیل اینینکاف نے مجھہ سے بیان کیا کہ سمرقند سے تاشقند تک ریل کو توسیع دینے کی منظوری گورنمنٹ صادر کرچکی ہے اور امید ہے کہ آیندہ موسم گرما مین مین اس کام کو شروع کردون[۵۲]۔ اور عنقریب اسے آمسک سے لیکر

---

۵۱ ماہ اکتوبر ۱۸۸۹ء مین یہان کی آبادی ۱۶۷۵۰ تھی۔

۵۲ با اینہمہ اس کتاب کے مطبع مین بھیجے جانے کے وقت یعنی ۱۸۹۱ء کے موسم سرما تک یہ کام شروع نہین کیا گیا۔

تاسک تک کے اوس مجوزہ ریل کے سلسلہ سے ملادون جو سائبیریا مین سے ہوتا ہوا ولاڈی وسٹاک کو جائیگا۔ جرنیل موصوف نے یہ امید بھی ظاہر کی کہ ایک وقت وہ بھی آنیوالا ہے جبکہ وہ مرو پنجدہ اور ہرات کی راہ سے قندھار تک ریل کا ایک سلسلہ قایم کرکے مشرق اور مغرب کو باہم دوستانہ تعلقات سے مربوط کردین گے۔

دیسی مسافر

ان دنون ادا مین دیسی مسافرون کی تعداد جو ٹکٹ گھر کی ایک ہی چھوٹی سی کھڑکی پر ٹکٹ لینے کے لئے جمع تھی اس قدر کثیر تھی کہ وقت معینہ کے کہین دو گھنٹہ بعد گاڑی اسٹیشن سے روانہ ہوئی۔ یہ لوگ مسلمان تھے جو مکہ معظمہ یا دوسرے متبرک مقامات سے حج اور زیارت کرنے کے بعد واپس آرہے تھے۔ بخارا کے ازبک۔ سمرقند اور تاشقند کے سرط کلچہ کے چینی مسلمان۔ ترکمان اور افغان غرضکہ مختلف بلاد و امصار کے مسلمان ان مین شریک تھے۔ مشرق کے ان ہٹ دھرم ساکنون کو نہ تو اس بات کا یقین آتا تھا کہ ٹکٹون کی قیمت مقررہ سے جو گھٹ بڑھ نہین سکتی اور نہ وہ اوس فرانسیسی طریقہ کے مفہوم کو سمجھتے تھے جسکی رو سے مسافرون کی ایک جماعت کو ٹکٹ لینے کی پہلے اجازت دیجاتی ہے اور اوسکے بعد دوسری جماعت کی باری آتی ہے۔ اس چھوٹے سے دریچہ پر وہ آپس مین لڑتے اور ایک دوسرے کو دھکے دیتے تھے اور جب ٹکٹ دینے والا اونہین قیمت بتاتا تھا تو وہ سچے ایشیائی طریقے کے مطابق قریباً نصف قیمت اس امید پر پیش کرتے تھے کہ جھگڑے اور تکرار کے بعد سودا ٹھیک ہو جائیگا۔

صحرا



دوسری صبح کو مطلع صاف تھا اور سورج کی چمکتی ہوئی شعاعون مین مین نے دوبارہ قراقم کے کف دست بیابان اور قرن داغ کے تنگ درون کو دیکھا - اکثر ریل کے اسٹیشنون پر بہت کچھ اصلاح اور ترقی نمایان تہی - درختون کی بہتات تھی، پانی کی افراط تہی اور عام طور پر آرام کا سامان زیادہ تھا - گیاک پتی مین ساڑہے گیارہ بجے دن کے ہمار اگزر ہوا اور مجھے اتنا وقت ملگیا کہ مین اوس مشہور قلعہ کے کہنڈرون کو جاکر دیکھہ آؤن جس کا ذکر مین نے اپنی سابق کی تصنیف مین تفصیل کے ساتھ کیا ہے - اسکی کچی مٹی کی ٹہوس دیوارون مین بہت کم فرسودگی نمایان ہے اور اگر مصنوعی طور پر انکو زمین کے برابر نہ کردیجاوین توکم ازکم ایک سال تک نظر آتی رہین گی - اسکے بعد یعنی نومبر ۱۸۹۰ع مین گورنمنٹ روس نے اس امر کا اعلان کیا کہ گیاک پتی مین علاقہ قاف کے اون مجرمون کے لئے جنہین قید با مشقت کی سزا دیجاتی ہے اور جو سائبیریا کی شدید سردی کی تاب نہین لاسکتے - ایک مجلس قایم کیا جائے گا - ابھی دس سال کا عرصہ بھی منقضی نہین ہوتا کہ دیسی لوگ روسی قیدیون کو جنگ مین مارڈالتے تھے - اب روسی مجرمون کا اونھین مین مصروف کار رہنا نیرنگی قسمت کا ایک شعبدہ ہے جسے حوالیات سے پوری مطابقت ہے - وقت مقررہ سے دو گھنٹہ بعد (کیونکہ تلافی مافات کی ریل نے کوئی کوشش نہین کی) اور اذن اوا سے روانہ ہونے کے انیس گھنٹہ بعد ہم عشق آباد کے اسٹیشن پر پہونچے - عشق آباد ماوراء النہر کا دار الحکومت ہے اور بحیرہ اخضر کے ساحل سے تین سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے - یہان مجھے ریل

کو چھوڑنا پڑا اور دو ہزار میل کا وہ لمبا گھوڑے کی سواری کا سفر جو ایران کی سیاحت کے خاتمہ تک میرے پیش نظر رہتا مجھے اختیار کرنا پڑا۔ انجن سیٹی دیکر روانہ ہوا اور مین حسرت بھری نگاہون سے اوسے غایب ہوتا ہوا دیکھتا رہا گویا کہ مین کسی پرانے اور وفادار رفیق کو الوداع کہہ رہا ہون۔



چوتھا باب

ماوراءالنہر

دیکھتا ہون دور سے اُٹھتا ہوا مین کچھہ غبار — اس مین ہین پنہان مگر آیندہ نسلون کے سوار
ہے یہ پہلی موج اوس انسانی سمندر کی مگر — ٹھاٹھہ ماریگا یہان رہ رہ کے جو بے اختیار
سلطنت کے وہ مبادی ہین یہان بکھرے پڑے — منتقل ہو ویگا جمعیت مین جن کا انتشار
خلعت صورت ہے سوئے کر رہا ہے زیب تن — ڈھل رہی سانچہ مین ہے اک کارگاہ شاندار

"آن این اینگلس کوپل" (زوال عقاب) مصنفہ جورجی وٹیر

جدید ترین معلومات

اپنی سیاحت کے حالات کے بیان کرنے سے پہلے مین ایک مختصر فصل مین ماوراءالنہر اور ماوراءالنہر کی ریلوے کے متعلق جدید ترین معلومات درج کرنا چاہتا ہون تاکہ اوسکی ترقی اور نشوونما کے اس وقت تک کے واقعات جہان تک ممکن ہے معلوم ہوسکین۔ جو ناظرین کہ خطۂ ایران مین فوراً ہی داخل ہونا چاہتے ہین وہ اگر چاہین تو اس باب کو نہ پڑہین۔ مین نے اپنی سابق کی تصنیف الموسوم بہ "رشیا ان سنٹرل ایشیا" (اوسط ایشیا مین روس کا طرز عمل) مین ماوراءالنہر کی ریل کی تاریخ ۱۸۸۹ء کے موسم خزان تک بیان کی

تھی - اس مضمون پر بعد مین اور مصنفون نے بھی طبع آزمائی کی لیکن ہماری معلومات کے ذخیرہ مین اونھون نے بہت کم مواد اضافہ کیا[۵۱] - میرا خیال ہے کہ اگر کسی انگریز کو یہ دعوی ہوسکتا ہے کہ اوسنے دو دفعہ اس ریلوے پر سفر کیا ہے تو وہ مین ہون اور اس لئے یہ بات جن معلومات پر مشتمل ہے وہ بضمن اطلاعات مندرجہ تصنیف متذکرہ بالا مقصور ہونی چاہئین اسکے علاوہ یہ مضمون ایک ایسی تصنیف سے جسکا موضوع بالکلیۃ ایران و معاملات ایران ہو غیر متعلق نہین سمجھا جاسکتا علی الخصوص ایسی حالت مین جبکہ اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ جرنیل انینکاف کی ریلوے تین سومیل تک برابر سرحد ایران کے متوازی اور اوسکے قریب قریب چلی گئی ہے اور اس سے ایران کے مشہور صوبہ خراسان کی تجارت اور تدابیر مملکت پر بہت قوی اثر پڑچکا ہے - اور آگے چل کر بہت کچھ پڑیگا اور جبکہ جنگی پہلو سے اس امر کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ اس ریل کو سرحد ایران کے جنوبی پہاڑون کی طرف سے حملہ کا خطرہ ہے - ان مین سے بعض مضامین پر آگے چل کر مین علیحدہ ابواب مین بحث کرونگا - اس باب مین مین صرف اون ترقیات کا ذکر کرتا ہون جو فن عمارت سیاست اور تجارت کے متعلق ماوراء النہر مین اوس زمانہ سے ظہور مین آئی ہین جبکہ مین اوّل اوّل یہان آیا تھا -

---

۵۱ کپتان اے - سی - ییٹ کے دو دلچسپ مضامین اس سے مستثنی ہین - ایک مضمون جسکا عنوان " تاشقند کی ۱۸۹۰ء کی نمایش " تھا - رسالہ " پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی " بابت ماہ جنوری ۱۸۹۱ء مین چھپا اور دوسرا مضمون " سفر تاشقند " کے عنوان سے " جرنیل آف دی اسکاچ جاگریفیکل سوسائٹی " مین شایع ہوا -

بحیرۂ اخضر کے دخانی جہاز



ذن ادا مین نہ صرف "کا کیسس اینڈ مرکری کمپنی" کا جہاز ہفتہ مین دو مرتبہ باکو سے آتا ہے بلکہ باکو سے دوسری کمپنیون کے جہاز بھی یہان آتے ہین۔ اس کے علاوہ ہفتہ مین ایک مرتبہ ایک جہاز استراخان سے آیا کرتا ہے جو ۱۸۸۹ء مین جاری کیا گیا تھا[ا]۔ پس انگلستان سے وسط ایشیا کو جانے کا قریب ترین اور سب سے زیادہ سہل المرور راستہ زارٹسن اور استراخان کی راہ سے ہے اور اگر استراخان سے اذن ادا کو براہ راست جانے کے لئے جہاز نہ بھی ملے تاہم وہ جہاز جو بحیرہ اخضر کے مغربی ساحل کو طے کرتا ہوا باقاعدہ طور پر باکو آتا ہے اور وہان سے بحیرہ اخضر مین سے گزر کر دوسری طرف جا پہونچتا ہے مسافر کو ماوراءالنہر مین اتنی ہی جلدی پہونچا دیگا جتنی جلدی کہ وہ زارٹسن کی راہ سے پہونچتا۔ یہ بات بھی میرے سُننے مین آئی کہ آیندہ موسم سرما سے دخانی کشتیون کی آمد و شد باکو مین روزانہ ہوا کرے گی۔ ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا تھا کہ ماوراءالنہر کی اس آبی راہ سے مسافرون کی اور مال کی آمد و رفت یوماً فیوماً ترقی کر رہی ہے۔

کراسنوواڈسک کو منتہا بنانیکی تجویز

جب مین اذن ادا مین پہونچا تو اذن ادا کے بجاے کراسنوواڈسک کو ریل کا منتہا

[ا] "کا کیسس اینڈ مرکری کمپنی" کے علاوہ اور جو کمپنیان اپنے جہاز بحیرہ اخضر کی روسی بندرگاہون اور اذن ادا کے درمیان چلاتی ہین وہ حسب ذیل ہین:- "کیبد اسٹیمشپ کمپنی" "کیسپئین اینڈ ڈرو جینا اسٹیمشپ کمپنی" "میسن اسٹیمشپ کمپنی" "مسرس کیمنکی و برادران" "ایجر کوسس اینڈ پرافیلکٹاس کمپنی"

بنائے جانے کا مسئلہ جسپر بہت کچھ بحث ہو چکی تھی ابھی تک زیر غور تھا گو کہ سینٹ پیٹرس برگ سے ایک خاص کمیشن بطور خود اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے جرنیل اینکاف کی خواہش کے برخلاف بھیجا گیا تہا۔ چنانچہ اس کمیشن نے کچھہ عرصہ کے بعد ایک رپورٹ پیش کی جو اس تبدیلی کی موید تھی اور وزارت حربیہ نے اسے منظور بھی کرلیا ہے۔ اسمین ذرا شک نہین کہ مسئلہ مزبور کا اسطرح سپر حل ہونا ایک لازمی امر تھا کیونکہ کراسنو واڈسک مین سمندر کی گہرائی گہاٹ پر زیادہ ہے یعنی ۱۲ سے لیکر چودہ فیٹ تک ہونے کے بجائے بیس سے لیکر پچیس فیٹ تک ہے اور میٹھا پانی یہان زیادہ افراط کے ساتھہ دستیاب ہوسکتا ہے اور اسکے علاوہ تری کی راہ سے باکو یہان سے زیادہ قریب پڑتا ہے۔ مزید براں ان امور کو مدنظر رکھنے کے بعد کہ تجارت مین یقینی طور پر ترقی ہو گی اور ماوراالنہر کی ریلوے کے متعلق فوجی ضروریات غالباً داعی ہون گی۔ اور باکو کی روز افزون ترقی کے باعث بحیرہ اخضر کے تجارتی جہازات کی تعداد پہلے ہی بڑہ چکی ہی اور اگر پٹرافسک کے بندرگاہ کو جہان باکو کی طرح پانی عمیق ہے ریل کے ذریعہ سے یوروپ سے ملا دیا جاوے تو اوسکے اور زیادہ بڑہنے کا احتمال ہے۔ یہ فرض کرلینا بالکل لغو اور مہمل تھا کہ اذن ادا کی ایشیائی بندرگاہ اور ریل کے منتہا کو مستقل طور پر ایک پایاب خلیج مین قایم رہنے دیا جاسکتا ہے جو جاڑے کے موسم مین برف سے جم جاتی ہے اور جہان مال تجارت کے جمع رکھنے یا جہاز پر لادنے یا فوجون کے اتارنے کے لئے زیادہ آسانیان نہین ہین لیکن جرنیل اینکاف کو اذن ادا سے ویسی ہی محبت تھی جو کہ ایک باپ کو

اپنے اکلوتے اور دایم المریض بیٹے سے ہوا کرتی ہے اور اوسکے اندازے سے مجھکو اس بات کا یقین تھا کہ وہ اس تبدیلی کی مخالفت مین کوئی وقیقہ اُٹھا نہ رکھے گا۔ اوس نے مجھ سے سوال کیا کہ چوبیس فیٹ عمیق پانی کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے درحالیکہ جو جہاز مطلوب ہین وہ پانی مین چودہ فیٹ سے زیادہ ڈوبنے والے نہین ہین۔ اِسکے علاوہ اوسنے مجھ سے یہ بھی کہا کہ اوڈن اوا کے چوبی گھاٹ سے بہتر گھاٹ اور کہین نہین ہو سکتا۔ اور جب مین نے روئی کے بورون کی طرف جو ہر سمت مین بکھرے پڑے تھے اور جہازون پر لادے جانے والے تھے اشارہ کیا تو جرنیل اینکاف مجھ سے کہنے لگا کہ بھلا اس سے بہتر موقعہ ان بورون کے رکھنے کا اور کہان ہوگا۔ اس تبدیلی کے خلاف مین اگر مجھکو کوئی دلیل معقول نظر آئی تو وہ یہ تھی کہ اوڈن اوا پر جو بیش قرار سرمایہ صرف کیا جا چکا تھا اوسکی رایگان جانے کے علاوہ نئی بندرگاہ پر بہت کچھ لاگت آئے گی اور ۵۳ میل لمبی ریل کا خرچ اور برداشت کرنا پڑے گا جسکے باعث اسی نسبت سے کرایہ بڑھ جائیگا۔ لیکن تاجرون کے لیے اس زیادتی کی تلافی غالبًا وہ کمی کر دے گی جو مال کے باکوتک کے محصول مین ہوگی۔ اوڈن اوا سے باکوتک اسوقت محصول کی شرح ۱۰ کوپک فی پاوڈ ہے۔ لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ کراسنوواڈسک تک محصول کم ہوکر ۵ کوپک فی پاوڈ رہ جائیگا۔ ریل کے اس جدید سلسلہ کا خط انحراف جیسا کہ فیصلہ ہو چکا ہے ملاقاری کے اسٹیشن سے جو اوڈن اوا سے بتیس میل ہی شروع ہوگا اور پچاسی میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد کراسنوواڈسک سے جا ملے گا۔

مزید ترقیات

ہم نے سنا تھا کہ بالااشم اور قزل تکات کے اسٹیشنون کے درمیان ساٹھ میل تنگ ریل کی سڑک مجاروا تیار کی گئی ہے لیکن چونکہ سڑک کے اس حصہ پر میرا گزر رات کیوقت ہوا اس لئے مین نہین کہہ سکتا کہ سڑک از سر نو تیار کیگئی تھی یا محض پٹریان ہی دوبارہ ڈالی گئی تہین۔ بالااشم کے سٹی کے تیل کے چہ بچون بن سے جہان تک ریل کا ایک سلسلہ ابتدائ قایم کیا گیا تھا اب تیل نکالا نہین جاتا کیونکہ بحیرہ اخضر کے مشرقی ساحل پر صاف کرنے کے کسی کارخانہ کے نہ ہونے کے باعث باکو کے مخازن سے تیل منگوانے مین جسقدر خرچ پڑتا ہے اوس سے زیادہ یہان تیل کے تیار کرنے مین ہوجاتا ہے۔

کارخانہ واقع قزل اروات اسٹیشن موریان اوریل

قزل اروات مین جو اذن ادا سے ۶۰ امیل کے فاصلہ پر واقع ہے ایک انگریزی انجنیر مقیم سینٹ پیٹرس برگ نے ۵۰۰۰۰ پاونڈ کی لاگت سے ایک بہت بڑا کارخانہ انجنون کی مرمت اور ساخت اور ریلوے لائن کی عام میکانیکی ضروریات کے بہم پہونچانے کی غرض سے قایم کیا ہے۔ اوسے اس کارخانہ مین غیر علاقہ کا مصالحہ اور غیر علاقہ کے کاریگرون کو استعمال مین لانے کی قطعی طور پر ممانعت کردی گئی تھی۔ جب یہ کارخانہ تکمیل کو پہونچ جائیگا تو ۶۰۰ آدمیون کو مستقل طور پر اس بین ملازمت مل سکیگی۔ کارخانہ کی عمارات مین ابھی سے برقی روشنی نظر آرہی تہی اور دریائے آموپر بھی اس کا انتظام ہوگیا تھا اسکے علاوہ یہ تجویز تھی کہ مسافر گاڑیون مین بھی عنقریب بجلی ہی کی روشنی کیجائے۔ اس مین شک نہین کہ وسط

ایشیا کے ریگستانون مین برقی نور سے جگمگاتی ہوئی ریل گاڑی کا مرحلہ پیمائی کرنا اون کثیر التعداد
اور حیرت انگیز نواقص مین جن سے کہ یہ تعجب خیز سرزمین بھری پڑی ہے۔ ایک اور اعجوبہ
ایزاد کریگا۔ ریل کی لائن کے بعید ترین حصون پر اسٹیشن مکمل ہو چکے تھے اور جن ہنگامی
تعمیرات کو مین نے سنہ ۱۸۸۸ء مین دیکھا تھا اونکے بجائے اینٹ یا پتھر کے صاف ستھری
مکانات بن گئے تھے۔ ایران کے پہاڑون سے دفعتہً زور کے مینھ برسنے کے بعد جو
سیلاب اچانک آکر تباہی پھیلایا کرتے ہین اونکے نکاس کے لئے گذشتہ سال نئے پل
اور موریان تعمیر کی گئین۔ جن پر بہت کچھ روپیہ صرف آیا ہوگا۔ لیکن باین ہمہ قزل اروات
کے قریب جولائی کے مہینے مین تئیس ۲۳ میل تک ریل کی سڑک کو ایک طوفان بہہ بہا لے گیا تھا
ریل کی سڑک کے اس حصہ کی حالت بلوچستان کی بولان ریلوے کی طرح (جسکی حالت اور
بھی زیادہ اندیشہ ناک ہے) ہمیشہ مخدوش رہتی ہے اور یہ خدشہ ایسا ہے کہ کبھی کامل طور
پر اوسکا اندفاع نہ ہوگا۔ مسٹر بیلنسکی ٹھیکہ دار متوطن پولینڈ جس نے دریائے جیحون کا بڑا
چوبی پل تیار کیا تھا اور نیز تجند اور مرغاب پر پل باندھے تھے اوسی جہاز مین سوار تھا
جس مین مین سوار تھا۔ اوسکو تجند کے لکڑی کے پل کے بجائے ایک لوہے کا پل تیار
کرنے کا تیس ہزار پاونڈ مین ٹھیکہ ملا تھا۔ اور اسکے بعد مرو مین دریائے مرغاب کے چوبی پل
کو اسی لاگت سے آہنی پل کی شکل مین منتقل کرنے کی تجویز تھی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان
دونون مجوزہ تبدیلیون مین سے ایک بھی عمل مین نہین لائی گئی۔ البتہ قزل کل مین دریائے
زرافشان پر ایک جدید لوہے کے شہتیرون کا پل تیار کیا گیا ہے۔ دریائے جیحون کا

مشہور چوبی پل واقع چارجوئی (جو اس لحاظ سے کہ سو دن کے اندر تیس ہزار پاونڈ کی لاگت مین تیار ہوا تھا۔ نہایت ہی سستا تھا) کچھ مہینے ہوئے کہ پھر ٹوٹ گیا تھا اور ندی کے غیر معمولی چڑہاو یا اوسکے بہاو کے رخ کے بدلنے کی حالت مین ہمیشہ یہ یونہین ٹوٹتا رہیگا۔ بہرحال کسی دوسرے زیادہ قیمتی قسم کے پل کے مقابلہ مین یہ چوبی پل یہان کے لئے زیادہ موزون ہے کیونکہ وقتاً فوقتاً مرمت کے ہوتے رہنے اور دریا کے رخ بدلنے کی حالت مین توسیع کرتے رہنے سے یہ برابر کام دئے چلا جایگا۔ مین نے سنا ہے کہ دریا کے بہاو کا رخ نصف میل سے زیادہ مشرق کی سمت مین پلٹ گیا ہے اور پل کو بھی اتنا ہی بڑہا دیا گیا ہے۔

دریاے جیحون کا بیڑا

اوسوقت سے لیکر جب کہ مین پہلے ادہر سے گزرا اب تک چارجوئی سے اوپر دریاے جیحون کی جہازرانی کے مسئلہ مین کوئی نمایان ترقی عمل مین نہ آئی تھی۔ جو دو بڑی کشتیان مال تجارت یا فوج کے لے جانے کیلئے تیار کی گئین تہین اونہین ندی کے پیچ وخم کہانے کے باعث دو دخانی کشتیان "زار" اور "زارِنٹسا" نامی اوپر کو کہینچکر نہین لیجا سکتی تہین۔ مزیدبران اوس وقت کرکی پہونچنے مین جو صرف ۸۰ میل ہے دخانی کشتیون کو معمولی طور پر ایک ہفتہ لگتا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اوسکے بعد سے بہاو کے مقابل جانے کی حالت مین یہ سفر اب چار دن مین طے ہونے لگا ہے اور بہاو کی سمت مین جانے وقت اوس مین تین دن صرف ہوتے ہین لیکن رات کے وقت سفر نہین کیا جاتا۔ دریاے جیحون کی کشتی بانی تجارت کا

مال افغانستان کو لیجانے اور وہان سے لانے کے لئے تجارتی لحاظ سے اوسوقت تک زیادہ مفید نہین ثابت ہوسکتی جب تک کہ اس مین اور بہت سی اصلاحین نہ کی جائین۔ حالانکہ وسط ایشیا مین روس کی حملہ آوری کی طاقت مین مدد و معاون بننے کے لئے اسکو ابھی بہت عرصہ چاہیئے۔

مرو کی آبپاشی اور سلطان بند

و کے متعلق اور اون ان تھک کوششون کے بارہ مین جنہین ایک سال قبل دریائے مرغاب مین اوس مقام سے جہان آجکل مرو واقع ہے ۵ ۳ میل کے فاصلہ پر سلطان بند کے از سر نو تعمیر کرنے سے ریگستان مرو کی سیر حاصل حصہ آراضی مین تازہ جان ڈالنے کے لئے مینے عمل مین آتا ہوا دیکھا تھا اور نیز اوس قطعہ زمین کی آبپاشی کے متعلق جسکا خرچ زار روس اپنی جیب خاص سے ادا کرتے ہین۔ مینے مایوس کردینے والے فقرے سنے جن سے مترشح ہوتا تھا کہ ان امور مین انجام کار کامیابی کی حالت مشتبہ ہے۔ مینے لوگون کو یہ رائے ظاہر کرتے سنا کہ مرغاب مین اسقدر پانی نہین کہ وہ کسی وسیع پیمانہ پر آبپاشی کے لئے مکتفی ہو یا اوس سے نہرین کاٹی جائین۔ اور بند کے اوپر تال مین جو پانی جمع ہوگا اوسکی مقدار تبخیر کے باعث بہت ہی کم ہوجائے گی۔ بخلاف اسکے ایک انگریزی انجنیر نے جس نے کچھ عرصہ کے بعد اس کام کو جا کر دیکھا کرنیل کا زل پاکافسکی[۵۱] روسی انجنیر کی

[۵۱] دیکھو ایک دلچسپ مضمون مرقومہ کرنیل ایچ ڈیل - ویلس - رائل انجنیرس (یہ وہی انگریزی انجنیر ہے جسکا متن مین ذکر ہے) جو رسالہ "اکیشنل پیپرز آف دی رائل انجنیرس" کی پندرہوین جلد مین سنہ ۱۸۸۹ء مین چھپا۔

کی دستگاہ اور اُس کام کی نسبت جو تیار ہو چکا تھا نہایت اطمینان ظاہر کیا۔ مزید بران کرنیل مسطور
کو اپنی تجویز کی کامیابی مین ذرا بھی شک نہ تھا لہ۔ لیکن ضرور ہے کہ نتائج کو ایک حد تک غیر

لہ جو اطلاع کہ مجھکو ملی تھی اور جو شکوک کہ مجھکو پیدا ہوئے تھے اونکی صحت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ گزشتہ ۱۸۹۸ع
کے موسم خزان مین یہ راز آشکارا ہو گیا کہ کرنیل پاکلفسکی کا مشہور بند دریائے مرغاب مین ایک طوفان آنے سے
بہ گیا یا کم از کم بہت کچھ ٹوٹ گیا۔ اور زار روس نے ورحالیکہ وہ انگریزون کو ماوراء النہر سے خارج کر رہے تھے
مجبور ہو کر گورنمنٹ انگریزی سے ایک انگریزی افسر سر کالن مانکریف لہ کی خدمات مستعار طلب کین جس نے
دریائے نیل کی آبپاشی کے کام کے متعلق بہت کچھ شہرت حاصل کی تھی۔ یہ بھی کیسے مزے کی بات ہے
کہ مرو مین روسیون نے جو غلطیان کین ہون اون کی اصلاح کے لئے ایک انگریز طلب کیا جائے۔
سر کالن مانکریف نے جو رپورٹ پیش کی اوس کی بنا پر کرنیل پاکلفسکی کی تجاویز ترک کر دی گئی ہین اور آبپاشی
کی ایک نئی تجویز اب اختیار کی جائیگی۔

لہ غالباً یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ یہی سر کالن اسکاٹ مانکریف جنہون نے وسط ایشیا مین اپنی اعلیٰ
درجہ کی انجنیری قابلیتون سے انگلستان کا پایہ اعزاز روسی مدبرون کی نظر مین اس درجہ پر بڑھا یا وہ ہمارے
بیدار مغز اور روشن ضمیر وایسرائے لارڈ کرزن کی بے نظیر قوت انتخابیہ کی دستگیری سے آجکل ہندوستان
کے اوس خاص کمیشن کے پریذیڈنٹ مقرر ہوئے ہین جو تمام ہندوستان کے ذرائع آبپاشی کی حالت
موجودہ کی تحقیقات اور اوس کی آیندہ کی توسیع کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے بیٹھا ہے۔ اور اس
وقت جبکہ مین یہ حاشیہ لکھہ رہا ہون کمیشن مذکور جنوبی ہند کا دورہ کر کے حضور بندگان عالی متعالی مدظلہم
العالی کے ممالک محروسہ مین آنے والا ہے۔

مترجم

یقینی خیال کیا گیا ہو جسکی توجیہ اوس تناقض سے ہوتی ہے جو قابل زراعت رقبہ آراضی کے اون اعداد مین پائی جاتی ہے جنہین روسی حکام نے وقتاً فوقتاً سرکاری طور پر شایع کیا۔ اوّل اوّل یہ ظاہر کیا گیا کہ .... ۸ ایکڑ زمین کی آبپاشی کا انتظام کیا جائیگا۔ اسکے بعد یہ اعداد کم ہوکر ..... ۳۰ ایکڑ رہ گئے اور ..... ۳ سے پھر جو کم ہونے شروع ہوئے تو ... ۱۸ ایکڑ تک آپہونچے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ آخر الذکر تخمینہ اوسی قدر کم ہے جسقدر کہ اوّل الذکر زیادہ ہے۔ اور کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ اگر آبپاشی کا انتظام مناسب طور پر کیا جائے تو عمدہ نتایج مترتب نہ ہون کیونکہ از منہ وسطی مین حتیٰ کہ اب سے ایک صدی قبل جبکہ جدید بند سے پہلے کا بند اہل بخارا نے لڑائی مین توڑ ڈالا تو یہ اسی کا اور نیز اسی طرح کے دوسرے ذرایع آبپاشی کا باعث تہا کہ مرو کا ضلع اپنی زرخیزی اور شادابی کے اعتبار سے مشرق مین لاثانی شمار ہوتا تہا۔ اگر ایک وسیع قطعہ زمین فلاحت کے دائرۂ اثر مین داخل ہوجائے تو بلاشبہ یہان کی آبادی بہت بڑہ سکتی ہے۔ کرنیل پاکلفسکی کا خیال ہے کہ اس سیر حاصل بقعہ مین دس لاکھ آدمی بہ فراغت تمام آباد ہوسکین گے۔ کلجا سے ڈنگانون (چینی مسلمانون) اور ترنچیون (ترکی مسلمانون) کے ایک سو خاندان مرو مین تجربتہً ایک نوآبادی قایم کرنے کے لئے منتقل کئے گئے ہین اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کئی سو اور خاندانون کو (جو غالباً یورپ زاہین) زار کی جاگیر مین آباد ہونے کے لئے آمادہ کیا گیا ہے۔ صرف ایک اور قطعہ زمین ایسا ہے جس مین آبپاشی کے بعد ایک بڑے معیار پر ایک نوآبادی قایم ہونے کی امید کیجاتی ہے۔ یہ قطعہ زمین دریائے آمو اور دریائے

زرافشان کے رمیان دریائے اول الذکر کے وائین کنارہ پر واقع ہے۔ اور گورنمنٹ روس دریائے جیحون سے ایک نہر یہان کاٹ کر لانے کے متعلق امیر بخارا سے خط و کتابت کر رہی ہے۔

ریل گاڑیان

ورار النہر کی ریلوے اس وقت جس قدر گاڑیون پر مشتمل ہے اونکے اعداد مختلف فیہ ہین لیکن مفصلہ ذیل میزانین تقریباً صحیح متصور ہوسکتی ہین۔ ریل کی تمام لائن پر انجنون کی تعداد ۱۲۰ سے لیکر ۱۳۰ تک ہوگی۔ اور باقی ہر قسم کی سواری اور مال لادنے وغیرہ کی گاڑیان کل ۲۰۰۰ ہون گی۔ پانی یا مٹی کے تیل کے لے جانے کے لئے ظرف دار گاڑیون کی تعداد اس وقت ۱۵۰ بیان کی جاتی ہے۔ ان اعداد سے واضح ہوگا کہ مسلسل اور متصل ترقی عمل مین آرہی ہے گو کہ تجارتی اور فوجی ضروریات کے لحاظ سے جو معیار مطلوب ہے وہ ابھی تک حاصل نہین ہوا۔ جنرل اینکاف کا کفایت شعاری کا شوق اور موازنہ مین معقول گنجایش دکہانے کی خواہش اگرچہ فی نفسہ عمدہ باتین ہین لیکن انہون نے ریلوی کے مناسب نشو و نما کو ایک درجہ تک روک دی ہے۔

تار برقی

ریل کے ساتھ ساتھ ایک تہری تار برقی بحیرہ اخضر سے سمرقند تک اور وہان سے برابر تاشقند تک چلی گئی ہے۔ اسکے علاوہ تار برقی کی متعدد شاخین حسب ذیل مقامات کے درمیان قایم ہین۔ قزل اروات سے بجنورد اور بجنورد سے چکشلیار اور استرآباد

تک - کاری بنت سے سرخس تک - مروسے تخته بازار (پنجدہ) تک - چارجوئی سے خیوا تک - بخارا کے اسٹیشن سے شہر بخارا تک - اور مین سنے یہ بھی سنا کہ چارجوئی سے کرکی کی چوکی تک جو دریاے جیحون کے کنارہ پر واقع ہے تار کا سلسلہ قایم ہے - ایک اور مقام پر مین نے بیان کیا ہے کہ آخرالذکر مقامات کے درمیان نامہ بر کبوتر ڈاک لیجاتے ہین - روسی سلسلہ تار برقی کو سرخس یا تخته بازار سے ہرات اور قندہار ہوتے ہوے افغانستان کی راہ سے ہندوستان کے سلسلہ تار برقی کے ساتھ ملانے اور اسطرح یورپ سے ہندوستان تک تار برقی کی ایک دوسری شاہ راہ قایم کرنے کے مسئلہ پر انگلستان اور ہندوستان کے بعض حکام نے غور کیا ہے لیکن اول تو یہ تجویز قرین مصلحت نہین اور دوسرے موجودہ حالات ایسے نہین کہ اسکے عملی صورت اختیار کرنے کے مویدہون -

سرعت رفتار اور ریل کی روانگی کے اوقات

جب مین ۱۸۸۸ء پہلی مرتبہ ماوراءالنہر آیا تو اوزن ادا سے سمرقند تک جو ۹۰۰ میل کی مسافت ہے ۷۲ گھنٹہ مین سفر طے ہوتا تھا - اس فاصلہ کو اب مسافر اور ڈاک گاڑیان جو موسم کے لحاظ سے ہفتہ مین دو یا تین مرتبہ روانہ ہوتی ہین ساٹھہ گھنٹہ سے کچھہ ہی زیادہ عرصہ مین طے کرتی ہین اور اسمین سے دس گھنٹہ اسٹیشنون پر ٹھہرنے مین صرف ہوتے ہین ملی ہوئی مسافر اور مال گاڑیان جنکی رفتار سست ہے روزانہ آتی جاتی ہین اور اس فاصلہ کو پندرہ گھنٹہ زیادہ مین طے کرتی ہین - متوسط درجہ کا خورونوش کا سامان اب

گارڈون کے ہمراہ رہتا ہے اور کھانے پینے کی چیزون کے حصول کے متعلق اسٹیشنون پر جو تکلیف مسافرون کو ہوتی تھی وہ نہین رہی گو کہ بڑے اسٹیشنون پر اب بھی چپقلشین ہوتی رہتی ہین -

آمد و خرچ

وراء النہر کی ریلوے کی آمد و خرچ کا حساب جو بعض دفعہ سرکاری طور پر شایع کیا جاتا ہے اور بعض دفعہ اخبارون کے نامہ نگارون کو جرنیل اینکاف کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے اور بعض دفعہ خانگی ذرایع سے دریافت ہوا ہے ایسا ہی متناقض ہے۔ جیسا کہ وہ مختلف تخمینے جو تعمیر کے اصل خرچ کے متعلق متعدد بار انہین ذرایع کی بنا پر مرتب کئے گئے ہین - سنہ ۱۸۸۷ء مین ریل کے چلانے کے اخراجات آمدنی کے مقابلہ مین بقدر ۴۰۰۰۰ پاؤنڈ کے زیادہ تھے۔ اور سنہ ۱۸۸۸ء مین بیشی کی مقدار ۳۰۰۰۰ پاؤنڈ تھی - سنہ ۱۸۸۹ء مین بھی آمدنی کے اسی قدر کم ہونے کی توقع کیجاتی تھی لیکن اخبار "نووی ورمیا" نے اس سال کی آمد و خرچ کا جو نقشہ شایع کیا اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخراجات کی مقدار ۲۴۱۴۷۱ پاؤنڈ تھی اور آمدنی کی مقدار اس سے بقدر ۷۰۰۰ پاؤنڈ کی زیادہ - لیکن جب مین اوڈن ادا مین تھا تو جرنیل اینکاف نے میرے سامنے اس سے بھی زیادہ عظیم الشان اعداد پیش کئے تھے - مسٹر وشنیگریڈسکی روس کے مشیر مال نے جو حیرت انگیز قابلیتون کا شخص تھا اور جو سنہ ۱۸۹۰ء کے موسم خزان مین خود ماوراء النہر گیا اپنے موازنہ مین ماوراء النہر کی ریلوے اور دریاے جیحون کے بیڑے کا خرچ سنہ ۱۸۸۹ء کے لئے

۲۸۷۲۳۵ پاؤنڈ بتایا ہے اور یہ اعداد ایسے ہین کہ "نوو ی ورمیا" کے اعداد سے جنکا اوپر اقتباس کیا گیا ہے غیر مطابق نہین ہین۔ بخلاف اسکے مشیر موصوف نے ۱۸۹۰ء کی بابت جو اندازہ مرتب کیا ہے اوسمین ریلوے اور بیڑے کے اخراجات بابت سنہ مزبور کے متعلق ۱۲۰۴۴۷ پاؤنڈ کی مزید رقم یعنی کل ۴۰۷۶۸۲ پاؤنڈ شامل ہین۔ اسکے بعد ہمیر سننے مین آیا کہ ۱۸۹۰ء مین ۲۹۰۰۰ پاؤنڈ کی بچت ظاہر کیگئی ہے[۱]۔

مال کی آمد و رفت

حال ایک امر کے متعلق تو کوئی شبہ نہین ہو سکتا اور وہ یہ ہے کہ ریل کے ذریعہ سے جو مال جاتا اور آتا ہے اوسکی مقدار بہت بڑھ گئی ہے اور آگے چلکر بے انتہا بڑھ جائیگی۔ کل وزن اوس مال کا جو ۱۸۸۹ء مین ریل پر بار ہو کر گیا ۲۱۷۴۱۸۸۰ پوڈ یا ۳۵۰۶۷۵ ٹن تھا اس مین سے وسط ایشیا کی مقامی پیداوار اور سامان غیر ترکیب دادہ کا وزن ۹۰۶۹۰۸۱ پوڈ یا ۱۴۶۲۷۵ ٹن تھا اسی سال مصنوعہ اشیا اور شکر کی قیمت جو ریل کے ذریعہ سے ماوراء النہر۔ بخارا اور ترکستان مین لائی گین ۱۸۸۸ء کے مقابلہ مین ۹۴ فیصدی زیادہ تھی اور جو مال روئی۔ اون ریشم۔ خشک میوہ اور غلہ کی قسم سے وسط ایشیا سے روس کو بذریعہ ریل بھیجا گیا اوس کی قیمت مین ۱۲۷ فیصدی کی بیشی ہوئی۔ مال بر آمد مین جو اسطرحپر ریل کے ذریعہ سے باہر بھیجا گیا سب سے زیادہ بیشی

[۱] لیکن ماہ فروری ۱۸۹۱ء مین "نوو ی ورمیا" نے بچت کی مقدار ۳۲۳۰۶۱۰ پاؤنڈ ہونا بیان کی جسکا مین اعتبار نہین کر سکتا۔

روئی مین جو ایشیا کے یوماً فیوماً ترقی کرنے والے کھیتون کا محصل ہے نمایان ہے اور یہ بیشی ابھی اپنے منتہاے کمال کو نہین پہونچی۔ سنہ ۱۸۸۸ع مین جو مال ریل پر گیا اوسکی مقدار ۲۷۴۳۱۲ پوڈ یا ۵ء۱۹۶۵ ٹن تھی سنہ ۱۸۸۹ع مین ۲۲۰۰۰۰ پوڈ یا ۳۵۴۸۴ ٹن ہوگئی۔ اور ماہ جنوری سنہ ۱۸۹۰ع مین ۲۵۲۷۶۰ پوڈ یا ۴۰۷۷ ٹن تھی (جس مین سے ۱۹۳۲۲۹ پوڈ یا ۳۱۱۶ ٹن بخارا سے آئے) آخرالذکر اعداد سے واضح ہوتا ہے کہ سال گذشتہ کے مقابلہ مین سنہ ۱۸۹۰ع کا ماہانہ اوسط بہت بڑہا رہا گو کہ جرنیل انینکاف کی امیدون کو ان اعداد نے پورا نہین کیا۔ جرنیل موصوف نے مجھہ سے کہا تہا کہ سال بھر کی میزان ۴۰۰۰۰۰ پوڈ ہوگی۔ البتہ جون کے مہینے مین اوزن ادا کی بندرگاہ پر ڈہائی لاکھہ پوڈ مال کا جہازون پر بار ہونے کے لیے پڑا ہوا بیان کیا گیا اور روزانہ مقدار اوس مال کی جو ریل پر آتا تھا ۲۰۰۰۰ پوڈ ہونا بتائی گئی۔ چنانچہ سنہ ۱۸۹۰ع کے پہلے پانچ مہینون کی آمد مال برآمد کی زیادتی کے باعث گذشتہ سال کے اسی عرصہ کے مقابلہ مین بقدر ۵۰۰۰۰ پاؤنڈ کے بڑہ گئی۔ اسکے علاوہ مجھکو یہ بات معلوم ہوئی کہ افغان تجار نے ریلوے کے اختتام کے بعد چار جوہی کو روئی کے کئی سو بورے بھیجنے سے اسکے ساتھہ اپنا تعلق پہلی مرتبہ

لہ ماوراءالنہر کی ریلوے کی تعمیر سے پہلے کل سالانہ مقدار روئی جو وسط ایشیا سے روس کے اوس حصہ مین جو یوروپ مین واقع ہے بذریعہ اونٹ کے کاروانون کے براہ اورن برگ بھیجی جاتی تہی ۹۶۸۰ ٹن روئی تہی۔

براہ راست قایم کیا[۱]

چنگی خانون کا قیام



وسیع پیمانہ پر کہ ریل کو اغراض تجارت کا مطیع بنایا گیا ہے اور چارون طرف سے مال کے پشتارے جو اسکی طرف برابر چلے آرہے ہین اوسکی وجہ سے اس امر کی ضرورت داعی ہوئی ہے کہ ماوراء النہر مین باقاعدہ طور پر چنگی خانے قایم کئے جائین انکا قیام اوس عام روسی طرز عمل پر مبنی ہے جسکی رو سے ممالک غیر کے مال کو بحد امکان مقامی مال کے ساتھہ مقابلہ کرنے کی اجازت نہین دی جاتی۔ رعایا کے ساتھہ رعایت کی جاتی ہے اور مقامی پیداوار اور مقامی ساخت کی اشیا کی حمایت کیجاتی ہے۔ صدر چنگی خانہ اوڈیسا مین ہے لیکن قزل اروات عاشق آباد۔ ارتیک۔ کاہ کا۔ دشلک۔ تجند۔ سرخس۔ مرو۔ پولیتان اور تختہ بازار مین بھی چنگی کی چوکیان قایم کی گئی ہین۔ ۲½ فیصدی محصول بہ اعتبار قیمت تمام ممالک غیر کے مال پر جو سمندر کی راہ سے درآمد کیا گیا ہو لگایا جاتا ہے۔ اسی قدر محصول بازار کے بھاؤ کے حساب سے یوروپ۔ ایران یا ہندوستان کی تمام ایسی چیزون پر بھی لگایا جاتا ہے جو خشکی کی راہ سے ماوراء النہر مین لائی جائین خواہ اونکی کھپت یہین ہو

---

[۱] بدین غرض کہ روسی سوداگر وسط ایشیا مین روئی کی کاشت اور پیداوار کو اور زیادہ ترقی دین مشیر مال نے سنہ ۱۸۹۰ع مین اس تجویز کے ساتھہ اتفاق کیا کہ وسط ایشیا کی مجلس تجارت وصنعت وحرفت کو ۱۷۰۰۰ ایکڑ زمین ترکستان مین نوے سال کے لئے پٹہ پر دے دی جائے اور پہلے پندرہ سال کا محصول نہ لیا جائے۔

خواہ وہ بخارا- خیوا یا ترکستان جاتی ہون - اس قسم کی تمام مال پر اگر وہ اذن اوا سے یوروپی روس یا علاقہ قاف کو بھیجا جاتا ہو ۵ فیصدی کا مزید محصول باعتبار قیمت مال لگایا جاتا ہے اور جو محصول کہ پہلے لیا جا چکا ہو وہ واپس کر دیا جاتا ہے - بخلاف اسکے جو مال بخارا- خیوا- اور ترکمانیہ سے یوروپی روس یا قاف کو جاتا ہے اوسے اذن اوا سے بلا محصول گزرجانے دیا جاتا ہے - علی ہذا القیاس کل ایرانی مال جو یوروپ کو جانے والا ہو اوسپر محصول نہین لیا جاتا بشرطیکہ وہ عاشق آباد یا ماوراالنہری ریلوے کے کسی دوسرے اسٹیشن کے راستہ سے بھیجا جاوے -

عظیم الشان آیندہ تجارتی ترقی

ان واقعات کے اور نیز اون تمام باتون سے جنکے دیکھنے یا سننے کا مجھے اپنے دوسرے سفر مین اتفاق ہوا - میری اس سابقہ پیشین گوئی کی تائید ہوتی ہے کہ ماوراالنہر کی ریل کے آگے تجارت کا ایک وسیع میدان کھلا پڑا ہے - یہ ریل ایسے ملکون کے بیچ مین سے اور ایسے خطون کے دامن کو چھوتی ہوئی گزرتی ہے جن مین پیداوار کی قابلیت بہت بڑی ہے گو ابھی تک اوسنے کامل نشو ونما نہین پائی - اسکے علاوہ ماوراالنہر- خراسان - بخارا - شمالی افغانستان اور روسی ترکستان کا مال برآمد ودرآمد سب اسی پر آتا جاتا ہے جو چیزین کہ روس مین پیدا ہوتی ہین وہ یہ ان ملکون کو لاتی ہے اور اونکے بدلی یہان سے روئی - ریشم - اون اور پوستین لے جاتی ہے - اس سے ظاہر ہے کہ چندہی سال کے عرصہ مین یہ ریل پورے وسط ایشیا کی شریان بنجاوے گی جس مین النصف

براعظم کا خون موجزن ہوگا اور جو مشرق و مغرب کے رجحانات کو جو پہلے ہی نیم مخلوط سے ہو چکے ہین پوری طرح پھر باہم ملا دے گی۔ ایشیا کے مسخر کرنے کیلیئے روس کے ہاتھ مین یہ ریل ایک ایسا زبردست آلہ ہے کہ نصف درجن گیاک پتی یا درجن بہر پنجدہ بھی اوسکی برابری نہین کر سکتے۔ اسکے ذریعہ سے خونریزی اور جنگ و جدل کے بغیر ملک کے ملک روس کے مطیع و منقاد ہوتے چلے جائینگے۔ جرنیل انینکاف نے اس ریلوی کے قیام مین جس ان تھک مستعدی اور جانفشانی سے کام لیا ہے اوسکے لیئے وہ نہایت تعریف و تحسین کا مستحق ہے۔

انگریزی سیاحون کے لئے آسانیان

انگریزی سیاحون کو اس ریلوے کے قیام سے جو آسانیان ہو سکتی ہین اونکی متعلق یہ بات میرے سننے مین آئی کہ جسقدر مزاحمت سابق مین اجنبیون کے یہان آنے پر کیجاتی تھی اوسقدر اب نہین کیجاتی اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دعوی کی بنا عام خیال پر ہے نہ کہ مسلمہ واقعات پر۔ لیکن مسافرون کی اس لائن پر ایسی کثرت ہے کہ ایک غیر ملک کے باشندے کا اپنی طرف توجہ منعطف کئے بغیر اسپر سفر کرنا بعید از قیاس متصور نہین ہو سکتا مگر اس مین شک نہین کہ اگر اوسکے پاس سینٹ پیٹرزبرگ کا جاری شدہ خاص پروانہ راہداری نہ ہوگا تو معلوم ہونے پر وہ متنبہ کئے جانے یا واپس لوٹا دئے جانے کا مستوجب قرار پائے گا۔ ممکن ہے کہ جون جون زمانہ گذرتا جائے یہ سختیان کم ہوتی جائین بہرحال بعض انگریزی مسافرون نے جن مین ایک خاتون بھی شریک تھی اور جنہین میرے

بعد اس ریلوے پر سفر کرنے کا اتفاق ہوا اسکے متعلق اچھی رائے ظاہر نہین کی ان لوگون کے ساتھ شبہ کی بنا پر کج خلقی سے برتاؤ کیا گیا اور ایک انگریزی سفارت کے اعلیٰ سکرٹری کو جو ان مین شریک تھا ایک فرضی الزام کی بنا پر سمرقند کی ایک روسی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا - مین نے بعد مین سنا کہ اس شریفانہ برتاؤ کا مقصد اون صحیح صحیح اور بلا کم و کاست خیالات کا جواب دینا تھا جو وسط ایشیا مین روس کے معاملات اور طرز عمل کے متعلق مین نے ظاہر کئے تھے[۱]

---

۱ سیاق مضمون مجھے یہان اس امر کے اظہار کی ترغیب دیتا ہے کہ کسی انگریزی مصنف کو ایسے معاملات مین جو روسیون اور انگریزون کی باہمی سیاسی یا قومی رقابت سے متعلق ہون روس کی نسبت منصفانہ یا فیاضانہ خیالات ظاہر کرنے کی تحریک نہین ہو سکتی - مین نے ایک ایسی کتاب لکھی تھی جس مین نہایت انصاف کے ساتھ اون مساعی اور مقاصد کا ذکر کیا گیا تھا جو وسط ایشیا مین روس کے مدنظر ہین اور مجھے یقین ہے کہ عام طور پر لوگون کا خیال بھی یہی ہے کہ یہ کتاب حال کی کسی دوسری تصنیف کے مقابلہ مین زیادہ تر انصاف و حق رسانی کے اصول پر مبنی ہے - پھر بھی روسیون نے اگر اسکی کوئی قدر کی تو وہ یہ تھی کہ اول تو ایک مشہور و معروف روسی نامہ نگار نے جسکے مضامین انگریزی اخبارون مین چھپتے ہین ایک طعن اور طنز سے بھرا ہوا مضمون کتاب کے خلاف لکھا اوسکے بعد کتاب کے جن فقرات مین روسیون کی تعریف نہ تھی اونکو سرکار روس کے اوس محکمہ نے جسکے تفویض مضامین خلاف اغراض سرکار کی اشاعت کی ممانعت کی خدمت ہے - مٹا دیا - اور اسکی علاوہ روس کے ایک سربر آوردہ اخبار نے یہ رائے ظاہر کی کہ اگر وسط ایشیا مین اہل روس کے محاسن کا ایک انگریز اس درجہ مداح ہو سکتا ہے تو روسی بڑے ہی بے وقوف ہونگے - اگر وہ انگریزون کے بھولے پن سے زیادہ فائدہ نہ اٹھائین گے -

---

ملاکاری سے کراسنووادسک تک ریل کی ایک شاخ نے جانیکی تجویز کا جواب منظور ہو چکی ہے مین پیشتر ذکر کر چکا ہون - چار جوئی سے کرکی تک دریائے آموکے بائین کنارے پر جس شاخ ریلوے کے قایم کرنے کی تجویز تھی اور جسکا ۱۸۸۹ء کے موسم بہار مین جبکہ جنگ افغانستان کا خدشہ لگا ہوا تھا بڑے شد و مد سے ذکر کیا جاتا تھا وہ اب پیش نظر نہین رہی اور احتمال اس امر کا مقتضی ہے کہ جب تک پیش قدمی کا خیال مرکوز خاطر نہ ہوگا اوسوقت تک اس شاخ کا قیام پھر سننے مین نہ آئیگا -

ماوراء النہری ریلوے کی توسیع

خلاف اسکے سمرقند سے جو کہ ریل کا موجودہ منتہا ہے تاشقند تک ریل کے بڑہائے جانیکی تجویز جس کی نسبت مین نے سابق مین پیشین گوئی کی تہی کہ اس کا معرض نفاذ مین آنا بعید از احتمال نہین اب عملی صورت اختیار کرنے کے زیادہ قریب پہونچی جاتی ہے - چنانچہ جنرل انینکاف نے یہ اُمید ظاہر کی ہے کہ ماہ مئی ۱۸۹۰ء مین کام شروع ہوجایگا[۱] اسکے بعد اس امر کا اعلان کیا گیا کہ زار روس نے اوس تجویز کو پسند کر لیا ہے جو سائبیریا کے عظیم الشان سلسلہ ریلوے کے قیام کے متعلق ایک خاص جماعت نے مرتب کی

---

[۱] کپتان اے - سی - ییٹ جو ایک انگریزی سیاح ہونے کے اعتبار سے آخری مسافر ہے جس نے ماوراء النہری ریلوے کے ذریعہ سے سفر کیا (اکتوبر ۱۸۹۰ء) اوس کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ روسیون کا اب یہ خیال ہے کہ سمرقند سے ریل کا سلسلہ شروع کر کے خوقند تک پہونچایا جائے تاکہ دریائے سیر پر پل باندھنے کے مصارف کی ضرورت داعی نہو -

تھی جسے اسی غرض کے لئے نامور کیا گیا تھا۔ اس تجویز کی روسے سائبیریا کی ریلوے ولاڈی واستاک پر ۴۷۸۵ میل کے مسافت طے کرنے کے بعد بحر الکاہل سے جا ملیگی۔ اس سلسلہ ریل کی تیاری مین دس سال لگین گے۔ اور اسکی لاگت کا تخمینہ دو کروڑ پچاس لاکھ پاونڈ سے لیکر چار کروڑ پاونڈ تک کا کیا گیا ہے[۱]۔ اگر اس تجویز پر عمل کیا گیا تو زیادہ مدت نہ گزرنے پائے گی کہ ماوراء النہری ریلوے جسکی توسیع اوسوقت تک تاشقند تک ہوچکی ہوگی اور آگے بڑہادی جائیگی حتی کہ وہ سائبیریا کی ریلوے کی شاہراہ سے جا ملیگی اور یوروپی روس کے دور کو تکمیل کو پہونچائے گی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان

---

[۱] ایک عرصہ دراز تک ان تجاویز پر بحث ہونے کے بعد کہ آیا سائبیریا کا سلسلہ ریلوے غیر مسلسل ہونا چاہیئے (یعنی یہ کہ جہان خشکی ہو وہان ریل قایم کی جائے اور جہان راستہ مین تری آئے وہ کشتی کے ذریعہ سے عبور کرنے کا انتظام کیا جائے) یا وہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک کہین ٹوٹنے نہ پائے آخر کار سنہ ۱۸۹۱ع مین تجویز موخر الذکر فیصل قرار پائی۔ سلسلہ مزبور مقام زلاطوست سے جو اوس ریلوے کا موجودہ منتہا ہے جو سمارا اور اذفا کے درمیان قایم ہے شروع ہوکر میاسک اور چیلیابنسک کے معدنی اضلاع مین سے گزرے گا (۸۴ میل) یہان سے توکا لنسک۔ کینسک۔ میرینسک۔ کراسنا یرسک اور کانسک کو طے کرتا ہوا۔ نجنی اودنسک مین پہونچیگا (۱۷۳۶ میل) اس حصہ کی لاگت کا مجموعی تخمینہ ۱۱۸۰۷۵۰۰ پاونڈ یعنی ۶۵۰۰ پاونڈ فی میل کے حساب سے کیا گیا ہے۔ نجنی اودنسک سے سلسلہ مزبور پھر شروع ہوگا۔ اور اکٹسکیا۔ ارکٹسک۔ جھیل بیکال۔ سری ٹنسک اور ہبارووکا مین سے گزرتا ہوا ولاڈی واستاک پہونچے گا (۲۹۶۵ میل) اس سلسلہ کا کل طول ۴۷۸۵ میل اور مجموعی خرچ کا تخمینہ ۳۶۷۶۵۰۰۰ پاونڈ یا بحساب اوسطا ۷۶۸۰ پاونڈ فی میل ہے۔ کام لون سرون پر سے شروع کر دیا گیا ہے اور کچھ میل سڑک جلدی سے ولاڈی واستاک مین تیار کر دی گئی تھی تاکہ سنہ ۱۸۹۱ع کے موسم گرما مین ولیعہد روس رسم افتتاح ادا کر سکے۔

دونون ریلون کا مقام اتصال اوسک قرار دیا گیا ہے۔ خود ماوراالنہرین ریلوے کی ایک نئی شاخ کے قیام کے متعلق آج کل تذکرہ ہو رہا ہے جو کاری بنت سے جو دریائے تجند کے کنارے واقع ہے۔ سرخس تک جائے گی۔ اس شاخ کے قایم کرنے سے روس اسی میل اور ہرات کے قریب پہونچ جائے گا۔

یوروپی روس مین دو سلسلہ ہاے ریلوے کی توسیع

روپ پر جہان قاف کی ریلوے ماورا النہری ریلوے کا لازمی نتیجہ اور تکملہ ہے نظر ڈالنے سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ بہت کچھ تاخیر و توقف کے بعد لاڈی کارکاس سے پٹرافسک تک کے سلسلہ ریلوے کے قیام کی منظوری زار نے دی ہے[۵۱]۔ گو کہ اس تجویز کے بھی متعدد مدعی ہین کہ ساتھ ہی پٹرافسک اور زارٹسن کے مابین ریلوے کا ایک سلسلہ قایم کر کے وسط روس کے سلسلہائے ریلوے اور دریائے والگا کے ساتھ تعلق قایم کیا جائے۔ معہذا ایک جماعت اس غرض سے مامور کیگئی ہے کہ موقعہ کے معائنہ اور دیگر حالات پر نظر غائر ڈال کر اس امر کی نسبت رپورٹ پیش کرے کہ آیا لاڈی کادکاس یا کسی اور قریب کے مقام سے ایک ایسی سرنگ کھودی

---

[۵۱] یہ سلسلہ ۱۶۰ میل لمبا ہوگا اور اس کی لاگت کا تخمینہ ۰۰۰۰۰ ۱۲ پاونڈ کیا گیا ہے روس کے موازنہ مال مین جو ۱۸۹۱ء کے متعلق ہے ایک لاکھ پاونڈ کی رقم کی گنجایش تعمیر کے مصارف ابتدائی کے لئے رکھی گئی ہے اسکے علاوہ ایک اور شاخ کے قیام کا مسئلہ بھی زیر بحث ہے جو پٹرافسک سے باکو تک جائیگی اور طول مین ۲۴۰ میل ہوگی۔

جانی ممکن ہے جو سلسلہ کوہ قاف کے بطن مین سے گزر کر کسی اسٹیشن پر جو باطوم و طفلس کی لائن پر واقع ہو جا نکلے[1]۔ اسکے علاوہ آدجی کابل کے اسٹیشن سے جو اوس سلسلہ ریلوے پر واقع ہے جو باطوم اور باکو کے مابین قایم ہے آستارا واقع سرحد فارس تک بھی ایک جدید سلسلہ ریلوے قایم کرنے کی تجویز ہے اور اسکی پیمایش بھی ہو رہی ہے۔ ان تمام سلسلہاے ریلوے کی تیاری جو ایک ساتھ عمل مین لائی جارہی ہے اس امر کی شاہد ہے کہ روس نے اپنے مقبوضات واقع یوروپ اور بحیرہ اخضر کو ریل کے ذریعہ سے ملا دینے مین نہایت دور اندیشی سے کام لیا ہے کیونکہ بحیرہ اخضر کے مشرق کی طرف اگر کبھی کسی فوجی کارروائی کا موقعہ آپڑا تو اوسکے لئے کمک اور سامان رسد بہم پہونچانے کے لیے لازمی طور پر مغرب کی سمت سے ہی بتمامہ استمداد کرنی پڑیگی۔

ماوراء النہر مین روسیون کی اخلاقی حالت

ماوراء النہر سے مین نے اخبار "ٹائمس" کو حسب ذیل تحریر بھیجی تھی:-

یہ بات متواتر میرے سننے مین آئی ہے کہ ماوراء النہر مین جو روسی فوج مقیم ہے اوسمین سازش۔ اوباشی۔ شرابخواری۔ قماربازی اور دوسری طرح طرح کی بدکرداریان پھیلی ہوئی

[1] بیان کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی لائن ریل کی شاہراہ سے کسی ایسے اسٹیشن سے جو لاڈی کاوکاسس کے جانب شمال واقع ہوگا شروع ہو کر دریڈ کی مین سے ہوکر سلسلہ کوہ قاف کو طے کرتی ہوئی ایک سرنگ مین سے جسکا طول پانچ میل سے کم ہوگا گزرے گی اور ۱۴۰ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد گوری کے اسٹیشن پر جو طفلس ریلوے پر واقع ہے جا نکلیگی۔ لیکن اسپر لاگت بے انتہا آئے گی۔



ہین جنکی گورنمنٹ روس کو خبر نہین - ان روایات کا پے درپے سننے مین آنا اور ساتھ ہی
اونکا تناقض سے معرا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ ان مین ضرور بہت کچھ حصہ سچائی کا ہوگا -
جو نوجوان یورپی روس مین بے احتیاطیون کے مرتکب ہوئے ہین یا اوباشی مین
اپنا روپیہ ضایع کردیتے ہین یا اور بری عادات اختیار کرتے ہین اونہین گورنمنٹ روس
بطور کفارۂ ذنوب وسط روس مین کچھ عرصہ کے لئے جلا وطن کر دیتی ہے تاکہ وہان اونکی
اخلاقی حالت کی اصلاح ہوجائے - لیکن یہ خیال نہین کیا جاتا کہ اس کالے پانی مین زندگی
کا دوبھر ہونا بجائے اسکے کہ قدیم جرم کے ارتکاب مکرر کو مانع آئے اور اولٹا اوسکا سعین
ومحرک ہوتا ہے - یہی وجہ ہے کہ وسط ایشیا کی ہر ایک روسی فوجی چھاونی مین ہمسر کشی -
عیب جوئی اور لگاوٹ کا بازار خوب گرم رہتا ہے - کوئی ذی امتیاز شخص ایسا نہین جسکے دشمنون
کا ایک جم غفیر موجود نہ ہو جنکا یہی کام ہے کہ اوسکی تخریب اور بربادی مین کوئی دقیقہ اٹھا
نہ رکھین - پابندی ضوابط کا نمایشی ملمع بے قناعتی - بدباطنی اور بدکرداری مزمن پر چڑھا ہوا
نظر آتا ہے - اسمین شک نہین کہ اس سرزمین کی جانفرسا آب وہوا اور یہان کا نفرت انگیز
طرز زندگی ان خرابیون کا بہت بڑا باعث ہے - مگر اس موقعہ پر سوال یہ پیش آتا ہے کہ
جس سلطنت نے اپنی حالت وسط ایشیا مین ایسی بنا رکھی ہے آیا اخلاقی لحاظ سے
اوس کے تفوق کا قایم رہنا قرین احتمال ہے اور کہین ایسا تو نہ ہوگا کہ جب وہ اپنی قوت کو
کسی دشمن کے خلاف عمل مین لائے تو اوسے معلوم ہو کہ ایک کہنہ ناسور نے اوس مین
صندوف پیدا کردیا ہے اور "بعد از خرابی بصرہ خواجہ بیدار شد" والا مضمون ہو -

انتظامی تبدیلیان



الگمان ہے کہ میری یہ تحریر جو مین نے بے سوچے سمجھے قلمبند نہین کی تہی روسیون کو ناگوار گذری ہوگی لیکن اوسکا حق بجانب ہونا تہوڑے ہی عرصہ کے بعد ثابت ہوگیا کیونکہ ابھی چند مہینے بہی نہ گزرنے پائے تھے کہ عیب جینی۔ غلط کاری اور فتنہ پردازی کا ایک ایسا طوفان برپا ہوا کہ ماوراءالنہر کی فوجی سوسائٹی کو اوسنے بیخ و بن سے ہلاڈالا اور اوس وقت تک نہ تھما جب تک کہ وہان کے عہدہ دارون کو بدلکر اونکی جگہ نئے آدمی ازسرنو مقرر نہین کئے گئے۔ نفس واقعہ کو جو غیر خوش آیند ہے یہان درج کرنے سے مین احتراز کرتا ہون۔ لیکن اس کل شورش کا ماحصل یہ ہوا کہ جرنیل کروپٹکین اب جرنیل کامروف کی جگہہ ماوراءالنہر کا گورنر جنرل ہے اور کرنیل علیخانوف جو مرو مین ایک ذمہ داری کی خدمت پر مامور تھا وہان سے علحدہ کرکے قاف مین بھیجدیا گیا ہے۔ اسکے ساتھہ ہی فاضل اکمل موسیو چاریکاف کی جگہ جو دربار بخارا مین روس کیطرف سے بطور سفیر کے متعین تہا میرے دوست موسیو لیسار کا تقرر ہوا ہے جو مسئلہ تصفیہ سرحد افغانستان کے متعلق سند شہرت حاصل کرچکا ہے اور حال ہی مین روس کی طرف سے لورپول مین قونسل جنرل تہا۔ مشرق کی سمت مین اگر نگاہ دوڑائی جائے تو جرنیل روزنباش تاشقند کا گورنر جنرل نظر نہین آتا۔ بلکہ بجائے اوسکے جرنیل وروسکی جو سابق مین اوڈیسہ مین پولیس کا افسر اعلیٰ تہا مقرر ہوا ہے۔ جرنیل اینکاف بھی اس عالمگیر طوفان کی زد سے نہین بچا لیکن ابھی تک اوسکے الزام لگانے والون کو اوس

پر پورا غلبہ حاصل نہین ہوا۔[۱]

ماوراء النہر کی خود مختاری



تبدیلیان جنکا نتیجہ خیز ہونا لازمی تہا۔ ماوراء النہر کی گورنمنٹ کے از سر نو ترکیب دئے جانیکا باعث ہوئین اور چونکہ ایک عرصہ سے یہ تجویز گورنمنٹ عالیہ کے مرکوز خاطر تہی اس لئے اسکا انجام کار عملی صورت اختیار کرنا ایک قدرتی امر تھا۔ بتاریخ ۲۹ مارچ ۱۸۹۰ء سینٹ پیٹرزبرگ مین یہ سرکاری فرمان صادر ہوا کہ ماوراء النہر کے نظم و نسق کے لئے علیحدہ انتظام عمل مین آئے۔ چنانچہ اس تاریخ سے باستثنائے بعض خاص خاص امور کے صوبہ ماوراء النہر انتظامی حیثیت سے گورنمنٹ قاف کے ماتحت نہین رہا بلکہ ایک حد تک ترکستان کی طرح خود مختار ہو گیا ہے اور اوسے یہ اقتدار حاصل ہے کہ سینٹ پیٹرزبرگ کے فارن آفس (محکمہ خارجہ) سے براہ راست خط و کتابت کرے۔ یہ ایک ایسی تبدیلی ہے جسپر ایک عرصہ سے بحث ہو رہی تھی اور اسکا عمل مین آنا ماوراء النہر کے روز افزون سیاسی امتیاز اور قدر و قیمت کی وجہ سے حق بجانب ہے۔ اس کے ساتھہ ہی مرو کے چارون خان جنکا ذکر مین نے اپنی سابق کی تصنیف مین کیا ہے اون انتظامی اقتدارات سے جو اونکو اپنے جرگون کے متعلق حاصل تہے محروم کر دئے گئے ہین لیکن ایک سو بیس پاونڈ سالانہ کا وظیفہ عمر بھر کے لئے اون کی ذات

---

[۱] ماہ مارچ ۱۸۹۱ء مین اس امر کا اعلان کیا گیا کہ جنرل اننکاف ریلوے کے ڈائرکٹر ہونے کی حیثیت سے ماوراء النہر واپس نہین آئیگا کیونکہ یہ صیغہ جنرل کروپٹکن کے تفویض کیا گیا ہے۔

کے لئے بدستور قایم ہے۔ اس سے زیادہ قوی ثبوت اوس کامیابی کا اور کیا ملسکتا ہی
جو روس کو مفتوح ترکمانون کے باہمی قومی تعلقات اور رسوم و رواجات کے قدیم اثر
کو مٹا دینے مین حاصل ہوئی۔ یہ وہی ترکمان ہین جو دس سال سے کچھ ہی مدت پہلے
جان توڑ کر روسیون سے لڑے تھے اور اب وہی ہین کہ اپنے فاتحون کی غلامی کا دم
رضا و عجز سے بھرتے ہین۔

جرنیل کروپٹکن

وراء النہر کے نظم و نسق کی تجدید سے بھی زیادہ معنی خیز اگر کوئی شے ہے
تو وہ اس صوبہ کے نئے گورنر کا تشخص اور سیرت ہے۔ ایک امن پسند اور غیر جنگجو عالم
کے بجائے جسے کیڑون مکوڑون کی علمی تقسیم مین اپنی فوج کا معائنہ کرنے سے زیادہ
لطف حاصل ہوتا تھا اب ماوراء النہر کا گورنر ایک ایسا شخص ہے جو اسکا بیلف کا دست
و بازو اور گویا اوسی کے قالب مین ایک دوسرا شخص ہے۔ اس نئے گورنر کا نام جرنیل
کروپٹکن ہے اور فن سپہ گری مین اوسکا شمار وسط روس مین طبقہ اعلیٰ مین ہوتا ہے۔ کروپٹکن
۱۸۴۸ء مین پیدا ہوا۔ اٹھارہ برس کی عمر مین فوج ترکستان مین بھرتی ہوا اور محاصرہ و فتح
سمرقند کے موقعہ پر وہ موجود تھا۔ ۱۸۷۱ء مین اسٹاف کالج کے امتحان مین سب سے
اوّل نکلکر وہ ایک سال تک الجزائر مین رہا جہان فرانسیسون کے ساتھ شریک ہو کر وہ
مہم صحرائے اعظم مین گیا اور اس معرکہ کے متعلق اوس نے اپنی پہلی تصنیف لکھی۔ اسکے
بعد وہ وسط ایشیا کو واپس آیا اور جنگ خوقند مین اسکا بیلف کے ساتھ رہا۔ اس

لڑائی مین وہ زخمی بھی ہوا جسکے صلہ مین اوسکو تمغہ صلیب سینٹ جارج عطا ہوا۔ ۱۸۷۶ء مین وہ ایک خاص سفارت پر یعقوب بیگ والی کاشغر کے ساتھہ ایک معاہدہ قایم کرنیکے لئے بھیجا گیا۔ اس سے روسیونکا مقصد اوس انگریزی سفارت کے اثر کا زایل کرنا تھا جو بہ سرکردگی فارستھہ کاشغر کو روانہ کی گئی تھی۔ اسپر کروپٹکن نے اپنی دوسری کتاب لکھی۔ جنگ روم و روس مین وہ اسکابیلف کے اسٹاف کا صدر تھا اور جب جنگ ختم ہوئی تو وہ جنرل اسٹاف کے ایشیائی حصہ کا افسر اعلی مقرر ہوا۔ اسی زمانہ مین اوسنے اس جنگ پر ایک تیسری کتاب لکھی۔ ۱۸۷۹ء مین اوس نے فوج ترکستانی کی سپہ سالاری کے عہدہ پر مامور ہوکر پھر وسط ایشیا کو مراجعت کی اور سال آیندہ اپنی فوج کا کچھہ حصہ لیکر وہ یلغار کے ساتھہ صحرائے ترکستان کو طے کرتا ہوا اسکابیلف سے گیاک ٹپی پر جاملا اور عین وقت پر پہونچکر فوج کے تین دستون مین سے ایک کے ساتھہ اوسنے غنیم پر حملہ کیا۔ اس وقت سے لیکر اب تک وہ سینٹ پیٹرس برگ کے صیغہ جنگ مین وسط ایشیا کے تمام انتظامی مسائل متعلقہ فن تدبیر ملکی و سپہ گری مین بطور مشیر خاص کے رہا ہے اور اب عین جوانی کے عالم مین ایک ایسے حصہ ملک کا کارفرما ہوکر آتا ہے جسکے حالات اوسکو کسی دوسرے روسی جرنیل کے مقابلہ مین زیادہ معلوم ہین۔ فن سپہ گری کے متعلق اوسکی قابلیت اور اوس کی مانی ہوئی بہادری اور جرارت ایسی چیزین ہین جن سے اوسکا تقرر نہایت نتیجہ خیز ہوجاتا ہے۔ اسکے علاوہ یہ امر بھی نظر انداز نہین ہوسکتا کہ صیغہ راز کی وہ مشہور یادداشت اوسی کی مرتب کی ہوئی ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ ہندوستان

پر روس کیونکر حملہ کرسکتا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ روس کے تمامی اہل سیف کو اس یادداشت کی نسبت عام طور سے یہ خیال ہے کہ اس مین روس کے ہندوستان پر حملہ کرنے کی سب سے زیادہ خیر خواہانہ اور عملی تجویز مندرج ہے۔ اس کا ذکر مین آگے چل کر کرون گا۔ جرنیل کروپٹکن نے آتے ہی اپنی قابلیتون کا پورا ثبوت دیا (۱۸۹۱ء) اور ماوراء النہر کی اب صورت ہی کچھ اور ہے۔ جدھر دیکھو فوجی مشقون اور فوجی نقل و حرکت کے سوائے اور کچھ نظر نہین آتا۔ جرنیل موصوف کی تنخواہ چودہ سو پاؤنڈ سالانہ ہے اور آٹھ سو پاؤنڈ بطور لوازم اعزازی کے اوسے ملتے ہین گویا کہ کامروف کے مقابلہ مین اوسے چھ سو پاؤنڈ کم دیئے جاتے ہین جسکی تنخواہ بقدر اس مقدار کے زیادہ تھی۔ وسولیبا شاید کسی دوسرے زندہ روسی کے مقابلہ مین وسط ایشیائی اور سرحدی مسائل پر انگریزی اور روسی پہلو سے زیادہ تبحر کے ساتھ حاوی ہے جرنیل وروسکی کا میلان جنگ کی طرف زیادہ ہے۔ حالانکہ جرنیل روزنباش جسکی جگہ وہ مقرر ہوا ہے ایک صلح پسند شخص تھا۔ پس ان تین تقررات کے ایک ساتھ عمل مین آنے سے انگریزون کو اس امر کا یقین ہونا چاہئے کہ گو وسط ایشیا کے سیاسی مسئلہ پر عنقریب جنگی کشاکش کا اثر نہ پڑے تاہم اس سرزمین مین روس کی اغراض و مقاصد کی نگہداشت غیر معمولی تقید اور جانفشانی سے کی جائیگی۔ اس تحریر کے قلمبند کر چکنے کے بعد مین نے سنا ہے کہ جرنیل کروپٹکن نے آتے ہی اپنے رجحان طبیعت کا عملی ثبوت دیا ہے یعنی ماوراء النہر کی گورنری کی خدمت کا جایزہ لیتے ہی اوسنے اپنے صوبہ سے تمام ممالک غیر کے لوگون کے اخراج کا حکم دیدیا ہے اور اس مین وہ انگریز

بھی شریک تھا جسکا مین پیشتر ذکر کر چکا ہون -

وسط ایشیا مین روسی طاقت کا اجتماع

اس بات کو ہم نظر انداز نہین کر سکتے کہ روس نہایت دور اندیشی اور عاقبت شناسی سے کام لیکر اپنے نئے ممالک محروسہ مین باقاعدہ طور سے اپنی طاقت کو بڑہانے کے لئے امن واطمینان کے موجودہ زمانہ سے استفادہ کر رہا ہے نئی فتوحات مین اوسے اپنی طاقت سے غیر معمولی کام لینا پڑا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ عارضی طور پر اوسکی قوت مین فتور آگیا۔ سنہ ۱۸۸۵ء کے نازک وقت مین روس حملہ کیلیئے ہم سے بھی کم تیار تھا۔ لیکن اس پانچ سال کے عرصہ مین روس نے بہت بڑی ترقی کی ہے جسکی قدر وقیمت کا اندازہ کافی طور پر لگایا نہین جاسکتا - اور جو بڑے بڑے اصلاحی کام اوسنے اختیار کئے ہین - اون پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکی امیدین اور آرزوئین ابھی تکمیل کے منتہا سے کوسون دور ہین - روس کے اس زمانہ کی اصلاحات وترقیات پر جو بحیرہ اسود سے لیکر دریائے جیحون تک عمل مین آئین جب ہم نظر ڈالتے ہین تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ سورم کی سرنگ کے کہودے جانے سے ٹرینڈ کاکیشین (آن روے قاف) ریلوے کی سودمندی بہت کچھ بڑہ گئی ہے - قاف کے شمال سے طفلس کے جنوب یا پیٹر افسک واقع ساحل بحیرہ اخضر تک جدید سلسلہ جات ریلوے کے قیام کی تجاویز در پیش ہین بحیرہ اخضر کے جہازون کے بیڑہ مین بہ تدریج اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے ریلوے کا منتہا بدل کر کراسنوواڈسک قرار دیا گیا ہے - ماوراءالنہر کے سلسلہ ریلوے پر گاڑیون

کی تعداد بڑہادی گئی ہے اور اوسے بہت کچھ ترقی دیگئی ہے۔ ماوراء النہر کی گورنمنٹ کو آزادانہ حکومت عطا کیگئی ہے اور ترکمانون کے قومی رابطہ اتحاد کو اور زیادہ توڑدیا گیا ہے۔ مرو۔ دریاے آمو۔ کرکی اور دیگر مقامات مین نئی فوجی بارکین تیار کیگئی ہین اور مختلف مقامات علی الخصوص شیخ جنید متصل کرایتی واقع سرحد افغانستان مین فوجی چہاونیان قایم کیگئی ہین۔ روسی افسرون اور غیر کمیشن یافتہ افسرون کا تقرر فوج بخارا ئی مین کیا گیا ہے[٥١]۔ اور سرخس اور تاشقند تک ریل کے بڑہانے کی تجویز پیش نظر ہے۔ ان مین سے ہر ایک کارروائی بجاے خود اہم اور نتیجہ خیز ہے لیکن اگر یہ سب ملکر ایک ساتھ عمل مین لائی گئین اور کوئی وجہ نہین کہ یہ باور نہ کیا جاے کہ عنقریب ایسا ہی ہوگا تو روس کی طاقت سنہ ۱۸۸۵ع کے مقابلہ مین بے انتہا بڑہ جائیگی۔ اسکے ساتھ ہی روس نے اپنی ایشیائی رعایا کے لئے روسی مدرسون مین تعلیم پانا لازمی کردیا ہے اور ماوراء النہر مین پروانہ راہداری کے اوس طریقہ کو جو یوروپی روس مین رایج ہے تقید کے ساتھ جاری کیا ہے۔ اگر ہم نہیچ کر روس پانچسو میل کے فاصلہ پر سے پہلانگ جائین جو نقشہ مین افغانستان کے نام سے درج ہے اور جو کچھ اس پر اسرار خطہ فاصل کے ہندوستانی پہلو پر ہو رہا ہے اوسپر نظر دوڑائین تو ہمکو معلوم ہوگا کہ ہمین بہی اپنی جانب ویسا ہی اطمینان ہے جتنا روسیون کو اپنی طرف۔ دو نو طرف جنگی تیاریان ہو رہی ہین۔ لیکن جنگی تیاریون کا نتیجہ بالعموم تطویل امن ہوا کرتا ہے اور تجربہ بتاتا ہے کہ دو ملک جنہون نے لڑائی کے لئے برابر کی تیاری کی

[٥١] اسکا اعلان جنوری ۱۸۹۱ع کے ماسکو گزٹ مین ہوا۔

ہو اون مین لڑائی چھڑنے کا اتنا احتمال نہین ہوتا جتنا کہ ایسے دو ملکون مین جو جنگ کے لئے ٹھیک طور سے تیار نہ ہون یا جتنا کہ ایسے دو ملکون مین جن مین سے ایک نے زیادہ تیاری کی ہو اور دوسرے نے کم اور اول الذکر ثانی الذکر کی کمزوری سے فائدہ اُٹھانے کا دل سے آرزومند ہو۔

زمانہ آیندہ

اگر مجھ سے اسوقت سوال کیا جائے کہ وسط ایشیا کا عنقریب کیا سیاسی حشر ہونے والا ہے (کیونکہ کوئی ایسی پیشین گوئی کرنی جو زمانہ دراز سے تعلق رکھتی ہو لغو محض ہوگی) تو مین یہ جواب دونگا کہ آثار اور شگون تو ابھی تک امن ہی کے ہین[۵۱]۔ زمانہ فریقین کے ذہن مین یہ بات متمکن کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ اگر انگلستان اور روس مین لڑائی ہوئی تو وہ کسی مختصر سے رقبہ یا تھوڑی سی مدت تک محدود نہ ہوگی بلکہ اوسکے نتائج نہایت وسیع ہونگے جنکی نسبت کوئی شخص پیش بندی نہین کرسکتا موجودہ زار کی امن پسندی تو مشہور ہے اور اوس کی طبع کا یہ رجحان اس مسئلہ کے تصفیہ کا جزو اعظم ہے مگر روسی سوسائٹی کی پریشان حالت کو مد نظر رکھہ کر اسپر زیادہ وثوق کے ساتھہ بھروسا کرنا سلامت روی کے اصول کے خلاف ہوگا۔ البتہ یہ امید کیجا سکتی ہے کہ ولیعہد روس جنہون نے

۵۱ یہ مسودہ مطبع کو چھپنے کے لئے جا رہا ہے کہ ہمارے سننے مین یہ بےچین کردینے والی خبر آئی کہ روس پامیر اور دوسرے مقامات کی جانب پیش قدمی کر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک زیادہ تشویش ناک زمانہ ہمارے دیکھنے مین آئے۔

حال مین ملکہ معظمہ کی سلطنت ہند کا سفر کیا ہے اپنے والد ماجد کی طبیعت میراث مین پائین گے۔ افغانستان اب بھی گذشتہ پچاس سال کی طرح اس قفل کی کلید ہے۔ اگر روس اپنے عہد پر ثابت قدم رہا اور اوسنے اپنے ہمسایون کی حدود مین مداخلت نہ کی تو کچھ عرصہ تک روسی کاسک اور ہندوستانی سپاہی باوجود دوری کے ایک دوسرے کے دوست رہ سکتے ہین۔



پانچواں باب

عاشق آباد سے کوچان تک کا سفر

وحشیان جنگجو غارتگران تند خو — آئے نیشاپور کے فیروزہ زا کہسار پر

"خراسان کا نقاب پوش مدعی نبوت" مور

ورود بہ عاشق آباد

عشق آباد کے اسٹیشن پر ایک ایرانی نوکر مجھے ملا جسے کرنیل اسٹوارٹ نے ازراہ عنایت مشہد کے انگریزی قونسل خانہ سے میری آسایش کیلئے بھیجدیا تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ کرنیل موصوف نے میرے لئے خیمہ و خرگاہ اور نوکر چاکر وغیرہ بھی روانہ کئے ہین مگر وہ سرحد ایران پر عاشق آباد سے ۳۰ تیس میل کے فاصلہ پر مجھے ملین گے چونکہ روسی حکام متعینہ مشہد انگریزی رعایائے مقیم ایران کو سرحد سے گزر کر روسی ماوراء النہر مین داخل ہونے کی اجازت دینے مین پس و پیش کرتے ہین لہذا یہ لوگ جو سفر آیندہ مین میرے ہمراہ رہنے والے تھے مجھ سے عاشق آباد مین مل نہین سکے۔ البتہ ایرانی سے یہ ممانعت متعلق نہ تھی اور اسلئے وہ اس غرض سے میرے پاس بھیجدیا گیا تھا کہ مجھے میرے کیمپ تک جو سرحد ایران پر میرا انتظار کر رہا تھا پہونچا دے۔ لیکن شومی قسمت سے یہ حالت تھی کہ

نہ مین سمجھون زبان اوس کی نہ وہ سمجھے زبان میری

اور ایسا شخص ملنا مشکل تھا جو ترجمانی کا کام دیسکے۔ غرضکہ مین گاڑی مین سوار ہوکر گرد وغبار کی دم گھونٹنے والی بادلون مین سے گزرتا ہوا گورنر جنرل کے مکان کو گیا۔ لیکن وہان پہونچکر مجھے معلوم ہوا کہ جنرنیل کامروف مجھ سے ایک دن پہلے عاشق آباد سے جاچکے تھے اور اس لئے مین اون کی گذشتہ سال کی ملاقات سے کوئی فائدہ نہین اوٹھا سکا۔ اسکے بعد مین اونکے قایم مقام سے جاکر ملا مگر چونکہ ان صاحب کو میرے متعلق کوئی ہدایت نہین پہونچی تھی لہذا اونہون نے یہ ظاہر کیا کہ وہ سینٹ پیٹرسبرگ سے بذریعہ تار ہدایت حاصل کرلین گے۔ اور مجھ سے کہا کہ اوسوقت تک آپ عاشق آباد کی سیر سے اپنا دل بہلائیے۔ چونکہ مجھے سابق کے تجربہ سے معلوم تھا کہ عاشق آباد کے مناظر ایسے دلفریب نہین کہ باعث تفریح طبع ہوسکین۔ کیونکہ سوائے ایک معمولی سے دیسی بازار۔ چند روسی دکانون۔ روسی دیوانی اور فوجی عہدہ دارون کے مکانات اور فوجی چھاونیون کے سوا جو ایک کف دست اور غیر خوش آیند صحرا پر واقع ہین اور ہمیشہ گرد وغبار کے ایک بگولے مین لپٹی رہتی ہین۔ وہان کی کوئی چیز قابل دید نہ تھی۔ لہذا مین نے اس دعوت کے قبول کرنے سے انکار کیا اور

لہ ۱۸۸۱ء مین جب روسیون نے ماوراءالنہر پر حملہ کیا تو عاشق آباد ایک ترکمانی بستی تھی جس مین پانچ سو گھر آباد تھے۔ روسی دار الحکومت ہوجانے پر اسکی حالت بہت جلد بدل گئی اور اس کی حدود بہت وسیع ہوگئین۔ ۱۸۸۲ء مین اس کی آبادی ۴۰۰۰ تھی۔ ۱۸۸۶ء مین فوج کو نکالکر اس کی آبادی دس ہزار ہوگئی۔ اوس زمانہ کے بعد سے لیکر اب تک یہان کی آبادی دس ہزار سے کسی قدر زیادہ رہی۔

یہ خواہش ظاہر کی کہ مین فوراً ہی یہان سے روانہ ہوجانا چاہتا ہون - چونکہ میری یہ خواہش عاشق آباد کے فوجی موقعہ کے امتحان کرنے کے کسی خفیہ منصوبہ سے تطابق نہ رکھتی تھی لہذا مجھے روانگی کی اجازت دے دی گئی - لیکن نہ تو مجھے کوئی مدد دیگئی اور نہ کوئی مدد پیش ہی کی گئی حالانکہ اس وقت مین اپنے انتظام سفر کی دقتون کے رفع کرنے کے متعلق اعانت کا بہت کچھ محتاج تھا - بات اصل مین یون ہے کہ روسی فوجی حکام انگریزون کا عاشق آباد مین آنا پسند نہین کرتے اور متعدد مرتبہ اونہون نے ایسے مواقع پر ایسی بے رخی اور کج اخلاقی ظاہر کی ہے جو روسیون جیسی خلیق قوم مین شاذونادر ہی دیکھنے مین آتی ہے -

روانگی بجانب سرحد

آخر کار دو شخصون کی ترجمانی کے واسطے سے مجھے اپنے ایرانی ملازم کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقعہ ملا اور اپنے سامان کو از سر نو ترتیب دیتے اور اوسے خچرون پر لادنے مین چند گھنٹے صرف کرنے کے بعد غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ پہلے مین عاشق آباد سے رخصت ہوا - میرا ارادہ یہ تھا کہ دامن کوہ تک تو درو شکی[۱] مین سوار ہو کر جاؤن اور وہان سے گھوڑے پر جسے ایرانی اپنے ساتھ لایا تھا سوار ہو کر باقی کا فاصلہ طے کر کے کیمپ تک پہونچ جاؤن - لیکن چونکہ ہماری گفتگو کے سلسلہ مین ضرورت سے زیادہ حلقے تھے اس لئے کچھ غلط فہمی سی واقع ہوگئی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ میرا سامان تو رات بھر مارا مارا پھرا اور کہین دوسری صبح کو جا کر ملا اور ایرانی کو پندرہ میل پیدل چلنا پڑا اور مجھے بسواری اسپ

---

۱ ؎ درو شکی ایک قسم کی گاڑی کا نام ہے - مترجم -

تن تنہا آدھی رات کے وقت سرحد کی طرف جانا پڑا۔ جہان پھونچکر مین ادہر اودہر بھٹکتا رہا یہان تک کہ حسن اتفاق سے رات کے ایک بجے کے قریب مجھے اپنی خیمہ گاہ کا نشان مل گیا۔

عاشق آباد سے کوچان تک کی سڑک کی تاریخ

جس سڑک پر مین نے سفر کیا اور جسکا حال مین اب بیان کرنیوالا ہون اوسے بہت بڑا امتیاز حاصل ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے روس کو خراسان کے دل لبھانے والے صوبے مین داخل ہونے کا ایک نیا بنایا راستہ مل جاتا ہے۔ ترکمانون کو ۱۸۸۱ء مین مسخر کرنے کے بعد اوس نے فوراً ہی یہ کارروائی شروع کی کہ سرحد ایران پر اپنی طاقت کو مستحکم کرے اور اوس تفوق سے فائدہ اوٹھائے جو فتوحات کے باعث اوسے اپنے کمزور اور ڈرپوک جنوبی ہمسایہ پر حاصل ہوگیا تھا۔ اصول فن حرب کے لحاظ سے تو روس کو پہلے ہی وہ تفوق حاصل ہوچکا تھا جسکے کفیل اوسکے جدید ممالک مفتوحہ تھے۔ اور ایک سرحدی معاہدہ کی رو سے جو ان فتوحات کے بعد روس اور ایران کے درمیان قرار پایا۔ روس نہ صرف قلہائے کوہ پر مسلط ہوگیا بلکہ خاص خاص ذرایع آبرسانی[۵۱] اوس کے قابو مین آگئے اور اسطرح تفوق مسطور اور بھی زیادہ ارفع ہوگیا۔ جنرل اینکاف کی ریلوے کے قیام سے نے روس کی تجارتی فوقیت کو بھی یقینیات مین داخل کردیا ہے بشرطیکہ روس کا تجارتی مال بہ حفاظت وسہولیت سرحد سے گزر سکے۔ ترکمان اٹک (اٹک سے مراد دامن کوہ ہے)

---

۵۱ کتاب "رشیا ان سنٹرل ایشیا" (وسط ایشیا مین روس کا طرز عمل) مین انکی فہرست بطور ضمیمہ کے چھپ چکی ہے۔

اور خراسان کے درمیان کوئی اچھی سڑک موجود نہ تھی اور جو تھی بھی وہ سرحدی اقوام کی وحشیانہ اور خونریز چپقلشون کی وجہ سے قریبا مسدود ہوگئی تھی - چنانچہ روسیون نے ایک جدید محفوظ اور سیدھا راستہ نکالنے کی غرض سے عاشق آباد سے سرحد ایران تک ایک فوجی سڑک بنانی شروع کی اور ایرانی اس امر پر رضامند ہوگئے کہ وہ اپنی سرحد کی طرف ایک اسی طرح کی سڑک تیار کرینگے جو روسی سڑک سے جا ملیگی اور بالآخر عاشق آباد کو ایک شاہراہ کے واسطہ سے جس پر گاڑی چل سکیگی کوچان اور مشہد سے ملا دیگی - اس سڑک کے ایرانی حصہ کی تیاری جرنیل گستیجر خان آسٹریا کے ایک انجنیر افسر کے سپرد کیگئی جو شاہ کا ملازم ہے - ۱۸۸۸ء کے اختتام سے پہلے سڑک کا روسی حصہ جو طول مین تیس ۳۰ میل تھا سرحد تک پہونچ چکا تھا لیکن یہ امر محتاج بیان نہین کہ ایرانی حصہ ابھی شروع بھی نہین ہوا تھا اور نہ اوسکے آغاز و انجام کے آثار ہی نظر آتے تھے - ایک تو اس تاخیر و درنگ نے روس کو برہم کیا اور دوسرے وہ فوائد اوسکی برافروختگی کا باعث ہوئی جو اوسکے خیال مین برطانیہ کلان کو ۱۸۸۸ء مین رعایتی حقوق متعلقہ قارون کے حصول مین ایران سے پہونچے تھے - ان دونون امور سے متاثر ہوکر روس نے دربار ایران پر دباو ڈالنا شروع کیا اور ایک مخفیہ معاہدہ کی شرائط مین جسکا راز اب طشت ازبام ہوچکا ہے اس شرط کے منوانے پر بھی اصرار کیا کہ ایران فوراً عاشق آباد سے کوچان تک کی سڑک تیار کردے - شاہ کجکلاہ کو یہ تقاضا مرغوب نہ تھا مگر سوائے تسلیم کے اور کیا چارہ تھا - اونھین جبراً و قہراً روس کی بات ماننی پڑی چنانچہ جرنیل گستیجر خان اپنی خدمت سے سبکدوش کردیا گیا کیونکہ



اوسکی نسبت یہ مشہور ہوا تھا کہ خراسان کے گورنر جنرل کے ساتھ اوسکا تنازعہ ہوگیا ہے اور خفیہ طور پر وہ روسیون کے ساتھ خط و کتابت کرتا ہوا پایا گیا ہے) اور سڑک تیاری کا ٹھیکہ مشہد کے ملک التجار کو دیا گیا جس نے ایک سال کے عرصہ مین تیرہ ہزار پاونڈ کی لاگت سے کام تیار کر دینے کا وعدہ کیا۔ اس کے معاوضہ مین ملک التجار موصوف کو تمام مسافر خانون اور کنوؤن کے حقوق جو اس سڑک سے متعلق ہونگے مل گئے اور اسکے علاوہ تمام سڑک پر محصول وصول کرنیکا حق بھی حاصل ہوگیا۔ القصہ جب مین نے اس سڑک پر ماہ اکتوبر ۱۸۸۹ء کے شروع مین سفر کیا تو صورت حالات یہ تھی جو اوپر بیان ہوئی۔

اس سڑک کا روسی حصہ

عشق آباد سے شروع ہو کر یہ سڑک جنوب کیطرف میدان مین سے ہوتی ہوئی پہاڑون کی طرف جاتی ہے۔ عرض اس کا ہر جگہ برابر ہے یعنی ۲۵ فیٹ۔ اور اگرچہ عاشق آباد کے قریب اسمین جابجا گڑھے پڑے ہوئے تھے لیکن آگے جاکر اسکے ڈھلوان سے ڈھلوان حصہ بھی ایسے ہین کہ توپخانہ باسانی اوس پر گزر سکتا ہے۔ آٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے یہ سڑک دامن کوہ مین پہونچتی ہے اور وہان سے ایک بغلی وادی کو جو سلسلہ کوہ کوپت داغ کے محور کے متوازی ہے چکر کاٹتی ہوئی قطع کرتی ہے۔ اسکے بعد چڑھاؤ شروع ہوتا ہے اور سڑک لہراتی اور پہاڑ کے پہلوؤن پر چڑھتی ہوئی پندرہوین میل پر ایک تنگ کوہستانی درہ مین داخل ہوتی ہے جسکی تہ مین ایک سیل کی پتھریلی گزرگاہ ہے۔ جب ہم یہان سے گزرا تو یہ نالا خشک تھا مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جن زمانہ مین برف

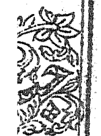
پگھلتی ہوگی یا مینھہ زور کا پڑتا ہوگا تو اسمین دفعتہً پانی جوش و خروش کے ساتھہ آتا ہوگا۔ سڑک نالے کو متعدد مقامات پر پل کے ذریعہ سے نہین بلکہ پتھر کے ایک پشتہ نما راستہ کی وساطت سے جو خود نالہ مین سے گزرتا ہے اور کئی جگہہ سے ٹوٹ چکا ہے اور یہہ بھی گیا ہے عبور کرتی ہے۔ چونکہ اس سے کسی مفید عملی نتیجہ کا مترتب ہونا مقصود نہین اس لئے اسے روس کی کفایت شعاری پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے۔ اسکے بعد پچیسوین میل کے قریب چڑہاؤ کا ایک اور لہراتا ہوا سلسلہ شروع ہو کر ایک ویران مرتفع وادی مین داخل ہوتا ہے جسکو یہہ سڑک طے کر کے پھر پہاڑیون مین سے گزرتی ہوئی انجام کار روسی گاؤن باج گیر مین (جسکے لغوی معنی محصول لینے والے کے ہین) جو بزمانہ سابق اندان کے نام سے مشہور تھا جا پہونچتی ہے۔ اس گاؤن سے روانہ ہو کر ایک میل کے فاصلہ پر مسافر کا وس قلہ کوہ پر گزرہوتا ہے جو روسی اور ایرانی علاقہ کی سرحد ہے۔ اگرچہ عاشق آباد مین اسٹاف کے افسر اعلیٰ نے مجھے ایک حکمنامہ دیا تہا تاکہ اگر راستہ مین کوئی روسی سپاہی مزاحم ہو تو اوسے دکھا کر مین گزر سکون لیکن نہ تو راہ مین اور نہ سرحد پر ہی مجھکو کوئی روسی سپاہی ملا حقیقت یہ ہے کہ روس کو اپنی ایشیائی سرحد کے اس حصہ پر پہرہ مقرر کرنے کی ضرورت چندان پیش نہین آئی کیونکہ ایران کی طرف سے کسی دستبرد کا عمل مین آنا تو خارج از بحث ہے اور روسیون اور دیسیون کے سوائے دوسری طرف کوئی اور شخص جاتا نہین۔ البتہ سڑک کے قریب سرحد سے تہوڑے سے فاصلہ پر مین نے ایک وسیع مستطیل پتھر کی عمارت تیار ہوتے دیکھی جو میرے خیال مین پہرہ کی چوکی اور مسافر خانہ کا

مشترک کام دے گی۔ ایرانی باج گیرہا جس میں ایک چنگی خانہ واقع ہے جہاں عاشق آباد کی طرف سے آنے والے کاروانوں پر محصول لیا جاتا ہے کچی مٹی کے جھونپڑوں کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو سرحد سے قریباً دو میل کے فاصلہ پر ایک وادی میں پہاڑی کے پہلو سے ملا ہوا واقع ہے یہی وہ مقام تھا جہاں میں اپنے گھوڑے کی لگام ہاتھ میں تھامے پا پیادہ حسن اتفاق سے اپنے کیمپ میں آپہونچا تھا۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی اور ماتھے پر تیوری چڑھائے ہوئے سنگلاخ منظر پر اپنا دلفریب پرتو ڈال رہی تھی اور اسی کی رہنمائی سے منزل مقصود تک میری رسائی ہوئی۔ خاکستری رنگت کی عریان پہاڑیوں پر سبزہ نام کو نہ تھا اور بجز اسکے ایک آدھ قافلہ کے جسکی فریاد جرس البتہ خاموشی کو چھیڑتی ہوئی راہ میں میرے کانوں میں پڑی زندگی کی اور کوئی علامت میرے دیکھنے میں نہیں آئی۔

سرحدی کوہستان

جس سلسلہ کوہ کو میں نے اب تک طے کیا تھا اور جسکی چٹانوں اور پہاڑیوں میں کوچان پہونچنے سے پہلے مجھے اور دو دن صرف کرنے پڑے اور جس کی وحشت زا مشرقی شاخوں میں مجھے ابھی اور دس دن بادیہ پیمائی کرنی تھی وہ خود مشرقی شاخ ہے اوس عظیم الشان سلسلہ کوہ البرز کی جو سنگ خارا کی ایک دیو قامت دیوار کی طرح ایران کی پوری شمالی سرحد کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے بسمت غرب میں اس سلسلہ کا تعلق کوہستان قاف کے ساتھ ہے اور وہاں سے لیکر تیس میل کے فصل سے یہ بحیرۂ اخضر کے جنوبی ساحل کے سواد کو مستحکم کرتا اور راستہ میں دماوند کی رفیع الشان چوٹی کو جسکا ارتفاع ۱۹۴۰۰

فیٹ سے آسمان کا مدمقابل بناتا ہوا انجام کار تھوڑی دیر کے لئے گرگان کی وادی
مین استرآباد کی دوسری جانب بہ شکل نشیب ستانے کے لئے ٹھہر جاتا ہے۔
لیکن تازہ دم ہونے سے اس مین اصل قوت پھر عود کر آتی ہے اور یہ اون پیچ در پیچ
کہسارون کی شکل اختیار کرتا ہے جو سلسلہ در سلسلہ ایک دوسرے کے پیچھے پیدل فوج
کی قطارون کیطرح صف آرا ہین اور جنکا محور شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف اوس
درمیانی ضلع ہین سے ہوکر گزرتا ہے جو ترکمانی میدانون اور ایران کے بڑے صحرا کے
شمالی دامن کے مابین واقع ہے۔ آگے چلکر ہرات کے قریب غیر صحیح الاسم سلسلہ کوہ
پیرو پمیسن سے جو خود ہندوکش کی مغربی شاخ ہے یہ کوہستان جا ملتا ہے۔ جس کوہستانی
طبقہ سے اسوقت بحث کی جا رہی ہے اوس مین پہاڑون کے شمالی سلسلے قرن داغ اور
کوپت داغ کے نام سے مشہور ہین اور وسطی اور بلند تر سلسلہ جو جنوب کی طرف وادی اترک تک
کا محیط ہے اعلیٰ داغ اور بنالود داغ کے نام سے موسوم ہے۔ ان متوازی سلسلون
کے درمیان جو مرتفع وادیان چھپی ہوئی ہین اون کی بلندی کا اوسط چار ہزار فیٹ ہے اور
جو قلہ ہائے کوہ ان وادیون پر سایہ افگن ہین اونکا ارتفاع آٹھ ہزار سے لے کر گیارہ ہزار
فیٹ تک ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک فقط خراسان ہی مین ایسی ایسی بلند سولہ چوٹیان
ہین۔ ان کی سنگلاخ عریانی اور سنسانی کا سمان ایسا ہے کہ اس سے زیادہ وحشت انگیز
تصور کسی شے کا ذہن مین نہین آسکتا یہ خاکستری رنگ کے کوہستان جنکے اجزاء ترکیبی چونے
کے پتھر سے مرکب [illegible] رکھتے ہین اور جو سوائے جونیپر نامی ایک خودرو بوٹی کے کہ وہ بھی



شاداب اور کثیر الوجود نہین سبزہ سے معرا چشمون کی فراوانی سے محروم اور قابل کاشت زمین سے تہی دست ہین اپنی لکھو کہا سال کی طبقات الارضی سرگزشت غیر مہمان نوازانہ مگر راستبازانہ بیباکی کے ساتہہ سنا رہے ہین۔ آج سے دس سال پہلے ان کہسارون مین قتل اور غارتگری کی جو کمین گاہین موجود تھین اونہون نے گویا اوس سردمہری اور بیرحمی کی آڑ لے رکھی تھی جس سے یہ سنگلاخ طبقہ متصف ہے۔ ترکمان لٹیرے ان پہاڑون کے وحشت خیز درون مین شعلہ آتش کی طرح لپکتے ہوے آتے تھے اور شمشیر و تفنگ سے اون گاؤن اور ریوڑون پر آپڑتے تھے جنہون نے اون کی پے درپے غارتگری کے بعد بھی زندہ رہنے کی جسارت کا ارتکاب کیا تھا۔

ریل کی سڑک کی تجویز

روسیون نے عاشق آباد سے کوچان تک والی سڑک تیار کرنی شروع کی تھی تو بیان کیا گیا تھا کہ اونکا قصد ہے کہ اس سڑک پر آیندہ چلکر ریل یا دخانی ٹریموے کیلئے لوہے کی پٹری بچھائین تاکہ اسکے ذریعہ سے مشہد پہونچنا آسان ہو جاے لیکن ایک انگریزی افسر محکمہ تعمیرات نے جس نے اس سڑک کا معائنہ کیا ہے مجھ سے کہا کہ ایسا نہین

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۹۴۔ ۱ جونیپر ایک جہاڑی کی شکل کی سدابہار بوٹی ہوتی ہے جسکے پتے گاؤزبان کی شکل کے اور پہول گچھون مین ہوتے ہین اس کا پہل جو جہربیری کے بیر کے برابر اور رنگ مین بنگون ہوتا ہے۔ دو سال مین پکتا ہے اور کہانے کے کام بھی آتا ہے۔ معلوم نہین کہ اس کا اردو یا فارسی نام کیا ہے

مترجم

ہوسکتا کیونکہ پہاڑونکے عبور کرنے مین اس سڑک نے جو چکر کاٹے ہین وہ بحالت موجودہ ایسے ہین کہ دنیامین کوئی ریل کی سڑک اونکے پیچ وخم کی تاب نہین لاسکتی اور باج گیرہا اور کوچان کے درمیان کی سڑک کے ایرانی حصہ کے بعض موڑون پر بھی یہی قول راست آتا ہے کوچان سے مشہد تک صاف اور ہموار میدان ہے اور اسلئے اِن دونون مقامات کے مابین ریل کی پٹڑی آسانی سے بچھہ سکتی ہے لیکن ایسی سڑک کے قایم کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور جیساکہ آگے چلکر ظاہر ہوگا قوی تر احتمال اس امر کا ہے کہ اگر روسیون کو مشہد تک ریل کا لانا مقصود ہے تو وہ سمت مقابل سے لائین گے۔

باج گیرہا سے کوچان تک براہ دربدم وامام قلی دو چھوٹی چھوٹی منزلین ہین۔ فاصلہ بارہ فرسخ یعنی اندازاً ۴۸ میل بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن مین نے منزلون کا حساب عاشق آباد سے حسب ذیل کیا ہے۔

عاشق آباد سے باجگیرہا تک	۳۰ میل
باجگیرہا سے ایرانی باجگیرہا تک	۲ میل
ایرانی باجگیرہا سے امام قلی تک	۲۱ میل
امام قلی سے کوچان تک	۲۳ میل

متذکرہ بالا سڑک کا ایرانی حصہ

سرحد ایران اور کوچان کے درمیان اسوقت اونٹ اور خچر کا جو راستہ موجود ہے اوسپر مجوزہ فوجی سڑک پورے طور سے منطبق نہ ہوگی۔ تانی اللہ کراو غازی کی راہ سے

چکر کاٹتی اور جو ڈہلوان یا مشکل مقامات ہین اون سے بچتی اور کتراتی ہوئی جائیگی - تاہم راستہ مین مجھے اس سڑک کے ناتمام حصون سے جابجا گزرنا پڑا - کہین کہین سڑک کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تیار ہو چکا تھا کہین ابھی صرف داغ بیل لگائی گئی تھی اور کہین مزدور کام کر رہے تھے مین نے صدہا مزدورون[۵۱] کو بارود سے پتھر اڑاتے یا پل تیار کرتے دیکھا - مگر یہ پل ایسی کمزور تھے کہ غالباً پہلے ہی طوفان مین بہہ جائینگے - ایک جرمن انجنیر اس کام کو زیادہ اصولی طریقہ پر تیار کرنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا لیکن تقرر کے ایک ہی مہینے کے بعد اوسکا انتقال ہو گیا - اب فقط دیسی معمار سڑک تیار کر رہے ہین مگر امید نہین کہ اون کا کام دیرپا ہو اسکے علاوہ جن مزدورون کو مین نے دیکھا وہ بہت ہی سستی سے کام کر رہے تھے اور اگر اسطرح سے ملک التجار نے اپنا ٹھیکہ مدت معینہ سے دگنے زمانہ مین بھی ختم کر لیا تب بھی بڑی تعجب کا مقام ہوگا -

دربدم و امام قلی

موجودہ راستہ باج گیر ہا سے جنوبی مشرقی سمت مین ایک وادی کو قطع کرتا ہوا چھوٹے ٹیکرون اور گھاٹیون مین سے ہو کر گزرتا ہے جنہین دیکھکر مجھے فلسطین کا وہ سونا اور غیر آباد قطعۂ زمین یاد آ گیا جو یوروشلیم اور سامریہ کے درمیان ملتا ہے - کچھ دور آگے جا کر ہم ایک تنگ درہ مین داخل ہوئے جو اسقدر ڈہلوان تہا کہ مجھے مجبوراً گھوڑے سے اتر کر پیدل چلنا پڑا - دونون طرف پہاڑون کی چوٹیون پر چھوٹے چھوٹے برج عقاب کے آشیانہ

---

[۵۱] ایک مزدور کی مزدوری قریباً ۱½ پنس یومیہ تھی -

کیطرح بنے ہوئے تھے اور پتھر کی ایک بھدی سی دیوار جو درہ کے عرض مین حایل تھی ترکمانی تاخت وتاراج کے اوس زمانہ کی یاد تازہ کرتی تہی جو ابھی تک فراموش نہین ہوا تھا۔ درہ کے ختم ہونے پر ہم ایک چھوٹے سے مدوّر میدان مین آنکلے جس مین موضع دربدم ایک پہاڑی ندی کے کنارے واقع ہے۔ یہان مین نے پہلی مرتبہ ایک مربع حصار جسکی اونچی اونچی کچی مٹی کی دیوارین تھین اور جسکے ہر زاویہ پر ایک برج تھا دیکھا۔ اسکے بعد جس جس گاؤن مین میرا گزر ہوا اوسی مین اس قسم کے حصار میرے دیکھنے مین آئے۔ جس زمانہ مین ترکمانون کا دور دورہ تھا تو ہر ایک گاؤن مین جو اون کی سرحد سے سو میل کے اندر ہوتا تھا اپنی فوجی قوت کے مستحکم کرنے کے لئے اس طرح کے حصار اونہون نے بنوائے تھے۔ چودہ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد مین دربدم مین کچھہ دیر ستانے کے لئے ٹھہرا اور درختون کے ایک جھنڈ کے نیچے دری بچھا کر مین نے ناشتہ کیا۔

جس درہ مین سے دریائے شریک نکلکر وادی مین داخل ہوتا ہے اور جس مین نئی سڑک کو کئی جگہہ ندی سے عبور کرنا اور طغیانی کے زمانہ مین بہ جانے کا خطرہ برداشت کرنا پڑیگا۔ اوس مین سے ہوتے ہوئے ہم کھلے میدان مین آنکلے اور اون دو گاؤن مین سے پہلے کے پاس سے ہو کر گذرے جو امام قلی کے نام سے موسوم ہین۔ جو گاؤن اوّل آیا وہ ہماری بائین جانب واقع تھا۔ ایک تباہ حال جھونپڑی مین نالہ وشیون کی صدا بلند ہوتی ہوئی سنکر اور عورتون اور بچون کے ایک جم غفیر کو جھونپڑی کے دروازہ پر گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھکر مین وہان گیا اور مجھے معلوم ہوا کہ اس گاؤن کا ایک عیالدار شخص

اوس درہ مین جسے مین نے ابھی ابھی چھوڑا تھا ئی سڑک پر مزدوری کے کام پر لگا ہوا
تھا اور بارود سے پتھر اوڑانے مین مصروف تھا کہ ناگاہ اوپر سے ایک پتھر اوسکے سر پر گرا
اور وہ وہین مرگیا - مصدوم کی نعش ایک چادر سے ڈھکی ہوئی دہلیز مین پڑی تھی - مین نے
ان بچارون کو کچھ قران دئے کیونکہ وہ نہایت ہی مفلوک اور تبہ حال نظر آتے تھے -
گاؤن سے کچھ دور سڑک کے کنارے پتھرون کے درمیان مین نے ایک کنکر یلا گڑھا
کھدا ہوا پایا جس مین اس بیکس شخص کی لاش دفن کی جانے والی تھی - سہ پہر کے تین بجے
کے قریب وادی کے ایک وسیع تر اور فراخ تر حصہ مین جہان کچھ کچھ دور پر سفید سے
کے جھنڈ اپنی شان رفعت کی جھلک دکھا جاتے تھے مین امام قلی خاص مین پہونچا -
یہ گاؤن بھی ایران کے تمام کوہستانی دیہات کی طرح پہاڑی کے پہلو پر واقع ہے اور
اسکے مکانات جو غلیظ کچے جھونپڑون پر مشتمل ہین اور جن مین ایک تنگ اور پست منفذ
دروازہ کا کام دیتا ہے تلے اوپر قطار اندر قطار بنے ہوئے ہین - گاؤن کے چودھری
نے مجھ سے کہا کہ آپ میرے مکان مین شب باش ہون لیکن خیمہ کے اندر زیر سما جاڑے
مین ٹھٹھرنا زیر سقف کھٹملون سے یقینی طور پر دست و گریبان ہونے کے مقابلہ مین
بہتر تھا اور اس لئے مین نے اپنے ڈیرے مین ہی رات بسر کرنی پسند کی - یہان ایل خانی
یعنی سردار کوچان کا ایک قاصد مجھ سے آکر ملا جسے اوس کے آقا نے جسکے دار الحکومت
مین کل میرا گزر ہونے والا تھا اور جسے میرے آنیکی خبر ہوگئی تھی میرے پاس بھیجا تھا - یہ قاصد
ایک معمر اور سفید ریش شخص تھا اوسکی ڈاڑھی پر حنا کا خضاب تھا لیکن ایسا ناقص کہ بالون

کی سفیدی کی جھلک حنا کی سرخی کی چلمن مین سے برابر نظر آرہی تھی - اوس
پوچھا کہ آپ کوچان مین کس وقت وارد ہونے کا قصد رکھتے ہین کیونکہ میرے آقا کی یہ
خواہش ہے کہ شہر کے باہر آکر بطور مناسب آپکا استقبال کرین - اسکے جواب مین مین نے
اوس سے کہا کہ مین دوپہر کے وقت کوچان پہونچون گا اسپر اوس نے کہا کہ اگر آپ
ایک کامل دن امام قلی مین قیام فرماہون تو مناسب ہو - لیکن اوسکی اس تحریک کا مقصد
میری آسایش نہ تھا بلکہ اس سے اوسکی غرض یہ تھی کہ بہ فراغت و اطمینان اوسے کوچان واپس
جانے اور خان کو میری اطلاع کرنے کے لئے کافی وقت مل جائے - مین اوس کے
اس مقصد کو سمجھ گیا اور ہنس کر مین نے اوس سے یہ کہا کہ کوچان کی دلفریبیان کچھ ایسا کشش
مقناطیس کا سا اثر رکھتی ہین کہ مین یہان رک نہ سکون گا بلکہ بے اختیار کھنچا چلا آؤن گا -

از زوبران تا بہ کوچان

جب مین دوسرے دن صبح کے سات بجے امام قلی سے روانہ ہوا تو مین نے
زایرون کے ایک قافلہ کو جو رشت سے براہ اوزن ادا و عاشق آباد آیا تھا[لہ] اور مشہد کو جاتا تھا -

---

لہ مسلمانون کے دونون فرقون (یعنی سنی اور شیعہ) کے زایرین اپنی مقدس زیارت گاہون کو جاتے آتے
وقت ماوراء النہر کی ریلوے سے فائدہ اٹھاتے ہین - وسط ایشیا کے سنیون کو مکہ (معظمہ) کے دور دراز
سفر کے اختیار کرنے مین اس ریل کی وجہ سے بہت کچھ آسانی ہوجاتی ہے اور علی ہذا القیاس جو شیعہ کربلاے
معلے اور نجف اشرف کے عازم ہوتے ہین اون کے لئے بھی اس مین بہت بڑی آسانی ہے - ایران کے شیعہ
اور سمت مغرب کے مسلمان زایرین خانقاہ حضرت امام رضا علیہ السلام واقع مشہد کو جاتے وقت اسی ریل کے
ذریعہ سے سفر کرتے ہین -

گدہون پر سوار گاؤن سے نکلتے دیکھا - یہ لوگ بہ آواز بلند حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت امام حسینؓ اور مذہب اثنا عشریہ کے دوسرے امامون کی منقبت پڑہتے جاتے تھے -
وادی وادی تو مین شاہراہ پر گیا لیکن اسے طے کرنے کے بعد مین نے سمت جنوب و مغرب مین ایک پگڈنڈی کا قریب تر راستہ اختیار کیا جو اون پہاڑیون کے سلسلہ کے اوپر سے ہو کر گزرتا ہے جو شمال کی طرف اٹک اور جنوب کی طرف کوچان کی سمت مین بہنے والی ندیون کا نکاس ہے - بائین طرف دو گھاٹیون کے درمیان موضع قلات شاہ محمد جسے ایک زمین دوز نہر سیراب کرتی ہے اور اوس سے کچھ دور آگے چلکر موضع قلات ملا محمود واقع ہے - ویران پہاڑیان باوجودیکہ اب وہ پست ہو چلی تھین اور اونہین دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا پتھر کی موجون کا ایک سلسلہ دور تک چلا گیا ہے اور اون کے پہلوؤن پر جا بجا کاشت کیلئے ہل بھی چلا ہوا تھا لیکن با این ہمہ اختلاف رنگ کی کیفیت اون پر نمایان نہ تھی - جہان تک نگاہ کام کرتی تھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ گویا خاکی ڈبل زین کا فرش وادی کہسار پر بچھا ہوا ہے لیکن یہ لباس گو ہمارے سپاہیون کے لئے گرم ملکون مین مفید اور باعث آسایش ہو مگر اس منظر کے لئے ہرگز موزون نہ تھا - زوبران (۵ اپریل) کا نام اگرچہ فراوانی کا مرادف ہے لیکن اسکے دیکھنے سے مجھے تو بظاہر ایسا معلوم نہین ہوا کہ اس مین سنگ وحشت اور گرد و غبار کے علاوہ اور بھی کوئی چیز افراط کے ساتھ موجود ہے - البتہ آب مصفیٰ کا ننھا سا سوتا ایک چھوٹے سے پوکھر کو بھر کر چند بکھرے ہوئے سفیدون اور بیدون کو سیراب کرتا ہے کوچان پہونچنے مین ابھی دو سپکے فرسخ اور باقی تھے

اور جب مین وہان پہونچا تو دوپہر ڈھل چلی تہی - تقریباً گہنٹہ بہر پہلے سے مجھکو کوچان کا قصبہ اور اوسکے باغات ایک وسیع وادی مین جو بہت نشیب مین واقع تہے اسطح سے نظر آنے شروع ہوئے تہے کہ گویا ریت کے فرش پر کسی کے سرخ مٹی سے بہری ہوئی پاؤن کا نقش ثبت ہے قصبہ کے اطراف وجوانب کی شاداب زراعت کی حدود نمایان طور پر فاصل تہین اور کل منظر کو دیکہکر دل مین یہ تصور پیدا ہوتا تہا کہ گویا کسی دیو نے زمین پر سے گزرتے وقت اپنا ایک عظیم الشان قدم روے زمین کے اس ویران گوشہ مین رکہا ہے اور رکہنے کے ساتہہ ہی اوسکے جادو بہرے اثر سے سبزہ وگل نمودار ہو گئے ہین اس وادی کے شمال اور جنوب کی طرف پہاڑیان واقع ہین جنکا سلسلہ پیچ وخم کہاتا ہوا غرباً شروان اور شرقاً مشہد کیطرف چلا گیا ہے - جب کوچان دو میل رہ گیا اور میدان مین داخل ہونے سے پہلے پہاڑی کا آخری اُبہار ختم ہوا تو مجھے شاہراہ پہر ملگئی - اور مین گہوڑے کو پویہ ڈالکر تیزی کے ساتہہ شہر پناہ کی طرف بڑہا - فصیل سے ایک میل کے فاصلہ پر اترک[1] کی ندی پر جو اس وقت خشک تہی ایک پل بندہا ہوا ہے - اس پل کی ایک ہی اونچی

---

[1] میرے خیال مین اس مین ذرا شک نہین کہ اترک کی خاص ندی یہی ہے - یہ ندی تبارک کی گہاٹی سے جو سلسلہ کوہ اللہ اکبر کے ختم پر واقع ہے کوچان سے جانب جنوب ۲۰ میل کے فاصلہ پر نکلتی ہے اور بعض دفعہ کوچان تک تبارک کے نام سے پکاری جاتی ہے - ولیٹنان بیکر کو یہ دعوی ہے کہ اوسنے اس کے اصلی منبع کا سراغ لگایا جو شروان کے قریب ایک تالاب ہے، جسے قراقرن (دیگ سیاہ) کہتے ہین - لیکن ظاہر ہے کہ اس ندی کے حصہ بالائی کو اوس نے نظر انداز کر دیا کیونکہ اوس زمانہ مین ضرور ہے کہ یہ خشک ہو -

صحرا ہے اور دونون طرف حفاظت کے لئے کوئی جنگلا موجود نہین - ندی کی خشک تہ مین بکریون کا ایک ریوڑ کھڑا ہوا تھا اور جو تہوڑا تہوڑا سا پانی ڈابرون مین جابجا جمع تھا اوسے پی رہا تھا - اس کنارہ پر سفیدے کے چند غبار آلودہ درخت کھڑے تھے لیکن دوسری طرف زراعت عام اور سبزہ کی بہتات تہی - آڑوؤن - شہتوتون - لوکاٹون اور انارون سے درخت لدے ہوئے تھے - مکانات کی چاردیواریون مین انگورون کی بیلین گہری آبپاشی کی منڈیر والی نالیون پر دونون طرف سے پریشان اور بے قاعدہ طور پر چڑہنے کے لئے کشمکش مین مصروف تہین اور ان کو دیکھکر بہ تقاضائے تقابل تصور اوس صفائی اور پاکیزگی کیطرف منتقل ہوتا تہا جو فرانس مین بورڈو کے تاکستانون مین پائی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوچان کے لوگ صنعت و دستکاری کے متعلق اپنی تمام مساعی ساخت شراب پر صرف کرتے ہین اور جسقدر شراب یہان بنتی ہے اوسکے استعمال پر بھی کچھکم توجہ مبذول نہین کیجاتی - بادہ پرستی کے بارہ مین اہل سنت وجماعت نے جس شدید رہبانیت کو مرعی رکھا ہے اوس سے شیعہ فرقہ کے مسلمانون نے اپنے آپکو ہمیشہ مستثنیٰ قرار دیا ہے - [لہ]

لہ اہل تسنن اور فرقہ اثنا عشریہ مین جو اختلافات مذہبی پائے جاتے ہین اونکو ماکولات و مشروبات کی حلت وحرمت سے چندان تعلق نہین اور شراب کی قطعی حرمت تو دونون فریق کے نزدیک مسلم ہے اس مین شک نہین کہ ایران مین شراب کا رواج ذرا زیادہ ہے لیکن اسکا باعث زیادہ تر وہان کے لوگون کی رنگین مزاجی قرار دیجا سکتی ہے - نہ کہ مذہبی اجازت غالباً اسی کثرت رواج کو دیکھکر مصنف ممدوح نے شیعونکے متعلق یہ عام رائے قایم کی ہے - ورنہ ہندوستان مین جہان کی آب و ہوا رجحان میخواری کی منافی ہے شیعون مین شراب کا ایسا عام استعمال نہین اور یون پینے کو تو شیعہ سنی سبھی پیتے ہین احکام مذہبی کی تعمیل کے لحاظ سے اس مین کسی فرقہ کی تخصیص نہین - مترجم

کوچان مین میرا استقبال


ب مجھے نہایت تعجب ہونا شروع ہوا کہ باوجودیکہ فارس کے صوبون مین گورنمنٹ کی طرف سے معزز مہمانون کا استقبال کیا جاتا ہے اور باوجودیکہ کل اسکے متعلق اس شدومد کے ساتھہ تیاریون کا ہونا مترشح ہوتا تھا پھر بھی خان کوچان کی طرف سے نہ تو ابتک میرے لئے کوئی گاڑی آئی اور نہ استقبال کے لئے کسی شخص ہی کو شہر کی طرف سے مین نے اپنی طرف آتے دیکھا[5]۔ مجھے اسوقت یاد آیا کہ اسی ایلخانی کے زمانہ مین جب کرنل بیکر کا ۱۸۷۳ء مین یہان گزر ہوا تھا تو اونکے ساتھہ بھی ایسی ہی بے پروائی کا برتاؤ کیا گیا تھا اور اسکی وجہ یہہ تھی کہ خان موصوف خمار خمر دوشینہ کے اثر کو ابھی تک زائل کر رہے تھے۔ چونکہ بادہ نوشی کے یہ جلسے اکثر ہوتے رہتے ہین اس لئے احتمال اس امر کا مقتضی تھا کہ اب میرے استقبال کے متعلق بھی کسی انتظام کے نہ کئے جاسکنے کی یہی وجہ قرار دی جائے گی۔ لیکن چونکہ مشرقی آداب سے مجھے واقفیت تھی اس لئے مین جانتا تھا کہ جب کسی غیر ملک کے شخص کے استقبال کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو اجنبی کی خاطر و مدارات اوس حیثیت سے کیجاتی ہے جس حیثیت سے کہ خود وہ شخص اس پر مصر ہو۔ اور اگر وہ اپنے عہدہ اور خطاب کی شان کی برقرار رکھنے مین تکلیف سے کام لے تو اوسکا یہہ طرز عمل شرمیلے پن سے منسوب نہین

۵؎ استقبال اصطلاح فارس مین سوارون کے ایک بدرقہ کو کہتے ہین جو ایک موقر اور معزز مہمان کی ہمرکابی کے لئے بھیجا جاتا ہے اور مہماندار اوس شخص کا نام ہے جو والی صوبہ یا شاہ کیطرف سے نووارد کی پیشوائی کو آتا ہے۔

کیا جاتا بلکہ کمزوری پر دال سمجھا جاتا ہے[51] - چنانچہ اس خیال کی بنا پر مین شہر پناہ کے باہر ٹھہر گیا اور اس کس مپرسی کی حالت مین مینے شہر کے اندر داخل ہونے سے انکار کیا۔ اپنے افغان جمعدار اور جو ترکمان سوار[52] میرے ہمراہ تھے اون مین سے ایک کو مین نے خان کے مکان پر یہہ پیغام دیکر بھیجا کہ مین وقت مقررہ پر یہان پہونچا اور مجھے تعجب ہے کہ شہر کے باہر ایک کاروان سرائے مین ٹھہرنے کی خفت مجھے اوٹھانی پڑی میرے قاصدون کو گئے ہوئے قریب دس منٹ کے گزرے تھے کہ گھوڑون کی ٹاپون کی آواز سنائی دی اور تھوڑی دیر مین آٹھہ دس سوار گھوڑے ڈپٹاتے ہوئے آئے اور اونکے پیچھے ایک کسیقدر سالخوردہ نیم پردم گاڑی جس مین دو سبزہ گھوڑے جتے ہوئے تھے اور ان مین سے ایک گھوڑے پر ایک سوار بیٹھا تھا کاروان سرائے کے دروازہ پر آپہونچی۔ سوارون کے افسر نے بیان کیا کہ خان کو آپکی ناراضی کی وجہ سے جسکا اظہار حق بجانب ہے بڑی ندامت ہوئی اونکا قصد تھا کہ حسب قرارداد دیروزہ آپ کی پیشوائی کو خود آتے لیکن اوس ابلق ڈاڑھی والے بڈھے نے جو امام قلی سے آپ کا پیغام لیکر آیا تھا یہ کہا کہ آپ ٹھیک ایک بجے تشریف لائین گے۔ خان آپ سے معذرت

[51] ایران کے عمایہ اکثر اس طریقہ سے اپنے مہمانون پر اپنا رعب جمانے کی کوشش کرتے ہین لیکن اون کا مقصد اس سے یہ نہین ہوتا کہ مہمان سے بدخلقی سے پیش آئین۔ بلکہ اس سے اونھین اپنی فضیلت اور امتیاز جتلانا مقصود ہوتا ہے۔

[52] ان کا ذکر آگے آب بھی آئے گا۔

چاہتے ہین اور امید کرتے ہین کہ آپ اب تشریف لا کر اوس مکان مین جو آپ کے لئے تیار کیا گیا ہے فروکش ہو سکے - میری خودداری کے زخم کے لئے یہ کافی مرہم تھا چنانچہ مین گاڑی مین سوار ہو لیا - میر آگھوڑا آگے آگے تھا اور بدرقہ پیچھے پیچھے اور خان کے سوار بہ سرعت تمام بازارون اور گلیون مین راستہ صاف کرتے جاتے تھے -

خان کوچان کی مہمان نوازی

ایک پست پھاٹک مین سے جو کچی مٹی کی دیوار مین جسپر کچی مٹی ہی کے برج تھے بنا ہوا تھا شہر مین داخل ہو کر بہت سی تنگ اور پیچ در پیچ گلیون کو طے کرتے ہوے ہم آخر کار ایک مکان کے دروازہ پر جا ٹھہرے جسے خان نے سازوسامان سے آراستہ کر کے میرے رہنے کیلئے مقرر کیا تھا - اس مکان مین تین نفیس کمرے تھے جن مین فرش بچھا ہوا تھا اور دیوارون پر قلعی کی ہوئی تھی - دیوارون مین جابجا طاقچے موجود تھے سامنے ایک چھوٹا سا صحن تھا جسکے وسط مین پھولون کی کیاریون سے گھرا ہوا ایک فوارہ دار حوض تھا - متمول اور خوشحال ایرانیون کے مکانات اندر سے بالعموم اسی قطع کے ہوتے ہین - میز پر ایک روسی ساخت کا سماوار رکھا ہوا تھا جس مین چاء جوش کھا رہی تھی اور میز کے چارون طرف بید کی بنی ہوئی کرسیان جو ہر ایک ایرانی امیر اپنے یورپین مہمانون کے لئے رکھتا ہے بچھی ہوئی تھین - بیچ کے بڑے کمرے کی باغ کی رخ والی دیوار گویا ایک بہت بڑے دریچہ کی چوکھٹ تھی جس مین مروجہ ایرانی وضع کے مطابق رنگین آئینے لکڑی کی جالی مین خوشنما طور پر جڑے ہوئے تھے - دوسرے کمرے مین جو خوابگاہ

کے لیے مقصود تھا ایک ایرانی ساخت کا چھوٹا سا لوہے کا تنور رکھا ہوا تھا اور دیوار
مین جسقدر طاق تھے اون سب مین اوس قسم کی روسی تصویرین رکھی ہوئی تھین جو
انگلستان مین کرسمس کے دنون مین یا تو تجارت پیشہ لوگون کے اشتہارون مین اور یا کسی
خاص موقعہ پر باتصویر اخبارون مین نکلا کرتی ہین مثلاً روسی شاہی خاندان کے ارکین کی رنگین شبیہین اور
کالے بالون والی خوبصورت عورتون کی خوشنما تصویرین جنکے گلے طوقہائے فاخرہ
سے مزین اور جنکے سینے اور بازو زیور عریانی سے محلے تھے۔ چار بڑی بڑی شبیہین
زار روس اور اوسکی ملکہ کی تہین اور خاص خاص تاج پوشان عالم کا ایک رنگین مرقع تحفہ
جسکے وسط مین زار کی تصویر جو قد مین دوسری تصویرون سے بڑی تھی آویزان تھی۔ اسکے
دہنی طرف قیصر جرمنی اور بائین جانب شہنشاہ آسٹریا کی قد کے لحاظ سے قسم دوم کی تصویرین
لگی ہوئی تہین۔ قسم سوم کی تصویرون کی ایک قطار کے وسط مین ملکہ وکٹوریا کی شبیہ
ایک سرخ ریشمی لباس مین جلوہ افروز تھی۔ ان آرایشون کے ساتھ کچھ رنگین اور سنہری
مذہبی تصاویر بھی موجود تھین۔ مثلاً مریم عذرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کلیسائے یونان کے
متعدد اولیاء کی تصویرین۔ اور ان کو دیکھنے کے بعد جب خلعت پوش بادشاہون او
دلربایان کرشمہ سنج کے تبسم زا چہرون پر نظر پڑتی تھی تو تقابل کی ایک عجیب کیفیت طاری
ہوتی تھی۔ اس کمرے کے طرز آرایش سے اون بیرونی اثرات کا صاف اندازہ ہو سکتا
تھا جن سے متاثر ہونے کی خان مین بہت کچھ استعداد موجود ہے اور ضرور ہے کہ
طرز ابتدائی ایک مختلف قوم کے مہمانون کے لیے نکالا گیا ہو۔ اس وقت خان کی طرف

سے بڑی بڑی کشتیون مین سفید اور گلابی رنگ کی مٹھائیان میرے واسطے آئین اور خان نے مکرر معافی مانگ کر یہ پوچھہ بھیجا کہ مین کس وقت اوس سے ملاقات کرنے آؤن گا اور یہ بھی دریافت کیا کہ امام قلی سے جو سُرخ ریش قاصد میرا پیغام لایا تھا اور کرد ہونے کے باعث میرے ترجمان کی بات اچھی طرح سے سمجھہ نہ سکا تھا آیا اوسکی خطا معاف کرنے پر مین رضامند ہون یا نہین۔ مین نے ملاقات کا وقت پانچ بجے مقرر کیا اور خاطی کی تقصیر سے بخوشی درگزر کی۔

عام کوایف

اسکے کہ مین کوچان سے آگے روانہ ہون مین اس اہم سرحدی صوبے کے باشندون کی سیرت اور اُس کرد سردار کے تشخص کے متعلق جسکا مین مہمان تھا اور جس سے عنقریب میری ملاقات ہونے والی تھی کچھہ خیالات ظاہر کرونگا۔

کردون کی نوآبادی اور اونکی طاقت

تین سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ ایران کی شمالی و مشرقی سرحد تاتاریون کے تاخت و تاراج کی ایسی ہی جولانگاہ بن رہی تھی جیسی کہ دس سال قبل اخال تقی ترکمانون کی۔ شمالی صحرا سے جتھا باندھ کر یہ لوگ پہاڑی درون اور گھاٹیون پر بلاے ناگہانی کی طرح آنازل ہوتے تھے اور جو کچھہ سامنے آتا تھا اوسکو جلاتے اور پامال کرتے اور لوٹتے مارتے ہوئے جس سرعت اور بیباکی سے آتے تھے اوسی طرح واپس چلے جاتے تھے۔ شاہ عباس اعظم نے اپنی جبلی دانشمندی اور عظمت سے کام لیکر اپنے سرحدی مقامات کے

استحکام کے لئے پیک تجسس کو کسی اور طرف دوڑایا۔ کیونکہ ادسے اچھی طرح معلوم ہوگیا تھا کہ ایسے ڈرپوک لوگ جیسے کہ ایرانی ہین بذات خود حملہ آورون کی تاب مقاومت نہین لاسکتے چنانچہ جس طرح اوس نے اپنے نئے دارالسلطنت مین تجارت کو فروغ پر لانے اور اوس کو خوشحالی اور کامیابی کا مرکز بنانے کے لئے اپنے شمالی و مغربی صوبون سے اہل آرمینیا کی ایک جماعت کثیر کو لاکر اصفہان مین بسایا تھا۔ اسی طرح جنگجو کرد اقوام کی ہر ایک جماعت کثیر کو اوسی حصہ ملک سے لاکر اوس نے خراسان کی پہاڑی وادیون اور مرتفع میدانون مین آباد کیا۔ اس حکمت عملی سے اوس نے ایک وقت مین دو کام نکالے کیونکہ نہ صرف مشرق مین اوسکی قوت کو استحکام حاصل ہوگیا بلکہ جو بے امنی کہ مغرب مین کرد اقوام کے آئے دن کی خونریز معرکون اور خانہ جنگیون سے پیدا ہوتی رہتی تھی اوسکا بھی استیصال ہوگیا[۱]۔ جو قومین کہ یہان لاکر بسائی گئین اونکے نام شاہ دلو۔ ظفران لو۔ کیوان لو۔ اور امان لو ہین۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ گو شروع شروع مین شاہ عباس کا یہ ارادہ تھا کہ چالیس ہزار گھر یہان لاکر بسائے جائین لیکن بعض قبائل کے سردارون کی مخالفت کیوجہ سے یہ تعداد کم ہوکر ۱۵۰۰۰ رہ گئی[۲]۔ غرضکہ ان کردونکو استرآباد اور چناران کے درمیان

۱۔ بعض مصنفین نے ابتداءً اس نوآبادی کا قیام شاہ اسمٰعیل بانی خاندان صفوی سے منسوب کیا ہے لیکن میرے خیال مین یہ صحیح نہین۔

۲۔ لیکن مجھے خیال پڑتا ہے کہ مین نے کسی جگہ یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک لاکھ قبیلے کردستان سے خراسان مین لاکر بسائے گئے۔ مگر غالباً یہ چھاپے کی غلطی ہے۔ مراد اصل مین ایک لاکھ نفوس سے ہوگی نہ کہ ایک لاکھ قبائل سے۔

کوہستانون مین لاکر آباد کیا گیا اور قسم اول کا محصول یا خراج ان نئے علاقون پر اون سے اس بنا پر نہین لیا گیا کہ سرحد کی حفاظت اور بادشاہ کی فوج کیلئے ضرورت کے وقت سوارونکی ایک جمعیت بہم پہنچانیکی ذمہ داری کے لحاظ سے وہ سلطنت کی فوجی خدمت پر مامور ہین۔ البتہ کوچان چونکہ بہت ہی زرخیز علاقہ تھا اسلئے اس کے حکمران پر کسیقدر زر نقد بطور خراج بعد مین عاید کیا گیا۔ بجنورد کا علاقہ ایسا شاداب نہین اور اس لئے اسکے والی سے برائے نام کوئی سوغات سال بسال لے لی جاتی ہے۔ چونکہ یہ تازہ وارد لوگ خود مختار تھے اور اسکے علاوہ موروثی طور پر اون کی فطرت مین حکمرانی کی بوتھی۔ لہذا انکے سردارون نے تھوڑے عرصہ مین اپنے اقتدارات کو نہایت وسیع اور اپنے تشخص کو نہایت رفیع بنا لیا ان مین سے کوچان کو شروع ہی سے دوسرون پر تفوق حاصل تھا اور اسکے والی کو ایلخانی (یعنی سردار ایل یا قبایل) کا خطاب عطا کیا گیا۔ اس خطاب کے عطا کیے جانیکی وجہ یا تو یہ تھی کہ خان کوچان درجہ کے اعتبار سے دوسرے سردارون پر فوقیت رکھتا تھا اور یا جیسا کہ بعض لوگ بیان کرتے ہین اوسکا باعث یہ تھا کہ اوسے ذاتی طور پر باقی تمام سردارون کی اطاعت گزاری کا ذمہ دار قرار دیا جاوے۔ بہرحال کرد نوآبادی خفیہ یا علانیہ طور پر بغاوتکا علم ہمیشہ بلند کرتی رہتی تھی اور اگرچہ نادرشاہ نے ایلخانی کی بیٹی سے شادی کرکے اون سے رابطۂ اتحاد و مصالحت بڑہانا چاہا لیکن جب وہ ہندوستان گیا تو اوسکی غیبت سے فائدہ اوٹھاکر وہ پھر خودمختار ہوگئے۔ اسپر نادرشاہ ایسا جھنجلایا کہ اونکے کامل استیصال کا عہد کرکے اوس نے خراسان کا رخ کیا اور شہر کی دیوار تک وہ پہونچ

ہی گیا تھا کہ ۱۸۴۰ء مین وہ اپنے خیمہ مین مار ڈالا گیا۔ اسکے بعد موجودہ صدی مین کوچان نے فتح علی شاہ کے برخلاف کھلم کھلا بغاوت کی اور جب برنس ۱۸۳۲ء مین وہان تھا تو عباس مرزا ولیعہد کی فوج جس کے توپخانہ کا اہتمام انگریزی افسرون کے سپرد تھا ایک طویل محاصرہ کے بعد شہر کو ابھی ابھی سر کر چکی تھی۔ موجودہ شاہ کے عہد مین البتہ بغاوت نہین ہوئی اور گزشتہ ۲۰ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ کے اثنا مین علی الخصوص اوس زمانہ سے جب سے کہ روسیون نے شمال کی طرف پیش قدمی کی ہے اور اس سلئے وہ خاص ضرورت جس پر کردون کی وقعت و طاقت مبنی تھی رفع ہو گئی ہے نہ تو کردون مین وہ پہلی سی طاقت ہی باقی رہی اور نہ اونکے سردارون کا وہ اقتدار ہی قایم رہا۔

اون کی سیرت



خراسان مین جو پانچ کردی ریاستین ابتدائً قایم کی گئی تھین اون مین سے اب صرف تین یعنی کوچان۔ بجنورد۔ اور درگز باقی رہتی ہین جب یہ لوگ اوّل اوّل اس ملک مین لاکر آباد کیے گئے تو چونکہ اون کی عادات سادہ اور وحشیانہ پن اور خودمختاری سے ممتزج نہین اسلئے اونکے شورش آمیز طرز زندگی اور اون مواقع نے جو غارتگری کے متعلق اونکو ہاتھہ آتے رہتے تھے بہت جلد اون پر اپنا مخرب اثر ڈالنا شروع کیا چنانچہ جن سیاحون کو ترکمانون کے سرحدی مقاتلون اور مجادلون کے زمانہ مین اس طرف گزرنے کا اتفاق ہوا اور جنہون نے دونون فریق کے طرز عمل کو مشاہدہ کیا وہ راوی ہین کہ قتل و غارت کے لحاظ سے اگر ایک کو سگ زرد کہا جا سکتا ہے تو دوسرا بھی شغال کہلانے کا مستحق ہے

تاخت وتاراج اور لوٹ مار مین جب ان کو موقعہ ملتا تہا ان دونون مین سے کوئی کمی نہ کرتا تہا کرد ترکمان کو اپنا جائز شکار خیال کرتا تھا اور ترکمان کرد کو۔ اس مین شک نہین کہ ترکمانون کی حملہ آوری اور تاخت وتاراج علاقہ ایران کے خوفناک نتایج کا ذکر بمقابلہ اون نتایج کے جو کردون کے حملون سے ترکمانون کے علاقہ کے متعلق ظہور مین آئے ہم نے زیادہ سنا ہے۔ لیکن اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ کسی اجنبی کو ترکمانی دشت مین جانے کی جرأت نہین ہوئی حالانکہ سیکڑون آدمیون نے خراسان کے ویران اور برباد شدہ دیہات کو بچشم خود دیکھا ہے۔ شکل صورت اور لباس کے اعتبار سے کردون کی شباہت ایرانیون سے بہ آسانی متمیز ہوتی ہے۔ کردون کی قوم ایک تنومند اور مردانہ قوم ہے۔ ان کے چہرے فراخ اور کشادہ نقش خوب و نمایان رنگ مایل بہ صباحت اور داڑہی اور سر کے بال بے ترشے ہوئے ہوتے ہین۔ اونہون نے اپنے لئے ایرانی لباس کے خاص خاص اجزا اختیار کر لئے ہین لیکن بجائے ایرانی کلاہ کے وہ سر پر بہیڑ کی کہال کی ٹوپی پہنتے ہین اور بہیڑ کی کہال کا ایک لمبا فرغل یا پوستین اونکے بدن کا لباس ہے۔ ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہین گزرا کہ وہ اپنے سردارون کی اطاعت گزاری کے اوصاف سے متصف ہونیکی وجہ سے مشہور تہے اور اون کے سردار حکومت عالیہ کے خلاف جب کبھی سر اوٹھاتے تھے تو وہ اونکا ساتھ دینے کیلئے ہر وقت آمادہ رہتے تہے۔

ایلخانی کے اقتدارات

خطاب ایلخانی ہمیشہ ایک خاندان مین موروثی طور پر منتقل ہوتا چلا آیا ہے گو کہ برائے

نام اس کے لئے شاہ کے استصواب کی ضرورت ہوتی ہے۔ دولت ایران نے باوقات مختلفہ اس خدمت پر اپنے عہدہ دارون کو مامور کیا مگر اس کا نتیجہ ہمیشہ یہی ہوا کہ کردون نے بغاوت کی اور مخل ہونے والے عہدہ دار کو طوعاً و کرہاً وہان سے نکلنا پڑا۔ موجودہ شاہ کے تخت نشین ہونے کے زمانہ سے یا یون کہیے کہ گزشتہ ۲۵ سال کے عرصہ سے جب سے کہ شاہ نے عنان اقتدار اپنے ہاتھ مین لی ہے کردون نے خاندان قاجار کو برابر غاصب خیال کیا ہے۔ پہلے وہ اپنے ہی فرمانبردارون کے زیر حکومت تھے اور اونہین شاہ ایران سے کچھ سروکار نہ تھا۔ ایلخانی طہران سے استمداد کئے بغیر اپنے نام سے قانون اور انصاف نافذ کرتا تھا یہان تک کہ سزاے موت صادر کرنے اور جان بخشی تک کے اقتدارات اوسے حاصل تھے لیکن ایک واقعہ سے جو کوچان مین میرے پہونچنے سے کچھ ہی دن پہلے ظہور مین آیا اوس تبدیلی کی بخوبی توضیح ہو سکے گی جو اب عمل مین آئی ہے۔ کوچان کے وزیر رمضان خان نامی پر ایک شخص نے بہ نیت انتقام ذاتی حملہ قاتلانہ کیا۔ رمضان خان گولی کے لگنے سے زخمی تو ہوا لیکن مرا نہین۔ اسپر ایلخانی نے طہران سے ہدایت طلب کئے بغیر اقدام قتل کے اس مجرم کو مروا ڈالا اور بیان کیا جاتا ہے کہ عمداً ہہائے گوناگون مین مبتلا کر کے اس شخص کو قتل کیا گیا۔ شاہ نے اسے اپنے حقوق شاہی مین ایک ناواجب دست اندازی سے تعبیر کیا اور مجھے اس مین ذرا شک نہین کہ سن رسیدہ ایلخانی کو اس کے لئے معتد بہ تاوان ادا کرنا پڑا ہوگا۔

حکمران خاندان

خاندان ایلخانی کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔ پہلا سردار جسے ایلخانی کا خطاب ملا محمد حسین خان تھا جسکا صدر مقام گزشتہ صدی کے آخر مین شروان تھا۔ اوسکا بیٹا امیر گنا خان موجودہ صدی کے اوایل مین کوچان چلا آیا اور ترکمانون کے ساتھ اکثر اوس کی لڑائیان ہوئین۔ ۱۸۱۳ء مین اوسکے بیٹے رضا قلی خان نے اوسے معزول کر دیا۔ جو خود پچاس سال کے قریب حکومت کی۔ ۱۸۲۲ء مین جب فریزر کوچان آیا (جسے وہ کبوشان یا کوچون کہتا ہے کیونکہ کوچان مخفف ہے کبوشان کا) تو رضا قلی خان ہی ایلخانی کوچان تھا۔ فریزر نے اوسکی نسبت لکھا ہے کہ رضا قلی خان ایک راستی پسند اور ایماندار شخص ہے لیکن باوجودیکہ شاہی قوت کے مقابلہ مین اوسنے اپنی خود مختاری کو برقرار رکھا ہے تاہم وہ زیادہ جری یا قابل نہین۔ ایک دفعہ رضا قلی خان کی غیبت سے فائدہ اٹھا کر فتح علیشاہ نے جو باوجود فتوحات کے شوق کے ذاتی طور پر جرارت اور جنگجوئی سے معرا تھا کوچان پر چڑھائی کی لیکن شہر کو مسخر نہ کر سکا اور مجبوراً کچھ دنون کے لئے صلح کا عہد و پیمان کر کے واپس چلا آیا لیکن بعد مین جیسا کہ مین اوپر بیان کر چکا ہون عباس مرزا نے اس مقام کو فتح کر لیا اور رضا قلی خان کو طوعاً و کرہاً اطاعت قبول کرنی پڑی۔ پہلے تو قید ہو کر وہ طہران گیا اور پھر تبریز لیکن راستہ مین لوٹتے وقت بمقام میانہ غم اور غصہ کہا کر مر گیا۔ اوس کی جگہ اوس کا بیٹا سام خان حاکم مقرر ہوا۔ موجودہ ایلخانی رضا قلی خان کا چھوٹا بیٹا ہے اور اوسنے مجھ سے بیان کیا کہ مجھے اپنے بھائی کا جانشین ہوئے چوبیس سال کا عرصہ گذرتا ہے۔

موجودہ ایلخانی

ہمارے میزبان امیر حسین خان نے جسے شاہ کی طرف سے امیر الامرا اور شجاع الدولہ کے عظیم الشان خطابات عطا ہوئے ہین اپنی شصت سالہ زندگی مین زمانہ کا بہت کچھ سرد گرم دیکھا ہے۔ اول اول ۵۷–۱۸۵۶ء مین وہ جنگ ہرات مین شریک ہوا اور اسکے بعد ۱۸۶۰ء مین اوس نے اوس چڑہائی مین بھی حصہ لیا جو ایرانیون نے مرو پر کی لیکن جسکے نتائج ایسے برباد کن نکلے۔ خود پسندی۔ جاہ طلبی اور اعتدال سے زیادہ کبر و نخوت کے امراض مین تو وہ مبتلا تہا ہی لیکن اپنے بھائی کا جانشین ہونے کے بعد اوسنے یہ بیوقوفی بھی کی کہ حاکم خراسان سے عداوت پیدا کر لی۔ جب اوسے حاکم موصوف نے اپنی غلط کاریون کا جواب دینے کے لیے مشہد مین طلب کیا تو اوس نے وہان جانے سے انکار کیا اور اوس وقت تک سرکشی سے باز نہ آیا جب تک کہ ایک ایرانی فوج جو اوس کی تنبیہ و تادیب کے لیے بھیجی گئی تہی کوچان کی شہر پناہ کے قریب نہ پہونچ گئی۔ اسوقت باہمی مصالحت کے طور پر اس تنازعہ کا تصفیہ ہوا۔ اور شاہ کے خزانہ مین تاوان کی ایک مقدار کثیر کے داخل کرنے پر جسکی تعداد تین ہزار سے لیکر سات ہزار پاؤنڈ تک بیان کیجاتی ہے اوسکا قبضہ برقرار رہنے دیا گیا۔ لیکن اس کے بعد پھر اوسنے یا تو بغاوت کا ارتکاب کیا اور یا اوس کی نسبت بغاوت کرنے کا شبہ پیدا ہوا۔ اس دفعہ وہ طہران مین بلایا گیا اور معزول کر کے قید کر دیا گیا اور اوسکا بیٹا اوسکی جگہ ایلخانی مقرر ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد غالباً تاوان کی ایک مزید اور کثیر تر رقم ادا کرنے کے معاوضہ مین اوسکو رہائی ملی اور وہ اپنی خدمت پر بحال کر دیا گیا۔ اوس وقت سے لیکر

اب تک بغیر کسی مزید خرخشہ کے وہ کوچان پر قابض رہا ہے اور اس کی یہی وجہ ہے کہ اوسی موجودہ شاہ کی نسبت یہ بات خوب معلوم ہو گئی ہے کہ اوسکے عہد مین ایک سرحدی علاقہ کے حاکم اعلیٰ کے لیے کبھی بغاوت کرنا جلب منفعت کا محرک نہین ہو سکتا۔ اگرچہ اپنے کردی جرگون کی قوت کے ضعف کے باعث جو عرصہ دراز تک امن کے قایم رہنے سے پیدا ہو گیا ہے اور موجودہ شاہ کی طاقت کے استحکام کی وجہ سے اپنی طاقت کے کمزور ہو جانے اور نیز سلطنت کے تمام حصّون مین قیام تاربرقی کی وجہ سے کل طاقت کے حکومت عالیہ کی مٹھی مین آجانے کے باعث خان کوچان کے بہت سے قدیمی حقوق اور اقتدارات زایل ہو گئے ہین پھر بھی وہ سلطنت ایران کا ایک نہایت زبردست باجگزار ہے اور اگر اوسکے تشخص سے قطع نظر کیا جائے تو شاید اس حیثیت سے اوس کی ذات بہت کچھ دلچسپیون کا مرکز ہے کہ وہ ایک ایسے طبقہ کا آخری زندہ رکن ہے جو معدوم ہوتا جارہا ہے۔

اوس کا فرزند

اپنے بڑے بیٹے ابوالحسن خان سے جسکی عمر اس وقت چھبیس سال کے قریب ہوگی اوس کی ہمیشہ سے ناچاقی رہی ہے۔ ابوالحسن خان ایک زمانہ مین شیروان کا حاکم تھا جو صوبۂ کوچان مین دوسرا بڑا شہر ہے۔ اوس کے باپ نے اوسے معزول کر کے قید مین ڈالدیا۔ آج کل وہ چناران مین رہتا ہے اور شاہ کے حکم سے اوسکے لئے کچھ معاش مقرر ہے۔ کچھ دن ہوئے کہ اوس کی شادی وزیر خراسان کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ لیکن یقینی

طور پر یہ نہین کہا جاسکتا کہ وہ اپنے باپ کا جانشین ہوگا کیونکہ اوسے جنون کا دورہ ہوا کرتا ہی اور ایسی حالت مین اوس نے اپنی پہلی بی بی کو جو ترکمان تھی اتنا مارا کہ وہ مرگئی - اسکے علاوہ بادہ پرستی کی عادت کامل طور سے اوسے اپنے باپ سے ورثہ مین ملی ہے -

اوس کی شہرت

ڈر ہے کہ انگریزی ناظرین اس سن رسیدہ سردار کو بہترین طور پر اس حیثیت سے جانتے ہونگے کہ وہ شرابی ہے اور انگریزی مصنفین نے بھی جہان کہین اوسکا ذکر کیا ہے تو اوس تذکرہ کا اکثر حصہ خان موصوف کی بادہ پرستی کی حکایتون پر مشتمل ہے - گزشتہ بیس سال کے اثنا مین کئی انگریزون نے آکر اوس سے ملاقات کی - چنانچہ کرنل ویلنٹائن بیکر ۱۸۷۳ء مین - کپتان نیپیر ۱۸۷۴ء مین - سرچارلس میگریگر ۱۸۷۵ء مین اور اوڈونون ۱۸۸۱ء مین[۱] اوس سے ملے اور ان مین سے اکثر نے اوسکو یا تو بادہ نوشتی یا بدمستی اور یا خمار کے عالم

ف۱ کوچان کے متعلق حسب ذیل تصنیفات مستند سمجھی جاتی ہین: "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) - باب بست ودوم ضمیمہ بی مصنفہ جے - بی فریزر (۱۸۲۲ء) + "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) - جلد سوم صفحات ۴۷ الی ۴۸ مصنفہ سر اے برنس - (۱۸۳۲ء) "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) - صفحات ۲۷۷ و ۲۷۸ مصنفہ کرنل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) + "ڈایری آف اے ٹور ان خراسان" (روزنامچہ سفر خراسان) مرقومہ آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۴ء) و مندرجہ رسالہ مرتبہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی جلد چہل و ششم صفحہ ۸۷ + "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) - جلد دوم - صفحات ۸۳ الی ۸۸ - مصنفہ سر سی - میگر (۱۸۷۵ء) + "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) - جلد اول - باب بست و ششم - مصنفہ ای - اوڈونون (۱۸۸۱ء) + "دی واران ترکمانیہ" (جنگ ترکمانیہ) (بزبان روسی) جلد چہارم باب ہفتہم مصنفہ جنیل گراڈیکاف +

مین دیکھا۔ کوچان سفید شراب کے لئے مشہور ہے اور خان کو برانڈی اور تھرّے اور دوسری کافی طور پر نشیلی شرابون کی چاٹ بھی لگی ہوئی ہے۔ جرنیل گراڈیکاف کو جسے جرنیل اسکابیلف نے سنہ ۱۸۸۱ء مین شاہ کے علم سے روسی فوج کے لئے جوادس وقت ماوراالنہر مین تقی ترکمانون کے خلاف مصروف پیکار تھی خراسان مین رسد خریدنے کے لئے بہیجا پہلی سے کوچان کے کرد سردار کے رجحان خاص کا حال خوب معلوم تہا۔ چنانچہ جو خدمت اوسکے تفویض کیگئی تھی اوسکا حال سرکاری اطلاع کے لئے سپرد قلم کرتے وقت وہ راستبازی کے ساتھہ اون تدابیر کا ذکر کرتا ہے جو اوسنے اپنے پیالہ نوش میزبان کے خوش کرنے کے لئے اختیار کین۔

"چونکہ ہمکو یہ معلوم تھا کہ وہ شراب کا رسیا ہے اس لئے ہم نے شراب انگوری اور وادکا اور دوسری متعدد قسمون کی شراب کی چند بوتلین اوسکے سامنے رکھدین۔ شجاع الملک نے تھوڑی سی دیر مین مختلف شرابون کے کئی گلاس بھر بھر کر پیئے اور اسکے بعد اپنے گویون اور سازندون کو بلایا۔ جو لوگ اوسکے ساتھہ آئے تھے اوہون نے اور نیز اوسکے طبیب اور معتبرین ولی خان اور رمضان خان نے بھی اتنی شراب پی کہ بدمست ہو گئے۔ اسکے بعد جلسہ کا رنگ اور گہرا ہو گیا اور ان لوگون نے دل کھولکر اودہم مچایا اور رنگ رلیان منائین۔ دوسرے دن مین خان کے پاس گیا اور اوسے اپنے کاغذات دکھائے ابھی تک شراب کی بوتلین اوس کے سامنے رکھی ہوئی تہین۔ اوس نے مجھہ سے کہا کہ خمار کی کیفیت اس وقت مجھپر طاری ہے۔ مگر اوسے توڑنے کی فکر کر رہا ہون۔ اثنائے گفتگو

مین اوس نے برانڈی افیون ۔ حشیش ۔ اور شراب کا دور جاری رکھا اور دو پہر تک بالکل بدمست ہو گیا ۔ اوسی دن شام کے وقت اوسنے ہمین یورپین کھانے کی دعوت دی اور پھر اتنی پی کہ اوسے ہوش نہ رہا"

لیکن اسکے بعد جب معاملہ کے متعلق بات چیت ہوئی تو جرنیل گراڈیکاف کو کبھی تو ایلچانی کی دانشمندی اور معاملہ فہمی پر تعجب ہوتا تھا اور کبھی اوس کی نشہ بازی سے نفرت پیدا ہوتی تھ[illegible] جا لحہ جس شخص نے جرنیل موصوف کی کتاب کو اپنے حواشی کے ساتھ طبع کیا ہے اوسکا بیان [illegible] ہے

"خان کو چپان کی صحبت مین تین دن تک رہنے سے کرنل گراڈیکاف کو معلوم ہو گیا کہ خان موصوف کے تمام قوائے ذہنی صحیح تھے اور یہ کہکر کہ ہم مال کمیشن پر خریدنے آئے ہین ہم اوسے دہوکے مین نہ لا سکے ۔ اور اگرچہ وہ نشہ مین چور رہتا تھا پھر بھی ہر ایک بات اوسکو یاد تھی"

لیکن ایک دوسرے موقعہ پر وہ اسطرح ناقل ہے ۔

"خان کے ساتھہ معاملہ کے متعلق کارروائی کرنا سخت ہی مشکل ہے ۔ اوس کے ساتھہ شراب پینی پڑتی ہے ۔ اوس کی بدمستی کے عالم کی تقریرون کو سننا پڑتا ہے اوس کے مے پرستی کے جلسون مین شریک ہونا پڑتا ہے اور باایں ہمہ یہ احتیاط کرنی پڑتی ہے کہ تنفر کی کوئی علامت نہ ظاہر ہونے پائے ورنہ اس وحشی کی آتش غیظ و غضب بھڑک اوٹھے ۔ کرنیل گراڈیکاف نے جرنیل اسکا بیلف کو تار دیا تو اوس مین ظاہر کیا کہ دنیا مین ایسے اجڈ اور وحشی شخص بھی کم پیدا ہوئے ہونگے جیسا کہ یہان کا خان ہے"

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ خان نے کثرت مینوشی کو اپنا شعار محض اس لئے مقرر کیا ہی کہ اس کے ذریعہ سے وہ اپنی ذات کو دوامی طور پر برقرار رکھے۔ کیونکہ اوس نے اپنے خلعت الرشید کی مذاق مین بھی جسکا ذکر مین اوپر کر چکا ہون وہی ذوق بادہ نوشی منتقل کیا ہے جو خود اوسے اپنے باپ سے ترکہ مین ملا تھا کیونکہ جب فروری ۱۸۲۲ء مین رضا قلی خان کا مہمان ہوا تو اوس وقت کے چشمدید واقعہ کو وہ اس طرح بیان کرتا ہے کہ "مین نے خان اور اوس کے کل دربار کو بدمست و مدہوش دیکھا" لہذا اس خاندان کے اراکین کے اوضاع و اطوار مین ایک خاص قسم کا رنگین و خوش آیند تسلسل پایا جاتا ہے۔

دو ملاقاتین

خیال کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ مجھکو امیر حسین خان کے حالات سابقہ سے اسدرجہ واقفیت بیشتر سے تھی اور اگر خان موصوف کو معلوم ہو جاتا کہ مین اوسکے لچھن خوب جانتا ہون تو غالباً اوسے سخت صدمہ ہوتا ہے لہذا میری جو ملاقات اوس سے ہونیوالی تھی اوسکو مین کسی قدر تشویش و تردد کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ القصہ مین اپنا فراک کوٹ (جو ترائی وضع کی ٹوپی کے ساتھ غیر موزون سا معلوم ہوتا تھا) اور کفش پوش پہن کر اور جسقدر ذاتی ملازم ممکن تھے اپنے ہمراہ لیکر[۱] اون چھہ آدمیون کے پیچھے پیچھے ہو لیا جنہین خان نے میرے پاس

---

[۱] ایرانی آداب معاشرت کا یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ جب تم کسی سے ملنے جاؤ تو تم کو چاہیئے کہ خواہ سواری پر جاؤ خواہ پیدل لیکن جسقدر ذاتی ملازم ممکن ہون اپنے ساتھ لیتے جاؤ کیونکہ ملازمین کی تعداد آقا کے رتبہ کی معیار متصور ہوتی ہے۔

اس سے لیے بہیجا تہا کہ وہ اوسکے محل تک جو قریب ہی تہا میرا استقبال کرین - داخل ہونیکے پہاٹک کے اوپر سے مکان کا روکار ایک بہترسے محراب کی صورت مین نظر آتا تہا جسین اطالیہ کے مکانون کی وضع کے مطابق سفید پلستر کا خوشنما ابہروان کام ہو رہا تہا - اس محراب کے پیچھے چہت کے اوپر ایک چہوٹا سا پاکیزہ کوشک بنا ہوا نظر آ رہا تہا - پہاٹک مین سے جہان بہت سے سنتریون کا ہجوم تہا گزر کر مین ایک وسیع اور کشادہ صحن مین داخل ہوا جو طول مین عرض سے دوچند تہا - اس صحن کے حصۂ زیرین مین پہولون کی کیاریان تہین اور [illegible] حوض اس صنعت کے ساتہہ بنا ہوا تہا کہ پانی اوسکے لبون کو بوسہ دیتا ہوا ایک نالی مین جو او [illegible] ہی گرتا تہا - اس قسم کے حوض تمام آسودہ اور خوشحال ایرانیون کے مکانات مین پائے جاتے ہین - پرلی طرف ایک چبوترہ پر کوئی تیس آدمی حوض کی طرف پشت اور صحن کے حصۂ بالا کی جانب جہان مجہے ایک اونچی کرسی کے ایوان کا اندرونی حصہ نظر آ رہا تہا رخ کئے کہڑے تہے - اس ایوان کو ایک مشبک دریچہ جسکے وسط کا حصہ کہلا ہوا تہا صحن سے جدا کرتا تہا - ایک چہوٹے سے کمرہ مین جو دہنی جانب کے گوشہ پر واقع تہا داخل ہو کر مین نے اپنے کفش پوش اُتار دئے اور حاجب کی وساطت سے وسطی منزل مین داخل ہوا - اس کمرے کے وسط مین دو میزین رکہی ہوئی تہین جن پر رنگین بلورین ظروف اور کہلونے - آرایش کے طور پر چنے ہوئے تہے اور ایک طرف لوہے کا ایک کمانی دار پلنگ مع توشک کے بچہا تہا - شیشہ کے اس آرایشی سامان سے طبقۂ اعلی کے اہل ایران کے اوس مذاق کا اندازہ ہوتا ہے جو

سمجھہ مین نہین آتا لیکن عام طور سے پھیلا ہوا ہے اور لوہے کے پلنگ سے اس بات کا ثبوت ملتا تھا کہ اہل ایران نے نئی مغربی تہذیب کو کامیابی کے ساتھہ اپنی معاشرت کا جزو بنا لیا ہے جس کمرہ کی سیر مین مین اس وقت مین مصروف تھا اوس کی پشت پر ایک اور کمرہ تھا جس مین خان ایک میز لگائے بیٹھا تھا اور جہان سے وہ مجھے خوش آمدید کہنے کے لئے اٹھا جب تک وہ ترجمان کو افتتاح ملاقات کے ابتدائی مراتب کی تفہیم کرتا رہا میری نظر اوسکی شکل وصورت اور وضع وقطع کے مطالعہ مین مصروف رہی اور اثنائے ملاقات مین جس مین کامل دو گھنٹے لگے ہونگے مجھے اس مطالعہ کا کافی موقعہ ملا۔

امیر حسین خان کی شکل وشباہت

[شج]اع الملک کی شکل وشباہت ایسی نہین کہ جس کی اوس پر نظر پڑے وہ اوس سے متاثر نہ ہو لیکن خوشرو اوسکو نہین کہا جا سکتا جس مکان مین اوس نے مجھے بطور اپنے مہمان کی اُتارا اوس مین اوس کی ایک عکسی تصویر آویزان تھی - یہ تصویر بعد مین مینے اوس سے مانگ لی اور مقابل کا صفحہ اسی تصویر کی نقل سے مزین ہے - اسکے متعلق اوس نے مجھہ سے یہ بیان کیا کہ چونکہ یہ شبیہ ایک ایرانی مصور کی تیاری کی ہوئی ہے اس لئے یہ اصل کے بالکل مطابق نہین اور اوس کے (یعنی خان کے) خال وخط اور وجاہت ظاہری کی صحیح صحیح کیفیت تصویر سے مترشح نہین ہوتی - خان کی اس نکتہ چینی پر میرا یہی صاد ہے کیونکہ گو وہ بدشکل ہے لیکن اوس کی نسبت یہ ہر گز نہین کہا جا سکتا کہ وہ کریہ المنظر ہے - برخلاف اسکے حکومت و وجاہت اور فہم وفراست کی ایک شان اوسکے چہرہ پر ہویدا تھی -

اگرچہ اوسکی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہو چلی تھی پھر بھی اوسکی داڑھی اور سر کے بال کالے سیاہ تھے جسکی وجہ میرے خیال مین یہ ہے کہ وہ خضاب کرتا ہے۔ اوس کے خال وخط ایسے نہ تھے کہ جسکی نظر اون پر پڑے وہ بے اختیار اون سے متاثر نہ ہو اور اوس کا رنگ بہت ہی زردی مائل تھا۔ جس وقت مین اوس سے ملا تو وہ سیاہ رنگ کا کوٹ اور پائجامہ پہنے ہوئے تھا۔ اوسکے کوٹ مین ہیرے کے تکمے ٹکے ہوئے تھے اور ایک الماس کے قبضہ کی تلوار اوس کی کمر سے لگی ہوئی تھی۔ اوسکے سر پر ایک سیاہ اون کی کلاہ تھی جو اس قدر رکھی تھی کہ کانون تک آئی تھی[۱] اوسکے ہاتھون مین سوتی دستانے تھے اور پاؤن مین سوتی جرابین اور ولایتی روغنی چمڑے کا جوتا تھا۔ کوتاہ نظر ہونے کی وجہ سے وہ ایک بہت بڑی نیلگون عینک لگائے ہوئے تھا۔ بات کرتے وقت اوسکے انداز اور طرز ادا سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص حکومت کا عادی ہے۔ ترجمان کو فہمایش کرتے وقت اوس نے بہت کچھ جوش ظاہر کیا اور جب وہ اپنا قلیان منگواتا تھا یا کوئی اور حکم دیتا

---

[۱] صرف ایک صدی کا عرصہ گزرتا ہے کہ خاندان قاجار نے کلاہ کو ایران مین بطور قومی لباس سر کے رواج دیا۔ اس سے پہلے عام طور سے لوگ عمامہ استعمال کرتے تھے۔ کلاہ کے رواج پانے کے بعد بھی بعض دفعہ اسکے گرد شال لپیٹ لی جاتی تھی مگر یہ امتیاز شاہ اور شاہی خاندان اور سلطنت کے بعض خاص خاص ارکین کے لیے مخصوص تھا۔ اب صرف شاہی دربار کے موقعہ پر یہ صورت دیکھنے مین آتی ہے۔ کلاہ کی شکل بھی بہت کچھ بدل گئی ہے۔ صدی کے شروع مین یہ کوئی ڈیڑھ فٹ اونچی ہوتی تھی اور اسکی دیوارین بتدریج ڈھلتی ہوئی اوپر جاکر ایک چوٹی پر ختم ہو جاتی تھین۔ اب عام طور سے کلاہ کا ارتفاع چھہ سے لیکر دس انچ تک ہوتا ہے اور اسکا چندوا ہموار ہوتا ہے۔

تھا تو اوسکے لہجہ مین شہنشاہانہ تحکم کی آمیزش پائی جاتی تھی۔ اوسکے بائین طرف ایک سید سبز عمامہ اور گہرے نیلے رنگ کا جبہ پہنے بیٹھا تھا اور کچھہ کچھہ دیر کے بعد جب خان بطور استحسان اوس کی جانب روئے خطاب کرتا تھا تو وہ ایک آدھ فقرہ بول جاتا تھا اور عام طور سے اپنے آقا کی صدائے بازگشت کا کام دیتا تھا۔ خان کا ایک چھوٹا بیٹا بھی موجود تھا جسکی عمر کوئی چودہ سال کی ہوگی اور کچھہ دیر کے بعد خان نے اپنے ایک سکرٹری کو بلایا جو تھوڑی تھوڑی فرانسیسی سمجھتا تھا۔ کچھہ فاصلہ پر چند نوکر کھڑے تھے اور قلیان۔ چاء۔ قہوہ اور برف کی قفلیان جو مانگتا تھا اوسے لاکر دیتے تھے۔

گفتگو

خان سے دو دفعہ گفتگو کرنے کا موقعہ ملا کیونکہ دوسرے دن علی الصباح وہ بطور بازدید مجھہ سے ملنے آیا۔ ان موقعون پر اوسنے بہت سی عجیب و غریب اور مختلف الذات باتین کین جن کا مین اس مقام پر بالتفصیل اعادہ نہین کرتا۔ البتہ بسبیل اجمال ان مکالمون سے کسی قدر اقتباس کرتا ہون سب مجھے جلد یہ بات معلوم ہوگئی کہ جس شخص سے مجھے سابقہ پڑا ہے اوسکے معائب عام طور پر خواہ کیسے ہی کیون نہ ہون۔ لیکن اس وقت اوسکے حواس ظاہری و باطنی بالکل صحیح حالت مین ہین اور وہ ایک ذہین۔ ذکی اور تجسس پسند شخص ہے اثنائے گفتگو مین وہ وقتاً فوقتاً ایسی لاعلمی کا ثبوت دیتا تھا جو ایک یورپین مین طفلانہ معلوم ہوتی لیکن طفلانہ سادہ پن اور پیرانہ دانشمندی کی یہ آمیزش مشرقی عقل کا خاصہ ہے اور اُس ملک کے طرز زندگی کے لئے اسکا ہونا لازمی ہے۔ جہان دماغی نشو و نما کو محدود دحوالی

اور عام تجربہ کی نفی نے روک رکھا ہو۔

سوال وجواب

میرے سوال کے جواب مین وہ یہ نہین بتا سکا کہ اوس کی رعایا کی تعداد کسقدر ہے جسکی وجہ اوسنے یہ بیان کی کہ اونکا شمار کبھی نہین کیا گیا۔ یہ البتہ اوسنے مجھے بتایا کہ اوسکی ولایت مین چالیس ہزار گھر آباد ہین (مجھے ڈر ہے کہ خان کا یہ قول ایک بڑی حد تک مبالغہ آمیز ہے) اور ہر ایک گھر ایک تومان (چھہ شلنگ) محصول ادا کرتا ہے (یہ پہلے سے بھی زیادہ مبالغہ ہے) اور ہر ایک گھر بوقت ضرورت ایک مسلح سپاہی بھی بہم پہونچاتا ہے (یہ قول مبالغہ مین دونون سے بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے) پھر اوس نے کہا کہ یہ سپاہی بڑے جنگجو اور بہادر ہین اور ہر ایک حریف سے لڑنے مرنے کیلیے آمادہ ہین۔ اسپر مین نے قصد کیا کہ خان کے خیالات روس کے متعلق اور اوس روسی رجحان کے بارہ مین جسکا مجھے اوس کی نسبت شبہ تھا دریافت کرون۔ چنانچہ مین نے کہا کہ خراسان نہایت زرخیز ملک ہے اور بعض دفعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ روسی اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہین۔

وہ۔ "روسی اسپر کیسے قبضہ کرسکتے ہین؟"

مین۔ "جسطرح اونہون نے اخال تقی کو مسخر کیا"

وہ۔ "یہ نہین ہوسکتا۔ خراسان کے لیے ہم جان توڑ کر لڑین گے جب لوگون کو معلوم ہوگا کہ مشہد ہاتھہ سے نکلا جاتا ہے تو سب کے سب جتھا کر کے اسکے بچانے کے لیے اپنی جان لڑا دین گے۔ ہم کوئی چھپا چھہ نہین ہین کہ روسی ہکومت سے غٹ غٹ

پی جائین گے[۱] ہمارے پاس آدمیون کی ایک دیوار موجود ہے اور ایسی دیوار پتھر کی دیوار سے زیادہ مضبوط ہوا کرتی ہے"

اگرچہ خان کے اس دعا کو مین نے بہ ادب تمام سنا لیکن مجھے اس کا بھی مقر ہونا پڑتا ہی کہ اس وقت بجھے نہ صرف ادن آرایشون کا خیال گذرا جن سے اوس مکان کی دیوارین مزین ہتین جہان سے مین ابھی ابھی آیا تھا بلکہ ایک خط کا ایک خاص فقرہ بھی مجھے یکبیک یاد آگیا جو خان ممدوح تے باین ہمہ دعواے ہمدردی قوم وحب وطن گراڈ یکاف روسی کے نام لکھا تھا۔ اس خط مین خان والاشان نے ایک مقام پر یہ تحریر فرمایا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ذات صرف ایک ایسی ذات ہے۔ جسپر تمام ربانی برکتین اور رحمتین نازل کیگئین تاکہ وہ آسمان سے اترکر ایک ایسی قوم کو پیدا کرین جیسی کہ روسیون کی قوم ہے" بہرحال مین نے مضمون بدل دیا اور خان سے پوچھا کہ ایران مین ریل کی ترویج کے متعلق آپکا کیا خیال ہے؟ اگرچہ اوس نے عمر بھر ریل کی سرک تک نہ دیکھی تھی لیکن تمام ملک مین ریل کے رواج دیے جانے کی حامی بھر کر اوس نے مجھے حیرت مین ڈالدیا اور اس بات پر اوس نے تعجب ظاہر کیا کہ ابھی تک ریلون کا بنایا جانا کیون شروع نہین ہوا۔ پھر اوس نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ ملکہ وکٹوریا نے پچاس سال سے زیادہ حکومت کی ہے اور حال مین اپنی جوبیلی کا جشن منایا ہے۔ امیر افغانستان کے بخیلانہ طرز عمل کی طرف اشارہ کر کے اوسنے بیان کیا کہ یہ بات میری سمجھہ مین نہین آئی کہ کیون وہ اپنے علاقہ مین اجنبیون کو داخل ہونے نہین

[۱] چاچہ کو جسے فارسی مین ماست یا آب دوغ کہتے ہین ایرانی اور کرد لوگ بڑی رغبت سے پیتے ہین۔

دیتا اور جب مین نے اوس سے کہا کہ کسی اجنبی کا کوچان مین آنا اتنا مشکل نہین جتنا ہرات مین داخل ہوتا تو اوسنے جواب دیا کہ مجھے یہ باور نہین آتا۔ لیکن خان کے وائرۂ معلومات کی تنگی اوسوقت نمایان طور پر معلوم ہوئی جبکہ مین نے اوس سے بیان کیا کہ لندن سے امریکہ جانے مین آٹھہ دن لگتے ہین۔ اسکے جواب مین اوسنے زیادہ سے زیادہ منزل سے استدلال کرکے جسے مسافر ایران کے خشکی کے سفر مین ایک دن مین طے کرتا ہے فوراً ہی اوسنے مجھہ سے یہ دریافت کیا کہ کیا لندن سے امریکہ تک ۸۰ فرسخ (یعنی ۳۲۰ میل) کا فاصلہ ہے۔[۱] میرے سفر کی اغراض و مقاصد کے متعلق جو سوالات اوس نے کئے اون مین بھی اوسکی خصوصیات اور اس بارہ مین اپنے آباواجداد کے طرز عمل کی رعایت کی جھلک نظر آتی تھی۔ اوس کے باپ رضا قلی خان نے یہی سوالات فریزر سے کئے تھے اور خود اوسنے میرے آنے سے سترہ سال قبل یہی سوالات بیکر سے دہرائے تہے۔ قصہ مختصر یہ کہ اوس نے مجھہ سے پوچھنا شروع کیا کہ "آپ کوچان کس لئے آئے ہین؟ آپ کیا

---

[۱] یہ سوال جو جغرافی معلومات کے متعلق اہل ایران کی عام لاعلمی کا نمونہ ہے۔ مجھے فتح علی شاہ کا وہ قصہ یاد دلاتا ہے۔ جو موریر نے اپنی کتاب "فرسٹ جرنی" (پہلا سفر) کے صفحہ ۲۱۵ پر بیان کیا ہے۔ فتح علی شاہ کو امریکہ کے حالات دریافت کرنے کا بڑا شوق تھا چنانچہ اوسنے سر ہارڈ فورڈ جونس سے پوچھا کہ امریکہ کس قسم کی جگہ ہے؟ وہان پہونچتے کیسے ہین؟ کیا وہ سطح زمین کے نیچے واقع ہے؟ اسی قسم کا ایک دلچسپ قصہ ایک ایرانی سفیر متعینہ لندن کی نسبت پچاس سال بعد بیان کیا گیا ہے۔ سفیر مذکور جس جہاز پر سفر کر رہا تھا اوسکے متعلق جب اوس سے یہ بیان کیا گیا کہ وہ پانسو گھوڑون کی طاقت کا جہاز ہے تو وہ خوش ہوکر بولا: "ان گھوڑون کا اصطبل کہان ہے مجھے دکھاؤ"

چاہتے ہین؟ کیا انگریزی سرکار آپکو سفرخرچ دیتی ہے؟ اور دیتی ہے تو کس قدر دیتی ہے؟ اگر نہین دیتی تو آپ کے سفر کے مصارف کا کفیل کون ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ذوق سیر و سیاحت اور شوق اکتساب معلومات بالاستقلال ایسے جذبات ہین کہ مشرقی سمجھ اون کی قدر و قیمت کے اندازہ سے قاصر ہے [1]

اوس کو اپنے پیشہ اور اپنے خاندان کی حیثیت کے سمجھانے مین بھی مجھے بڑی دقت پیش آئی۔ پارلیمنٹ کا اوس نے کبھی نام بھی نہ سنا تھا اور جب مین نے اوس سے کہا کہ مین ایک بڑی مجلس کا رکن ہون تو جواباً اوس نے مجھ سے پوچھا کہ "کیا تم سپاہی ہو؟" ایک انگریزی امیر کے رتبہ یا درجہ کی شان کا خیال اوسکے دل مین پیدا نہین ہو سکا۔ البتہ یہ معقول اور نتیجہ خیز باتین اوس نے مجھ سے دریافت کین کہ "کیا تمہارے والد کے پاس بہت سے سپاہی ہین؟" اور یہ کہ "تمہارے والد کو اپنی جائداد کا مالک کس نے بنایا؟" جب مین نے جواب دیا کہ ہمارے خاندان کی جائداد آٹھ سو سال سے ہمارے ہی خاندان کے قبضہ مین چلی آئی ہے تو اوسے بڑا تعجب ہوا۔ لیکن اسکے جواب مین اوس نے قریب قریب

[1] "یہ بات ان لوگون کی سمجھ مین نہین آسکتی کہ انسان کو تفریح و تفرج کی غرض سے یا باقتضائے شوق تحقیق بھی سفر اختیار کرنا چاہیے۔ وہ یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ کسکو پڑی ہے کہ محض حصول معلومات کے لئے قطع نظر مصارف سفر کے ایک طول طویل سفر کی زحمتین اور صعوبتین خود اپنی مرضی سے برداشت کرے پس اگر بادی النظر مین سفر کا کوئی مقصد معلوم نہ ہوتا ہو مثلاً یہ کہ اس سفر کو تجارت یا کاروبار کی غرض سے اختیار کیا گیا ہے تو وہ فوراً کوئی ایسی غرض اوس سے منسوب کر دیتے ہین جو اون کے نزدیک قرین قیاس ہو" "سفر خراسان" مصنفہ فریزر۔ صفحہ ۵۷۹۔

وہی جواب دیا جو مسٹر ہارڈکیسل دشی اسٹوپس ٹو کانکر[1] مین دیتا ہے اور پھر سمجہائے کہ کن کی ایک ایسی تقلید کو مرعی رکہہ کر جسکا معرف ہوئے بغیر مین نہ رہ سکا اوس نے کہا کہ فرنگستان بوجہ اپنی قدامت کے ایک عظیم الشان ملک ہے۔ قدامت سے جیسا کہ اوس نے بیان کیا اوسکی مراد شخصی اقتدار سے تھی۔

مین خان کو ایک تحفہ دیتا ہون

یزر نے مجہہ سے ستر سال پہلے میرے میزبان کے باپ کو ایک چاندی کی جیبی گھڑی تحفتہً دی تہی۔ مین نے بہی اس بارہ مین اوس کا اتباع کیا اگرچہ مجہکو اسوقت یہ خیال نہ تھا کہ مین اوس کی تقلید کر رہا ہون۔ خان کوچان نے میری جو خاطر اور تواضع کی تہی اس کے شکریہ کے اظہار کے طور پر مین نے ایک جیبی گھڑی اوسے پیش کی جسپر گھنٹون اور منٹون کا اندازہ گردشی سوئیون سے نہ ہوتا تھا بلکہ وقت اعداد کے ذریعہ سے جو ایک حلقہ مین نمودار ہوتے رہتے تہے معلوم ہو جاتا تھا۔ وہ صنعت کے اس عجیب نمونہ کو دیکہہ کر نہایت ہی محظوظ ہوا لیکن چونکہ اعداد اوسکی سمجہہ مین نہین آسکتے تہے کیونکہ وہ معمولی رومائی اعداد سے جنہین اوس نے پہلے دوسری گھڑیون پر دیکھا تھا مطابق نہ تہے۔ لہذا مین نے اوسے ایک نقشہ کہنیچ دیا۔ جس مین معمولی اعداد ایک سے ساٹھہ تک اور اون کے مقابل

+ یہ کتاب انگلستان کے مشہور بذلہ سنج مصنف گولڈاسمتھ کی تصنیف سے ہے۔ مترجم

[1] مجہے وہی چیزین مرغوب ہین جو پرانی ہون:۔ پرانی کتاب۔ پرانی شراب۔ پرانے احباب۔ پرانے رسم و آداب۔ پرانا زمانہ۔

کے رومائی مترادف درج تھے۔ اسکا ترجمہ اوس کے سکرٹری نے فارسی مین کردیا۔ شجاع الملک نے گھڑی لے لی لیکن لینے کے بعد اوس نے مجھ سے یہ پوچھکر کہ اس گھڑی کی کیا قیمت ہوگی۔ مجھے محو حیرت بنادیا۔ اگر کوئی یورپ مین یہ سوال کرتا تو اوس کی اس قسم کی حرکت بی تمیزانہ تجسس پر محمول کیجاتی لیکن ایلخانی کے سوال کے نخوا کو مین نے اوسکی اس مشرقی خواہش سے منسوب کیا کہ معطی کو اوسکے ارمغان کی قیمت کے برابر کی کوئی چیز معاوضہ کے طور پر دیجائے۔ کیونکہ ایلخانی کے مشہور بخل کی وجہ سے یہ امر خارج از بحث تہا کہ وہ میرے تحفہ کی قیمت سے ایک دھیلا بھی مجھے زیادہ دیتا۔ لیکن جو تحفہ کہ وہ معاوضہ مین مجھے دینے والا تھا اوس کی کیفیت یا قیمت مجھے کبھی معلوم نہین ہوئی کیونکہ کو دوسرے دن جب وہ بازدید کو آیا تو اوسکے ساتھہ ایک بقچہ تہا جس مین (جیسا کہ مین نے بعد مین سنا) کچھہ قالینین بازربفت تھی۔ لیکن یہ تحفہ مجھے وہ دینے نہین پایا جسکی وجہ یہ تھی کہ اوس کے بعض نوکرون نے بقچہ کا بقچہ غایب کردیا۔

خان اپنے مطبخ سے میرے لئے کہانا بہیجتا ہے

کوچان کے معمر سردار سے میری ملاقات کے خاص واقعات یہی تھے جن کا مین نے اوپر ذکر کیا۔ یہ امر میرے لئے باعث مسرت ہے کہ گو مین اون بیانات کی تردید نہین کرسکتا جو اوس کی عادات و خصایل اور اوسکے کمالات کے متعلق ہے پہلے کے سیاحون نے قلمبند کئے ہین لیکن پھر بھی مین کم از کم اوس کی سیرت، کے ایک دوسرے پہلو پر جو محاسن سے زیادہ تر متکیف ہے روشنی ڈال سکتا ہون۔ سر چارلس میگگریگر

جو ۱۸۷۵ء میں یہان آیا اوسنے خان کوچان کے متعلق یہی راے قایم کی کہ خان موصوف کے عادات واطوار ایک شان متانت لئے ہوے ہین اور فہم وفراست کے لحاظ سے وہ ممتاز ہے۔ شام کے وقت مجھے ایرانی طباخی کی شناخت اور خود خان کے باورچی خانہ کے مطبوخات کی کیفیت کا اندازہ کرنے کا موقعہ ملا۔ میرے لیے خان نے جو کھانا بھیجا اور جو میرے کمرے کے فرش پر قابون مین لاکر چن دیا گیا وہ اتنا تھا کہ ایک فوج کے لئے کافی ہوتا۔ شوربا۔ تین طرح کے پکے ہوے مرغ۔ حلوان کی بھنی ہوئی مسلم ران۔ کباب۔ خاگینہ۔ پلاؤ[1] اور دوسری انواع واقسام کے کھانے جنکا مجھے نام معلوم نہین۔ غرضکہ سبھی طرحکی نعمتین موجود تھین۔ جن جن چیزونکو مین نے کھایا وہ نہایت عمدہ پکی ہوئی تھین علی الخصوص پلاؤ اور چلاؤ تو ایسے تھے کہ پیرس کا کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ باورچی بھی ویسا نہین پکا سکتا۔ پینے کے لئے کوچان کی شراب تھی جو نہایت ہی بدمزہ تھی۔ چھاچھ بھی موجود تھی مگر جب تک کام وزبان اوسکے عادی نہ ہون اوس وقت تک اوسکا مزہ بھی ایسا نہین کہ مرغوب ہو۔ البتہ شربت جو آیا وہ لطیف تھا اور اگرچہ اوسکے اجزا زیادہ تر شکر اور برف کا پانی ہی تھے لیکن وہ ایک نہایت ہی خوش ذائقہ اور مفرح شئے تھی۔ ناشپاتی کے لکڑی کے نازک اور سفید وشفاف چمچے شربت کے پیالے مین تیر رہے تھے اور نہایت ہی بھلے معلوم ہوتے تھے۔

[1] اس مقام پر مصنف نے ایک طویل نوٹ اپنے انگریزی ناظرین کے لیے جو ان کھانوں کی ماہیت سے واقف نہین اونکی ترکیب کے متعلق درج کیا ہے۔ لیکن چونکہ اس کتاب کے پڑھنے والون کے لئے ان کھانون مین سے ایک بھی ایسا نہین جسے نیا کہا جا سکے۔ اس لئے مین نے نوٹ کا ترجمہ ضروری نہین خیال کیا۔ مترجم

اسکے علاوہ انگورون کے خوشے بھی تھے۔ مجھے اسکے بعد ایک سے زیادہ دفعہ ایرانی کھانا کھانے کا اتفاق ہوا لیکن میرا خیال ہے کہ گو خان کوچان کا کھانا باعتبار کمیت حد اعتدال سے متجاوز تھا لیکن کیفیت کے لحاظ سے اس سے بہتر کھانا کسی مشرقی ملک مین مین نے نہین کھایا۔

شہر کوچان

یک دن مین شہر کوچان اوس کے حوالیات کو دیکھنے کے لیے سوار ہو کر نکلا۔ دریافت کرنے پر مجھے یہ اطلاع ملی کہ اس شہر کی موجودہ آبادی بارہ ہزار ہے لیکن اس تخمینہ کو مین مبالغہ سے معرا نہین پاتا۔ شہر پناہ جسکے گرد مین پھرا اور جسے معہ خندق کے موجودہ ایلخانی کے باپ اور دادا نے تیار کیا تھا اوسکی مرمت عباس مرزا کے توپخانہ کی گولہ باری کے وقت سے نہین ہوئی۔ اسکے علاوہ زلزلہ کے متواتر صدمون علی الخصوص اوس زلزلہ سے جو ۱۸۷۲ء مین آیا فصیل بہت کچھہ منہدم ہوگئی ہے ۱۸۷۵ء مین میکگریگر کا بیان ہے کہ یہ شہر ایسا ویران ہورہا ہے کہ اگر مین روس کا کوئی حال بیان نہ کرون تو میرا ایسا کرنا حق بجانب متصور ہوسکتا ہے۔ فصیل کی اب اکثر مقامات پر یہ حالت ہے کہ مٹی کے بے شکل تودون سے زیادہ اون کی حقیقت نہین۔ شہر کے باہر اینٹون کے بہت سے روڑے ہین اور کئی برف کے مخزن ہین جو شہد کی مکھی کے چھتے کی طرح ایک گڑھے پر جس مین برف کا ذخیرہ رہتا ہے کچی مٹی کے بلند مخروطہائے مستدیر کی شکل مین بنے ہوئے ہین۔ مین نے ایک بہت بڑا میوے کا باغ بھی دیکھا جو خان کی ملک سے ہے۔ اس باغ مین جسکا رقبہ دس بارہ ایکڑ

ہوگا۔ انگور۔ سیب۔ ناشپاتی۔ آلوچہ۔ انار۔ شہتوت۔ آڑو۔ بیر۔ اور بھی کے درخت موجود ہین۔ اس کے وسط مین کٹی ہوئی مٹی کا ایک چبوترہ کوئی ایک فٹ بلند واقع ہے شاہ نے جب ۱۷۴۵ء مین مشہد کا دوسرا سفر اختیار کیا اور یہان ٹھہرا تو اوس کا خیمہ اسی چبوترہ پر نصب کیا گیا تہا۔ اور جب زلزلہ کا خطرہ ہوتا ہے تو خان بھی یہین اپنا خیمہ لگا کر رہتا ہے۔ شہر کے باہر ایک سطح مرتفع ہے جو تخت شاہ کے نام سے مشہور ہے جس زمانہ مین فتح علیشاہ نے کوچان پر چڑہائی کی تھی تو یہین اوس نے اپنے ڈیرے ڈالے تھے شہر پناہ سے کوئی ڈیڑہ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی واقع ہے جو نادر ٹپی کہلاتی ہے نادر شاہ جون ۱۷۴۷ء مین یہین مارا گیا۔

عمارات

کوچان مین خان کے محل کے علاوہ اگر کوئی اور ایسی عمارت ہے جو عام عمارات کی گرد آلود اور افق دوز چھتون سے اوپر اپنا سر اٹھاتی ہے یا جسے کچھ بھی امتیاز حاصل ہے تو وہ ایک قبے اور دو لیست مینارون کی ایک مسجد ہے۔ ان مینارون مین سے ایک کی چوٹی پر ایک چوبی غلام گردش ہے جہان موذن کہڑے ہوکر اذان دیتا ہے۔ چونکہ شیعہ فرقے کے مسلمان کافرون کو اپنی مساجد کے دروازون مین بھی داخل نہین ہونے دیتے اور اس لحاظ سے اس خاص بارہ مین حرارت دینی کے اظہار کے ساتھ دوسرے مذہبی احکام کی تعمیل سے نمایان طور پر پہلو تہی کر کے ایک عجیب خبط کا ثبوت دیتے ہین۔ اس لئے نہ تو یہان اور نہ کہین اور مجھے اس سے زیادہ موقعہ ملا کہ عربی وضع کے محرابدار دروازہ مین سے

مسجد کے اندرونی صحن کو ایک نظر دیکھہ سکون۔

افسوس ہے کہ نوبت کے ۱۸۳۲ء کے سفر کوچان کا حال مین نے بعد مین پڑہا ور نہ مین اوس عظیم الشان نسخہ قرآن کے اجزا کا سراغ لگاتا جسکی نسبت فریزر نے یہ بیان کیا ہے کہ نادر شاہ کے چند کوچانی سپاہی اس قرآن کے کچھہ اجزا تیمور کے مقبرہ سے جو سمرقند مین ہے لائے تھے۔ سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ اس نسخہ کے قریبًا ساٹھ صفحے جو طول مین دس سے لیکر بارہ اور عرض مین سات سے لیکر آٹھہ فٹ تک ہون گے اور جن کا خط نہایت پاکیزہ اور خوبصورت تھا فریزر نے کسی امام بارہ کے ایک طاق مین رکھے ہوئے دیکھے تھے۔

بازار

اثنائے قیام کوچان مین مین نے وہان کے بازارون کی بھی سیر کی۔ اون کی وضع عام مشرقی بازارون کی سی ہے لمبی لمبی گلیون پر لکڑی کی محرابدار چھت پڑی تھی۔ اور اوسکے اوپر سے گارے سے لیپ دیا تھا تاکہ آفتاب کی سوزندہ شعاعین اندر نفوذ نہ کرین۔ کچھہ دیر کے لئے مین بزازون کے بازار مین ٹھہرا جہان مین نے بہت سی دکانون مین چھینٹ ورلیس اور دوسرے طرح طرح کے سوتی کپڑون کے ذخیرے دیکھے۔ لیکن یہ کپڑے بظاہر یورپین ساخت کے معلوم ہوتے تھے اور جب مین نے دریافت کیا کہ یہ مال کہان سے آیا ہے تو مجھے جواب ملا کہ روس سے۔ ہر ایک تھان پر کسی روسی کارخانہ کا نام لکھا تھا۔ مین نے پوچھا کہ بازار مین انگریزی ساخت کا مال بھی فروخت ہوتا ہے یا نہین۔ اسکے جواب مین

ایک سوداگر نے کچھ سرخ رنگ اور دھاری دار سوتی کپڑے کا ایک تھان نکالکر پیش کیا۔ لیکن
ان مین سے کسی پر بھی کسی انگریزی کارخانہ کی علامت ثبت نہ تھی اور سوداگر یہ نہین بتا سکا کہ
یہ مال کہان سے آیا ہے۔ آخرکار ایک سوداگر نے سوتی کپڑے کا ایک تھان جسپر بمبئی کے
کسی کارخانہ کی مہر تھی اور جو بلاشبہ ہندوستانی روئی سے تیار ہوا تھا نکالا جب مین نے سوال
کیا کہ اتنی دور سے مال منگانے مین کیا نفع ہو سکتا ہے تو جواب ملا کہ اگرچہ دام تو اس مال کی
بہت مہنگے ہین لیکن چونکہ دیرپا اور عمدہ ہونے کے لحاظ سے یہ مال اورون سے اچھا ہے اسلئے
لوگ اسے خریدتے ہین۔ کانچ ۔ دہات اور چینی کے جسقدر برتن بازار مین تھے سب روس
کے بنے ہوئے تھے۔ اسی طرح شکر بھی روسی ساخت کی تھی۔ مجھ سے یہ بیان کیا گیا کہ
جسقدر چاء یہان استعمال ہوتی ہے اوسکا اکثر حصہ ہندوستان سے براہ بندر عباس و
مشہد آتا ہے۔ لیکن کسی قدر چاء کی درآمد روس سے بھی ہوتی ہے۔ اس مین شک نہین
کہ کوچان مین روس کی سیاسی اور تجارتی اغراض کی خوب نگہداشت ہوتی ہے کیونکہ روسیون
کی طرف سے یہان ایک وکیل مقرر ہے جسے سرکار روس سے تنخواہ ملتی ہے۔ تجارت برآمد
جو زیادہ تر روئی اور چمڑے پر مشتمل ہے ارمنیون کے ہاتھ مین ہے کیونکہ تجارت سے خاص
مناسبت رکھنے کے باعث تمام ایران کی تجارت اس قوم کے ہاتھ مین آگئی ہے۔ روسیون
کے تفوق کی یہ کافی وجہ قرار دیجا سکتی ہے کہ کوچان عاشق آباد کے قریب واقع ہے اور
ان دونون مقامات کے مابین ذرائع آمد و رفت امن و حفاظت اور سہولیت سے پر ہین
کوچان کو تار برقی کا ایک اکہرا سلسلہ ایک طرف تو مشہد اور دوسری طرف بجنورد

سے جو وادی اتریک مین بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے ملتا ہے اور یہ سلسلہ روسی تار برقی سے قزل ارؤات مین جا ملتا ہے۔ کوچان مین ہر ہفتہ عاشق آباد سے روسی ڈاک بھی آتی ہے جسے ترکمان سوار کوچان ہوتے ہوئے مشہد تک پہونچا دیتے ہین۔

صوبہ کوچان

قبل اسکے کہ مین کوچان سے روانہ ہون مناسب ہوگا کہ مین اوس صوبہ اور حکومت کے متعلق کچھہ تفصیلی حالات قلمبند کرون جسکا یہ شہر صدر مقام ہے۔ اسکے شمال مغرب کی طرف صوبہ بجنرد واقع ہے اور مشہد کی طرف اس کا علاقہ رادکان تک پھیلا ہوا ہے گویا کہ اس کا کل طول ساٹھہ میل کے قریب اور عرض شمالاً جنوباً کسی قدر کم ہے۔ اس صوبہ مین سلسلہائے کوہ اور سطوح مرتفع جن مین روسی سرحد سے روانہ ہوکر مین سفر کرتا چلا آیا تھا۔ اور خاص وادی کوچان جسکا اوسط عرض پندرہ میل ہوگا اور جو مشہد تک بغیر کسی طبعی رکاوٹ کے پھیلی ہوئی چلی گئی ہے یکسان نسبت مین واقع ہین۔ سلسلہ کوہ شاہ جہان جو اس کے جنوب کا محیط ہے شہر کوچان کے عقب مین جو سطح سمندر سے ۴۲۰۰ فیٹ بلند ہے واقع ہے اور اوسکی بلند ترین چوٹی کا ارتفاع دس ہزار فیٹ ہے۔ تمام شمالی ایران مین وادی کوچان سے زیادہ زرخیز اور شاداب علاقہ اور کوئی نہین۔ اگر آبپاشی کا بطور مناسب انتظام ہو تو یہان کے اناج کی پیداوار بیج سے ستّر گنی ہوتی ہے اور اس لحاظ سے اسی موزون طور پر خراسان کا غلہ کا گودام کہا جا سکتا ہے۔ اسکا بیلف نے جب گراڈیکاف کو شجاع الدولہ سے اپنے گھوڑون اور اونٹون کیلیے چارہ خریدنے کے واسطے روانہ کیا

تو اوسے ان تمام باتون کا حال خوب معلوم تھا اور آجکل کے روسی بھی جو ایک ایسے ضلع کی قریب اپنا صدر مقام قایم کر رہے ہین۔ جہان سے ایک بڑی فوج کے لیے رسد بہم پہنچ سکتی ہے اور جو گویا کل خراسان کے قبضہ کی کنجی ہے خوب جانتے ہین کہ اون کے اس طرز عمل کا مقصود اصلی کیا ہے۔ صوبہ کوچان مین زیادہ تر ظفران لو قبیلہ کے کرد آباد ہین لیکن کچھ جریلی ترک اور ایرانی بھی یہان بود و باش رکھتے ہین۔ آبادی کی کل تعداد نوے ہزار سے دو لاکھ نفوس تک بیان کیجاتی ہے اور یہ امر محتاج بیان نہین کہ اعداد اول الذکر احتمالاً زیادہ قرین اندازہ ہین۔ ایلخانی کی آمدنی کا ذریعہ کچھ تو وہ محصول ہے جو اوس کے علاقہ کے قصبات کے مکانون اور دکانون پر اور نیز بیرونجات کی مزروعہ اراضی پر لیا جاتا ہے اور کچھ اوسکی ذاتی جایداد کے محاصل ہین۔ اس ہین سے اوسے اپنے سوارون کی جمعیت کے مصارف ادا کرنے پڑتے ہین۔ یہ رسالہ ساز و سامان سے عمدہ طور پر آراستہ اور بندوقون سے مسلح ہے مگر اسکی تعداد جو پہلے ایک ہزار تھی کم ہو کر پانچ سو رہ گئی ہے۔ شاید اسکی وجہ یہ ہوگی کہ سرحد کی حالت اب وہ نہین رہی جو پہلے تھی۔

کوچان سے دوسرے راستے

کوچان سے مشہد۔ (براہ جعفر آباد۔ شور چاہ۔ رادکان۔ خیاران۔ گون آباد۔ قاسم آباد) ۹۳ میل) دیکھو "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ جے۔ بی۔ فرزر (۱۸۲۲ء) باب ۲۲ "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) مصنفہ سر اے برنس (۱۸۳۲ء) جلد سوم۔ صفحہ ۴۴ و ۵۰ و ۷ "جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگرفیکل سوسائٹی امریکہ

کپتان آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۶ء) جلد ۴۶ صفحہ ۱۴۹ الی ۱۸۷ و ۱۵۱ الی ۱۵۳+ "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) مصنفہ ای او ڈونوون (۱۸۸۲ء) جلد اول باب ۲۸+

کوچان سے سبزوار (۱۹۹ میل) دیکھو "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) مصنفہ ای او ڈونوون (۱۸۸۲ء) جلد اول صفحہ ۳۴۷

کوچان تا استر آباد (براہ شیروان بجنورد و گورگان) دیکھو "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ جے بی فریزر (۱۸۲۵ء) باب ۲۳ الی ۲۴+ "اے ونٹرس جرنی" (موسم زمستان کا سفر) مصنفہ مصنف مذکور (۱۸۳۸ء) جلد دوم خطوط نشان ۱۲ و ۱۳+

"ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) مصنفہ سر اے برنس (۱۸۳۴ء) جلد دوم صفحہ ۸۶ الی ح

کوچان سے شاہرود (براہ شیروان بجنورد سمولغان جاجرم و بسطام) دیکھو "کلاؤوڈز ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق میں) مصنفہ کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۶ء) باب ۱۶ و ۱۷+ "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی) مرتبہ کپتان آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۶ء) جلد ۴۶ صفحہ ۹۰ الی ۱۱۳ و صفحہ ۱۶۴ الی ۱۶۵+ "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ سر چارلس میگگریگر (۱۸۷۵ء) جلد دوم صفحہ ۸۸ الی ۱۱۳+

کوچان سے درگز دیکھو "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی) جلد ۴۶ صفحہ ۸۸ الی ۹۴ و صفحہ ۱۵۸-۱۵۹+

چھٹا باب

از کوچان تا بہ قلات نادری

دامن کہسار مین یک بیک نظر کے سامنے ۔۔۔ سلسلہ تہا اک چٹانون کا سراسر پیچ وتاب
ان کے اوپر چوٹیان ابرو پہ بل ڈالے ہوئی ۔۔۔ جنکے عارض پر پڑا تہا ابر سیمین کا نقاب
سب کے اوپر برف کا دریاے ابیض موجزن ۔۔۔ جسکو سورج نے کیا تہا غیرت لعل مذاب

"دی پلیس آف آرٹ" (قصر صنایع) - ٹینی سن

قلات نادری جانے کا قصد

اقصد تہا کہ اگر ممکن ہو تو کوچان سے اوس مشہور و معروف سرحدی قلعہ قلات نادری یعنی قلعہ نادر شاہ کی سیر کرتا جاون جسکی نسبت سابق کے سیاحون نے جو بیان کیا ہے کہ دنیا کے سب سے زیادہ حیرت انگیز قدرتی نظارون مین اس کا شمار ہے اور فی الحقیقت اپنی غیر معمولی قدرتی طاقت اور رسائی کی حد سے باہر ہونے کے باعث اس سرزمین مین جو پہاڑی قلعون اور ناقابل محاصرہ بلندیون سے معمور ہے یہ قلعہ فرد ہے ۔ جب سے کہ یہ افواہ مشہور ہوئی کہ روس کا اس قلعہ پر دانت ہے ۱۸۸۹ع سے موسم بہار مین ہاوس آف کامنز مین یہ سوال پیش ہوا کہ آیا یہ قلعہ زار روس کو دے دیا جا چکا ہے یا نہین ایران

ہر اجنبی کو جو اسکے دیکھنے کا شوق ظاہر کرے شبہ کی نگاہ سے دیکھا کرتے ہین - اور اسلئے
مین نے اپنی خواہش کا مخفی رکھنا ہی قرین حزم خیال کیا - مین نے یہ امر تحقیق کر لیا تھا کہ روانہ
ہونے سے قبل شاہ سے اسکے دیکھنے کی اجازت حاصل کرنی ناممکن ہے کیونکہ شاہ کجکلاہ
ابھی تک اپنے سفر یوروپ سے مراجعت فرمائے طہران نہین ہوئے تھے اور سفیر انگریزی
بھی دار السلطنت مین موجود نہ تھا کہ کارپردازان سلطنت کی وساطت سے اسکا انتظام
کر سکے - اس کے علاوہ مین خود اس قسم کی اجازت کبھی طلب نہ کرتا کیونکہ مجھے یہ بات بخوبی
معلوم تھی کہ اگر مجھے اجازت ملگئی تو روسیون کے لئے ایک نظیر قایم ہوجاے گی - اور
وہ بھی اسی قسم کی رعایت کے خواستگار ہونگے حالانکہ اون کے قاصد کا اس قلعہ مین
جانا میرے جیسے بے غرض سیاح کے وہان جانے سے شاید مختلف معنی رکھتا - حاکم خراسان
کو اجازت حاصل کرنے کی غرض سے مشہد تار دینے کی میری اور بھی کم خواہش تھی کیونکہ
مجھے اس امر کی نسبت شبہ تھا کہ آیا وہ ایسی اجازت دینے کا مجاز بھی ہے یا نہین - اس کے
علاوہ مجھے پورا یقین تھا کہ گو مین لوٹا نہ دیا جاؤن تاہم جاسوس میرے پیچھے پیچھے ضرور آئینگے
ایرانی لوگ اجنبیون کو اور بالخصوص اون لوگون جو کسی چیز کا نقشہ کھینچین یا کوئی سوال پوچھین
یا پیمایش کرین یا اپنی جیب مین سے کوئی آلہ نکالین اس درجہ شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہین کہ اگر
اونہین سیاح کا ارادہ پیشتر سے معلوم ہوجاے تو تحقیقات کی غرض سے کسی مقام کے دیکھنے
مین کامیابی نہین ہوسکتی - لہذا مین نے یہ عزم کر لیا کہ کسی شخص پر اپنا عندیہ ظاہر نہ کرون گا بلکہ
یہ ظاہر کرونگا کہ مین مشہد کو جارہا ہون اور ممکن ہے کہ راستہ مین شکار کی غرض سے کچھہ

دیر کیلیے راہ چھوڑ کر پہاڑون مین چلا جاؤن - درحقیقت میرے دل مین یہ بات تھی کہ جو راستہ[له] شاہراہ کے علاوہ مجھے مل سکا اوسے اختیار کرونگا اور دیکھونگا کہ آیا یکہ و تنہا کسی کو اطلاع یا اپنے آنے کی خبر دیے بغیر مین قلات تک پہونچ سکتا ہون یا نہین -

ایلخانی کی وکٹوریا گاڑی

ایلخانی کی نگرانی کی رو سے بچنے مین بہت بڑی مشکل پیش آئی - اوس کو نہ صرف اسبابت کے تجسس کا شوق بدرجہ غایت دامنگیر تھا کہ مین کہان کہان جانیکا قصد رکھتا ہون بلکہ وہ اس امر پر بھی مصر ہوا کہ مین مشہد تک اوس کی نئی روسی ساخت کی وکٹوریا گاڑی مین سفر کرون - چنانچہ اوسنے مجھے یہ دہمکی بھی دی کہ اگر تم میری گاڑی مین نہ جاؤگے تو جو چاندی کی جیبی گھڑی تم نے مجھے دی ہے وہ مین پھیر دونگا - مین نے بہتیرا اوس سے کہا کہ مجھے گھوڑے کی سواری زیادہ پسند ہے مگر اوس نے ایک نہ سنی اور یہ جواب دیا کہ آگے چلکر جی بھر کر گھوڑے کی سواری کر لینا جب مین نے یہ عذر پیش کیا کہ جو گاؤن رستہ مین پڑتے ہین مین وہان ٹھہرتا ہوا جاؤنگا تو اوس نے کہا کہ گاڑی بھی آپ کے ساتھہ ساتھہ ٹھہرتی ہوئی جا سکتی ہے - آخرکار بصد وقت فیصلہ اس بات پر ہوا کہ مین پہلی منزل گاڑی مین جاؤن اور وہان سے اوسے لوٹا دون - کوچان سے میری روانگی نہایت پرتکلف طور پر عمل مین آئی - خان بازا بین میرے ساتھہ ساتھہ ہاتھہ مین ہاتھہ دیے کچھہ دور تک پیدل آیا اور

له مجھے اس قسم کے کسی راستہ کا حال معلوم نہ تھا - جو چند سیاح مجھہ سے پیشتر قلات نادری کو گئے وہ سیدھے مشہد سے گئے -

پھر اوسنے مجھے گاڑی مین جو ماسکو کی بنی ہوئی تھی اور جدید ترین اور نہایت ہی خوشنما وضع کی تھی (معلوم نہین یہ تحفہ اوسے کس نے بھیجا) سوار کرایا۔ گاڑی مین چار سبزہ گھوڑے جتے ہوئے تھے اور گھوڑون پر سوار بیٹھے ہوئے تھے۔ گاڑی کے آگے آگے غلام گھوڑون پر سوار رستہ صاف کرتے جاتے تھے اور کچھہ ملازم گاڑی کے ساتھہ ساتھہ چلے آرہے تھے۔ اس شان سے خان کی وکٹوریا گاڑی مجھے لئے ہوئے آہستہ آہستہ شہر کے باہر نکلی۔

از کوچان تا بہ چمکیہ

یہ راستہ کا ابتدائی حصہ اوس شاہراہ پر واقع تھا جو مشہد کو جاتی ہے کیونکہ شبہ کے رفع کرنے کی غرض سے مین نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ رادکان تک جو شجاع الملک کے علاقہ کی سرحد ہے اور کوچان سے چالیس میل ہے اسی راستہ سے جاؤن۔ سڑک برابر مسطح چلی گئی ہے۔ البتہ کوچان سے بیس میل کے فاصلہ پر یہ اوس حد کو عبور کرتی ہے جو اترک اور کشف رود کی ندیون کے طاسون مین فاصل ہے۔ سڑک نہ تو کٹی ہوئی ہی تھی اور نہ مرمت کے اعتبار سے ہی اسکی حالت اچھی تھی۔ غرضکہ جس انجنیر نے اسے بنایا وہ اسکی تعمیر کے لئے مستحق تحسین نہین ہوسکتا۔ میرا کوچبان گاڑی زیادہ تر کھلے میدان مین ہانکتا تھا کیونکہ سڑک کو جا بجا آبپاشی کی نالیان فٹ بھر یا اس سے بھی زیادہ گہری قطع کرتی تھین جنکی وجہ سے گاڑی کو ایسے جھٹکے لگتے تھے کہ پناہ بخدا۔ شروع کے دس میل تک زمین اگرچہ اس فصل مین خود رو سبزہ سے معرا تھی لیکن سبز کھیت ہر طرف لہلہاتے ہوئے نظر آرہے تھے اور کوئی

جگہ ایسی نہ تھی جہان ہل نہ چلایا گیا ہو۔ لیکن دس میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ویرانی شروع ہو گئی۔ مین گرد کی ایک چادر مین لپٹا ہوا جا رہا تھا اور گرد پھر آگے کی چیز مجھے نظر نہ آتی تھی۔ میدان کے دونون جانب کچھ کچھ فصل سے کچی مٹی کے بنے ہوئے جھونپڑون کے گاؤن درختون کے چھوٹے چھوٹے جھرمٹون کے سایہ مین جو کسی اکیلے دکیلے نالی یا غیر مسدود قنات[1] کی وجہ سے اگ آئے تھے پناہ لیے ہوئے نظر آتے تھے۔ ان گاؤن

[1] چونکہ مجھے قناتون کا ذکر آگے چلکر بہت جگہ کرنا پڑے گا اور ایران کے مناظر اون سے نمایان طور پر معمور ہین۔ اسلیئے اون لوگون کی اطلاع کیلئے جنہون نے قنات نہین دیکھی ہین اس شئے کی ماہیت بیان کرتا ہون۔ قنات جو بلوچی اور افغانی کاریز کی ہم معنی ہے ایک زمین دوز نالی کو کہتے ہین جو کسی پہاڑی چشمہ سے اوس گاؤن مین پانی لائے جہان ترقی زراعت یا قیام حیات مقصود ہو۔ اسکے بنانے کی ترکیب حسب ذیل ہے:۔ اول اول کسی مرتفع مقام پر اتنے گڑھے کھودے جاتے ہین یہان تک کہ پانی کا چشمہ نمودار ہوتا ہے۔ اسکے بعد دوسرے سرے پر[†] جہان پانی سطح پر لانا مقصود ہو یا

[†] مجھے اپنے ایک دوست سے جو کوئٹہ اور بلوچستان کے دیگر مقامات کی اس قسم کی کاریزونکا حال بالتفصیل جانتے ہین معلوم ہوا ہی کہ قنات کے تیار کرنیکا یہ طریقہ ہی کہ اول ایک مرتفع مقام پر گڑہا کھودا جاتا ہی اور جب اوس مین پانی نمودار ہوتا ہی تو اس گڑھے سے اوس سمت مین جدھر پانی لیجانا مقصود ہوتا ہی ایک زمین دوز نالی کچھ دور تک لیجا کر ایک گہرا گڑھا سطح زمین پر سے کھلا ہوا کھودا جاتا ہی اور پانی پہلے گڑھے سے اس ڈھلوان نالی کے ذریعہ سے دوسرے گڑھے مین آکر جمع ہو جاتا ہی اور پھر اس دوسرے گڑھے سے آگے کو نالی کھودی جاتی ہے اور اسی طرح گڑھون کا ایک سلسلہ اوس مقام تک قایم کر دیا جاتا ہے جہان پانی لیجانا مطلوب ہوتا ہی۔ مصنف نے جو طریقہ تیاری قنات کا بیان کیا ہی اوس سے مترشح ہوتا ہی کہ اول ایک مرتفع مقام پر گڑہا کھودتے ہین اور پھر سمت مقابل سے جہان پانی لانا مقصود ہوتا ہی اس گڑھے کیطرف نالی کھودنی شروع کیجاتی ہے اس سے ظاہر ہوگا کہ طریقہ ثانی الذکر طریقہ اول الذکر سے مختلف ہی۔ چونکہ میری ذاتی معلومات اسبارہ مین کچھ بھی نہین اس لیئے مین کسی قطعی اور ناطق رائے کے اظہار سے قاصر ہون لیکن قیاس اس امر کا مقتضی ہی کہ جو اطلاع مجھے اپنے دوست کے زبانی معلوم ہوئی ہے وہ صحیح ہو کیونکہ اسکی تصدیق خود مصنف کے نوٹ کے آخری حصہ سے ہوتی ہی جسمین ہسپانوی غیر جوزیفا باربیرو بیان کرتا ہی کہ نالی کے تیار کرتے وقت کھدائی کا رخ اصلی گڑھے سے جسمین پانی کا چشمہ نمودار ہوتا ہی اوس مقام کی طرف ہوتا ہی جہان پانی لیجانا مقصود ہوتا ہی نہ کہ اس مقام سے خود اصلی سرچشمہ کی سمت مین۔ مترجم

مین سے پہلے ہم فتح آباد کے پاس سے ہوکر گزرے جو کوچان سے دو میل ہے۔ اوسکے بعد سرخان آیا جو سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پھر ہم جعفر آباد پہونچے جو پست

درمیانی مقامات پر کھدائی شروع کی جاتی ہے اور چشمہ کی سمت ایک خفیف سے ڈہلاؤ کے ساتھ زمین کے نیچے نیچے ایک نالی کھودی جاتی ہے۔ جون جون کھودنے والا آگے بڑہتا جاتا ہے اور نالی زیادہ گہری ہوتی جاتی ہے تو بیس بیس گز یا اس سے زیادہ کے فاصلہ پر دور گڑہے اوپر سے کھود دئے جاتے ہین اور جو مٹی نالی کے نیچے کھودنے کی وجہ سے جمع ہوگئی تہی وہ ان گڑہون کے موہنہ پر اوپر لاکر جمع کردیجاتی ہے۔ اس طرح سے کچھ عرصہ کے بعد یہ زمین دوز نالی چشمہ کے مُنہ تک پہونچ جاتی ہے اور پانی اس کی راہ سے مقام مقصود تک پہونچ جاتا ہے گڑہے بعد مین نالی کو رکاوٹون اور مزاحمتون سے صاف کرنے کی غرض سے استعمال مین لائے جاتے ہین۔ پس جب گاؤن مین کاشت کے قابل کچھ بہی زمین ہو وہ بالعموم بمنزلہ ایک زاویۃ الراس کے ہوتا ہے جہان سے قناتون کے متعدد خطوط جو بسا اوقات طول مین کئی میل ہوتے ہین متفرع ہوکر قریب ترین پہاڑ کی سمت اختیار کرتے ہین اور گڑہون کا طویل سلسلہ اسطرح ہوتا ہے کہ گویا میدان پر چھچھوندرون نے کچھ کچھ فصل سے مٹی کے بڑے بڑے ڈہیر لگا رکہے ہین۔ لیکن یہ نالیان بڑی آسانی سے بند ہوجاتی ہین یا اون مین رکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے یا کسی اور باعث سے خراب ہوجاتی ہین۔ اسپر تمام محنت رائگان جاتی ہے اور از سر دوسری نالی کھودنی پڑتی ہے چنانچہ بسا اوقات دو متوازی نالیان ایک دوسرے سے چند گز کے فاصلہ پر دیکھنے مین آتی ہین اور ان مین سے جو نالی کہ پہلے کھودی گئی تہی وہ اب بالکل ترک کردی جاتی ہے۔ ثانی الذکر نالی کے کہلے ہوئے گڑہے جس قدر خطرناک ہوتے ہونگے اوسکا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ ان گڑہون کے مُنہ پر مٹی کا جو انبار لگا ہوتا ہے وہ مینہ کی وجہ سے بہہ جاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد وہان کوئی ایسا نشان باقی نہین رہتا جس سے معلوم ہوسکے کہ یہان گڑہا موجود ہے۔ بہت سے جانور ان مین گر کر تلف ہوجاتے ہین اور اون کی ہڈیان بعض دفعہ بیچ مین اٹکی ہوئی نظر آتی ہین۔ سوار اور اونکے گھوڑے بسا اوقات ان گڑہون مین گر کر قبل از وقت فنا ہوجانے سے بال بال بچے ہین۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صاحب جو طہران مین رہتے تہے

مثلث نما قبون کا ایک مجموعہ سا ہے اور کوچان سے پندرہ میل ہے اور یہان سے چلکر
ہمارا گزر دشت آباد مین ہوا۔ سیاہ گوسفند کے بالون کے بنے ہوئے خیمے جابجا نصب تھے
اور بتاتے تھے کہ سب کے سب کردون نے ابھی تک تمدن کا سبق نہین سیکھا بلکہ اُن مین سے
بعض ابھی تک خانہ بدوش چلے آتے ہین گاہ بگاہ کوئی ویران گاؤن ہمارے دیکھنے مین آتا
تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہان کبھی کوئی قنات ہوگی جو اب برباد ہوگئی ہے یا کوئی چشمہ
ہوگا جو خشک ہوگیا ہے۔ قلاتا[ل] پہونچکر جو کوچان سے تقریباً ۲۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے

ایک دن بازلیکر شکار کے لئے باہر گئے گھوڑے پر سوار جا رہے تھے کہ دفعتاً ایک غیر مستعمل گڑھے مین گر کر
اپنے ساتھیون کی نظرون سے غائب ہوگئے مگر خیر یہ ہوئی کہ آدمیون نے فوراً اون کو گھوڑے سمیت اوپر
نکال لیا اور اون کو کوئی صدمہ نہین پہونچا۔ قناتون کے گڑھون کو جنگلی کبوترون نے اپنا گھر بنا رکھا ہے۔ ایک
گڑھے کے منھ پر کھڑے ہوکر اگر تالی بجاؤ تو دوسرے مین سے ایک جھنڈ خوف کھاکر سائین سائین کرتا ہوا نکلتا ہے
اور تمھین نہایت عمدہ نشانہ کا موقعہ دیتا ہے۔ دولت وینس کے ایک سفیر سینر جوزیفا باربیرو نے چارسو سال ہوے کہ
تا ... اپنے سفر ایران کے حالات قلمبند کئے تھے۔ اسمین ایک دلچسپ فقرہ قناتون کے کھودنے کی کیفیت کے متعلق بھی
درج ہے۔ سولھوین صدی مین اس سفرنامہ کا ترجمہ انگریزی مین ہوا۔ ہم اسمین سے اس مقام کا اقتباس کرتے ہین "دریا
کے کنارے کے قریب وہ کنوئین کی شکل کا ایک گڑھا کھودتے ہین اور وہان سے اوس مقام کی سمت مین جہان
اونھین پانی لے جانا مقصود ہو ایک زمین دوز کھائی جو متذکرہ بالا گڑھے سے زیادہ گہری ہوتی ہے کھودنا شروع کرتے
ہین اور جب کوئی بیس قدم کے قریب کھود چکتے ہین تو ایک اور گڑھا پہلے گڑھے کیطرح کھودتے ہین اور اسی طرح کچھ کچھ فصل
سے گڑھے کھودتے ہوئے وہ اس نالی کے ذریعہ سے جہان پانی لیجانا چاہتے ہین لیجاتے ہین" لیکن یہ طریقہ اس سے
بھی زیادہ قدیم ہے کیونکہ پالیبیس نے بھی اسکا ذکر کیا ہے۔

ل قلاتا (قلات کا) جمع کا صیغہ ہے اور اس سے مراد ہے ایسے مواضع یا دیہات کا مجموعہ جن مین سے ہر ایک اپنا جداگانہ نام رکھتا ہے

مین نے وکٹوریا گاڑی کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ دوسرے دن علی الصباح کوچان کو واپس چلی جائے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر اور مشہد کی شاہراہ اور تار برقی کے کھمبون کو اپنی دہنی طرف چھوڑ کر مین آٹھ میل کا مزید فاصلہ طے کر کے چگیر مین جو رادکان سے کچھ ادھر ایک چھوٹا سا گاؤن ہے پہونچا۔ جب ہم میدان کو جو اب سبزہ سے بالکل معرا ہو گیا تھا طے کر رہے تھے تو پانی کی ایک جا نفزا جھیل جسکا منبع مشرق کا سراب تھا افق پر موجین مارتی ہوئی ہمکو دکھائی دینی شروع ہوئی اور جون جون ہم آگے بڑھتے جاتے تھے وہ پیچھے ہٹتی جاتی تھی۔ سر شام شمالی و مشرقی پہاڑیون پر جنھین ڈھلتا ہوا سورج بصد آب وتاب منور کر رہا تھا ایک عجب دلکو لبھانے والی گلابی اور مرجانی رنگ کی جگمگاہٹ نمودار ہوئی اور مقابل کا سلسلہ کوہ جسپر تاریکی چھا چلی تھی زبرجدین غبار کا نقاب اوڑھ کر کچھ دیر کے لیے حسن عالم سوز کی جلوہ گاہ بنگیا۔ لیکن زیادہ عرصہ گزرنے پایا تھا کہ دونون مین تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ ایک کی رنگت تو بادامی اور دوسری کی خاکستری ہوگئی۔ مین گاؤن کے باہر درختون کے ایک جھرمٹ کے نیچے خیمہ زن ہوا۔

پیال کو پرانے طریقہ پر کوٹ کر بھوسا بنانا

جن گاؤن کے پاس سے ہم دن کے وقت گزرے اون مین سے ایک مین مین جو کے پیال کو کوٹ کر بھوسا بنانے کا قدیم طریقہ عمل مین آتے ہوئے دیکھا۔ گاؤن کی چار دیواری کے باہر کٹی ہوئی مٹی کا ایک فرش تیار تھا جس پر پیال بچھا دیا گیا۔ اس کے بعد لکڑی کی میخین باہر کی طرف کو نکلی ہوئی تھین (اسکی شکل باجے کے صندوق کے بیلن

سے ملتی تھی) اور جس مین بیل جتے ہوئے تھے آہستہ آہستہ پیال کے ڈھیر پر پھرایا جاتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ پیال کٹ کٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑون کی شکل مین بدل گیا جسے ایران مین کاہ کہتے ہین۔ یہی کاہ ایران مین گھوڑون اور خچرون کا عام چارہ ہے۔ پیال کے کوٹنے کا یہ طریقہ اور جو آلہ اسکے لیے استعمال مین لایا جاتا ہے قدامت کے اعتبار سے مشرق کی اکثر عادات اور ظروف کے ہمسر ہین۔ دو سو سال سے زیادہ کا عرصہ منقضی ہوتا ہے کہ چارڈن[1] اور اوس سے بھی پہلے کے سیاحون نے اس طریقہ کو بالتفصیل اپنے سفر کے حالات کے ضمن مین بیان کیا اور اسمین ذرا شک نہین کہ اب سے دو سو سال بعد بھی دور دراز دیہات مین یہی طریقہ دیکھنے مین آئے گا۔

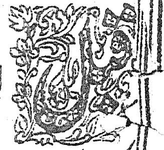
کیمپ (پڑاؤ) کی زندگی

جس وضع و روش سے پڑاؤ مین زندگی بسر کی جاتی ہے اوسکی دلچسپیون اور مختلف الالوان کیفیتون سے طبیعت کبھی اچاٹ نہین ہوسکتی مسافر دن بھر سفر کرنے کے بعد گھوڑے پر سوار منزل پر پہونچتا ہے اور درختون کے سایہ مین اور اگر ممکن ہو تو بہتے پانی کے قریب اپنی فرودگاہ کے لیے کوئی دلکشا مقام تجویز کرتا ہے۔ زمین پر دری بچھا کر وہ کچھ دیر کے لیے لیٹ جاتا ہے اور ستانے سے جو سرور پیدا ہوتا ہے اوسکی لذت سے متمتع ہوتا ہے۔ گاؤن والے چارون طرف جمع ہو جاتے ہین اور اوسے گھورنے لگتے ہین۔ کچھ پیسے ایندھن اور چارہ بہم پہونچا دیتے ہین۔ تھوڑی دیر مین آنچ سلگنے لگتی ہے۔ سماوار تیا

[1] دیکھو "وائجیز" (حالات سفر) جلد چہارم صفحہ ۱۰۵ الی ۱۰۶۔

سے کام و زبان کو تازہ کرنے والی بھاپ نکلنے لگتی ہے اور چاء کا ایک خوشگوار اور مفرح پیالہ تھکے ماندے مسافر کے لیئے دنیا کی تمام نعمتون سے زیادہ خوش طعم ثابت ہوتا ہے اتنے مین باقی کا کیمپ آ پہونچتا ہے۔ سائیس گھوڑون پر سے زین اوتارتے ہین۔ اونہین کھریرا کرتے ہین۔ کان سے لیکر دم تک اونہین ایک کمل اوڑہا دیتے ہین اور کھونٹون سے باندہ کر اونکے منہ مین گھاس اور بھوسے سے بھرے ہوئے توبرے چڑہا دیتے ہین خچرون کی پیٹھ پر سے خیمے اور بستر اور کھانا پکانے کے برتن اور دوسرا سامان اوتار لیا جاتا ہے اور خچر اپنے بار سے سبکدوش ہو کر فوراً ہی سب سے پاس کے درخت کی طرف بھاگ اوسکے تنے سے اپنے پٹھے کھجانے لگتے ہین اور پھر مزے مین آ کر زمین پر لیٹ جاتے ہین اور ہوا مین پاؤن بلند کر کے فرش خاک پر قلابازی لگانے کی بے نتیجہ کوشش کرتے ہین۔ ادھر باورچی اپنے کام مین سرگرمی کے ساتھ مشغول ہے اور جو آگ پہلے ہی سے دہک رہی تھی اوسے چولہے مین جو اوس نے جلد جلد بنایا ہے۔ جھونک رہا ہے۔ دوسری طرف زمین مین خیمہ کی میخین ٹھونکی جا رہی ہین۔ تھوڑی دیر مین خیمہ نصب ہو جاتا ہے اور مسافر اپنے پلنگ پر لیٹ کر دن کے واقعات سے استحضار کرتا ہے۔ اپنا روزنامچہ قلمبند کرنے کیلیئے اپنے برے برے ہٹتے والے ارادہ کو منت سے خوشامد سے آمادہ کرنیکی کوشش مین مصروف ہوتا ہے اور پھر کھانیکی تسلی بخش آمد کا انتظار کرتا ہے۔ ساڑھے آٹھ یا نو بجے تمام کیمپ پر خچرون کی گھنٹیون کی ٹن ٹن یا گھوڑون کی گاہ بگاہ کی ہنہناہٹ کے علاوہ خاموشی طاری ہو جاتی ہے کیونکہ پانچ بجے صبح کے پھر وہی کوچ کا سامنا ہے۔

میرا اصلی



اِسکے کہ مین آگے روانہ ہون مین صرف اس باب کے مقاصد کے لئے اپنے ملازمین کا تعارف ناظرین سے کرایا چاہتا ہون کیونکہ اس باب مین اون کا کئی مرتبہ ذکر آئیگا۔

میرے ملازمون کا سرگروہ رمضان علی خان نامی ایک ایرانی الاصل افغان تھا (یعنی اوسکا مورث اعلیٰ ایک ایرانی تھا جو نادر شاہ یا احمد شاہ درانی کے ساتھہ گذشتہ صدی مین افغانستان آیا اور یہین اوسنے بود و باش اختیار کرلی) جو ہندوستانی فوج "گائڈس" رسالہ مین دفعدار ہے۔ اس فوج مین ہندوستان کی شمالی و مغربی سرحد سے اسی قسم کے لوگ بھرتی کئے جاتے ہین اور مہمات سرحد یا خدمت خارجہ پر مامور کئے جاتے ہین۔ رمضان علی جرنیل مکلین مشہد کے انگریزی قونسل جنرل کے ہمراہ ہندوستان سے آیا تھا اور ایشیائی قوم کا ایک نہایت عمدہ نمونہ تھا۔ جرأت۔ حکمت عملی۔ شہسواری اور شریفانہ عادات کے گوناگون اوصاف سے متصف ہونے کے ساتھہ اوسے یقین واثق تھا کہ دنیا مین کوئی قوم انگریزون کی ہمسر نہین۔ کرنیل سٹوارٹ نے جو مشہد مین جرنیل مکلین کے قایم مقام تھے ازراہ عنایت مجھے اپنے ذاتی ملازم گریگوری نامی جلفا کے ایک ارمنی کی خدمات مستعار دی تھین۔ اس شخص کو انگریزی بقدر ضرورت اور فارسی بہت عمدہ آتی تھی اور اس سلئے وہ میرے لئے نہایت عمدہ ترجمان ثابت ہوا[1]۔ اسکے علاوہ کرنیل موصوف نے اپنا باورچی بھی

---

[1] افسوس کہ چند ہفتہ بعد مشہد سے طہران کو جاتے وقت اس بیچارے کا رستہ مین انتقال ہوگیا۔

میرے ساتھہ کردیا تھا اور مزید بران دو ترکمان سوار جن کا ایک چھوٹا سا رسالہ گورنمنٹ
ہندوستان کی طرف سے مشہد مین رہتا ہے اور جو مشہد اور ہرات کے درمیان انگریزی
ڈاک لے جانے پر مامور ہین میرے ساتھہ متعین کردے تھے۔ یہ لوگ پنجدہ کے ساری
ترکمانون کے قبیلہ سے تعلق رکھتے ہین جنہون نے ۱۸۸۵ء مین روس کی پیشقدمی سے
پہلے برطانیہ کلان کی اطاعت اختیار کرلی۔ روسی فاتحون سے ملجانا انہون نے پسند نہین
کیا کیونکہ روسیون سے انہین سخت نفرت ہے چنانچہ اب تک یہ انگریزون کی اطاعت
مین برابر ثابت قدم رہے ہین مین مقابل کے صفحہ پر توباد گلدی اپنے دونون ترکمان
سوارون مین سے بڑے کی عکسی تصویر ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہون جو مین نے بمقام
امام قلی خود کھینچی تھی اوسکی سواری مین ایک نقرہ رنگ کا ترکمانی گھوڑا تھا جسکی دم حنا سے رنگی
ہوئی تھی اور اگرچہ دیکھنے مین اس گھوڑے کی صورت کچھہ اچھی نہ تھی پھر بھی کاروان کے دوسرے
جانورون کے مقابلہ مین ہمیشہ وہ زیادہ لمبی منزل طے کرسکتا اور زیادہ تیز جاسکتا تھا۔
یہہ گھوڑا عام طور سے قدم چال چلتا تھا جو ترکمان اپنے گھوڑون کو سکھاتے ہین اور یہ
چال چلتے وقت اپنی پچھلی ٹانگین بہت کھلی رکھتا تھا۔ ایرانی لوگ اس خصوصیت کو گھوڑے
مین عمدہ علامت خیال کرتے ہین اور اسکو اس بات کی دلیل سمجھتے ہین کہ ایسے گھوڑے
کے تیور نہین لگتے اس قسم کے گھوڑے کو ایران مین اسپ شلواری کشاد کہتے ہین توباد گلدی
جب میرے آگے آگے جاتا تھا تو مجھے ہمیشہ اوسکے "گادم" گھوڑے کی چال پر بے اختیار
ہنسی آتی تھی اور مین چلتے چلتے اوسکی عکسی تصویر اپنے فوٹوگرافی کے کمرے سے لیکر اپنی

ضیافت طبع کا سامان بہم پہونچایا کرتا تھا اور جب یہ تصویرین تو بادگدی کو دکھاتا تھا تو وہ بھی دانت کھول دیتا تھا۔ اب میرا صرف ایک اور ایسا نوکر باقی رہگیا ہے جسکا ذکر مجھے کرنا ہے اور وہ شکر اللہ نامی میرا ایرانی سائیس تھا۔ شکر اللہ مجھے عاشق آباد مین ملا تھا اور اوسکی نسبت نہ تو مین یہ کہہ سکتا ہون کہ وہ مستعد تھا اور نہ یہی کہہ سکتا ہون کہ کام چور تھا مین ذیل مین اپنے ہفتہ آیندہ کے روزنامچہ کا اقتباس درج کرتا ہون کیونکہ جس اطلاع پر یہ متضمن ہے وہ ایسے سیاح کے لئے جو بعد مین اسی راستہ سے سفر کرے مفید متصور ہوگی۔

رادکان کا برج

۔ اکتوبر۔ سات بجے صبح کے روانہ ہوکر اور سات میل کا فاصلہ طے کرکے ہم ساڑہے آٹھ بجے رادکان پہونچے یہ ایک گاؤن ہے جسمین چارسو سے لیکر ۵۰۰ گلی مکانات ہونگے اور میوہ دار درختون کے دلفریب جھرمٹ اسکے اطراف وجوانب مین پائے جاتے ہین۔ یہان کے باشندے کیوان لوگرو ہین۔ داہنی طرف مجھے سعیدان (یا سعید آباد) نظر آیا جو مشہد کی سڑک پر ایک گاؤن ہے اسی سمت مین اوس عجیب وغریب برج یعنی میل رادکان پر بھی میری نظر پڑی جو ایک بلند مدور عمارت ہے اور بظاہر اوس زمانہ سے تعلق رکھتی ہے جو عربون کی فتح ایران کے بعد ظہور مین آیا۔ البتہ اس عمارت کی صحیح غرض و غایت اب تک دریافت نہین ہوئی۔ اس کا بیرونی حصہ اینٹ کے نالی دار ستونون پر مشتمل ہے جنکی چوٹی کے گرداگرد مخروطی چھت کے نیچے جلی

خط کوفی مین برنگ لاجوردی ایک کتبہ لکھا ہوا تھا۔ اسکے اندرونی حصہ مین ابتدائ تین منزلین تھین جنکا منہدم ہو کر نام و نشان بھی نہین رہا۔

ادونووَن جس نے اس عمارت[۱] کا احتیاط کے ساتھ معائنہ کیا کہتا ہے کہ یہ عمارت نہ تو رہنے کا مکان ہوسکتی ہے اور نہ مقبرہ۔ اس دعوے کی شق ثانی کی وہ کوئی توجیہ نہین کرتا اور ایسے لوگون نے جن کا حق رائے زنی اس قسم کے امور مین مسلّم قرار پاچکا ہے اس کی نسبت یہ خیال کیا ہے کہ یہ خراسان کے تاتاری فرمان رواؤن مین سے کسی کا مقبرہ ہے اگرچہ یہ مفروضہ بھی کہ اس برج کو کسی زمانہ مین فوجی ضروریات کیلئے تعمیر کیا گیا ہو گا قابل التفات ہے۔ کرنل اسٹوارٹ کا قیاس ہے کہ یہ مینار شکار[۲] کے مقصد سے بنایا گیا ہو گا۔ یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ اسی قسم کا ایک برج ایک دوسرے گاؤن کے قریب استرآباد و کرز کی سرحد

[۱] "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد دوم صفحہ ۲۲ - الی - ۲۴ -

[۲] "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرافیکل سوسائٹی" (سلسلہ جدید) جلد سوم (۱۸۸۱ء) کرنل اسٹوارٹ نے رادکان کے متعلق یہ بھی بیان کیا ہے:- "اس ضلع مین ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی نسل کے اونٹ ہوتے ہین خراسان کا اونٹ اپنے قد و قامت اور توانائی کے لئے مشہور ہے۔ اس کے بال لمبے لمبے ہوتے ہین اور معمولی عربی یا ایرانی اونٹ کے مقابلہ مین یہ سردی گرمی اور زحمت زیادہ برداشت کرسکتا ہے۔ بہترین جانور وہ ہوتے ہین جو باختر کے اونٹ یعنی دو کوہان والے جانور اور عرب کے اونٹ یعنی ایک کوہان والے جانور کے میل سے حاصل کئے جاتے ہین۔ پہلی جھول مین جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنی قسم کا بہترین ہوتا ہے۔ معمولی ایرانی اونٹ عموماً ۳۲۰ پاؤنڈ (۴ من) اور ہندوستانی اونٹ ۴۰۰ پاؤنڈ (۵ من) بوجھ لیجا سکتا ہے - لیکن خراسان کی نسل کا اونٹ ۶۰۰ پاؤنڈ (۷½ من) بلکہ ۷۰۰ پاؤنڈ (۸¾ من) بوجھ کا متحمل ہوسکتا ہے -

کے درمیان واقع ہے۔ اور اس برج کا نام بھی رادکان ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس نام سے جو نہ موجودہ فارسی ہے اور نہ ترکی۔ عمارت کی غرض وغایت کا کچھ نہ کچھ تعلق ہوگا۔

سفر پشتہ

دو تومین نے گاؤن کے باہر قیام کیا اور رمضان علی کو اس غرض سے گاؤن مین بھیجا کہ قلات تک ہماری رہنمائی کرنے کے لئے کسی شخص کو اُجرت پر بطور بدرقہ مقرر کر کے لے آئے کیونکہ مین نے کوچان مین ایک افغان تاجر کی زبانی سنا تھا کہ یہان سے ایک راستہ پہاڑون مین سے ہوتا ہوا قلات کو جاتا ہے۔ ایک شخص نے تین قران کے معاوضہ مین پشتہ تک جس کا فاصلہ ۶ فرسخ تھا ہماری رہنمائی کرنے کی حامی بھری۔ اوس نے بیان کیا کہ پشتہ سے آگے مین کبھی نہین گیا لیکن وہان سے کوئی دوسرا بدرقہ مل جائیگا جس وقت ہم گاؤن کی چاردیواری کے باہر ایک کھیت مین جو حضرت امام رضا علیہ السلام کی خانقاہ واقع مشہد کے اوقاف مین سے تھا۔ بیٹھے ہوئے انتظار کر رہے تھے تو رادکان کا رئیس (یہ ایک سبز عمامہ پوش سید تھا جسکے ذمہ اس علاقہ کا انتظام تھا) کچھ لوگون کو ساتھ لئے تمباکو کے ایک کھیت کے معائنہ کے لئے باہر نکلا۔ فصل کو دیکھ کر اوس نے بآواز بلند اپنی بے اطمینانی کا اظہار کیا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ سال آیندہ تمباکو کے بجائے یہان گیہون بوئے جائین۔ ہم پھر دس بجے روانہ ہوئے۔ پشتہ تک کی منزل بڑی لمبی اور کٹھن تھی کیونکہ آفتاب کی تمازت بدن کو جھلسے ڈالتی تھی۔ اور کچھ دیر کے بعد گرم لو

چلنی شروع ہوئی جس نے صحرا کو گرد و غبار کے دم گھوٹنے والے بگولون سے بھر دیا۔ رادکان سے قریباً دس میل کے فاصلہ پر راستہ پہاڑیون کے اوس پہلے سلسلہ کے دامن مین داخل ہوا جو میدان کے شمال کی جانب واقع تہا اور پھر ایک سیل کی خشک تہ کو عبور کرتا ہوا ایک سطح مرتفع پر جا پہونچا جو اس علاقہ کے خاص کوہستانی سلسلہ اور وادی مشہد کے درمیان کی تدریجی سطوح مرتفع مین سے پہلی تھی۔ اس گرم و خشک ریگستان مین کہین کوئی گاؤن واقع نہ تھا۔ اور سبزہ اور پانی کا کہین نشان تک نظر نہ آتا تھا۔ رادکان سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہم ایک مدور قعر کے پاس سے ہو کر گذرے جو گہری اور پتھریلی دیوارون سے محیط تھا اور جسکے ایک کنارہ پر ایک چٹان کے نیچے جسپر کسی زمانہ مین ایک قلعہ بنا ہوا تھا شیرین [51] کا گاؤن ایک ندی کے کنارے پر واقع تھا۔ اس کو طے کر کے شمال کی جانب بڑھتے ہوئے ہم ایک دوسری بلند سطح مرتفع پر پہونچے جو کئی میل تک ہزار مسجد [52] یعنی خاص سلسلہ کوہ کے دامن کی طرف پھیلی ہوئی ہے۔ اسکے طول مین کچھ کچھ فصل سے

[51] جو نقشے میرے دیکھنے مین آئے ہین اون مین سے کسی مین یہ نام مینے نہین دیکھا۔ اور اسلئے مین نے اوسے اوسی طرح ادا کیا ہے جیسا کہ مینے اوسے سنا۔

[52] اس سلسلہ کوہ کی مخروطی چوٹیون کو مسلمان زایرون کے تصور نے بہت سی مسجدون کے مینارون سے تشبیہ دی ہے اور اسی لحاظ سے اسکو ہزار مسجد کہا گیا ہے۔ ہزار کا لفظ فارسی مین کثرت محض کے معنون مین استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ مسلمانون کے اعتقاد مین ہزار پیغمبر اب تک مبعوث ہوئے ہین اور ہر ایک سے ایک ایک مسجد منسوب ہے۔

گرمی پشان اور اردوخ کے گاؤن واقع ہین - ہم موضع پشتہ مین خیمہ زن ہوئے جو اس وسیع کوہستانی چبوترہ کی جانب جنوب رادکان سے کچھ چھہ فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے - باہر میدان مین خانہ بدوش کردون نے ایک بہت بڑا پڑاو ڈال رکھا تھا - اور اونکے سیاہ کئی چوبون والے خیمے اور کثیر التعداد ریوڑ ہکو نظر آرہے تھے -

سفر یلغار

۱۹ - اکتوبر - ہم پونے سات بجے صبح کے روانہ ہوئے اور میدان کو طے کرتے ہوئے سیدھے موضع اردوخ (یا اردراخ) مین جو دومیل کے فاصلہ پر سلسلہ کوہ کے دامن مین واقع تھا پہونچے - یہان ہم نے ایک چوڑی مگر خشک سیل کی تہ کو عبور کیا جو چٹان کی دیوارون مین سے لہراتی ہوئی گزرتی تہی - ایک میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہمارا گزر ایک میدان مین ہوا جہان دو درے آپس مین ملتے تہے - ہم دہنی طرف والے درہ مین داخل ہوئے اور ایک کوہستانی وادی کو قطع کرتے ہوئے موضع اوغزا مین جا پہونچے جو اسکے ایک طرف کو چٹان کی ایک بہت بڑا زاویہ منفرجہ بناتی ہوئی ڈہال پر شاخہائے سبز اور ریاحین کا لباس پہنے واقع ہے - یہان ہم نے ایک بدرقہ اپنے ساتھ لیا اور اوسکے پیچھے پیچھے ایک تنگ و عمیق درہ مین داخل ہوئے جو پہاڑ کو اس طرح سے قطع کر رہا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی دیو نے اپنے عظیم الشان تیشہ سے سنگ خارا کا پہلو چیر دیا ہے - اس کی دیوارین بالکل عمودی تہین اور بعض بعض مقامات پر کئی صدیون کے طوفان کی وجہ سے ان کا اوپر کا حصہ جہروکے والی

برجیون اورمیناروں کی شکل مین منتقل ہوگیا تہا- اس کی تہ مین ایک ندی شور مچاتی ہوئی بہہ رہی تھی جس نے اپنی پتھریلی گزرگاہ پہ مسلسل و متصل کاوش سے جابجا ڈابر پیدا کردئے تھے بصد دقت و زحمت ہمارے گھوڑون نے اس صعب المرور مقام کو طے کیا۔ یہ عظیم الشان درہ جسکی دیوارین سلسلہ و سلسلہ ایک دوسرے کے پیچھے تدریجی چبوترون کی شکل کی ہین ایک چھوٹے سے معیار پہ بعینہ ایری زوناؔ[1] کے اوس بے نظیر مگر غیر معروف دہانہ کے مشابہ ہے جس مین دریائے کالوریڈو بہتا ہے- اس عظیم الشان درہ مین دو گھنٹہ تک سفر کرنے کے بعد ہم اسکے داہنے یعنی مشرقی پہلو پر چڑھے اور پہاڑون کے اوپر اوپر شمالی و مشرقی سمت اختیار کرتے ہوئے پہاڑیون کا ایک دوسرا سلسلہ طے کرنے کے بعد ہم ایک نئی وادی مین داخل ہوئے جو چشمون اور ندی نالون کی فراوانی سے سیراب تھی اور جہان موضع قریش کے باشندون کی کہیتیان لہلہا رہی ہین- جسقدر پہاڑی گاؤن مین نے دیکھے اون سب مین یہ گاؤن قابل ذکر ہے- یہ ایک ڈہلوان چٹان کے پہلو پر واقع تھا اور اسکے مکانات بالکل ان گھرہترون کے تھے- جن کی چنائی مین زیادہ صفائی کا لحاظ نہین رکھا گیا تھا- ان سب کے اوپر ایک قدیم پتھر کے قلعے کے کھنڈر ایک چوٹی پر سے تیوری چڑہائے ہوئے نظر آتے تھے- آفتاب کی پوری روشنی

---

[1] ایری زونا ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا وہ علاقہ ہے جسکے شمال مین کوٹا- مشرق مین نیو میکسیکو- جنوب مین ریاست میکسیکو- اور مغرب مین نواڈا اور کیلی فورنیا واقع ہین- اس کا رقبہ ۱۱۳۹۱۶ میل مربع ہے- آبادی حسب مردم شماری ۱۸۸۰ء علاوہ ۲۲ ہزار اصلی باشندون کے ۴۰۴۴۰ تھی۔ ایری زونا شمالی امریکہ کی مغربی سطح

مین بھی اس مقام کے دیکھنے والے کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا اس پر تاریکی چھا رہی ہے یہان سے ہم شمال کی جانب پلٹے اور پہاڑیون کی ایک دوسری قطار کی زینہ پیمائی کر کے ایک اور وادی مین داخل ہوئے جہان بلغار کا خوشنما گاؤن آباد ہے یہان نو گھنٹے کی منزل طے کرنے کے بعد ہم شب باش ہوئے گو کہ راستہ کے پتھریلے اور دشوار گزار ہونے کے باعث ہم نے غالباً چوبیس میل سے زیادہ کی مسافت نہ طے کی ہو گی۔

بدرقہ کو زد و کوب ہوئی

ہم خیمہ زن ہو چکے تو مین نے سنا کہ جس کسان نے دوپہر کے وقت ہماری رہبری کی تھی اوسے اپنے گاؤن کو واپس جاتے وقت ایک ایرانی سوار نے بے طرح مارا

مرتفع کا ایک نہایت وسیع حصہ ہے جو جنوب کے طرف ڈھلتا ہوا چلا گیا ہے اور شمال و مشرق سے جنوب و مغرب کی سمت مین عظیم الشان سلسلہ ہائے کوہ جو زیادہ تر راکی ماؤنٹین کی کنگرہ دار شاخون پر مشتمل ہین۔ قطع کرتے ہین اس کوہستان کی ایک ایک چوٹی کا ارتفاع ۱۲ ہزار سے لیکر چودہ ہزار فیٹ تک ہے۔ دریاب کالوریڈو اپنی معاون ندیون کے ساتھ اس علاقہ کو سیراب کرتا ہے۔ سطح مرتفع ایزی زونا کا ایک نہایت ہی حیرت انگیز اور دل پر بے اختیار اثر پیدا کرنے والا انظارہ یہ ہے کہ ان ندیون اور دریاؤن نے ہر سمت مین اسے غیر معمولی گہرائی سے چیر رکھا ہے۔ اسطرح پر جو گزرگاہین ترکیب پائی ہین۔ اونھین لفظ "کنان" (درہ) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان کے دونون طرف کی دیوارین بعض جگہ کئی ہزار فیٹ کی بلندی کو پہونچتی ہے۔ سب سے زیادہ مشہور دریائے کالوریڈو کا عظیم الشان دہانہ ہے جو چار سو میل لمبا ہے اور جسکی دیوارون کا ارتفاع پندرہ سو میل سے لیکر چھ ہزار فیٹ ہے۔ چنانچہ اسی منظر کی طرف مصنف ممدوح نے متن مین اشارہ کیا ہے۔

پنٹیا۔ میرے ملازمون سے اوس نے پہلے ہی سے کہدیا تہا کہ راستہ تو مین دکہا تا ہون لیکن میری خیر نہین معلوم ہوتی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن تین قران کی طمع ایسی نہ تہی کہ اسکے مقابلہ مین وہ زد و کوب کی کچھ پروا کرتا۔ میری ایک ملازم نے اس بیچارے کے چیخنے اور چلانے کی آواز سنی اور سوار کو اوسے مارتے ہوئے دیکھا لیکن یہ سوار ہمین نہ تو اس کے بعد ملا اور نہ ہم کو اوسکا کچھ حال معلوم ہوا وہ غالباً ان مقامات مین حکومت فارس کا یکہ و تنہا قایم مقام تھا اور ایک کثیر التعداد کاروان کے مقابلہ مین اپنے اقتدار اور شان و شکوہ کے اظہار کا چندان آرزومند نہ تہا۔

از بلغار تا بہ دارده



اکتوبر - باوجودیکہ ہماری رہبری کا خمیازہ پہلے ایک شخص اس بری طرح سے اٹھا چکا تہا۔ پھر بھی آج صبح ایک اور بدرقہ ہمین مل گیا ایک گھنٹہ تک ہم اون پہاڑیون پر چڑہتے اور پھر ان پر سے اترتے رہے جو مریش کی جانب شمال واقع ہین۔ اور پھر شمال کیطرف رخ کر کے ہم آخر الامر اوس راستہ پر ہو لئے جو مشہد سے قلات کو جاتا ہے اس راستہ پر جو ایک عمیق دہانہ مین سے ہو کر گزرتا ہے تار برقی کے ستون قایم تہے جن پر اکہرا تار تھا مگر ایسا ڈھیلا کہ ہمین وقتاً فوقتاً اپنے سر کو اوسکی زد سے بچانے کیلئے نیچے جہکانا پڑتا تہا۔ یہان کاروان کی وہ شاہراہ بھی ملی جو مشہد سے قلات نادری کو جاتی ہے اور جسکو اکثر انگریزی سیاحون نے جو نادر کا قلعہ دیکھنے گئے اختیار کیا ہے[۱] یہان سے یہ راہ ایک تنگ اور

---

[۱] جن انگریزون نے قلات کو دیکھا اور اوسکا حال بیان کیا وہ حسب ذیل ہین:- (فریزر نے ۱۸۲۲ء مین بالنتوش خان

عمیق درہ مین سے ہوکر گزرتی ہے جسکی دیوارین اسقدر قریب قریب ہین کہ بعض مقامات پر
پر صرف ایک سوار گزر سکتا ہے[۵۱]۔ اس درہ کا نام دہانۂ پیرزن ہے[۵۲] ایران مین جب کسی خاص
طور سے زشت و کریہ اور خوفناک منظر کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو اوس کو اس عجیب و غریب جگہ جیسا کہ مین آگے چلکر ظاہر
کرونگا نہایت ہی موزون تشبیہ کی وساطت سے ادا کیا جاتا ہے۔ ایک گھنٹہ مین اس دشوار گزار مقام کو طے کرنیکے
بعد ہم ایک کشادہ تر و وسیع تر وادی مین پہونچے جہان دو سڑکین پھٹ کر مشرق اور مغرب کی سمتین
اختیار کرتی ہین۔ مجھ سے یہ بیان کیا گیا کہ مغرب کی طرف والی سڑک بھی قلات ہی کو جاتی ہے

کے ساتھ مشہد سے قلات جانے کی کوشش کی لیکن مجبوراً اوسے اس کوشش کو ترک کرنا پڑا) کرنل ویلنٹاین بیکر
(۱۸۷۶ء) "کلاؤڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحہ ۱۹۴-الی-۱۱۰ + کپتان آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۶ء)
"جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" چھیالیسوین جلد صفحات ۷۵۔ الی۔ ۷۹ و ۱۴۹۔ الی۔ ۱۵۰ + سر سی
میگگریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحہ ۶۲-۳۸ + ای او ڈونوون (۱۸۸۱ء)
"دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد دوم صفحہ ۸۲ + کپتان اے سی ییٹ (۱۸۸۵ء) "تھرو خراسان"
(سفر خراسان) مندرجہ اخبار "ڈیلی نیوز" مورخہ ۲۷ اگست ۱۸۸۵ء۔ مسٹر اے کانڈی اسٹیون نے بھی ۱۸۸۱ء مین
جب وہ سفارت انگریزی متعینہ طہران کے سکرٹری تھے قلات کو دیکھا لیکن اون کی رپورٹ عام طور پر شایع نہین کیگئی۔

۵۱ اس دشوار گزار اور ہیبت ناک تنگنا ے کے حصہ زیرین کو جس کی سنگلاخ زمین اور بھی زیادہ ناہموار ہے مین مشہد
کو واپس آتے وقت بیان کرونگا اور اوس موقعہ پر اس کی حیرت انگیز استواری اور استحکام کے متعلق میگگریگر
کی رائے کا اقتباس بھی درج کرونگا۔

۵۲ دہانہ اور تنگ دونون فارسی لفظ ہین جو درہ کے معنون مین استعمال کئے جاتے ہین لیکن فرق ان دونون
کے مفہوم مین یہ ہے کہ دہانہ تو اوس مقام یا جگہ کو کہتے ہین جو دو پہاڑیون کے قاعدہ کے مابین واقع ہو
اور تنگ سے مراد وہ گھاٹی ہے جو دو عمودی چٹانون کے درمیان ہو۔

لیکن بہت زیادہ ناہموار ہے اور گہوڑے اسپر سے گزر نہین سکتے۔ دوسرا راستہ البتہ آسان تھا اور اوسی کو عام طور پر مسافر اختیار کرتے تھے۔ چنانچہ ہم نے اپنا منہ آفتاب کی طرف موڑا اور مشرق کی سمت مین ایک مرتفع وادی کو طے کرنا شروع کیا۔ قراداغ (کوہ سیاہ) کا سلسلہ ہماری بائین طرف تہا اور اوسکے چونے کے پتھر کے نوکیلے ٹیکرون کے پہلوون پر "جونیپر" بوٹی اگی ہوئی تھی۔ اس وادی کے ایک مقام پر جہان ہمارا گزر ایک بلندی پر ہوا مشرق کی طرف ایک نہایت عالیشان نظارہ ہمارے دیکھنے مین آیا پہاڑون کی قطارین سلسلہ در سلسلہ بتدریج ڈہلتی ہوئین دریائے تجند کے طاس کیجانب (جو کشف رود اور ہری رود کے اتصال سے ترکیب پاتا ہے) اور ترکمانی صحرا کی طرف چلی گئی تہین اور صحرا کا دہندلا منظر افق کے دریچہ پر ایک ہلکے زعفرانی پردہ کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اس وادی مین کوئی ڈیڑہ گھنٹہ چلنے کے بعد ہمین ایک مقام پر دفعتہً بائین طرف کو مڑنا پڑا۔ اور ایک پگڈنڈی پر سے ہوکر جسکا نام دواہ بوینی یعنی گردن شتر ہے ہم پہاڑ پر چڑہے یہ پگڈنڈی ایسی ڈہلوان اور کسی مقام پر سے ایسی ناہموار اور کہین سے ایسی سلپٹ تہی کہ باوجود پیدل ہونے کے ہم اپنے گہوڑون کو بڑی مشکل سے اسپر چڑہا کر لیجانے مین کامیاب ہوسکے پہاڑ کی چوٹی پر پہونچکر ہمین ایک دوسری وادی نظر آئی جو اوس وادی کے متوازی تہی جسے ہم ابھی چہوڑ آئے تھے یعنی اسکا رخ شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف تہا۔ اس مین ایک چھوٹا سا گاؤن آباد تھا جسکے ساتھ ایک ٹیلے پر ایک ویران قلعہ نظر آرہا تہا۔ اس سے کچھ دور آگے چل کر دارہ کا بڑا سرخ رنگ کا گاؤن تھا۔

باغ خان

ن گاؤن کو اپنی بائین طرف چھوڑ کر ہم تار کے ستونون کی رہنمائی سے مشرق کی سمت مین فلات کی جانب روانہ ہوئے جسکی افق دوز فصیلین اب ہمکو دھندلی سی نظر آنے لگین - پانچ گھنٹہ تک وقت زین رہنے کے بعد مین کچھہ دیر کے لئے ناشتہ کرنے کی غرض سے ایک آب جوے کے کنارے ٹھہر گیا - یہ آب جوے وادی مین جو اس مقام پر ایک سنگلاخ گھاٹی کی شکل اختیار کرلیتی ہے بہ رہی تھی - مجھے یہان ٹھہرے ہوئے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ جن ترکمانون کو مین بہ ہدایت دیکر پیچھے چھوڑ آیا تھا کہ خچر والون کو راستہ بتائین اون مین سے ایک نے آکر یہ خبر دی کہ گردن شتر پر چڑھتے وقت ایک خچر پھسلکر پچاس فٹ تک نیچے لڑھکتا ہوا چلا گیا جس سے اوس کی ایک ٹانگ زخمی ہوگئی یا ٹوٹ گئی - مجھے اس خبر کے سننے سے ذرا بھی تعجب نہین ہوا کیونکہ بعض مقامات ایسے ہین جنکو ایرانی خچر بھی بغیر خطرہ مین پڑنے کے عبور نہین کرسکتے اور بلا شبہ وشک یہ ہیبت ناک قدرتی زینہ یعنی گردن شتران مین سے ایک ہے - اس بیچاری زخمی جانور کو ہم پیچھے چھوڑتے گئے تاکہ ہماری واپسی کے وقت تک اوس کی خبر گیری کی جائے اور دو میل تک گھاٹی گھاٹی چلے گئے حتی کہ اسکے مشرقی کنارہ پر ہم باغ خان کے چھوٹے سے گاؤن اور بوسیدہ قلعہ مین آپہونچے -

کوہستانی گھاٹیان

یہان پہونچکر تار کے ستونون کا رخ دفعۃً شمال و مشرق کی طرف پلٹ گیا اور

ہمین پہاڑیونکے ایک کوہان کے عبور کرنے مین جو غلطان و پیچان دور تک چلا گیا تھا اور جسکے دوسرے سرے پر ایک عمیق گہاٹی شروع ہوئی تھی ایک گھنٹہ لگا اور جب ہم اسکو طے کر چکے تو معاً ایک نیا عظیم الشان نظارہ ہماری نگاہ کے پردہ پر ہویدا ہوا۔ اب ہمین قلات کے بیرونی حصار کے جنوبی حصہ کے نالی دار برج صاف نظر آنے لگے اور حصار کے اس حصہ مین جو شگاف ہے اوسکے قریب برجون کا آکر سرنگون ہوجانا بھی ہمکو معلوم ہونے لگا۔ اس سے پرے شمال کی جانب کمتر ارتفاع کی پہاڑیان اس صورت سے پھیلتی ہوئی چلی گئی ہین کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک دریاے سنگلاخ موجین مار رہا ہے۔ اس سے بھی آگے جب پیک نظر کو مین نے دوڑایا تو مجھے افق کے قریب سمندر کی لاجوردی سطح کی تمثال قراقم (ریگ سیاہ) کا نیلگون تختہ بچھا ہوا نظر آیا جسکو مین قریباً ایک ہفتہ پیشتر عاشق آباد مین خیرباد کہہ چکا تھا۔ جہان مین کھڑا ہوا تھا وہان سے جانب شمال اگر ایک خط مستقیم کھینچا جاتا تو وہ روسی اسٹیشن کاہکا مین سے ہوکر گزرتا جو ماوراءالنہری ریلوے پر واقع ہے۔ اسی اسٹیشن یا اسکے قریب کے اسٹیشن دوشاک سے ایک سال قبل مین اور میرے ساتھی ریل سے اوترے تھے اور بغیر کسی قسم کی تیاری کے ہم نے یہ منصوبہ باندھا تھا کہ چلکر قلات اور مشہد کی سیر کر آئین۔ یہ بات ہمارے وہم و گمان مین بھی نہ گذری تھی کہ جن مقامات کی سیر کا ہم نے عزم کیا ہے اون تک پہونچنے کے لیئے ہمین کس قدر وسیع۔ ہیبت ناک اور دشوار گزار مراحل طے کرنے پڑینگے اوس موقع پر روسی حکام نے ہمین جانے سے روک[1] دیا تھا اور مین نے اپنے منصوبہ کی تکمیل کے لیئے اوسوقت سے

[1] دیکھو پرشیا اان سنٹرل ایشیا (روس کا تنزل وسط ایشیا مین) صفحہ ۱۰۱۔

لیکن اب تک کئی ہزار میل کا سفر سمت مقابل سے منازل مقصود تک پہونچنے کے لئے کیا ہے۔ الغرض ہم نے اب ایک نہایت ہی ڈہلوان اور لمبے اوتار سے نیچے آنا شروع کیا اور چونکہ ہماری بائین جانب گہاٹی کا اوتار بعض دفعہ قریباً عمودی ہو جاتا تھا اس لئے ہمین یہان زیادہ تر پیدل چلنا اور اپنے گہوڑون کو لگام تہامے ہوئے ساتھ ساتھ اپنے پیچھے پیچھے لانا پڑا۔ درہ کا پہلوے مقابل رنگین چکنی مٹی کے اجزا سے جنگلے اور پتھر پتھر پتھر کی برجیان اور مینارے سر اوٹھائے کھڑے تھے مستور تھا۔ اور جب ہم نے اس عجیب وغریب اور بوقلمون نظارہ کا تماشا دیکھا تو ہم کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا پہاڑ کو کسی میلے یا جشن کی تقریب مین ایک مختلف الالوان جامہ جس مین ارغوانی اور کاسنی رنگ کی جہالرین ٹکی ہین پہنا دیا گیا ہے[۵]۔ اس گہاٹی مین تیتر کثرت سے موجود تھے اور چار چار چھ چھ۔ آٹھ آٹھ کی ٹکڑیون مین دیکھنے مین آتے تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ وہ فراٹا بہر کر ہمارے قدمون سے نیچے سے اوڑے مگر سو گز سے زیادہ دور نہین جاتے تھے۔ اور حقیقت مین اونکو اوڑنے کے مقابلہ مین چلنے مین زیادہ آسانی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ پہاڑ کی نوکیلی اور عریان چوٹیون پر گلہریون کی طرح پہرتے تھے۔ اوتار کے نیچے آکر ہم ایک سیل کی خشک تہ مین سے ہوتے ہوئے آگے بڑھے یہان تک کہ ایک سنگلاخ دہلیز مین سے ہو اوس وادی مین آنمودار ہوئی جو وادی تلات سے پہلے کی ایک وادی

[۵] مینے سوائے دریائی یلا اسٹون (دریائے سنگ زرد) کے جو ممالک شمالی امریکہ مین واقع ہے پتھر اور مٹی مین اور کہین ایسے شوخ قدرتی رنگ نہین دیکھے۔

کے پہلے آتی ہے۔ یہان پہونچکر تار برقی کے ستون اور راستہ دہنی طرف کو مڑ گیا لیکن چونکہ اب دوپہر ڈہل گئی تھی اور ہمارے جانور ماندہ و خستہ ہورہے تھے لہذا ہم بائین طرف کو پلٹ کر ایک بڑی ندی کے کنارے کنارے ہولئے جو وادی کے بیچ مین بہ رہی تھی اور چنارون اور سفیدون کا سبز طرہ اوسکی کلغی مین لگا رہی تھی۔ اس وادی کے مُنہ پر ایک دیو قامت چنار کا درخت ایک چٹان کی جڑ مین سے جہان کسی امام زادہ کا مزار تھا اگا ہوا تھا۔ اس درخت کی شاخون پر کثرت سے مینڈہون کے سینگ لٹک رہے تھے جنہین خوش اعتقاد مسلمان زایرون نے اس خانقاہ پر تعظیم و تقدس کی اسی طرحکی اور علامات کے ساتھ چڑہاوے کے طور پر چڑہایا تھا۔ ڈیڑہ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد مین موضع اسرچہ (یا آب گرم کی چہوٹی سی گوشہ گزین بستی مین پہونچا جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسکے قریب گرم پانی کے کچھ چشمے ہین۔

آب گرم

چونکہ میرے خچر جن پر سب سامان تھا بہت پیچھے رہ گئے تھے اور اگر غروب آفتاب سے پہلے وہ منزل پر پہونچ بہی جاتے تاہم اونکے آنے کے لئے کئی گھنٹے درکار تھے لہذا مین نے قصد کر لیا کہ کم از کم ایک رات تو ضرور کسی ایرانی جہونپڑے مین گزارنی چاہیے لیکن اسرچہ کے باشندون نے ایک اجنبی کو دیکھکر اظہار مسرت نہین کیا اور نہ اپنی مہماننوازی کا ثبوت دیا۔ اول تو اونہون نے یہ بیان کیا کہ نہ تو ہم تمہارے جانورون کے لئے چارہ بہم پہونچا سکتے ہین اور نہ تمکو شب باش ہونے کے لئے کوئی مکان دے سکتے ہین۔ مگر

کچھہ رد و قدح کے بعد ایک گاؤن والے نے کچی مٹی کی ایک کوٹھری جو خالی تھی میرے حوالے کی - اور میرے بدن پر جسقدر کپڑے تھے اونہین کی مدد سے جسطرح مجھہ سے بن پڑا مین نے شب باش ہونے کیلئے مہیا کیا - خوش قسمتی سے کوئی ساڑھے دس بجے رات کے خچر آن پہونچے جسکی وجہ یہ تھی کہ ایک بدرقہ مل گیا تھا جس کی مدد سے وہ صحیح و سلامت پہاڑ سے نیچے اتر آئے -

قلات مین داخل ہونیکا امکان

دو دن مین جن دیسی لوگون سے میری ملاقات ہوئی اون سے قلات مین داخل ہونے کے امکان کے متعلق نہایت متضاد رواتین میرے سننے مین آئین بعض تو یہ کہتے تھے کہ جو شخص چاہے قلات مین جا آسکتا ہے[۵۱] اور بعض کا یہ بیان تھا کہ پھاٹک پر سخت پہرہ رہتا ہے اور کسی اجنبی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہین دیجا سکتی - پس قدرۃً یہ سوال پیش آیا کہ مجھے کس بھیس مین قلات کے اندر جانے کی کوشش کرنی چاہیئے مین یہ نہین چاہتا تھا کہ اس قدر زحمت اٹھا کر یہان تک آنے کے بعد لوٹا دیا جاؤن لیکن ساتھہ ہی مین کوئی ایسی بات بھی نہین کرنی چاہتا تھا جس سے معلوم ہونے پر شبہ پیدا ہو

۵۱ جرنیل اینٹکاف نے اثنا ادا مین مجھہ سے یہ پوچھا تھا کہ مشہد کو کوچان کی راہ سے جانے کے بجائے کیون آپ کاہکا اور قلات نادری کا زیادہ دلچسپ راستہ اختیار نہین کرتے - جرنیل موصوف نے مجھہ سے یہ بھی کہا کہ روسی افسرون کو خود ادن کی گورنمنٹ کی طرف سے داخل ہونے کی ممانعت ہے لیکن ایک انگریز کو کوئی نہین روکے گا -

یا انگلستان کی آبرو پر حرف آئے۔ جو کچھہ کہ بعد مین میرے دیکھنے مین آیا اوسکی بنا پر مین قیاس کرتا ہون کہ رات کے وقت گھوڑے پر سوار قلعہ کے اندر چلا جانا قرین امکان ہوتا گو کہ اس امر کی نسبت یقینی طور پر مین کچھہ نہین کہہ سکتا۔ بہر حال چونکہ مجھے اپنے ارادہ کا اخفا منظور نہ تھا اور بے شر و بے ضرر ہونے کے باعث وہ محتاج اخفا بھی نہ تھا لہذا مین نے قصد کر لیا کہ روز روشن مین قلعہ کے پھاٹک پر (اگر کوئی پھاٹک موجود بھی ہوا) جاؤن گا اور بلا مزاحمت داخل ہو سکا تو خیر ورنہ ہرگز داخل ہونے کا قصد نہ کرون گا۔ اسکے علاوہ اس نواح مین میرے موجود ہونیکا واقعہ ایسا نہ تھا کہ کسی نہ کسی وقت عام طور سے معلوم نہ ہو جاتا اور اسلئے تبدیل لباس یا اخفا کی کوشش مین گو عارضی طور پر مجھے کامیابی بھی ہو جاتی تاہم آخر مین جا کر راز افشا ہو جاتا۔

ہمارا قلات کے قریب پہونچنا

۱۸ اکتوبر ساڑھے چار بجے صبح کے مین اُٹھا اور پانچ بجے چاند کی چاندنی مین روانہ ہوا کیونکہ دس میل کی کڑی منزل میرے سامنے تھی۔ وادی اسرچہ کے اوس مقام تک آکر جہان ہم کل اسمین داخل ہوئے تھے ہم نے ندی کے بہاؤ کا رخ اور اسکے کنارے کنارے اختیار کیا جو یہان شمال کی طرف پلٹ کر ایک تیرہ و تار سنگلاخ گھاٹی مین جو دربند جوہر کے نام سے مشہور ہے داخل ہوتی تھی۔ اس گھاٹی کی قیرگون دیوارون کے درمیان ہمکو اپنا راستہ ندی کی تلیٹی کے اندر اور کبھی اوسکے باہر ٹٹولتے ہوئے جانا پڑا۔ چاند ہمارے سر پر بصد آب و تاب چمک رہا تھا اور ہمارے سامنے بنات النعش متانت و وقار کے

ساتھہ جھلملا رہی تھین۔ گھاٹی کے مخرج پر ایک ویران اور بوسیدہ قلعہ کھڑا تھا۔ راستہ اب چوڑا ہوتا ہوا ایک مسطح اور کشادہ وادی پر جا کر منتہی ہو گیا۔ ایک عجیب وغریب ٹیکرا کہ جسکے گریبان کو قدرت نے تشنج کی حالت مین چاک کر ڈالا تھا ہمارے دیکھنے مین آیا۔ اس کے ٹکڑے وادی کے عرض مین پھیلے ہوئے تھے اور اوسکے طبقات حجریہ کچھہ عجب طرح سے بل کھائے اور جھکے ہوئے تھے۔ کہسار کے پہلو سے نفت آمیز پانی کی نہرین نکل نکلکر ندی مین جاملتی تھین جسکی سطح پر سے ہمکو دیکھہ کر جنگلی بطخون کی ایک ٹکڑی شور مچاتی ہوئی اوپر کو اڑی۔ اس وادی کو ہم نے نصف طے کیا تھا کہ آفتاب نکلا اور اوس کی روشنی مین محلات کی جنوبی دیوار اپنی دہنی جانب ہمکو نظر آئی۔ یہ چٹان کی ایک رفیع وعظیم الشان قدرتی فصیل تھی جو وادی کی سطح سے اٹھ کر سات یا آٹھہ سو فیٹ کی بلندی تک چلی گئی تھی چوٹی پر یہ فصیل تختہ کی طرح مسطح تھی لیکن اسکے پہلو جو بالکل عمودی اور ناقابل نفوذ تھے کھردرے قدرنالی دار تھے۔ چار دفعہ مین اس رفیع الشان سد کے نیچے ادھر سے اودھر گزرا اور ہر دفعہ مین نے یہی خیال کیا کہ جو قدرتی مناظر میرے دیکھنے مین آئے ہین اون مین یہ سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے۔ اسکے بیرونی ڈھال یا پشتے نہایت ڈھلوان چٹانون اور سنگلاخ دندانون پر مشتمل ہین اور وادی پر سے ابھرتے ہوئے اسکے پہلوؤن کی طرف بڑھتے ہین اور اون کی شکل ملبہ کے عظیم الشان انبارون سے ملتی ہے جن کی نسبت بظاہر یہ گمان ہو سکتا ہے کہ اوپر سے پتھر پھینک پھینک کر یہ ڈھیر لگادیے گئے ہین جس مقام پر یہ قدرتی پشتے ختم ہوتے ہین وہان سے چٹان دیوار کی طرح سیدھی اپنی ہوائی برجیون تک اٹھی

ہوئی چلی جاتی ہے۔ چونکہ یہ دیوار قلات کا جنوب و مشرق کی طرف سے احاطہ کرتی ہے لہذا صبح کے وقت سورج کی شعاعین اس پر نہین پڑتین بلکہ یہ سایہ مین چھپی رہتی ہے۔ البتہ شام کے وقت جب سورج ڈوبنے لگتا ہے تو سنگ سرخ اوسکی ترچھی کرنون کے تلے سنگ سماق و سنگ یشب کے ستونون کی طرح جگمگا اوٹھتا ہے اور فصیل کا یہ تمام حصہ پہلو سے آتش معلوم ہوتا ہے۔

دروازۂ ارغوان شاہ

وادی کے آثار کے رُخ مین آتے وقت جہان کوئی متنفس نظر نہین آیا مین نے کچھ دور آگے ایک مقام دیکھا تھا جہان سنگلاخ فصیل کی سطح چوٹی دفعۃً خلائے محض پر منتہی ہو گئی تھی اور روس کا تسلسل بظاہر کسی دراڑ یا شگاف کی وجہ سے رک گیا تھا۔ جب ہم اس مقام کے قریب پہونچے جو اوس گھاٹی سے قریب سات میل کے تھا جس مین سے ہوکر ہم وادی کے اندر داخل ہوئے تھے تو وادی کے پہلو ملنے شروع ہوے حتیٰ کہ تھوڑی دیر مین وہ اسقدر قریب آگئے کہ صرف ایک تنگ سا راستہ باقی رہ گیا۔ جسپر ندی کی تہ نے قبضہ کر رکھا تھا۔ اس قدرتی گذرگاہ کو ایک یا دو دفعہ پیچ و خم کھا کر طے کرتے ہوئے ہم ایک چٹان کی دہلیز کے قریب پہونچے جسکا عرض کوئی بیس گز ہوگا اور جسے ایک دیوار نے بالکل مسدود کر رکھا تھا۔ اس دیوار مین اگر کوئی منفذ تھا تو وہ تین محراب نما در تھے جن مین سے ندی گزرتی تھی اور قلات کے اندر جانے والے کے لیے اگر کوئی پھاٹک تھا تو وہ یہی محرابین تھین۔ محرابون کے اوپر دیوار کا جو حصہ

ہا اوس مین مورچے بنے ہوئے تھے اور ایک کنگورہ دار فصیل بھی اوسپر موجود تھی لیکن اسکے اوپر کوئی شخص موجود نہ تھا اور زندگی کی کوئی علامت ہمکو نظر نہ آئی۔ یہی وہ مشہور و معروف پھاٹک ہے جسے دربند ارغوان شاہ کہتے ہین۔ ارغوان شاہ[ف ۱] نے جو ہلا کو خان کا پوتا تھا ابتدائً اس درہ کو مستحکم کیا اور اوس کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب ایک مرتبہ اوسے اوسکے چچا احمد خان نے لڑائی مین شکست دی تو وہ قلات مین آکر قلعہ بند ہو گیا پھاٹک سے گزر کر گھاٹی کی دہنی دیوار پر چٹان کے ایک صفائی کے ساتھ تراشے ہوئے حصّہ پر ایک خوشنما کتبہ ثبت کیا ہوا نظر آتا ہے جس مین یہ واقعہ مندرج ہے۔ موجودہ دیوار حال مین بنائی گئی ہے۔ اس سے پہلے کی دیوار نادر شاہ کی تیار کرائی ہوئی تھی جو میری دانست مین بہت زیادہ مستحکم تھی۔

میرا داخل ہونا معلوم ہو جاتا ہے

اب مجھے یقین ہو گیا کہ میرے تمام وساوس وخطرات بے بنیاد تھے۔ چنانچہ مین نے ندی کی تلیٹی مین گھوڑا ڈالا۔ اور رمضان علی خان۔ گریگوری اور شکر اللہ کو کہ وہ بھی گھوڑون پر سوار تھے اپنے ہمراہ لئے بیچ کی محراب مین سے اندر داخل ہوا۔ کسی شخص نے وہان آکر

ف ۱ یہ تاہنشاہ جسے اہل ایران ارغوان شاہ کہتے ہین مگر جو عام طور پر ارغوان شاہ کے نام سے مشہور ہے ۱۲۸۴ء سے ۱۲۹۱ء تک تاتار کا فرمانروا رہا۔ یہ وہی حیرت انگیز شخص ہے جسکے پاس قبلائی خان فغفور چین نے مارکو پولو کو ایک تاتاری عروس اوس کی پیشکش کے لئے ساتھ دیکر بھیجا تھا۔ سلاطین یوروپ کے ساتھ جن مین شاہ ایڈورڈ اول بھی شامل تھا اوسنے سیاسی روابط قایم کئے۔ اپنے باپ آباقا خان کی طرح اوسکا میلان بھی مذہب عیسوی کی طرف تھا اور مسلمانون کو اوس نے تمام سرکاری خدمتون سے نکال دیا تھا۔

ہمین نہین روکا- کچھ دیر سب مجھے ارغوان شاہ کے کتبہ اور ایک گول برج کے دیکھنے میر جو پہانک سے بہت اوپر پہاڑ کے ایک بلند مقام پر بنا ہوا تہا- کوئی سو گز کا فاصلہ گاؤن کے کی طرف جو گھاٹی کے دونون طرف واقع تہے مین نے طے کر لیا ہوگا کہ دفعتہً پہاٹک جسے ہم پیچھے چھوڑ آئے تہے کسی کے بے تحاشا چلانے کی آواز بلند ہوئی اور ایک حال سپاہی جو ابھی تک نیم خوابی کی حالت مین تہا- اپنا پھٹا پرانا سوتی کرتہ پہنتا اور پوری آ سے چلاتا بہاگتا ہوا ہماری طرف آیا اسکے جواب مین کچھ اور آوازین بھی آنی شروع ہوئیں اور تہوڑی دیر مین دیوارین سے جو فی الحقیقت ایک فوجی برج تہا اور جسکے اندر دریچے لگے ہوئے تہے نیم ملبوس شخصون کی ایک گونا گون جماعت جسکے کپڑے پھٹے پرا تہے نکلنی شروع ہوئی- البتہ کہین کہین شیر اور آفتاب کے نقش سے مزین کسی بٹن کی جھلک نیلی سرخ دہاری کی پتلون کے ساتھ نظر آجاتی تہی جس سے مجھے معلوم ہوا کہ مین شاہ کجکلاہ کی سرباز یا باقاعدہ پیدل فوج کے ایک حصہ کے سامنے کھڑا ہون -

پہرہ والون کے ساتھ میرا مکالمہ

چونکہ مین یہ نہین چاہتا تہا کہ فساد ہو جائے اور چونکہ سپاہی اپنا فرض ادا کر رہے تہے گو کہ اسقدر غفلت ضرور اون سے سرزد ہوئی کہ قریب تہا کہ مین اونکے بیچ مین سے اون کی آنکھون مین خاک جھونک کر نکل جاؤن لہذا مین ٹھہر گیا اور اون سے میری گفتگو شروع ہوئی- اوّل اوّل تو اونہون نے نہایت سختی سے کام لیا اور یہ کوشش کی کہ ہمارے گھوڑون کی رکابین پکڑ کر کھینچتے ہوئے واپس لے جائین لیکن جب مین نے اون کو

ہما یا کہ بغیر اجازت کے سرار ادہ آگے جانے کا نہین ہے تو وہ ذرا دہیمے پڑ گئے۔
بی نے اون سے یہ دریافت کیا کہ تم لوگون کا سرکردہ کون ہے اور کہان ہے۔ مگر معلوم
ہوا کہ ایسا کوئی شخص وہان موجود نہ تہا۔ اسکے بعد مین نے پوچہا کہ خان قلات کہان ہے
کا جواب مجہے یہ ملا کہ خان اپنے گاؤن مین ہے جو یہان سے دو میل کے فاصلہ پر
واقع ہے۔ اس پر مین نے شکر اللہ کو جو ایرانی ہونیکے باعث شبہ سے پاک تھا ایک سپاہی
کے ساتھ جو اوسکے پیچھے اوسکے گھوڑے پر سوار ہولیا خان کے پاس یہ پیغام دیکر بہیجا کہ
مین فلان شخص ہون اور اس بات کی اجازت چاہتا ہون کہ مجہکو قلات کے بیچ مین سے
گزر کر دوسری طرف جانے دیا جائے یا اگر وہ اپنی ذمہ داری پر مجہے اجازت نہ دے سکے
تو پہر مشہد تار دیکر اجازت منگوا دے۔

جماعت سرباز کا برتاؤ

ایرانی کو خان کی طرف بہیجکر مین پہاٹک پر سپاہیون سے باتین کرتا رہا سردی
شدت کی تھی کیونکہ سورج کی کرنون کے اس دراڑ تک پہونچنے مین ابھی کئی گھنٹے باقی تہے
اس لئے مین نے کچہہ ایندہن مول لیا اور الاؤ جلایا۔ جب اوہنون نے سنا کہ مین انگریز ہون
تو اون کا کھنچاؤ کم ہوگیا اور اوہنون نے مجہہ سے یہ بیان کیا کہ اگر تم روسی ہوتے تو جس وقت
تم گھوڑے پر سوار دروازہ کے اندر داخل ہوئے تہے اوسی وقت ہم تم کو گولی مار دیتے
مگر مین نے یہ سوال کرکے اون کو بے ضرورت دق کرنا نہین پسند کیا کہ جب تم نے مجہکو
دیکھا تک نہین تھا تو میری قومیت کا حال تمکو کس طرح معلوم ہوسکتا تھا یا جب تم ابہی تانے

سوار ہے تھے تو مجھے گولی کس طرح مار سکتے تھے۔ اونہون نے یہ بھی بیان کیا کہ سال ایک روسی قلات دیکھنے کی غرض سے آیا تھا اور اوسنے ایک ایرانی کو زدوکوب کی ایرانیون نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا اور اُس کی خوب گت بنائی۔ اسپر وہ تین سو ترکمن کو ہمراہ لیکر انتقام لینے کی غرض سے واپس آیا مگر جب ہم اون سے برسر معارضہ ہونے کے لئے باہر نکلے تو روسی اپنے ترکمانون کے ساتھ پسپا ہو گیا۔ اس کے بعد اونہون نے مجھ سے پوچھا کہ کیا یہ بات سچ ہے کہ شاہ کے سب سے بڑے بیٹے ظل السلطان نے ایرانی لباس ترک کر کے انگریزی لباس اختیار کر لیا ہے اور بوشہر سے جہاز پر سوار ہو کر لندن کا عزم کیا ہے؟ مین نے اون سے دریافت کیا کہ قلات مین تم لوگون کی کس طرح بسر ہوتی ہے اور یہان تمہاری نوکری کا کیا حال ہے۔ اونہون نے جواب دیا کہ یہان کا پانی نفت کی آمیزش کے باعث نہایت درجہ مضر صحت ہے اور ہم اسی کی وجہ سے بیمار پڑ جاتے ہین[۵۱] اونہون نے مجھ سے یہ بھی شکایت کی کہ باوجودیکہ ہم تین مہینے مین اپنی موجودہ خدمت سے سبکدوش کئے جانے والے تھے لیکن پھر بھی ہم پانچ مہینے سے یہان پڑے ہوئے ہین اور اس عرصہ مین ہمکو ایک حبہ تنخواہ نہین ملی۔ مجھے ان کم بخت مصیبت کے مارون کی حالت پر جن کی نسبت سپاہی ہونے کا تصور اوسی اعتبار سے کیا جا سکتا ہے

۵۱ قلات کا مضر صحت ہونا مشہور ہے مگر یہ نہین کہا جا سکتا کہ آیا اسکا باعث جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے اسکے ذرایع آبرسانی کا ناقص ہونا ہے یا اور کوئی سبب جب کرنل ویلنٹائن بیکر ۱۸۳۸ء مین یہان آیا تو ادسے معلوم ہوا کہ یہان کی آبادی ٹائیفس (ایک قسم کا بخار جسمین انتڑیون مین زخم پڑ جاتے ہین) کی وجہ سے بہت کم ہو گئی تھی اور حقیقت مین جو سپاہی کہ یہان

لحاظ سے کسی کنجڑے کا گدہا ڈاربی کی گہوڑدوڑ کی شرط جیتتے ہوئے گہوڑے کے
مقابلہ قرار دیا جاسکتا ہے ۔ بے اختیار تاسف آتا تہا ۔

خان کا جواب

کامل ڈیڑہ گہنٹہ کامل انتظار دیکہا کر شکر اللہ واپس آیا اور بولا کہ خان نے کہا ہے
کہ آپ حاکم مشہد کو تار دیکر اجازت طلب کیجئے اگر وہان سے جواب باصواب آئے
تو آپ قلات مین سے گزر سکتے ہین ۔ یہ سنکر مجہے اطمینان ہوا کیونکہ مین بہی یہی چاہتا تہا
چنانچہ مین نے جاکر کرنیل اسٹوارٹ کے نام تار لکہا کہ حاکم مشہد سے مل کر میری درخواست
پیش کیجیے اور جو جواب ہو اوس سے مجہکو بذریعہ تار اطلاع دیجیے ۔ لیکن اب ایک تازہ
مشکل پیش آئی اور وہ یہ کہ کوئی آدمی ایسا موجود نہ تہا کہ پیغام تار برقی کو فارسی حروف مین لکہدے
عوام الناس لکہنا پڑہنا نہین جانتے جب اونہین خط لکہنا ہوتا ہے تو کسی کاتب سے
محرر دیکر لکہوا لیتے ہین ۔ قلات مین صرف ایک ہی منشی تہا اور وہ اوسوقت افیون کے
نشہ مین بیخبر سو رہا تہا ۔ میرے اصرار پر بصد وقت اوسے جہنجہوڑ جہنجہوڑ کر اوٹہایا گیا اور آخرالامر
وہ آنکہین ملتا ہوا آیا اور جس تار کو مین نے آدہے منٹ مین لکہا تہا اوسے فارسی حروف
مین لکہدینے مین اوسنے آدہا گہنٹہ لگایا ۔ مین نے اب چاہا کہ ایرانی کو مشہد سے جواب آنے
کا انتظار کرنے کے لیے تار گہر مین چہوڑ کر خود اپنے خیمہ کو چلا جاؤن لیکن گریگوری نے
جسے اہل ایران کی خصلت اور سیرت سے کماحقہ آگاہی تہی مجہہ سے کہا کہ ابہی مشکل رفع نہین

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۲ ۔ متعین ہین اون کی ایک بڑی تعداد ہمیشہ بیمار رہتی ہے ۔

ہوئی اور اس لیے بہتر ہوگا کہ ابھی آپ انتظار فرمائین - مین نے اوس کی اس نصیحت پر عمل کیا اور پھاٹک کے دوسری طرف جاکر ٹھیر گیا -

ایرانی چالین

ایک گھنٹہ کے بعد شکر اللہ نے آکر یہ خبر سنائی کہ تار کے لینے سے اس بنا پر انکار کر دیا گیا کہ سلسلہ تار برقی مشہد اور قلات کے درمیان کسی مقام پر سے ٹوٹ گیا ہے - تھوڑی دیر مین خان کا ایک قاصد گھوڑے پر سوار میرے پاس آیا اور بہت سی توجیہین گھڑ کر اوسنے اپنی چرب زبانی اور لسانی کے بہت کچھ جوہر دکھائے اور مجھکو ایرانیون کی عادت و سیرت کی دلچسپ سیر کا موقعہ دیا - اول تو اوسنے یہ بات دہرائی کہ تار ٹوٹ گیا ہے لیکن جب مین نے یہ جواب دیا کہ اگر ایسا ہوتا تو خان نے خود مجھ سے یہ بات نہ کہی ہوتی کہ آپ تار دیجیے - اس پر اوسنے اپنی منطق کا رخ بدل دیا اور کہنے لگا کہ تار ٹوٹا تو نہین مگر زمین سے مس کر رہا ہے - اسکے جواب مین نے اوس سے کہا کہ زمین پر لگنے سے پیغام رسانی کا سلسلہ منقطع نہین ہو سکتا - یہ سنکر ایک اور انوکھی حجت اوس نے میرے سامنے پیش کر دی اور وہ یہ کہ خان کا مطلب یہ نہین تھا کہ آپ مشہد کو تار بھیجین بلکہ خان یہ چاہتے ہین کہ آپ طہران کو تار دین - چونکہ قلات سے طہران تک مشہد کے بالواسطہ سلسلہ کے علاوہ براہ راست کوئی علیحدہ سلسلہ تار برقی قایم نہ تھا - لہذا اوسکا یہ جھوٹ آسانی سے ظاہر ہو گیا لیکن مجھے اس امر کے تسلیم کیے بغیر چارہ نہین کہ اب جو فوراً ہی اوسنے چوتھا جھوٹ گھڑ کر میرے سامنے پیش کیا اوسکی تردید کے لیے مین آمادہ نہ تھا

مجبور کی دفعہ شرمندہ یا محجوب ہوئے بغیر نہایت بیباکی سے اوسنے مجھسے یہ کہا کہ خان کا مطلب یہ نہین تہا کہ آپ مشہد یا طہران کو تار دین بلکہ اون کا مقصد یہ تہا کہ جب آپ کو مشہد کو واپس جائین تو وہان پہونچکر تار دین۔ چونکہ فن دروغبانی مین ایسے یکتاے روزگار کاسے باتون مین بازی لے جانے کی کوشش کرنا محض لاحاصل تہا لہذا مین نے اس کوشش کو ترک کر دیا مگر پھر بھی مین نے اس امر پر زور دیا کہ خان سے مشہد کو تار دینے کے متعلق جو درخواست مین نے کی ہے اوسکا جواب مجھے ان پانچ مین ملنا چاہیئے۔ غرضکہ فیصلہ اس بات پر ہوا کہ گریگوری جو شکر اللہ کے مقابلہ مین خدمت سفارت زیادہ اچھی طرح سے انجام دے گا سوار ہو کر گاؤن کو واپس جائے اور میرے سوال کا معین جواب خان سے لائے۔

دوید و جہید و بہ جست و بہ رفت

یہ تمام واقعہ دربند ارغوان شاہ کے باہر سو گز کے فاصلہ کے اندر پیش آیا مین گریگوری کو ہدایات دے ہی رہا تہا کہ ایرانی جو گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا دفعتہً گھوڑے کو مہمیز لگا کر محراب مین سے ڈپٹ کر پہرے والون کو یہ پکار کر کہتا ہوا نکلا کہ کسی کو اندر داخل ہونے نہ دینا۔ جب گریگوری کچھ دیر بعد واپس آیا تو اوسکو اندر داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ اب کیا ہو سکتا تہا۔ مجبوراً مجھے اپنا ارادہ ترک کرنا پڑا اور قلات نادری کے اندرونی حصہ کی سیر کرنے کے متعلق جو کوشش مینے کی تھی اوس کا اس بے آبروئی سے خاتمہ ہوا۔ اسوقت شکر اللہ نے مجھسے بیان کیا کہ جب مین تار گھر مین تار لیکر گیا تو تار منشی تار لینے

ہی کو تہا کہ اتنے مین خان کے بیٹے نے آکر کہا کہ خان کا حکم ہے کہ ہرگز کوئی تار نہ بہیجا جائے
مین نے سرزمین ایران مین داخل ہونے سے پہلے ایرانیون کی حیلہ بازی کا بہت کچھہ حال
سنا تہا مگر مجہے یہ ہرگز توقع نہ تہی کہ دو ہفتہ کے اندر ہی ایسی محسوس مثال میرے دیکہنے مین
آئے گی۔ اور مین یہ نہین کہہ سکتا کہ جو برتاؤ میرے ساتہہ کیا گیا اوسکی وجہ سے مین برہم و آشفتہ
ہوا یا مشرقی چالبازی کی جو مثال اس نے میرے سامنے پیش کی اوسکی وجہ سے مجہے حظ
حاصل ہوا۔

مشہد مین ایک افواہ

اس واقعہ کے ایک دلچسپ نتیجہ کا ابہی ظہور ہونے والا تہا۔ کیونکہ جب مین
تین دن بعد مشہد پہونچا تو مجہے معلوم ہوا کہ حاکم مشہد بڑے جوش کی حالت مین تہا جسکی
وجہ یہ تہی کہ اوسے خان صداقت نشان نے یہ اطلاع دیدی تہی کہ جدید برطانوی نائب
قونسل نے ایک مسلح جماعت کے ساتہہ آکر بجبر قلات نادری مین داخل ہونے کی کوشش
کی اور پہرے کے سپاہیون پر تلوار کہینچی لیکن سپاہیون نے بہی اپنا فرض بہادری اور
شجاعت سے ادا کیا اور اپنے مخالفین کو پسپا کیا۔

دیوار پر کمند لگا کر چڑہنے کی کوشش

۹ ار اکتوبر۔ مین نے اس نواح سے روانہ ہونے کے قبل قلات کے اندر داخل
ہونے کے لئے ایک دفعہ اور کوشش کرنیکا قصد کیا۔ میکگریگر کی کتاب پڑہنے سے
مجہے معلوم ہوا تہا کہ ارغوان شاہ اور نفتا کے دو خاص منافذ کے سوائے اور بہی

بعض ایسے راستہ ہین جنکے ذریعہ سے قلات مین داخل ہو سکتے ہین چنانچہ بہ مقام آب گرم ایک شکاری نے ہم سے کہا بھی کہ مجھے ان مین سے ایک راستہ معلوم ہے لیکن مین خود بہ خوف افشا آپ کو وہان لے جا نہین سکتا۔ البتہ میرا ایک بھتیجا ہے جو علی الصباح یہان آکر آپ کو میرے بجائے بدرقہ کا کام دے گا۔ مگر جب صبح کا وقت آیا تو بھتیجا حسب قرارداد دیروزہ موجود نہ تھا اس سے اور نیز ایک اور واقعہ سے جو شام کے وقت پیش آیا مجھے یقین ہو گیا کہ نواح قلات مین میرا موجود ہونا شبہ کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ہے۔ وہ واقعہ یہ تھا۔ شام کے وقت جب مین ایک کچی مٹی کے جھونپڑے مین بیٹھا ہوا رمضان علی اور گریگوری سے سفر آیندہ کی تجاویز کے متعلق گفتگو کر رہا تھا تو مین نے چھت پر کچھ سرسراہٹ سی سنی اور جب آنکھ اٹھا کر مینے اوپر دیکھا تو ایک آدمی جو چھت کے ایک سوراخ مین کان لگائے ہماری باتین سن رہا تھا مجھے نظر آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص قلات سے اسی غرض سے آیا تھا۔ قصہ مختصر یہ کہ کوئی رہبر مجھکو نہ ملا اور اسلئے مینے بغیر بدرقہ کے روانہ ہونے کا قصد کر لیا۔ مین نے قلات کی طرف آتے وقت وادی مین سے ایک مقام ایسا دیکھا تھا جہان پر سے قلعہ کی جنوبی دیوار کی فصیل کا ہموار اور مسلسل خط مستقیم ایک زاویہ پر منتہی ہو کر منحنی ہو گیا تھا اور انگریزی حرف V کی شکل بناتا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اون قدرتی ڈھلوان پشتی بانون مین سے ایک کی راہ سے جو میدان سے اس دیوار کی تائید کے لئے اوٹھے ہوئے چلے گئے۔ تھے اس تک رسائی ممکن ہے جس شخص نے یہ بیان پڑھا ہے وہ اگر قلات جائے تو وہ وادی قلات کے وسطی نقطہ

سے اس مقام کو ضرور شناخت کریگا۔ مین کچھ رات رہے ساڑھے تین بجے اٹھا خچرون پر سامان لادا گیا۔ اور ہم سب اسر چہ سے صبح کاذب کی تاریکی مین جبکہ کڑکڑاتی سردی پڑرہی تھی ساڑھے چار بجے روانہ ہوئے۔ خیمہ و خرگاہ کو تو دربند جور سے مین نے وارده منزل کیطرف روانہ کردیا اور خود گھوڑے پر سے اوترکر اوسے دامن کہسار مین چھوڑکر پہاڑی پر چڑھنا شروع کیا۔ اگرچہ پہاڑی نہایت ڈہلوان تھی لیکن مجھے اس کی زینہ پیمائی کرنے مین زیادہ دیر نہین لگی۔ اور مین بہ آسانی فصیل کی کنگرہ دار سنگلاخ چوٹی کے نیچے پہونچ گیا۔ اس مقام پر چٹان کو جو افقی دہاریون کی شکل مین فصیل کی چوٹی کے ساتھہ متوازی چلی گئی تھی کسی نے (غالباً نادر شاہ نے) تراش کر ایک مستطیل چبوترہ کی شکل کا راستہ تیار کیا تہا جسکے کنارے کنارے حفاظت کے لئے گول برجیان بنی ہوئی تہین جو اب ویران تہین۔ اس قسم کے چبوترے دو تہے۔ ایک نیچے تہا اور دوسرا اوس سے اوپر تیس فیٹ کے فاصلہ سے واقع تہا۔ مین نیچے والے چبوترہ پر چڑہتا ہوا اوس مقام تک جا پہونچا جہان حرف ۷ کی شکل کا خلا تہا۔ اوپر اب تیس فٹ کی چڑہائی اور باقی تھی۔ مگر چٹان نہایت ہی ڈہلوان اور سلپٹ تھی۔ اس وقت مین تن تنہا تہا اور اگرچہ اسپر چڑہنے کو تو چڑہ جاتا لیکن یہ مقام کچھہ ایسا خطرناک تہا کہ نیچے اوترنے مین مجھے بڑی مشکل پیش آتی۔ اس لئے مین نے اوپر چڑہنے کا ارادہ ترک کردیا۔ ایک دوست کی مدد اور ایک رسے کے ذریعہ سے مین نے بہ آسانی اس مشکل کو حل کرلیا ہوتا مگر قلات کے اندر کا جو حال مجہکو معلوم ہے اوسکی بنا پر مین نہین کہہ سکتا کہ دیوار پر سے جو منظر

میری نگاہ کے سامنے آتا وہ ایسا ہی دلاویز ہوتا جسکی اس دیوار کی بیرونی شکل وصورت سے توقع کیجا سکتی ہے۔

قلات کے دور کا نظارہ بلندی پر سے

حال مین واپسی کے وقت اس نواح کے بلند ترین پہاڑ پر جسکا نام مجھے معلوم نہین لیکن جسکی بلندی قلات کے حوالی کے ارتفاع سے بدرجہا زیادہ ہے چڑھا اور وہان سے میری آرزوئین خلاف توقع اس حد تک پوری ہوئین کہ گو مجھے زاویہ نگاہ کے بہت زیادہ انفراج کے باعث قلات کی اندرونی سطح نظر نہین آئی تاہم اس کی دونون طرف کی دیوارون کا دور مشرق سے لیکر مغرب تک مجھے پورا نظر آگیا۔ جنوبی دیوار جس پر مین نے چڑھنے کی کوشش کی تھی اس بلندی سے جہان مین کھڑا تھا شمالی دیوار کے مقابلہ مین پست تر معلوم ہوئی تھی۔ شمالی دیوار دوسری طرف کو اسکے اوپر اوٹھی ہوئی نظر آئی تھی۔ اس مقام سے مین نے بادقت پوری جنوبی فصیل کو بیس میل تک ایک خط مستقیم مین کھنچا ہوا دیکھا۔ یہ دیوار ایسی سیدھی اور باقاعدہ طور پر چلی گئی تھی کہ گمان ہوتا تھا کہ اسے عمدًا ایسا بنایا گیا ہے اور اسکے عمودی پہلو چوٹی سے لیکر اوس مقام تک جہان سے پشتیبان نما چٹانین ڈھلتی ہوئی وادی تک چلی آئی تھین کھردرے اور ڈھلوان تھے۔ اگر کوہستان اولمپیس کے مہادیوتا جوپطر کے ساتھ جنگ کرتے وقت دیوپیکر ٹائٹن کسی

---

۹۱ یونانی صنم پرستی کی روایات مین یک جگہ آیا ہے کہ ٹائٹن یورینس دیوتا کے چھہ دیوقامت بیٹے اور اور اسیقدر بیٹیان تھین جن کی لڑائی زیوس یا جوپطر سے ہوئی جو مہادیوتا تھا۔ یہ لڑائی ایک عرصہ دراز تک جاری

ایسے قلعہ کی تعمیر کی ضرورت محسوس کرتے جہان محصور ہو کر وہ اپنے حریف کے حملون کی مستقل مدافعت کر سکتے تو وہ اسی قسم کا سنگلاخ حصن حصین تیار کرتے پہاڑ کے چوٹی پر جہان مین کھڑا ہوا تھا مین نے قلات کے پورے دور کا ایک خاکہ کھینچا جو مقابل کے صفحہ پر درج ہے۔ [۱] سامنے کے پہاڑون کا سلسلہ وادی اسرچہ کو اوس وادی سے جدا کرتا ہے جو ارخوان شاہ کے دروازہ تک پھیلی ہوئی ہے۔

قلات کی تاریخ

کچھہ میرے دیکھنے مین آیا اوسکو اس قدر وضاحت اور باریکی سے بیان کرنے کے بعد مین اب اون امور سے بحث کرتا ہون جو میرے دیکھنے مین نہین آئے لیکن جنکا مجھے ایسے ذرایع سے علم ہوا جن تک عام طور سے لوگون کی رسائی نہین ہوئی۔ میرا مقصد اس سے یہ ہے کہ میرے ناظرین کے ذہن مین قلات نادری کی حالت موجودہ کا صحیح تصور جاگزین ہو جائے۔ ناظرین کو یہ بات اب تک معلوم ہو چکی ہوگی کہ گو قلات نادری کا لفظی ترجمہ ہم نے قلعہ نادر شاہ کیا ہے اور لوگ عام طور سے اوسے کہتے بھی یہی ہین تاہم اسے لفظ قلعہ کے عربی مفہوم کے اعتبار سے قلعہ نہین کہہ سکتے کیونکہ یہ حقیقت مین

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۷۹۔ رہی اور آخر کار جو بیٹر نے بجلی کے زور سے اپنے حریفون کا استیصال کر کے اونہین ٹارٹیرس مین جو قدیم یونانیون کے مذہبی عقیدے کے مطابق اون کے دوزخ کا طبقہ اسفل السافلین ہے مقید کر دیا۔ اس روایت کو بعد مین فلاسفہ نے مجازی طور پر عقل و ترتیب اور قدرت کی وحشیانہ قوتون کی باہمی کشاکش کی علامت سے تعبیر کیا۔ مترجم

[۱] اگرچہ جو نقشہ مین نے دیا ہے وہ بھی مکمل نہین تاہم میرے خیال مین سر میگگریگر کے نقشہ سے بھی قلات کی صحیح صحیح کیفیت ظاہر نہین ہوتی۔

ایک کوہستانی سطح مرتفع ہے جسکا اوسط ارتفاع سطح سمندر سے ۲۵۰۰ فیٹ ہوگا- اس کو جابجا غار اور دہانے قطع کرتے ہوئے چلے گئے ہین- اسکا کل طول ۲۰ میل اور عرض پانچ سے لیکر ۷ میل تک ہوگا- قلعہ کی تعریف اس پر صرف اس حد تک صادق آتی ہے کہ یہ وسیع قطعہ زمین جسکا رقبہ غالباً ۱۵ مربع میل ہوگا چارون طرف عمودی اور عریان چٹان کی ایک عظیم الشان قدرتی دیوار سے جسکی بلندی وادی کی سطح سے سات سو سے لیکر ایک ہزار فیٹ تک ہوگی گھرا ہوا ہے- ابتدائی زمانہ سے اس مقام کی حیرت انگیز اور خلاف عادت نوعیت نے جو ضرور ہے کہ قدرت کی کسی انوکھی کرشمہ سنجی کا نتیجہ ہو اس نواح کے باشندون کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کیا- ایرانی روایت کی رو سے یہی وہ مقام ہے جہان رستم پہلوان اور افراسیاب کی تورانی فوج مین لڑائی ہوئی اور بیان کیا جاتا ہے کہ فوج توران بہادران ایران کے ہاتھون شکست کہا کر قلات سے نکل بہاگی اور دریائے جیحون کی طرف پسپا ہوئی جہان اوسے آخری مرتبہ شکست فاش ہوئی- قلات ہی مین فردوسی کے شاہ نامہ کے مطابق کیخسرو کا بھائی فرود آکر قلعبند ہوا یہان تک کہ طوس نے آکر اوس پر حملہ کیا اور اوسے مار ڈالا- جس کتبہ کا مین نے حوالہ دیا ہے اوس سے ثابت ہوتا کہ محصورین کے لئے بچاؤ کے ایک عمدہ مقام ہونے لحاظ سے چنگیز خان کے مغل جانشینون کو اس کا علم تہا- تیمور کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اوسنے گہات پاکر حکمت عملی سے اس پر قبضہ کرلیا-

نادرشاہ کا اسے مستحکم کرنا



کہین نادرشاہ کے زمانہ مین جاکر اس کی بے بہا قدرتی خوبیون سے استفادہ کیا گیا۔ نادرشاہ جب ہندوستان سے کئی بادشاہون کے مال غنیمت کے انبار اور سلاطین مغلیہ کے خزانون کی بے انتہا دولت اپنے ساتھ لاد کر واپس لایا تو اوسنے قلات کو جسنے وہ بچپن سے اچھی طرح جانتا ہوگا۔ ایک ایسا لاجواب مخزن پایا جہان یہ تمام گنجینے جمع کئے جا سکتے تھے اور جہان جنگ وجدل کے لیے بھی ایک ایسا مقام مل سکتا تھا جو ناقابل محاصرہ تھا۔ چنانچہ اوسنے اسکے تمام منافذ پر قلعبندی کی ہر ایک چوٹی اور ہر ایک غلبے کے مقام پر پہرے کے برج نصب کئے۔ سنگلاخ فصیلون کو رسائی کی حد سے اور دور کرنے کے لیے اندر اور باہر کی طرف سے مصنوعی طور پر اور زیادہ ڈھال دیدی۔ اپنے رہنے کے لیے اندر ایک چبوترہ پر مکان بنوایا (مگر اسمین وہ بہت کم رہتا تھا) اور عمدہ پانی بہم پہونچانے کے لئے بڑے بڑے تالاب کہدوائے۔ اور ایک نہر کے ذریعہ سے تازہ پانی کے لانے کا انتظام باہر سے کیا۔

ہیسل لیطہ طرز

قلات کی جو حالت نادرشاہ کے زمانہ مین تھی اوسکی صرف ایک ہی ایسی کیفیت مجھکو معلوم ہوئی ہے جسے ایک ایسے سیاح نے بیان کیا جو خود وہان موجود تھا۔ اس شخص کا بیان ذاتی مشاہدہ پر مبنی ہے۔ یہ نہین کہ محض سنے سنائے واقعات پر اوسنے

(۱) نادرشاہ محمد آباد کے قریب جو علاقہ ضلع درگز کا صدر مقام ہے ایک خیمہ مین پیدا ہوا۔

یقین کرلیا ہو۔ یہ کیفیت بیسل بطاطزنیر نامی ایک یونانی تاجر کی سرگذشت مین مندرج ہے جس نے اٹھارویں صدی کے شروع مین فارس اور وسط ایشیا کے بعید ترین حصون کا سفر کیا اور خیوا اور بخارا تک جاکر مشہد مین نادرشاہ کے حضور مین باریابی حاصل کی معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا روزنامچہ جو طرز کے لحاظ سے اونچی مگر عبارت کے لحاظ سے قرین فہم یونانی زبان مین لکھا گیا ہے[۵۱] اون مورخین کو بالکل معلوم نہ تھا جنہون نے زبانی شہادت کے مواد سے انیسوین صدی[۵۲] کے آغاز مین قلات کے غلط سلط حالات قلمبند کیے اور اس مقام کی نسبت ناظرین کے ذہن مین غیر واقعی تصورات بٹھا دیے جن کی تصحیح بیکر

[۵۱] اس سفرنامہ کو موسیو شفر نے اپنی تنقید اور اہتمام سے ۱۸۸۶ء مین بمقام پیرس طبع کیا۔ بیسل بطاطزنیر یا زجیسا کہ اوسکے فرانسوی مدیر نے لکھا ہی) بیسل وٹیس نے نادرشاہ کی سوانح عمری بھی قلمبند کی مگر اُسکا اب پتہ نہین چلتا۔

[۵۲] ۔ مثلاً میلکم نے کینیر کے حوالہ سے اس مقام کو حسب ذیل بیان کیا ہے۔ (بجاے اسکے کہ مین اس مقام کا اُردو مین خود ترجمہ کرون مین نے مناسب سمجھا ہے کہ تاریخ ملکم کا جو فارسی ترجمہ مرزا اسمعیل حیرت مرحوم پروفیسر الفنسٹن کالج بمبئی نے کیا ہے مین اوس سے اوس مقام کا اقتباس کرون) "قلات قریب یک درجہ در شمال مشہد دور راہ مرو شاہجہان در جاے واقع است کہ آن را از در کوہ گویند و اطراف آن ہمہ کوہستان است و آن کوہے است بسیار بلند و فقط دو راہ تنگ دارد۔ بعد از انکہ بقدر ہشت میل بالا می روند سطحہ ہموار می شود کہ قریب دوازدہ میل محوطہ آنست و چشمہ ہاے خورد بسیار دارد و غلہ و برنج در آنجا بہ فراوانی حاصل می شود۔ سکنہ آنجا در چادر زندگی می کنند۔ فقط عمارتے کہ درین سطحہ نیکو آئین بہ نظر می آید دو برج عمارت کوچکے از مرمر است کہ نادرشاہ کردہ است برجہا را بہ جہت محافظت و خانہ را بہ جہت مقام خود نادر ساختہ بود۔ و چون سطحہ مزبور را راہ کردہ بہ قدر پانزدہ میل دیگر بالا روند بہ قلۂ کوہ می رسند۔ در آنجا سطحہ دیگر بہ نظر می آید کہ اگرچہ بہ بزرگی قطعۂ اول نیست اما در حاصل خیزی بہ آن برابری می کند"۔ از تاریخ ایران مولفہ سرجان ملکم مترجمہ مرزا حیرت۔ جلد دوم۔ باب ۱۷۔ صفحہ ۳۳۳۔ مطبوعہ بمبئی ۱۸۷۲ء۔

اور گل کے ۱۸۷۳ء کے سفر قلات تک نہ ہوئی۔ ۱۷۴۸ء مین بیطلزیز بخارا سے لوٹتے وقت قلات کی راہ سے مشہد آیا اور اوسنے قلات کے بیان پر اپنے روزنامچہ کی بہم سطرین (۷۸۰ - الی - ۸۲۲) صرف کیین مین وہ کہتا ہے کہ پہاڑ یہان اس قدر بلند ہین کہ اون تک رسائی محال ہے اور یہ مقام گویا ایک عظیم الشان دیوار سے گھرا ہوا ہے جو نہ صرف درختون سے معرا اور چٹیل ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سنگ مرمر یا بیتل کی ایک تراشی ہوئی دیوار ہے اسکا دور ۴۰ یا ۵۰ اسٹیڈیم[۵] ہے (جو چند غلطیان اوسنے کی ہین ایک اون مین سے یہ بھی ہے) اور اسمین داخل ہونے کے صرف دو راستے ہین جن کی قطع بھول بھلیان کی سی ہے۔ دیکھنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ ان راستون کے بنانے کے لئے جن مین بوقت واحد صرف تین سوارون یا پیدلون کے گزرنے کے جگہ ہے پہاڑون کو زلزلہ نے شق کر دیا ہوگا۔ قلات کے اندرونی حصے کے متعلق (جو اوس وقت نادر شاہ کی پوری توجہہ سے ابھی موجودہ حالت سے بالکل مختلف تھا) وہ صرف اسی قدر کہے گا کہ اس مین وہ تمام چیزین موجود ہین جو قدرتی نعمتون کی شکل مین انسان کو مطلوب ہین۔ اور کسی چیز کے کبھی باہر سے لائے بغیر اسمین ہر ایک مایحتاج کے بہم پہونچانے کی استعداد موجود ہے لیطزیز یہ بھی بیان کرتا ہے کہ نادر شاہ نے یہ قصد کیا تھا کہ قلات مین اپنا خزانہ رکھا کرے۔

زمانہ مابعد کی تاریخ

۱۷۴۷ء مین نادر شاہ کے قتل ہو جانے کے بعد قلات موجودہ خان کے خاندان

[۵] اسٹیڈیم فاصلہ کا یونانی پیمانہ ہے جو ۶۰۶ انگریزی فیٹ کے مساوی ہوتا ہے۔ مترجم

کے قبضہ مین آگیا۔ چنانچہ اوس وقت سے لیکر آجتک معہ اٹک یعنی اوس کوہستان کے جو ترکمانی دشت کی طرف ڈہلتا ہوا چلا گیا ہے یہ قلعہ اسی خاندان کے قبضہ مین چلا آیا ہے قلات کے خان برائے نام ایران کے باجگذار رہے۔ کبھی کبھی اونہون نے اپنی خودمختاری کا بھی اظہار کیا جسکے باعث ایک سے زیادہ دفعہ مشہد سے تعزیری فوج اونکی گوشمالی کے لیے بھیجی گئی۔ اسی لئے قبیلہ کے سردار کو مشہد مین بطور یرغمال کے رکھا جاتا ہے تاکہ اوسکا قایم مقام قلات مین سرکشی نہ کرنے پائے۔ جب سے روس نے ۱۸۸۱ء مین اٹک کو فتح کرلیا ہے اور بعد مین روس و ایران کی اس نواح کی سرحد دونون طاقتون کے باہمی معاہدہ کی رو سے معین ہوئی ہے اوس وقت سے قلات کے مضافات کا اکثر حصہ مثلاً ابی ورد (جو اب کاہکا کہلاتا ہے)۔ مھنا۔ چاردہ۔ (جو اب دوشنک کے نام سے موسوم ہے) اور چاچا۔ گویا کہ وہ تمام دیہات جو اس سلسلہ کوہ کے شمالی قاعدہ پر واقع ہین۔ روس کے حیطۂ اقتدار مین چلے گئے ہین اور جیسا کہ مین آگے چلکر دکھاؤن گا روسی بتدریج کوہستان کے پہلوؤن پر رینگتے ہوئے اوسکی چوٹی کی طرف بڑہے چلے جارہے ہین۔ یہان تک کہ انجام کار وہ خود قلات مین پہونچ جاینگے۔

قلات کا ایران کے زیر فرمان ہونا

ناصر الدین شاہ نے اپنی سلطنت کی قوتون کو ایک مرکز مین لاکر جمع کرنے کی جو حکمت عملی اختیار کی ہے اوسکے ساتھہ ساتھہ قلات کا اپنی مضافات سے محروم ہوجانا اور اپنے اقتدارات کو کھو بیٹھنا اوسکے پورے طور پر محکوم اور مطیع ہوجانیکا باعث ہوا چنانچہ

موجودہ خان۔حاجی ابوالفتح خان کے وہم وگمان مین بھی یہ بات نہ گزرے گی کہ اوس سرکشی اور مطلق العنانی کو اپنا وتیرہ بنائے جو اوسکے پیشروؤن کا مسلک تہا۔ قلات مین گورنمنٹ ایران کی طرف سے کچھ فوج متعین ہے اور یہ اوس پلٹن کا ایک حصّہ ہے جو مشہد مین مامور ہے۔ برائے نام اس وادی مین پانچ سو سربازون کی جمعیت اور گھوڑون کی توپخانہ مین سے دو توپین موجود رہتی ہین۔ جو کچھ دربند ارغوان شاہ پر مین نے دیکھا تھا اوسکے لحاظ سے مجھے یہ خیال نہین ہوسکتا کہ حقیقت مین اس قدر جمعیت یہان موجود رہتی ہے۔ کیونکہ جسطرح اون شرایط کی پابندی نہین کیگئی جن کی رو سے یہ جمعیت تین مہینے بعد اپنی خدمت سے سبکدوش کی جاتی اوسی طرح اس جمعیت کی حقیقی تعداد کے قایم رکھنے کو بھی مدنظر نہین رکھا گیا۔ اگرچہ یہ مقام قدرتی طور پر حد سے زیادہ مستحکم ہے لیکن میرا یہ خیال ہے کہ بہ لحاظ اوس جمعیت کی پراگندہ اور تباہ حالت کے جو یہان مامور ہے۔ اسے غنیم جسوقت چاہے ایک ہی دہاوے مین سر کرسکتا ہے۔ ... کی مورچہ بندی کی یہ کیفیت ہے کہ دس منٹ کے لئے بھی آجکل کے توپخانہ کی تاب نہین لاسکتی۔

قلات کی حربی حیثیت

معلوم ہوتا ہے کہ قلات اپنی موجودہ حالت مین حربی لحاظ سے ایران کے لئے کچھ زیادہ مفید نہین اور اگر یہ مقام روس کے قبضہ مین چلا جائے تو میرے نزدیک اوسکے لئے بھی اس کا قبضہ چندان سودمند نہوگا۔ احتمال اس امر کا مقتضی نہین کہ آیندہ کوئی فاتح نادر کی طرح قلات کو ایک مستحکم گنجینہ قرار دے گا۔ اور نہ آج کل کا کوئی ماہر فن حرب ایک ایسے

احاطہ کو مستحکم کرنے کا خیال دل مین لائے گا جسکا دور ساٹھ میل سے اوپر ہو۔ قلات کی اصلی اہمیت اس لحاظ سے ہے کہ وہ ایک ایسا مقام ہے جہان سے ماوراء النہر پر چڑہائی کرتے وقت فوجی نقل وحرکت کا آغاز کر سکتے ہین۔ اگر اس کے منافذ پر ایک قوی جمعیت مامور ہو اور ایک طاقتور فوج اس کے اندر محصور ہو تو یہ ہر زمانہ مین ایک ایسے غنیم کیلئے جو اٹک کے نشیب ہائے زیرین پر صف آرا ہو خار پہلو ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہان سے اگر ایک فوج مخالف چاہے تو بلائے ناگہانی کی طرح ماوراء النہری ریلوے پر جا گرے اور روس کے سلسلۂ تعلقات کو بحیرۂ اخضر سے منقطع کر دے۔ لیکن دولت ایرانی کی یہ خیال نہین ہو سکتا کہ وہ ایسا تو کیا اس سے نصف بہادری کا کارنامہ بھی انجام دیگی۔ اور اسلیئے نادر کا قلعہ کبھی بھی وہ مقام نہین بنے گا جہان سے ایرانی فوجین نکل کر جنرل اینکاف کی ریلوے پر حملہ آور ہونگی۔ اگر روسی قلات کو لے لین جس کی اونہین از حد خواہش معلوم ہوتی ہے تو رعب کے اعتبار سے اونہین بے انتہا فائدہ حاصل ہوگا۔ کیونکہ نادر کے زمانہ سے لیکر ابتک قلات خراسان کی سب سے بڑی فوجی جگہ کی سمجھی گئی ہے۔ قلات کے قبضہ سے روسیون کو ایک بہت ہی عمدہ گودام مال اور فوجی ذخایر کے جمع کرنے کے لئے ہاتھ آجائیگا اور نیز اسکو وہ فوج کی ایک محدود تعداد کے لئے اسلحہ خانہ بنا سکین گے۔ محدود کا لفظ اسلیئے استعمال کیا گیا کہ تعداد کثیر کے لئے نہ تو ذرایع آبرسانی ہی کافی ہین اور نہ کافی رسد ہی بہم پہنچ سکتی ہے۔ اسکے علاوہ ایک یہ بہت بڑا سلبی نفع اونہین حاصل ہوگا کہ ایسی زبردست اور مستحکم جگہ کو وہ دشمن کے ہاتھ مین پڑنے

نہ دین گے۔ لیکن اگر خراسان پر حملہ آور ہونے کے لحاظ سے اس کی سودمندی پر نظر ڈالی جائے تو مین نہین سمجہہ سکتا کہ روسیون کو اس سے نفع ہوگا کیونکہ مشہد پہونچنے کے اور بھی راستے جو زیادہ آسان ہین اونکے لئے موجود ہین اور اسکے علاوہ زمانہ حال کی کوئی فوج اون ہیبت ناک درون اور پر خطر گہاٹیون کو جو چالیس میل تک ان دونون مقامات کے درمیان پہیلتی ہوئی چلی گئی ہین اپنی سلامتی کا کفیل نہین قرار دے سکتی۔ دوسرے الفاظ مین یہ کہا جاسکتا ہے کہ قلات کی حملہ آوری کی آنکہہ جنوب کی طرف نہین بلکہ شمال کی طرف نگران ہے اور چونکہ سطوت واقتدار کا رخ سمت اوّل الذکر مین ہے اسلئے بعید از قیاس ہے کہ ہم اسے پھر بھی بطور ایک اسلحہ خانہ کے استعمال مین آتا ہوا دیکہین۔

قلات کے پانچ دروازے

قلات نادری کی حربی حیثیت پر جسقدر مین بحث کر چکا وہ کافی ہے۔ اب مین اس کی اندرونی ہیئت کذائی کا کچھ حال بیان کرتا ہون۔ جس زمانہ مین بیکر اور میکگریگر نے اسے آکر دیکھا اوس سے قبل اس کا بہت کم حال لوگون کو معلوم تہا جس کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ فریزر نے محض سماعی شہادت کی بنا پر اس کی کیفیت قلمبند کی اور وہ بھی بدرجہ غایت مختصر۔ اوسنے اسکے طول اور عرض دونون کو اصل سے دوگنا بتایا ہے۔ اس کے اندر اون پانچ دروازون مین سے ایک کے ذریعہ سے داخل ہوتے ہین جن مین سے دو خاص دروازے یہ ہین:۔ جنوب کی طرف دروازہ ارغوان شاہ اور شمال کی طرف دروازہ نفتا۔ باقی کے تین دروازے کُشتانی۔ چوبست اور دہ چاہ ہین جو علی الترتیب

جنوب و مشرق۔ مغرب اور شمال و مغرب مین واقع ہین۔ ان تمام دروازون کی نسبت
یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان پر مورچہ بندی ہے اور فوجی جمعیت ان کی حفاظت کے لئے
متعین ہے۔ اس مین شک نہین کہ دو خاص دروازون کے متعلق یہ قول البتہ صحیح ہے۔
بہت سی پگڈنڈیان بھی ہین (جو بیان کی جاتی ہین) جن کے ذریعہ سے اسمین داخل
ہو سکتے ہین۔ اور مجھے ذرا شبہ نہین کہ اسکے وسیع دور مین چرواہون کو ضرور ایسی
پگڈنڈیان ملی ہون گی جن کے ذریعہ سے گو بمشکل ہی سہی لیکن اسکے اندر پہونچ ضرور
سکتے ہونگے۔ بہرحال اس کی ہیئت ظاہری اور نیز مشہور و معروف منافذ کی قلت جو ایسی
گہاٹیون مین واقع ہین۔ جنھین آسانی کے ساتھ مسدود کیا جا سکتا ہے اس عام خیال
کی تصدیق کرتی ہے کہ یہ پہاڑی قلعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجائبات قدرت مین سے ہے۔

آبادی

باشندے زیادہ ترچلا سیر اور سنجات قوم کے ترک ہین۔ اسکے علاوہ کچھ عرب اور
کردی خاندان بھی یہان آباد ہین۔ انکی مجموعی تعداد ایک ہزار سے زیادہ نہین۔ ان کی
آبادی اون دو بڑے دیہات پر جو اس وادی مین واقع ہین جس مین وہ ندی جسکے
کنارے مین آیا داخل ہو کر قلات کو طے کرتی ہے اور چھہ چھوٹے چھوٹے
موضعون پر جو متفرق میدانون مین واقع ہین مشتمل ہے۔ دو بڑے دیہات مین سے مینے
ارغوان شاہ کو دیکھا جو اسی نام کے دروازے سے تھوڑی دور کے فاصلہ پر درہ کے
دونون طرف آباد ہے۔ دوسرا گاؤن جسکا نام گیوک گنبد (ترکی ہین اسکے معنی گنبد آسمان

کے ہین) یا جاگنبد ہے جسے مقامی طور پر اختصار کر کے گوگنبد بنا لیا گیا ہے اسی دروازہ سے دو میل کے فاصلہ پر وادی ہین واقع ہے - اور یہ وہ مقام ہے جہان میتنے شکراللہ کو دو دفعہ خان سے ملنے اور تار بھیجنے کے لئے روانہ کیا تھا - یہان ایک عجیب و غریب مدور برج سرخ بھربھرے پتھر کا ہے جسکی بیرونی سطح پر نالی دار ستون ایک بہت بڑی مثمن کرسی دیکر بنائے گئے ہین - اسے عقیرۂ نادری کہتے ہین جسے نادر شاہ نے (نہین معلوم کس غرض سے) تعمیر کیا تھا اور اب اوسمین خانؔ[لے] سکونت پذیر ہے - گوگنبد سے ندی چھ میل تک اوسی وادی ہین بہتی ہوئی جاتی ہے جو قلات کو جنوباً شمالاً قطع کرتی ہے اور ایک سنگلاخ تنگناے مین سے ہوتی ہوئی قلات کی شمالی دیوار کے پاس پہونچکر ایک درز مین سے گذرتی ہے جو ارغوان شاہ کے شگاف کے مشابہ ہے جسپر اوسی طرح سے مورچہ بندی کی گئی ہے - جس کی حفاظت کے لئے اوسی طرح سے فوج بھی مامور ہے اور جسے اوسی کے مانند ایک دیوار نے مسدود کر رکھا ہے جسمین ندی کے گذرنے کے لئے محراب نما در رکھے گئے ہین - ندی گھاٹی مین سے نکلکر پست تر پہاڑیون کے دامن مین سے گذرتی ہے اور بالآخر دوشک کے اناج کے کھیتون کو جا سیراب کرتی ہے -

آثار قدیمہ

علاوہ نادر کے برج کے جو گوگنبد مین واقع ہے اس تاجور کی دو اور یادگارین یہان

[لے] میکگریگر نے اپنی کتاب "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) کی جلد دوم مین صفحہ ۶ پر اس کی تصویر دی ہے -

موجود ہین جو زیادہ ممتاز نہین۔ گاؤن کے شمال و مغرب کی طرف ایک کشادہ سطح مرتفع پر ایک مکان کے کہنڈر پائے جاتے ہین جو غالباً اوس کا محل تھا اور جس کا نام عمارت نادری ہے۔ سب سے زیادہ وسیع آثار ایک احاطہ کے ہین جو دیوان خانہ کے نام سے موسوم ہے اور کوئی ہیں گز مربع ہوگا اس کی پرلی طرف بہت سے سیاح جاتے جاتی کوہ خشت کی چوٹی پر پہونچے ہین جو متذکرۂ صدر سطح سے پندرہ سو فیٹ اور سطح سمندر سے چار ہزار فیٹ بلند ہے لیکن سیگر یگر کی یہ رائے تھی کہ دوسرے پہاڑ ایسے ہین جہان سے زیادہ خوش آیند اور خوشنما نظارہ دیکھنے مین آتا ہے۔ نادر کے بنائے ہوئے تالابون اور نہرون کا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے۔

زراعت اور ذرایع آب رسانی

اوڈونوون نے قلات کو ریسیلاس[۱] کی جانفزا وادی سے تشبیہ دی ہے لیکن اگر اوسے کچھ مدت کے لئے اسکی چاردیواری کے اندر مقید رہنے کی سزا دیجاتی تو غالباً وہ اس تشبیہ کو بدل دیتا۔ قلات کے مجموعی اندرونی رقبہ کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ زیر کاشت ہے اور اوس ندی کے علاوہ جسکا ذکر اوپر اکثر کیا جا چکا ہے پانچ اور چھوٹے

---

[۱] ریسیلاس انگلستان کے مشہور و معروف حکیمانہ روش ادیب ڈاکٹر جانسن کا ایک ناول ہے جسمین ڈاکٹر صاحب موصوف نے افسانہ کے پیرایہ مین ایک خیالی سرزمین کا حال بیان کیا ہے جہان کے باشندونکو امن و اطمینان کے ساتھ ایک فہیم و دانشمند حکمران کے سایہ عاطفت مین زندگی بسر کرنے کی نعمت حاصل ہوئی تھی یہ خطہ شادابی اور زرخیزی مین اپنی آپ ہی نظیر تھا۔

مترجم

چھوٹے چشمے یہان پانی پہونچاتے ہین۔ پانی کی اس قلت کی وجہ سے زیادہ آبادی یا ایک بہت بڑی جمعیت اس قلعہ مین نہین رہ سکتی البتہ اگر باہر سے پانی لانے کا انتظام کیا جائے تو ایسا ممکن ہے۔ اندرونی حصہ کی زراعت دو رقبون پر محدود ہے۔ ایک تو وہ وادی جس مین ندی بہتی ہے اور ایک سطح مرتفع۔ اول الذکر خطہ مین ندی کے کنارہ اور نیز ہموار جگہون مین وہان۔ کپاس۔ لوسن گھاس۔ انگور۔ خربزے۔ اور کھیرے پانی کے جان بخش اثر سے شادابی کے ساتھہ نشو ونما پاتے ہین۔ بلند زمین پر جو وادی کی تہ سے ایک ہزار بلکہ ڈیڑہ ہزار فیٹ بلند ہے جو اور گیہون بوئے جاتے ہین۔ قلات کے اندر درخت یا جھاڑیان بہت ہی کم ہین اور کمیت یا کیفیت کے اعتبار سے گھاس بھی عمدہ نہین ہو سکتی کیونکہ لوگ اپنے ریوڑون کو چرانے کے لئے اکثر باہر بھیجتے ہین۔ پس اس مقام کی نسبت یہ کہنا کہ یہ ایک مرغزار ہے جو چٹیل پہاڑون اور آتشبار ریگستانون کے درمیان مین واقع ہے۔ غلط ہوگا۔

مراجعت بہ وارده

یہان سے مین مشہد کو واپس پھرا۔ پہلی منزل اوس راستہ پر واقع تھی جسے مین پہلے طے کرچکا تھا اور جو قلات اور وارده کے مابین واقع ہے۔ فاصلہ پانچ فرسخ بیان کیا جاتا ہی مگر مین اسے بیس میل سے زیادہ نہون گا۔ میرا خیمہ ایک بلندی پر گاؤن کے باہر نصب کیا گیا اور یہان مین نے اوس خچر کو دیکھا جو گردن شتر سے نیچے لڑہک پڑا تھا حسن اتفاق سے اسکی ٹانگ لوٹی نہ تھی بلکہ اوس مین سخت موچ آگئی تھی۔ رات بھر سردی مین گھوڑے

رہنے سے بیچارے کی ٹانگ ایسی اکڑ گئی تھی کہ اوس سے دو قدم بھی نہیں چلا جاتا تھا

منزل کاروہ

- اکتوبر۔ ہم کاروہ کی طرف روانہ ہوئے جس کا فاصلہ نام کو تو سات فرسخ ہے لیکن میرے حساب سے ۲۶ میل سے زیادہ نہیں۔ سفر کا ابتدائی حصہ اوس مقام تک جہاں بلغار کی طرف سے وہ بغلی گھاٹی آتی ہے جسکا ذکر پیشتر ہو چکا ہے مجھے دوہرانا پڑا۔ کیونکہ اسی راستہ کو مین تین دن قبل طے کر چکا تھا۔ یہان سے ہم تار کے ستونون اور ندی کے کنارے کی رہنمائی سے جو پورے درہ مین پھیلی ہوئی ہے آگے بڑہے۔ اس پیچدار اور عمودی دہانہ کو ہم کئی میل تک بصد دقت و زحمت طے کرتے رہے۔ کبھی تو ہم کو اون ٹیکرون اور چٹانون پر سے گذرنا پڑتا جو ندی کی تہ مین جابجا موجود تھے۔ کبھی ایک تنگ سے شگاف مین مقید ہونا پڑتا اور کبھی ان تمام وحشت زا مقامات کو طے کر کے ہم دفعتاً ایک خوبصورت سی پر فضا وادی مین نکل آتے۔ میکگریگر جو بحیثیت ایک سپاہی ہونے کے کوہ وادی وصحرا کی نسبت رائے زنی کرنے کا اچھا ملکہ رکھتا تھا اوسنے مشہد سے لیکر قلات تک کی سڑک کے اس حصہ کے حالات اپنے معنی خیز عبارت مین خاص طور سے حسب ذیل بیان کئے ہین ہمین نے یقیناً کوئی حصہ ملک قدرتی طور پر اس درجہ مستحکم نہین دیکھا جیسا کہ وہ علاقہ جو ستائیس میل تک کاروہ اور وارده کے درمیان چلا گیا ہے۔ یہ علاقہ ناقابل محاصرہ دہانون اور درون کی گویا ایک مسلسل قطار ہے جن مین سے ایک بھی اس راستہ کی شہرت کے لئے کافی

ہے .... اس علاقہ کو دیکھہ کر یہ گمان نہیں ہوتا کہ جو کچھہ ہمارے دیکھنے میں آیا۔ وہ عالم بیداری میں تھا بلکہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ

"خواب تھا جو کچھہ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا"[1]

راستہ میں ہم ایک بہت بڑے پتھر کے پاس سے گذرے جو ایک ہزار فیٹ بلند ٹیکرے کے اوپر رکھا تھا اور کوہ پنج منہ (۱۶ سیر) کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک ظریف الطبع بادشاہ نے ایک دفعہ اپنے کسی درباری سے کہا تھا کہ اس بے حقیقت پارہ سنگ کو جو ہوا میں معلق ہے اپنی عقل کی میزان خارا سنج میں تولدے کچھہ دور آگے چلکر بائیں طرف کو راستہ سے بیس فیٹ بلند ایک بہت بڑی چونے کے پتھر کی چٹان کی ترشی ہوئی سطح پر بزبان عربی و فارسی ایک کتبہ ہمارے دیکھنے میں آیا جس میں اُس فتح کا حال مندرج ہے جو شیبانی محمد خان ازبک فاتح بخارا نے کفار ایران پر ۹۱۶ھ میں حاصل کی اسکے بعد ہم ایک چھوٹے سے گانوں میں پہونچے جسکا نام مجھے ہرک یا وہرک بتایا گیا۔ یہاں درختوں کے ایک جھنڈ کے روح پرور سایہ میں ندی کے کنارے میں کچھہ دیر ستانے کے لئے ٹھہر گیا۔ اسی گھاٹی میں اور چھہ میل کا سفر کرنے کے بعد ہم نے دیکھا کہ وادی بتدریج چوڑی ہو کر ایک کھلے میدان کی شکل میں بدل گئی جس کے سرے پر کاروہ کا بڑا گاؤں درختوں سے گھرا ہوا آباد ہے۔ یہ ایک حقیر سی جگہ ہے لیکن کم از کم یہ امتیاز اسے ضرور حاصل ہے کہ یہاں ایک چھوٹے سے علاقہ کا سردار رہا کرتا ہے۔

[1] "جرنی تھرو خراسان (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۴۸ و ۴۹۔

مشہد تک کی سڑک



- اکتوبر - جو پہاڑیان وادی کاردھ کے گرداگرد حلقہ زن ہین اون کا
دامن پکڑکر مشہد کی سڑک ایک تنگ دہانہ مین داخل ہوتی ہے جسے دربند کارد کہتے
ہین - اس دہانہ کے اندر ندی اپنی لہریا چال کے ساتھہ درہ کی عمودی دیوارون کی پائین بوسی
کرتی ہوئی جارہی تہی دونون طرف پہاڑیون کے زیرین پہلوؤن پر عظیم الشان کنگرہ نما
چوٹیان جو ہزار سے لیکر ڈیڑہ ہزار فیٹ تک بلند ہون گی - خلا سے باتین کررہی تہین -
جو جو حیرت انگیز مناظر گزشتہ ہفتہ کے اثنا مین میرے دیکہنے مین آئے - اس گہاٹی
کا وحشت ناشکوہ اون مین سے کسی سے کم نہ تہا اور رہ رہ کر میرے دل مین یہ خیال آتا تہا کہ وہ
لوگ جو جبال الپس کے درون کی تعریف مین ہرزہ درائی کیا کرتے ہین اگر وہ درے
برف اور یخ کے لاثانی سانچے مین ڈہلے ہوئے ہی کیون نہون اگر اونہین ایشیا کی
اس ان دیکہے گوشہ مین سفر کرنے کا اتفاق ہو تو قدرتی مناظر کے ایسے حیرت انگیز
تسلسل کو دیکہہ کر جن مین سے ہر ایک کسی معروف تر سرزمین مین سیاحون کے ایک جم غفیر
کو اپنی طرف کشان کشان لے آتا اونکی بہی عقل چکر مین آجائے گی -

خراسان کے شمالی و مشرقی حصہ کے مناظر

اس مقام پر پہونچکر ہم نے پہاڑون کو خیرباد کہی اور اوس میدان کے مشرقی سلسلہ
کی بادیہ نوردی شروع کی جہان سے ایک ہفتہ پہلے بہ مقام رادکان روانہ ہو کر ہم داخل
کوہستان ہوئے تہے - پس بیجا نہ ہوگا اگر مین اپنے تصور کی نگاہ اون مناظر اور حوالی پر

ڈالون جنکے درمیان مین ایران کی سرزمین مین داخل ہونے کے زمانہ سے لیکر ابتک سفر کر رہا تہا اور جو شمالی و مشرقی خراسان کی سب سے زیادہ غیر معروف اور با این ہمہ سب مین افضل مثال کے طور پر پیش کی جاسکنے والی خصوصیات پر محتوی ہین۔ جو نقش کہ ان خصوصیات نے میری لوح تصور پر ثبت کئے اون کا خلاصہ اپنے سفر کے حالات کا اعادہ کئے بغیر مینے اخبار ٹائمس مین حسب ذیل قلمبند کیا تہا:-

'کوچان سے روانہ ہونے کے بعد مین پہاڑون مین مشرق کی طرف روانہ ہوا اور خراسان کے اس چٹیل اور عسیر المرور گوشہ کی کوہستانی وادیون مین دشت پیمائی کرتا پھرا۔ چونکہ خیمہ و خرگاہ اور خچرون کے ساتھہ ہونے کی رکاوٹ ایسی نہتی کہ مین پچیس میل روزانہ سے زیادہ سرعت کے ساتھہ سفر کرسکتا لیکن پھربہی اس دلچسپ ملک مین جہان بہت کم اہل یورپ آئے ہون گے۔ مجھے کامیابی کے ساتھہ دوسو میل کی مسافت طے کرنیکا موقع ملا جو گاؤن رستے مین پڑے اون مین سے اکثر کے نام کسی انگریزی نقشہ پر موجود نہین ہین اور صرف بڑے بڑے یا معروف تر مقامات مثلاً قلات نادری کے مشہور قلعے وغیرہ کے نامون سے اہل یوروپ کے کان آشنا ہین۔ یہ ایک تعجب انگیز بات ہے کہ ان مقامات مین کسی امر کے متعلق بھی قابل اعتبار اطلاع آسانی سے نہین ملسکتی۔ علی الخصوص مقامات کے درمیانی فاصلہ کا حال جسکی تحقیق مین کسی قسم کا بھی تکلف نہ ہونا چاہیئے۔ معلوم ہونا نہایت مشکل ہے۔ ایک فرسخ جو برائے نام چار میل کا ہوتا ہے اس ملک مین پیمایش کی ایک ہی اکائی ہے لیکن مجھے تجربہ سے معلوم ہوا کہ اس کا معیار معین نہین۔ دو سے لیکر پانچ میل

کا ہوتا ہے اس ملک مین پیمایش کی ایک ہی اکائی ہے لیکن مجھے تجربہ سے معلوم ہوا
کہ اس کا معیار معین نہین - دو سے لیکر پانچ میل تک اس سے مراد ہو سکتی ہے - یہہ
یہان ایک معمولی سی بات ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے پوچھتا ہے کہ فلان مقام کتنی
دور ہوگا تو وہ جواب دیتا ہے کہ یہی نصف فرسخ - حالانکہ اس سے اوسکی مراد فرسخ کی کسر
سے ہوتی ہے جس کے ایک سے لیکر ساڑھے تین میل تک ہو سکتے ہین - جن مناظر کے
درمیان مجھے سفر کرنیکا اتفاق ہوا اور جو شمالی و مشرقی خراسان کے تمام حصہ مین پھیلے ہوے
بیان کئے جا سکتے ہین وہ اپنی طبعی خصوصیات کے لحاظ سے نمایان طور پر یکرنگ ہین
بلند پہاڑون کے متعدد سلسلے جن کا محور شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف مائل ہی
ایک دوسرے کے متوازی متفاوت فصل سے چلے جاتے ہین - ان سلسلون کے
درمیانی قعر زیادہ شمالی حصون مین عمیق دہانے ہوتے ہین جو اپنی تہ مین ایک سیل کی گذرگاہ
سے زیادہ گنجایش نہین رکھتے حالانکہ جنوب کی طرف یہی قعر چوڑے ہو کر وادیان بنجاتے
ہین جنہین پہاڑی ندیان سیراب کرتی ہین اور جن مین جا بجا گاؤن آباد دکھائی دیتے
ہین حتی کہ یہی وادیان آگے جا کر وسیع اور زرخیز میدانون کی شکل مین منتقل ہو جاتی ہین -
جیسے شمال مین کوچان اور کوہ بنالود کے جنوب مین نیشاپور کا میدان - حاجب گھاٹیان
کوہستان کی اس ریڑھ کو بسا اوقات زاویہ قائمہ بناتی ہوئی قطع کرتی ہین جس سے ایک
وادی سے دوسری وادی مین جانے کا راستہ پیدا ہو جاتا ہے - یہ گھاٹیان دفعۃً پیدا
ہو جانے کے باعث اور اپنی انوکھی عظمت و شان کے لحاظ سے دلپر کچھ عجب بےخود

کر دینے والا اثر ڈالتی ہین۔ ہر ایک مین بیسیون ایسے ایسے محفوظ اور مستحکم مقامات پائے جاتے ہین۔ جن پر حملہ کیا جانا امکان سے خارج ہے اور مین نہین سمجھتا کہ دنیا کے کسی اور حصہ مین حد الثلج سے نیچے کا کوئی طبقہ بھی کوہستانی مناظر مین وحشت زا اور ہیبت ناک ہونے مین اس کا ہمسر ہو گا۔ بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ان تنگ دہانون کا فاصلہ سیل کی ایک مد کے سوا جس مین بڑی بڑی چٹانین بکھری پڑی ہوتی ہین۔ کسی اور کو اندر جانے کی اجازت دے۔ اور دہانون کی عمودی دیوارین بسا اوقات پانچسو سے لیکر ایک ہزار فیٹ تک اوپر کو اوٹھی ہوئی چلی جاتی ہین۔ بلند تر پہاڑون پر روئیدگی کا نشان تک نہین ہوتا اور اونکی عریانی اور پتھریلا پن طبیعت کے لئے کبھی مرغوب نہین ہو سکتا۔ البتہ بلند تر چوٹیان سنگریزون کا طرہ سر پر لگائے اپنی رفعت و شکوہ کی شان دکھاتی ہین اور کبھی کبھی ایسے محویت انگیز قدرتی نظارے دیکھنے مین آجاتے ہین جیسے قلات کی جنوبی وادیان۔ زراعت قریبًا وادیون کی تہون مین ہی محدود ہے اور وہان اس کا دار و مدار اون قلیل البضاعت ندیون اور نالیون پر ہے جو آبپاشی کے لئے کھود کر کھیتون تک پہونچائی جاتی ہین۔ ہر ایک گاؤن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک خاکستری رنگ کے ریگستان مین ایک لہلہاتا ہوا مرغزار ہے اور کچی مٹی کے غلیظ جھونپڑے جن کے دود آلود دامن مین ہرے سفیدون اور تر و تازہ میوہ کے درختون کی جھالر ٹکی ہوئی ہے۔ مسافر کو ویسی ہی تازگی بخشتے ہین۔ جیسے انگلستان کا زیادہ سے زیادہ آرام دہ گھر۔

حیات طبعی و انسانی

باربرداری کے جانور ان پہاڑی دیہات مین نہایت چھوٹے چھوٹے مٹیالے رنگ کے گدہے ہوتے ہین - اونٹ صرف قافلون کے ہمراہ دیکھنے مین آتے ہین اور گہوڑا تو غریب لوگ رکھہ نہین سکتے - پہاڑیون کے خشک پہلوؤن پر جو تہوڑا بہت سبزہ ہوتا ہے اوسپر کالی بہیڑون اور بکریون کے ریوڑ جو عظیم الجثہ کتون کی نگرانی مین ہر جگہہ دیکھنے مین آتے ہین پلتے ہین - اس سلئے گوشت کی یہان ارزانی اور بہتات ہے - کالے بیل لکڑی کے بہدّے ہلون مین جتے ہوئے نظر آتے ہین لیکن ان ہلون مین لوہے کی پہال چڑہی ہوئی نہین ہوتی - مگر یہ عجیب تماشا ہے کہ بیل تو ہر جگہہ نظر آتے ہین لیکن گائین اور دودہ ہر ایک گاؤن مین دستیاب نہین ہوتا - مرغیان البتہ کثرت سے ملسکتی ہین جہان چاہو تین پنس (تین آنے) مین ایک سلے لو - وادی کوجان مین اسعم کا میوہ بافراط ملتا ہے مگر شمال کی طرف مجہے ذرا بہی میوہ نہ ملسکا - چانول کسانون کی عام غذا تہی - یہ کسان لوگ دیکھنے مین وجیہ و شکیل اور توانا معلوم ہوتے تہے اور شہری ایرانیون سے بالکل مختلف تہے نسل کے اعتبار سے وہ ایرانی نہین تہے بلکہ ترکمان یا ترک معلوم ہوتے تہے اور صورت شکل مین بہی وہ اتنے ایرانیون سے نہین ملتے جلتے جتنے ازبکون اور تاتاریون سے - سر پر وہ بہیڑ کی کہال کے کنٹوپ پہنے تہے جو ترکمانی وضع کے تہے بلکہ چندوسے پرسے کم بلند تہے - انکی ٹانگون پر کرمچ کی پٹیان کچے چمڑے کے تسمون سے بندہی تہین اور پاؤن مین وہ گائے کی کہال کے ڈہیلے

جوتے کہ وہ بھی اسی طرح سے بذریعہ تسمون کے بندہے تھے پہنے ہوئے تھے۔

عورتین ہر جگہ دیکھنے مین آتی تھین مگر بالعموم اون سب کے چہرے احتیاط کے ساتھ چھپے ہوئے تھے نہ کسی نقاب سے بلکہ اوپر کی سوتی چادر کے ذریعہ سے جو چہرہ کے حصہ زیرین پر کھینچ لیجاتی تہی۔ جن عورتون کے دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا وہ قبل از وقت بڈہی اور بدصورت ہوچکی تہین مگر یہ مشرق کا افسردگی خیز قانون ہے جس سے مفر نہین ہے

طبعی خصوصیات

کچھ اوپر بیان کیا جاچکا ہے اوس پر اس سرزمین کے پہاڑون کی خاص ساخت کے متعلق مین ایک دو باتین اور ایزاد کیا چاہتا ہون۔ اول تو جو خطوط دریاؤن کے طاسون کو ایک دوسرے سے جدا کرتے ہین وہ شاذونادر ہی بلند ترین سلسلہاے کوہ یا چوٹیان ہوتی ہین۔ اس کی مثالین اون دونون خطوط انقسام کی صورت مین مینے دیکھین جو اٹک یعنی ماوراء النہر اور کوچان۔ اور کوچان و مشہد کی ندیون کے طاسون کو ایک دوسرے سے جدا کرتے ہین یا دوسرے الفاظ مین یون کہیئے کہ اون دونون ندیون کے طاسون کا انفصال باہمی بذریعہ تقسیم قدرتی جو علی الترتیب بحیرہ اخضر اور ہری رود مین جاملتی ہین۔ دوم یہ کہ بجاے اسکے کہ دریا سلسلہاے کوہ کے محور کے متوازی جائین یا یون کہیئے کہ جو عمیق وادیان اون کے درمیان واقع ہون اون مین بہتے ہوئے اون کونون پر سے اپنا رخ بدل لین۔ جہان پہاڑ کی ریڑہ مین خم آجاتا ہو وہ سلسلہاے کوہ کو زاویہ قایمہ بناتے ہوئے قطع کرنا چاہتے ہین اور قدرت نے اس غرض سے

جوف کہسار مین ایسی ایسی درزین اور شگاف پیدا کردے ہین جو خود یہ دریا کبھی پیدا نہ کرسکتے تھے
اسکے علاوہ ان درارٹون کے دیکھنے سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ یہ پانی کی قوت روانی کی
عمل سے ترکیب پذیر ہوئے ہین۔ بلکہ قیاس اس بات کو چاہتا ہے کہ ابتدا مین کرسی زمین
کے اُٹھتے وقت شدت کے کھنچاو یا تناؤ کی وجہ سے یہ شگاف پیدا ہو گئے۔

ہمارا مشہد کے قریب پہونچنا

ہم ایک دفعہ میدان مین پہونچ گئے تو مسافت جلد جلد قطع ہونی شروع ہوئی
اور ہم نے اندروخ اور رزان کے دیہات کو جو پانی کی فراوانی اور زراعت کے ایک
وسیع رقبہ کی نعمتون سے بہرہ ور نظر آتے تھے یکے بعد دیگرے اپنے پیچھے چھوڑا۔ اس
پہنائے عظیم کے بعید ترین جنوبی حصون مین مشہد کے عقب کے پہاڑ اپنی نوکیلی پشت
کی مجزا چٹانون کا بھیانک روپ دکھا رہے تھے۔ مین نے ٹکٹکی باندھ کر اس امید مین
اس طرف دیکھنا شروع کیا کہ مقدس امام کے مزار کا سنہرا گنبد اور اوس کے مینا اس فاصلہ
سے مجھے نظر آجائین۔ بتدریج غبار کے مرغولے اوپر کو اوٹھنے لگے گویا کہ دریچہ افق پر پشمین
پردہ پڑا تھا جسے طنابین اوپر کھینچ رہی تھین اور اول تو ایک فوری چمک اور پھر ایک دیر
تک قایم رہنے والی جھلملاہٹ نے مجھے بارہ یا پندرہ میل کے فاصلہ پر سنہرے کلس
کی جھلک دکھا دی۔ اگرچہ اس نظارہ کو دیکھکر میرے قلب پر اوس صاحب عقیدت زایر
کی سی وجدانی کیفیت طاری نہین ہوئی جو صدہا بلکہ ہزارہا میل کا صعوبت ناک سفر طے
کر کے اس مقدس مقام کو دیکھنے آتا ہے اگرچہ مین نے فرط عقیدت سے "یا علی" اور

"یاحسین" کے پرجوش نعرے نہین بلند کئے- اور اگرچہ مین نے اپنے دامن کو پارہ پارہ کرکے عابد وزاہد شیعون کے دستور کے موافق قریب ترین جھاڑی پر نہین لٹکا دیا- تاہم مین نے اس منظر کو اوس گہری دلچسپی اور محبت سے دیکھا جو اس مشہور و معروف شہر کے شنیدہ اور خواندہ حالات کے علم کی وجہ سے مجھہ مین پیدا ہو گئی تھی اور اپنے گھوڑے کو مہمیز لگا کر جسقدر جلد مجھسے ہو سکتا تھا مین نے اوس میدان کو جو میرے اور میری منزل مقصود کے درمیان حائل تھا قطع کرنا شروع کیا-

ایک حادثہ

یادگلدی اور مین گھوڑے ڈپٹاتے ہوئے آگے جا رہے تھے اور اوسکا اشہب "گلدم" اپنی جولانی کے زبردست کرشمے دکھا رہا تھا کہ اپنے پیچھے کے ساتھیون کے گھوڑیون کی ٹاپون کی آواز کا یک لخت موقوف ہو جانا مجھے محسوس ہوا اور مینے پلٹ کر دیکھا کہ کیا ماجرا ہے- دو سو گز کے فاصلہ پر گریگوری کا عراقی چارون شانے چت ہوا مین دولتیان پھینک رہا تھا- اس کا بوجھ چارون طرف زمین پر بکھرا پڑا تھا اور ناشاد آدمی اپنے آپکو گھوڑے کے تلے سے بدقت تمام نکال رہا تھا اور موتھہ بسور بسور کر اپنے گھٹنے کو مل رہا تھا- ایک طرف کو رمضان علی خان بھی خاک دہول مین اٹا ہوا پیادہ اپنے گھوڑے کے پیچھے بدحواسی کے عالم مین جا رہا تھا اور گھوڑا افراتے پھرتا ہوا نگاہ سے غایب ہونے کو تھا- دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ گریگوری کا جانور زیادہ خستہ و ماندہ ہو جانے اور جو بھاری بوجھ اوس پر لدا ہوا تھا اوسکو لیکر

ہمارے ساتھ ساتھ اس تیزی سے نہ دوڑ سکنے کے باعث سکندری کہا کر نیچے گر پڑا اور گر گوری
اوسکے تلے دب گیا اور افنان جب اپنے ساتھی کو اس مصیبت سے نجات دینے کے
لئے گھوڑے سے نیچے اوترا تو گھوڑے نے اوسکے سر پر ایسی دولتی جمائی کہ وہ دہڑام
سے زمین پر گر پڑا۔ قصہ مختصر تھوڑی دیر میں سب کچھ روباصلاح ہو گیا اور سست روؤں کو پیچھے
چھوڑ کر ہمنے پھر گھوڑا اوڑایا۔ شہر سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہم ایک مضبوط اور گیارہ
محرابوں کے بلند پشتہ پل پر پہونچے جو کشف[1] رود کی حقیر سی ندی پر بندھا ہوا ہے یہ پل جس کا
نام پل شاہ ہے ندی کے کاہیدہ حجم سے کچھ بھی مناسبت نہ رکھتا تھا۔ ندی کا پاٹ اس
مقام پر صرف پچیس فیٹ تھا اور پانی کی روانی بہ مشکل محسوس ہوتی تھی۔ پل کی مغزبندی
ابتداءً گول سنگریزوں سے کی گئی تھی۔ لیکن ایران میں جو حالت کسی اور اچھے کام کی ہوتی رہی
وہی اس مغزبندی کی بھی ہوئی۔ سنگریزے غایب ہو گئے اور یہ شکستہ گذرگاہ بجائے
فایدہ رسان ہونے کے اور اولٹے مسافروں کی ٹانگیں توڑتی ہے۔

خواجہ ربیع کا مزار

ایک میل کی مزید مسافت طے کرنے کے بعد ہم خوجہ (یا خواجہ) ربیع کے مقبرہ کی چاردیواری

---

[1] یہ ندی رجسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قدیم فارسی میں کشف کچھوے کو کہتے ہیں) جس کا نام آب مشہد بھی ہے اور جسے بعض دفعہ
قراسو (آب سیاہ) کہتے ہیں چتگیلاس سے جو چناران اور رادکان کے درمیان ایک دلدل ہے نکل کر
وادی مشہد کے نالوں اور سیلوں کو جمع کرتی اور ہمک دربند (درۂ سفید) میں سے گذرتی ہوئی پل خاتون واقع
سرحد روس کے نیچے سے نکلتی ہے اور یہاں پہونچکر دریائے ہری رود سے ملتی ہے۔ ان دونوں کے
اتصال سے دریائے تجند پیدا ہوتا ہے۔

کے پاس پہونچے۔ یہ ایک بزرگ تھے جنکی نسبت بعض کا یہ خیال ہے کہ وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے دوست تھے اور بعض کہتے ہیں کہ امام ممدوح کے اوستاد تھے۔ اور اونہیں اسی مقام پر بخیال قرب حضرت امام دفن بھی کیا گیا ہے۔ مقبرہ کے گرد ایک باغ ہے جس میں کثرت سے درخت موجود ہیں اور داخل ہونیکا راستہ ایک رفیع الشان پھاٹک ہے جسکے جوف میں محراب دار طاقوں کے اندر کچھ حجرے بنے ہوئے ہیں۔ حوالی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا تھا کہ مشہد کے لوگ فرصت کے اوقات میں تفریح طبع کے لیے یہاں آیا کرتے ہیں اور فی الحقیقت مضافات شہر کا کوئی حصہ اگر دلچسپی کے اعتبار سے سربرآوردہ ہے تو وہ یہ ہے۔ اس خیال سے کہ اس عمارت کے اندر ایک مسجد بھی ہے اور اسلئے اسپر مذہب کا رنگ چڑھا ہوا ہے میں نے اسکے اندر داخل ہونیکی کوشش نہیں کی بلکہ باہر سے اس کی ایک عکسی تصویر لے لی۔ بعد میں میں نے سنا کہ مقبروں میں ہر خاص و عام کو جانے کی اجازت ہے۔ موجودہ عمارت اصلی مقبرہ نہیں بلکہ اوس کتبہ کے مضمون سے جو اس پر ثبت ہے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عباس اعظم نے اسکو ایک قدیم تر عمارت کے آثار پر تعمیر کیا تھا۔ اسوقت اس کی مکرر تجدید عمل میں آرہی تھی۔ عمارت چاروں طرف سے پاڑوں سے گھری ہوئی تھی اور قبہ کے بیرونی حصہ کی نیلی اینٹیں جن میں سے اکثر کا رنگ اوڑ گیا تھا اور بہت سی اکھڑ گئی تھیں اون کی مرمت راج مزدور کر رہے تھے۔ میگگریگر ۱۸۷۵ء میں اسکے خشتی کام کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ایران کی دوسری تمام عمارات کے اس قسم کے کام سے یہ کام اچھا ہے۔ مگر اس کا بھی اکثر

حصّہ ضایع ہوگیا تھا اور قبہ کے ڈہلاؤ کے شروع ہونے کے مقام سے نیچے کسی زمانہ مین جو منبّت کاری تہی۔ اوسکے اب صرف کچھ نشان رہ گئے ہین۔ اسکے قریب ہی حکمران خاندان کے بانی آغا محمد شاہ کے باپ فتح علی خان قاجار کا مقبرہ ہے۔ نادر شاہ اوس کا دشمن ہوگیا تھا اور اوسی کے حکم پر آغا محمدؐ شاہ کی گردن ماری گئی تہی۔

ہمارا مشہد مین داخل ہونا

جلد سڑک مٹی کی خاک آلودہ دیواروں مین سے گزرتی اور چھوٹی چھوٹی خندقون کو جو مشرق کے تمام شہرون کا عام بیرونی منظر ہوا کرتی ہین عبور کرتی ہوئی بڑہی۔ شہرپناہ کا لمبا سلسلہ اب ظاہر ہوا جسکے اوپر جا بجا برج بنے ہوئے تھے اور جو چارون طرف ایک پایاب خندق سے گھری ہوئی تہی۔ پہاٹک مین سے گذر کر جہان ایک میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے جوان نے معًا اوٹھکر اپنی بندوق کی نمایشی کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ سلامی اتاری۔ ہم کوئی آدھ گھنٹہ تک اون خالی خولی اور دلچسپی سے معرّا گلیون کو گھوڑے پر سوار طے کرتے رہے جو مشرق کے عظیم الشان سے عظیم الشان دارالسلطنت کے پانچ مین سے چار حصون کا سرمایہ ہوا کرتی ہین اور خیابان یعنی مشہد کے وسطی بازار مین سے گزرنے کے بعد (جسکا زیادہ تفصیلی حال باب آیندہ سے متعلق ہے) مین ایک پست دروازہ کے سامنے جا ٹھیرا جس پر ایک بہت بڑے رنگے ہوئے سپر نما تختے پر گورنمنٹ برطانیہ کا نشان منقوش تھا جس سے اس بات کا پتہ چلتا تھا کہ ملکہ معظمہ کا قونسل جنرل اور وایسرائے کشور ہند کا ایجنٹ یہان رہتا ہے۔ ایک منٹ نہ گزرنے پایا

تھا کہ کرنیل چارلس اسٹوارٹ سے بیٹنے تپاک کے ساتھہ ہاتھہ ملانے مین اپنے آپکو مصروف پایا۔

کاروہ سے مشہد تک کی منزل کا فاصلہ ۸ فرسخ بیان کیا جاتا ہے مگر حقیقت مین ۲۴ میل سے زیادہ نہین۔ نظربران قلات سے مشہد تک کا راستہ حسب ذیل ہے۔

	فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب میل
قلات نادری سے واروہ تک	۵	۲۰
واروہ سے کاروہ تک	۷	۲۶
کاروہ سے مشہد تک	۸	۲۴
میزان	۲۰	۷۰

قلات کو جانے اور وہان سے آنیکے مزید راستے

قلات سے درگز (براہ ارچنگان ۷۰ میل)۔ کرنل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) "کلاؤڈز ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحات ۲۱۰ الی ۲۲۹ + سرسی میکگریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۶۳ الی ۷۵۔

قلات سے مشہد (براہ کان گوشہ و قرائیغان)۔ ان دونون راستون مین جو چاہین اختیار کرسکتے ہین۔ سرسی میکگریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم ضمیمہ دوم۔

ساتوان باب

مشہد

"اقوام کے مذاہب اور زمانہ کے مشاہیر کی کچھہ نہ کچھہ تعظیم یقیناً ہم پر واجب ہے"

گبن "ڈکلاین اینڈ فال آف دی رومن امپایر" (زوال و خاتمہ سلطنت روما)

مشہد کے مورخین سابق

گذشتہ پچاس سال سے متعدد یورپین لوگون نے مشہد کا سفر کیا ہے اور تفصیلی یا اجمالی طور پر اوسکے حالات بیان کیے ہین۔ ان مین انگریزونکو کیا بلحاظ خوبی تصنیف اور کیا بلحاظ تعداد فوقیت حاصل رہی ہین اونکے نامون اور نیز تصانیف[1] کی فہرست درج ذیل

[1] جے۔ بی۔ فریزر (۱۸۲۲ء) "جرنی ان ٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ باب ہفدہم + لفٹننٹ۔ اے کونولی (۱۸۳۴ء) "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (خشکی کی راہ سے ہندوستان کا سفر)۔ جلد اول۔ باب دہم + ڈاکٹر جے۔ والف (۱۸۳۱ء و ۱۸۴۴ء) "ٹریولس اینڈ ایڈونچرس اینڈ نیریٹو آف اے مشن ٹو بخارا" (حالات سیاحت و سرگذشت و داستان سفارت بخارا) + سر اے۔ برنس (۱۸۳۲ء) "ٹریولس ان ٹو بخارا" (سفر بخارا)۔ جلد سوم۔ باب چہاردہم + جے۔ پی فیریر (۱۸۴۵ء) "کاروان جرنیز" (سفرہاے کاروان) باب نہم + این۔ ڈی خانیکاف (۱۸۵۸ء) "میمائر سر لا پارتی مریدیونیل دی لا ایسی سنترال" (تذکرہ اقوام علاقہ جنوبی وسط ایشیا) بزبان فرانسوی)۔ صفحات ۹۷ الی ۱۰۸ و "مشہد لا سنٹا سینٹا" آی۔ ال سو تڑ ریٹو ریو

کرتا ہون تاکہ اگر ناظرین کسی خاص زمانہ یا کسی خاص شخص کے حالات دریافت کرنا چاہین - تو وہ ان کتابون کی مدد سے اپنی ضرورت پوری کرسکین - اگر مین نے مشہد کے حالات لکھکر ان مورخین کی تعداد مین ایک کا اور اضافہ کیا ہے - تو اس سے میرا یہ مقصد نہین کہ جو درجہ اپنی مساعی کے لحاظ سے اونہین حاصل ہے اوسپر مین تصرف کرون بلکہ میری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۷ - ای - بی - ایسٹ وک (۱۸۶۲ء) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" - (ایک سفر کا روزنامچہ) جلد دوم - صفحات ۲۰۰ - الی - ۲۳۳ + اے - ویمبری (۱۸۶۳ء) "لایف اینڈ ایڈونچرس" (حیات و سرگذشت باب بست و ہفتم + "مین واندرنگن انڈ ارلیبنی ان پرسین" (میری سیاحت و قیام ایران مین) + کپتان - ایچ - سی - مارش (۱۸۷۲ء) "رایڈ تھرو اسلام" (سفر دنیائے اسلام بذریعہ سواری اسپ) - صفحات ۹۸ - الی ۱۱۲ + جماعت ماموره تصفیہ سرحد سیستان (۱۸۷۲ء) (۱) کرینل ایون - اسمتھ - "السٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) جلد اول صفحات ۳۵۷ - الی - ۳۶۶ - (۲) ڈاکٹر ایچ - ڈبلیو - بیلیو "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائیگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) صفحات ۳۶۰ - الی - ۳۶۸ + کرنل - ویلنٹاین - بیکر (۱۸۷۳ء) "کلاوڈس ان دی ایسٹ" - (گھٹا مشرق مین) - باب دہم + سر - سی - میک گریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد اول صفحات ۲۷۷ - الی - آخر کتاب معہ نقشہ شہر صفحہ ۲۸۴ + جے - بیسٹ (۱۸۷۸ء) - "پرشیا - دی لینڈ آف اِمامس" (ایران یعنی سرزمین ائمہ) - صفحات ۲۲۱ - الی - ۲۳۵ + ای - او ڈونوون (۱۸۸۱ء) - "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) - جلد اول - باب بست و ہشتم و بست و نہم - جلد دوم - باب سیم + پی - لسار (۱۸۸۲ء) "پیسر منس متھی لسنگن" - ۱۸۸۴ء - باب ہشتم + لفٹنٹ - اے - سی - ییٹ (۱۸۸۵ء) "ٹریولس وِدْ دی افغان باونڈری کمیشن" (داستان سیاحت ہمرہی جماعت ماموره تصفیہ سرحد افغانستان) - باب دہم + مشہد کے اس صدی سے پہلے کے حالات مختصر اور منتشر ہین - لیکن ۱۷۴۱ء مین اس شہر کے دلچسپ حالات عبد الکریم کی کتاب "وایج دی لا اند آ مکہ" (سفر از ہند تا مکہ) کے صفحات ۴۸ و ۷۰ - الی - ۷۴ مین پائے جاتے ہین -

غرض و غایت ان مساعی کا تکملہ کرنا ہے - جو کچھ یہ لوگ بہ طرز احسن بیان کر چکے ہین اوسکے اعادہ سے مین بہ حد امکان احتراز کرون گا اور جہان تک ممکن ہوگا ماخذ اصلی کو وثوق و یقین کی نظر سے دیکھون گا - لیکن اسکے ساتھ ہی میرا یہ کام ہوگا کہ جہان جہان ان مورخین سابق نے غلطیان کی ہین اون کی اصلاح کرون اور مشہد کی تصویر کو آج تک کے واقعات سے قلمبند کرنے سے خط و خال اور نوک پلک سے ٹھیک کرون - مشہد مین ملکہ معظمہ کے ایک سرکاری نائب کے مستقر ہی کا ہونا اس کی تاریخ مین ایک اہم واقعہ ہے

تاریخ

اس مقدس شہر کے خاص خاص حالات کا ذکر مین نہایت اختصار کے ساتھ کرونگا - اسکے نام (مشہد[۱] جسکے معنی مقام شہادت کے ہین) اور اس کی شہرت کا باعث یہ واقعہ ہے کہ نوین صدی عیسوی مین حضرت امام موسی رضا علیہ السلام جو بارہ ائمہ مین سے بہ لحاظ سلسلہ آٹھوین ہین یہان سپرد خاک کیے گئے - افواہاً یہ سنا جاتا ہے لیکن اسکی بظاہر کوئی اصلیت نہین معلوم ہوتی کہ خلیفہ مامون الرشید مشہور خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے نے جسکا دار الخلافہ مرو تھا حسد کی وجہ سے امام صاحب کو جو اوس وقت شہر طوس مین جو موجودہ مشہد سے پندرہ میل کے فاصلہ پر واقع تھا رہتے تھے زہر آلود انگور کھلا کر شہید کرا دیا - لیکن ایک اور روایت اسطرح سے ہے کہ امام ممدوح نے طوس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۸ - اس کتاب کا ترجمہ فرانسوی زبان مین موسیو لینگلے نے کیا -

[۱] مشہد اسم ظرف مکان ہے جسکا مادہ شہد ہے -

ہی مین طبعی طور پر انتقال فرمایا۔ یہ نہین کہا جا سکتا کہ ان دونون روایتون مین سے سچی کونسی ہے۔ بہرحال امام صاحب کی نعش موضع صنع آباد مین جو مشہد کے قریب واقع ہے ایک روضہ کے اندر دفن کی گئی۔ شہادت کی روایت کا ایک عجیب ضمیمہ یہ بھی ہے کہ مامون کے جلیل القدر باپ ہارون الرشید کا مقبرہ بھی یہین ہے۔ صنع آباد بتدریج مذہبی کشش اور زیارت کا مرکز بن گیا اور ابن بطوطہ نے جو ۱۳۳۳ء کے قریب سفر کرتا ہوا یہان آیا دیکھا کہ امام صاحب کی مسجد موجود ہے اور اوس کی نہایت درجہ تعظیم کی جاتی ہے[۵۱]۔ ۱۴۰۴ء مین جب ہسپانیہ کا رفیع الشان سفیر ڈان رائی گانزیلز ڈی کلاویجو تیمور کے دربار سمرقند کو جاتے ہوئے مشہد سے گزرا تو اوسنے بھی یہی واقعہ بلند کیا[۵۲]۔ تیمور کے سب سے چھوٹے بیٹے شاہ رخ نے بعدمین اس مزار کو مزین وآراستہ کیا اور اوس کی بیگم

---

۵۱ اوس کا بیان حسب ذیل ہے: "مشہد الرضا ایک وسیع اور آباد شہر ہے جہان میوہ افراط سے پیدا ہوتا ہے۔ مشہد (یعنی روضہ) پر ایک بہت بڑا قبہ ہے جو حریر کے غلاف اور طلائی شمعدانون سے مزین ہے۔ قبہ کے نیچے حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار کے مقابل خلیفہ ہارون الرشید کا مقبرہ ہے۔ اس مقبرہ پر شمعین روشن کی جاتی ہین۔ لیکن جب شیعان علی زیارت کے لئے یہان داخل ہوتے ہین تو وہ ہارون الرشید کے مدفن کو ٹھکراتے ہین مگر حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار پر درود وسلام بھیجتے ہین" اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ چودہوین صدی مین جس طرح یہ مقام شیعون کی زیارتگاہ تہا اوسی طرح سنی بھی یہان زیارت کرنے کو آتے تھے۔

۵۲ اوسکا یہ بیان ہے: "حضرت امام رضا علیہ السلام ایک بڑی مسجد کے اندر ایک بڑے مقبرہ مین دفن ہین جسپر چاندی کا ملمع چڑھا ہوا ہے۔ اس مزار کی وجہ سے یہان ہر سال کثیر التعداد مسافر اطراف واکناف عالم سے آتے ہین۔ جب زایر یہان پہونچتے ہین تو سوار ہی پر سے اتر کر خاک کو بوسہ دیتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم مقام مقدس پہونچ گئے"

جلد مطبوعہ ہکلوٹ سوسائٹی۔

گوہر شاد نے وہ عالی شان مسجد تعمیر کی جو ابھی تک اسکے برابر کھڑی ہے۔ لیکن کہین سولھوین صدی کے شروع مین جاکر جبکہ حکومت خاندان صفوی کے حصّہ مین آئی مشہد عالمگیر شہرت کا مرکز بنا۔ مذہب شیعہ کو قومی مذہب قرار دینے کے بعد نئے فرمانرواؤن کے لئے یہ امر نہایت ضروری تہا کہ وہ کوئی ایسی متبرک زیارت گاہ مقرر کرین جو اون زائرون اور روپیہ کو جو مکہ معظمہ کی طرف کھنچا ہوا چلا جاتا تہا۔ اپنی طرف کھینچ لائے اور تمام شیعون کی حرارت دینی کا منبع اور مصدر ہو۔ چنانچہ جس طرح جروبوم نے دان اور بیتھل مین طلائی گوسالے اس غرض سے رکھ دئے تہے کہ اسرائیلی زایرین یورشلیم سے منحرف ہو جائین اسی طرح شاہان اسمٰعیل طہماسپ اور عباس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی مسجد کو سیم وزر اور اوقاف سے مالامال کر دیا۔ یہ فرمانروا خود بھی یہان آتی تہے اور بعض دفعہ اقامت پذیر ہوتے تہے[1]۔ غرضکہ اون کی مساعی سے یہ مقام دنیای ایران کا مکہ بن گیا اور اب تک ہے۔ اس مین شک نہین کہ شیعون کے متبرک مقامات مین مشہد کا شمار درجہ اول مین نہین ہے۔ کیونکہ جسطرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلعم

[1] عباس اعظم کے زہد واتقا کے ثبوت مین یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وہ اپنے کل دربار کے ساتھ اصفہان سے مشہد تک برابر پیدل چلتا ہوا آیا دربار کے ہیئت دان نے کل فاصلہ کو ایک رسی کے ذریعہ سے ناپا جسکی رو سے یہ فاصلہ ۱۹۹ فرسخ اور کچھہ کسر قرار پایا۔

۲۔ اسی قسم کی روایت شہنشاہ اکبر کی نسبت بھی بیان کی جاتی ہے۔ اوس عقیدت اور ارادت کے لحاظ سے جو اوس کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی وہ پیادہ پا معہ بادشاہ بیگم کے آگرہ سے چلکر اجمیر شریف تک آیا تہا بلکہ یہان تک بیان کیا جاتا ہے کہ وہ متعدد مرتبہ اسی طرح اسقدر مسافت طے کر کے اجمیر شریف کی زیارت کو آیا۔ مترجم

کے داماد اور شیعی عقاید کے بموجب دین کے حقیقی پیشوا) اور اونکے فرزند حضرت امام حسینؑ شہید بلحاظ تقدس حضرت امام رضا علیہ السلام پر فوقیت رکہتے ہین اسی طرح اون کے مزار بھی جو نجف اور کربلا مین واقع ہین مشہد والے روضہ سے زیادہ متبرک ہین۔ لیکن نجف اور کربلا دونون کے دونون ترکی علاقہ اور اس لحاظ سے ایک غیر سرزمین مین واقع ہین اور وہ دل بھی حب وطن کے پاک جذبہ سے بالکل معرا ہوگا جو نجف اور کربلا کی زیارت کرتے وقت یہ شوق نہ رکہتا ہوگا کہ ایران کے مذہبی مرکز مین پہونچکر اوس کی زیارت کرے اور دوگانہ بجالائے اور مزار امام کی ضریح کو بوسہ دے[لہ] لیکن چونکہ مشہد سرحد توران سے اس قدر قریب تہا اس لئے یہ ترکمانی تاخت وتاراج اور حملہ آوری کی برابر زد مین رہتا تھا اور خراسان کے تمام سرحدی شہرون کی طرح اسکی تاریخ بھی ہنگامون اور شورشون سے بھری پڑی ہے۔ شاہ عباس کے عہد مین (۱۵۸۶ء) ایک دفعہ ازبکون نے اسکو سر کرکے لوٹا اور غارت کیا۔ اسکے بعد محمود افغان کے حملے نے اسے بہت کچھ نقصان پہونچایا۔ لیکن نادر شاہ فاتح کی سرپرستی نے اسمین پھر جان ڈالدی۔ نادر شاہ نے تخت ایران پر بیٹھنے کے بعد اگرچہ شیعہ مذہب کے عقاید ترک

لہ مین نے کربلا کے ایک شیعہ سید سے پوچھا کہ مسلمانون کے متبرک مقامات کے درجہ کا سلسلہ شیعی عقاید کی رو سے کیا ہے تو اوسنے حسب ذیل جواب دیا۔ اول مکہ معظمہ۔ دوم مدینہ طیبہ۔ سوم نجف اشرف۔ چہارم کربلائے معلی۔ پنجم کاظمین شریف متصل بغداد شریف۔ ششم مشہد مقدس۔ ہفتم سامرہ (سُر مَن رَائی) واقع کنار دجلہ۔ ہشتم قم۔ لیکن اگر کوئی ایرانی شیعہ ہوتا تو وہ مشہد کا درجہ کربلا کے بعد رکھتا۔ مکہ کی زیارت کرنے سے زایر حاجی کہلاتا ہے۔ کربلا سے کربلائی اور مشہد سے مشہدی۔

کردئے تھے اور جبراً شیعہ مذہب کے استیصال کی کوشش کی تھی[۵۱] تاہم وہ اکثر مشہد
مین اپنا دربار لگایا کرتا تھا اور روضہ امام کو از سر نو تعمیر کرکے اوسنے مزین و آراستہ کیا
[illegible] کے علاوہ اوسنے اسی شہر مین اپنے اور اپنے بیٹے[۵۲] کے لئے جس کی اوس نے
فرط حسد و بغض سے آنکھین نکلوا ڈالی تھین مزار بھی بنوائے تھے۔ اوسکی وفات کے بعد
مشہد اوسکے اندھے پوتے شاہرخ[۵۳] کے قبضہ مین رہا جس کی کمزور حکومت کے زمانہ مین
ازبکون کے آئے دن کے حملون سے اس شہر کی آبادی ساٹھ ہزار سے گھٹ کر بیس[۲۰] ہزار
رہگئی۔ آخر کار صدی کے خاتمہ پر آغا محمد خان قاجار خواجہ سرا نے جو ایران کے حکمران خاندان
کا بانی [illegible] اور وحشیانہ ظلم کے ساتھہ اوسکو عذاب دے دیکر
[illegible] چودہ صدی مین مشہد نے کئی دفعہ حکومت عالیہ کے برخلاف اوس نفرت کی وجہ
سے جو خاندان قاجار کے ساتھہ اوسے برابر چلی آئی ہے۔ علم بغاوت بلند کیا۔ اور ان
بغاوتون کے پے در پے ظہور مین آنے کی وجہ سے ایک سے زیادہ تعزیری مہمات شاہ کو
بھیجنی پڑین لیکن سلطنت کے دوسرے اجزا کی طرح اب ناصر الدین نے اسکو بھی پوری
طرح سے اپنا مطیع و منقاد بنا لیا ہے۔

---

۵۱ مذہب سنت وجماعت کی ترویج کا جو اقدام نادرشاہ نے کیا تھا وہ مصلحت اور حکمت عملی پر مبنی تھا
جسکا مقصد یہ تھا کہ دنیائے اسلام تبریز سے لیکر دہلی تک ایک شہنشاہ کے زیر نگین ہوجائے۔

۵۲ اس بیٹے کا نام رضاقلی میرزا تھا۔ مترجم

۵۳ شاہرخ اوسی رضاقلی میرزا کا بیٹا تھا جسے نادر نے اندھا کیا۔ مترجم

شہر کا نقشہ



کے گرد بھی مشرق کے تمام دوسرے شہروں کی کچی مٹی کی ایک دیوار کھچی ہوئی ہے جس میں برابر برابر فصل سے برجیاں بنی ہوئی ہیں اور گوشوں پر آگے کو نکلے ہوئے برج ہیں۔ ابتداءً اس دیوار کے نیچے کے حصہ کی موٹائی نو فٹ اور اوپر کے حصہ کی چار فٹ تھی اور اسکے علاوہ ایک فٹ موٹی منڈیر بھی اسپر موجود تھی۔ لیکن اب اس کی حالت نہایت شکستہ ہو رہی ہے۔ سابق میں فصیل کے نیچے ایک چھوٹی سی کھائی ہوتی تھی جس کے باہر کے یعنی محاصرین کی طرف والے کنارے پر ایک پست سی منڈیر بنی ہوئی تھی اور اس کھائی کے بعد ایک اور زیادہ چوڑان کی کھائی تھی لیکن انحطاط کے عمل نے ان دونوں کو یکسان ویرانی کا لباس پہنا دیا ہے اور اکثر مقامات پر یہ ایک دوسری سے متمیز نہیں ہوتیں۔ فصیل کے دور کے مختلف اندازے لگائے گئے ہیں۔ کسی نے چار کسی نے ساڑھے چار اور کسی نے چھ میل اسکا فاصلہ بیان کیا ہے لیکن نقشہ اور ترتیب کی بے قاعدگی کی وجہ سے اندازہ لگانا مشکل ہے[ل]۔ شہر پناہ کے پانچ پھاٹک ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔ بالا خیابان اور پائین خیابان جو خاص بازار کے دونوں سروں پر واقع ہیں۔ اور نوگان اور عیدگاہ

ل میگگریگر نے اپنی کتاب کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۸۴ پر جو نقشہ دیا ہے اور جسے کرنل ڈالیبج نے تیار کیا تھا اوسکے سوائے مجھے اور کسی نقشہ کا علم نہیں مگر یہ بھی پورے طور پر صحیح نہیں۔ ایسٹوک نے فصیل شہر کے گرد گھوڑے پر سوار ہو کر پھرتے اور اوس کا موقعہ بیان کرتے وقت غلطی سے کمپاس کے نقطوں کو بدل دیا ہے اور جو شمالی سمت تھی اوسکو جنوبی اور جو مشرقی تھی اوس کو مغربی بیان کیا ہے۔

اور سراب۔ ارک جسے مین نے جا کر دیکھا اور جس کا حال مین تہوڑی دیر مین بیان کرون گا۔ جنوبی و مغربی دیوار کی طرف واقع ہے[1]۔

خیابان

زیارت گاہون کے بعد مشہد کا جو خاص منظر ایرانیون کی دلفریبی کا باعث ہے اور دوسرے مشرقی دار الحکومتون کے مقابلہ مین اس مین جداگانہ شان پیدا کرتا ہے ایک بازار ہے جو تقریبًا پونے دو میل تک خط مستقیم مین چلا گیا ہے اور شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی سمت مین شہر کو دو حصون مین تقسیم کرتا ہے۔ اس بازار کے وسط مین روضہ ہائے متبرک ایک چاردیواری کے اندر واقع ہین۔

اس بازار کا نام خیابان ہے اور شہری عظمت و شان کے لحاظ سے اہل مشرق کی نظرون مین [illegible] پیرس [illegible] ہے۔ اسکے بیچون بیچ ایک نہر جاری ہے لیکن ہم سے اگر کوئی پوچھے تو ہم اسے ایک غلیظ خندق سے تعبیر کرینگے جسکا عرض بارہ فٹ ہوگا۔ جسکے دونون کنارون پر اینٹ کی دیوارین ہین اور جس پر آمد و رفت کیلئے تختون کے کمزور سے چوبی پل بندھے ہوئے ہین [illegible] ہین کہ اس کی رہگذر اور نیز پل ابتدائے پتھر کے [illegible] کے پانی

---

[1] مشہد کے جغرافیہ [illegible] رسالہ میجر پی۔ ایچ۔ ہولڈچ مندرجہ "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرافیکل سوسائٹی" (رویداد رائل جاگریفیکل سوسائٹی)۔ سلسلہ جدیدہ۔ جلد ہفتم۔ [illegible] صفحات ۷۳۵۔ الی ۷۳۸۔

کے چشمے۔ غسل خانے۔ کپڑے دہونے کے گہاٹ۔ مرے ہوئے جانورون کے مدفن۔ اور بدرو کا کام لیا جاتا ہے۔ اسکے دونون طرف شہتوتون اور بیدون کی بے قاعدہ اور غیر مسلسل قطارین کہڑی ہین۔ اور ان درختون مین سے اکثر بہت ہی پست قد اور غیر شاداب ہین۔ پہر دونون طرف رہروون کے لئے سڑکین ہین جن کے کنارون پر بازار کی ابتر و پریشان دکانین واقع ہین۔ غرضکہ کل عرض خیابان کا تقریباً اسّی فیٹ[۵] ہوگا۔ دن کے کاروبار والے حصہ مین خیابان مین لوگون کا اسقدر اژدحام ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص گہوڑے پر سوار ہو کر قدم قدم بھی اس مین سے گزرنا چاہے تو باوجود سوارون کی مدد کے جو رستہ صاف کرتے ہوئے آگے آگے جاتے ہین وہ نہ گزر سکے گا۔ چیخ پکار اور شور و شغب ہر طرف سے ایک ہی وقت مین بلند ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مختلف الاقوام اور مختلف الحیثیت لوگ سب یہان [illegible] آتے ہین۔ شاندار سفید عمامہ پوش ملا غریب و مفلوک درویش۔ حلیم و شحیم اور پر تمکین سوداگر۔ پہٹے پرانے کپڑون والا تباہ حال زائر کسی کو خاطر مین نہ لانیوالا سبز عمامہ پوش سید۔ دبکا ہوا سنی جو ہمت کر کے دشمن کے حصن [illegible] سیاہ ابروون والے افغان۔ خوش شرو اور شکیل ازبک۔ خوشحال اور [illegible] ان کے تاجر۔ قاف کے زاہد۔ ترک

[۵] ایک مصنف کا بیان ہے کہ خیابان مین پہلے [illegible] کرنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی [illegible] دونون نے جب اس بازار کے عرض کا اندازہ ۲۰۰ فیٹ کیا ہے [illegible] واقع ہوئی ہے۔

تاتاری مغل۔ تاجیک۔ غرضکہ مشرق کے مختلف الالوان۔ مختلف الالسنہ اور مختلف الاشکال لوگون کے خلاصہ کا قوام یہان دیکھنے مین آتا ہے۔ کونولی۔ فیریر۔ ویمبری اور اوڈونوون نے اس زندہ زنگار رنگ مرقع کا ایسا پر اثر اور دل پر نقش ہو جانے والا بیان قلمبند کیا ہے کہ مین اس بارہ مین اون کی برابری کی کوشش نہین کرتا۔ جس زمانہ مین میرا اس شہر مین گزر ہوا تو شاید سب سے زیادہ عجیب تبدیلی اس کے رنگ روپ مین یہ ہوئی تھی کہ پچاس پچاس گز کے فاصلہ سے لالٹینون کے ستونون کی قطار خیابان مین کھڑی تھی جسے حاکم مشہد نے ابھی ابھی نصب کرایا تھا۔

شہر کا باقی حصہ۔ قبرستان

یہان کو چھوڑ کر ہم پیچ در پیچ گلیون کی بہول بہلیان مین داخل ہوتے ہین۔ اور کچی مٹی کی دیوارون مین پھرتے عجیب وغریب موڑون پر جن کا بظاہر کوئی نقشہ نہین معلوم ہوتا چکر کاٹتے۔ گاہ بیگاہ کسی بازار مین جا نکلتے اور کھلے مقامات اور کوڑے کرکٹ کی ڈھیرون پر سے گزرتے ہین۔ شہر کے زیادہ تر آسودہ حال باشندون کے مکانات بلند دیوارون کے اندر چھپے ہوئے ہین لیکن غریبون کے جھونپڑون کے دروازے بسا اوقات اسقدر پست ہوتے ہین کہ گلی کی سطح سے بھی نیچے ہوتے ہین۔ اس طرح سے پھرتے پھرتے ہم دفعتہً ایک وسیع کھلے رقبہ مین پہونچتے ہین جس کی سطح پر بے قاعدہ مٹی کے تودے اور پتھر کی ٹوٹی ہوئی سلین بکھری ہوئی نظر آتی ہین۔ یہ مقام قبرستان ہے جسکی متبرک زمین کے ایک چھوٹے سے حصے کے لئے معتقدین گرانبہا قیمتین ادا کرتے ہین اور جسمین دفن

کئے جانے کے لئے اکثر ہزارہا میل سے نعشین لائی جاتی ہین - اسکے قریب راج لوگ اپنے اسارون مین سنگ خارا کی سلون کو جو مشہد کے قرب وجوار سے نکلتی ہین اور جو قبرون پر بطور یادگار کے نصب کی جانے والی ہین تراشنے مین مصروف نظر آتے ہین - اور انپر قرآن (شریف) کی کوئی آیت یا متوفی کے پیشہ یا حیثیت کی کوئی علامت کندہ کرتے ہین اس سے زیادہ مستقل یا ہٹائے جانے کے ناقابل تعوید کے استعمال کی اجازت نہین دیجاتی کیونکہ قبرستان کے محدود رقبہ کی ضروریات کے لحاظ سے یہ امر لازمی ہے کہ یہ زمین دوبارہ کام مین لائی جاسکے اور اسلئے جب کوئی پرانی قبر بیٹھ جاتی ہے تو اس شہر خموشان کے کسی تازہ وارد کو اوس مین دفن کیا جاتا ہے - بہت سی قبرون پر چھوٹے چھوٹے سفید شامیانے تنے ہوئے تھے جن مین متوفی کے اقربا نے ملاؤن کو اجرت دیکر اس غرض سے بٹھا رکھا تھا کہ قرآن خوانی کرین تاکہ جنت کا رستہ اوس کے لئے صاف ہوجائے

مشہد کی آب وہوا

باوجودیکہ یہان قبرستانون کی کثرت ہے اور قوانین حفظان صحت کی ان کے انتظام کے متعلق اس شدت سے خلاف ورزی کی جاتی ہے - اور باوجودیکہ اس شہر کی آبادی اس قدر گنجان ہے کہ سال کا کوئی حصہ ایسا نہ ہوتا ہوگا جبکہ اس مین علاوہ مستقل باشندون کے نووارد لوگون کی تعداد کثیر نہ داخل ہوتی ہو اور اسکے علاوہ غلیظ چہ بچون اور حوضون کی یہان ایسی کثرت ہے پھر بھی بہت سے اور ایرانی شہرون کے مقابلہ مین مشہد کی آب وہوا بدرجہا بہتر ہے - اگرچہ یہ عرض بلد کے تقریباً اوسی خط متوازی پر واقع ہے جسپر کہ طہران واقع ہے

اور اس کا ارتفاع کم تر ہے یعنی طہران کے ۳۸۰۰ فیٹ کے مقابلہ مین صرف ۳۱۰۰ فیٹ تاہم طہران کے مقابلہ مین یہان سردی زیادہ پڑتی ہے اور اموات کم واقع ہوتی ہین۔ خانیکاف نے اس کی وجہ اوس موقعہ کو قرار دیا ہے جو مشہد کو ایک سلسلہ کوہ کے شمالی پہلو پر واقع ہونے کے باعث حاصل ہے جو اسے صحرا کی دم گھوٹنے والی ہواؤن سے بچاتا ہے۔ مشہد کا پانی نہایت نفرت انگیز ہے اور پینے کے قابل نہین کیونکہ اسمین گوگرد آمیز ہائڈروجن کے اجزا مقدار کثیر مین پائے جاتے ہین۔ مین نے پانی کے ایک پیالہ مین اپنا استرا رات بھر رکھا رہنے دیا اور صبح جو اُٹھ کر دیکھا تو اسے بندوق کی فولادی نالی کی طرح سیاہ پایا۔

بادگیر اور قراول خانے

ان کی سطح کے اوپر متعدد بادگیر یعنی ہوا کے برج اُٹھے ہوئے نظر آتے ہین جو خلیج فارس کے بحری شہرون کا نمایان منظر ہین۔ اون کی بناوٹ کا اصول حسب ذیل ہے۔ ایک بلند مربع یعنی چار پہلوؤن کا مینار مکان کی چھت پر بنایا جاتا ہے لیکن چارون پہلوؤن مین عمودی نالیان یا درزین ہوتی ہین جنکے ذریعہ سے ہوا چھت مین سے جس مین نالیون کے موقعہ کے لحاظ سے شگاف دے دئے جاتے ہین۔ گزر کر نیچے کے کمرہ مین جہان صاحب مکان گرمیون مین رہتا ہے داخل ہوتی ہے اور اسطرح اس کمرہ مین ہوا کے مسلسل جھونکے آتے رہتے ہین۔ ایران کے جنوبی حصے کے زیادہ گرم مقامات مین ان ہوائی کمرون کی جگہ سرداب یعنی تہ خانے ہوتے ہین۔ مشہد کا ایک اور نمایان منظر

قراول خانون یعنی پہرے کی چوکیون کی ایک تعداد کثیر ہے جو شہر مین جا بجا واقع ہین اور جن مین باقاعدہ پیدل فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے متعین ہین۔ قراول خانہ بالعموم ایک برآمدے پر مشتمل ہوتا ہے جسکے پیچھے سپاہیون کے رہنے کا حجرہ ہوتا ہے سپاہی اپنی بندوقون کو جو پرانی وضع کی نالی سے بھری جانے والی قرابینین ہوتی ہین بالعموم قراول خانے کے سامنے ملا کر کھڑا کر دیتے ہین۔ لیکن جب کوئی یورپین گھوڑے پر سوار پاس سے گذرتا ہے تو ایک پھٹے حال سپاہی نیلی سرج کا کوٹ پہنے اور بہیڑ کی کھال کی طرہ دار ٹوپی اوڑھے جو غالباً مکان کے اندر اپنا وقت گزار رہا تہا معاً اوٹھ کھڑا ہوتا ہے اور نمایشی کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ ان ہتیارون مین سے ایک کو اٹھا کر سلامی اتارتا ہے اس کے بعد وہ اوسے پھر جہان سے لیا تہا وہین رکھہ دیتا ہے اور خود بیٹھ جاتا ہے۔

متبرک عمارات

میکگریگر نے ۱۸۷۵ء مین ٹھیک کہا تہا کہ اس شہر مین کوئی ایسی بات نہین جو کسی کو اس کی سیر کی ترغیب دلائے یا اگر قسمت اوسے یہان کھینچ لائے تو زیادہ دیر تک یہان قیام رکھنے پر اوسے آمادہ کرے۔ صرف ایک عمارت یعنی مزار (حضرت) امام رضا (علیہ السلام) ایسی ہے جو دیکھنے کے قابل ہی ہے لیکن اوسکے دیکھنے کی بھی کسی یورپین کو اجازت نہین ملسکتی البتہ جان جوکھون مین ڈال کر ممکن ہے کہ وہ اس کے اندر داخل ہو سکے لیکن جن خطرات کا اوسی سامنا کرنا ہوگا اون کی تلافی ہرگز وہ منظر نہین کر سکتا جو اوسکے دیکھنے مین آئے گا۔" حقیقت مین یہ نہایت ہی تکلیف دہ بات ہی کہ خیابان مین سے گزرتے گزرتے دفعۃً

ایک محرابدار پھاٹک جو اوس پر اسرار چار دیواری مین لگا ہوا ہے جہان متبرک عمارات واقع ہین یورپین مسافر کا رستہ روک دیتا ہے اور عیسائی کی نظر سے اوسکو اوسی طرح چھپا دیتا ہے۔ جس طرح طناب ہارون زندون کو مردون سے جدا کرتی ہے۔ لیکن جو یورپین اس مین داخل ہوئے ہین اون کے اور نیز خود مسلمان زائرون کے بیانات سے اس کے اندرونی منظر کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۱) بست

اب دار پھاٹک جس پر ایک یورپین ساخت کا گھنٹہ نصب ہے اوس کے دوسری طرف چار دیواری کے اندر کوئی سو گز کے فاصلہ تک سڑک ایک پر ہجوم بازار مین سے گذرتی ہوئی اوس مقام تک جاتی ہے جہان مساجد مین داخل ہونے کی راہ ہے۔ یہان کثرت سے آدمیون کا ہجوم ہوتا ہے اور خرید و فروخت کی خوب گرم بازاری ہوتی ہے۔ جو زائرین چار دیواری کے اندر رہتے ہین یہان ہر ایک مایحتاج خرید سکتے ہین۔ اور اونکے یہان آنے کی یادگار مین مشہد کی مقامی ساخت کی اشیاء تعویذ۔ انگوٹھیان چھلے اور فیروزے جن پر آیات قرآنی کندہ ہوتی ہین اون کے سامنے خریدنے کے لیئے بہ اصرار پیش کیئے جاتے ہین۔ لیکن چار دیواری کے اس حصہ کا سب سے زیادہ قابل ذکر وصف یہ ہے کہ امام صاحب سے متعلق ہونے کے باعث یہ زمین پاک و مقدس سمجھی جاتی ہے اور اس لحاظ سے جو مجرم اس کی

حدود کے اندر داخل ہو جائے اوس کے لئے ایک ایسے مامن یا بست کا حکم رکھتی ہے جس میں کسی کی مجال نہیں کہ اوسکو ضرر پہونچا سکے[1]۔ بعض مصنفین نے بیان کیا ہے کہ عیسائی یہودی اور گبر بھی اس سے بہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن اور لوگوں کی زبانی میں نے سنا کہ ایسا نہیں ہے۔ بہر حال ایک مسلمان کے لئے یہ ایک محفوظ جائے پناہ ہی جہاں اوسے امان مل سکتی ہے اور جہاں سے وہ بہ اطمینان تمام اپنے دشمنوں کے ساتھ چار دیواری سے باہر آنے کے لئے اپنی مخلصی کے متعلق زرتاوان وغیرہ کی شرائط طے کر سکتا ہے[2]۔ حرم یا مامن کے خیال سے اہل مشرق پورے طور پر آشنا ہیں۔ اور جن

---

[1] اسی مضمون کو قاآنی ذیل کے شعر میں ادا کرتا ہے۔

امام ثامن ضامن کہ شمس چون حرم آمن ✤ زمین از حرم او ساکن سپہر از عزم او پویا مترجم

[2] ۔ ایران میں بست کا خیال تین جداگانہ مقامات سے منسوب کیا جاتا ہے اگرچہ یہ بتانا مشکل ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ (۱) متبرک عمارات یا مساجد سے (اس کا مقابلہ یہودیوں کے معبد کی قربان گاہ کے دونوں کناروں کے ساتھ کرنا چاہیئے جنکے پکڑ لینے سے چھوٹنے والا انسانی طاقت کے دائرہ سے باہر نکل آتا ہے)۔ (۲) شاہ یا شاہی خاندان کے ارکین کے اصطبل یا گھوڑوں کی دموں سے۔ (۳) توپخانہ کے نواح سے۔ مثلاً میدان توپخانہ واقع طہران سے خصوصاً اوس بڑی توپ کے چھو لینے سے جو محل کے باہر ہے۔ چارڈن اب سے دوسو سال پہلے اپنی کتاب مطبوعہ لینگلے۔ جلد ہشتم صفحہ ۳۴۹ میں بیان کرتا ہے کہ اولیا کبار کے مقبروں۔ شاہی محل واقع اصفہان کی پہاٹک اور شاہ کے مطبخ اور نیز اصطبل سے امان کا یہ خیال وابستہ تھا۔ شاہی اصطبلوں اور گھوڑوں کے خصوصیت کے ساتھ بطور مامن کے انتخاب کئے جانے کی وجہ وہ حد سے زیادہ توجہ قرار دی جا سکتی ہے جو ایسے ملک میں جہاں گھوڑوں کی قیمتی نسلیں موجود ہوں اور جہاں ہر شخص فن شہسواری میں دخل رکھتا ہو والی ملک کی املاک کے اس حصہ پر مبذول کی جاتی ہے۔ ایران میں ایک ضرب المثل ہے کہ وہ گھوڑا جسکے سوار نے اوس کی حرمت کا لحاظ

امان بخش شہرون کا ذکر کتاب عہد عتیق کے پہلے پانچ بابون مین ہے وہ اس خیال کے ابتدائی مصادر تھے - لیکن انگریزی ناظرین کو بھی اسپر حقارت یا استعجاب سے نظر ڈالنی چاہیئے کیونکہ ہمارے اپنے ملک اور خاص دار السلطنت مین زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ اسی طرح کی ایک جائے پناہ قرضدارون کے لئے اوس مشہور و معروف مقام السیشیا مین موجود تھی جو بلیکفرائرس برج اور ٹمپل بار کے درمیان واقع تھا اور جو ابتداءً رہبانی فرقہ ڈامینیشن یا بلیک فرائر کا مسکن تھا[۱] مشہد مین بہشت امام صاحب کی خاص جائے پناہ سمجھا جاتا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۲ — نہین کیا کبھی اپنے سوا کسی شخص و نصرت کا منہ نہین دکھایگا - اس کے علاوہ میلکم نے اپنی تاریخ کی دوسری جلد کے تتمہ مین ایک ایرانی قلمی تحریر کا اقتباس درج کیا ہے جس مین یہ لکھا ہے کہ نادر شاہ کے پوتے نادر مرزا پر جس قدر مصائب نازل ہوئے اون کی وجہ یہ تھی کہ اوس نے ایک مفرور کو جس نے شاہی اصطبل مین جا پناہ لی تھی مروا ڈالا - اس تحریر مین حسب ذیل دلچسپ تفصیل مندرج ہے "جس بادشاہ یا سردار کے طویلے مین کوئی مجرم پناہ لے اوس پر لازم ہے کہ جب تک وہ مجرم وہان رہے اوسکو کھانا کھلائے - یہ جائز ہوگا کہ وہان پہونچنے سے پہلے یا وہان سے روانہ ہونے کے بعد اوسکو قتل کر دیا جائے - لیکن جب تک وہ طویلے مین موجود ہے اوسوقت تک خواہ وہ ایسا غلام ہی کیون نہ ہو جس نے اپنے آقا کو مار ڈالا ہو پھر بھی کسی کی مجال نہین کہ اوسے چھو بھی سکے - سلامتی کا مقام گھوڑے کا سر ہے اور اگر اسے کھلی ہوا مین باندھ دیا جائے تو پناہ لینے والے شخص کو چاہیئے کہ کھونٹے کو چھو دے" زمانہ مابعد مین سر کی طرح دم کے چھونے والے کو بھی امان مل جاتی تھی گو کہ دم کے چھونے مین خود گھوڑے کی دولتی کی طرف سے امان ملنے کی پوری امید نہ ہوتی تھی -

[۱] السیشیا کے مفصل حالات کے لئے سر والٹر اسکاٹ انگلستان کے مشہور تاریخی افسانہ نگار کے ناول "فارچونز آف نجل" کو پڑھنا چاہیئے - اس ناول مین مصنف نے السیشیا کے تاریخی حالات نہایت دلچسپ پیرایہ مین بیان کئے ہین - مترجم

اور اس کے متعلق یہان تک تقید عمل مین لایا جاتا ہے کہ اگر احیاناً کوئی جانور اس کی حدود کے اندر داخل ہوجائے تو زیارت گاہ کے عہدہ دار اس پر فوراً اپنا قبضہ کر لیتے ہین۔

صحن

صحن کے بازار کے سرے پر ایک بلند محراب دار پھاٹک مین سے جو آس پاس کی دیوارون سے بہت اونچا ہے صحن یعنی متبرک عمارات کے خاص آنگن مین داخل ہوتی ہین۔ یہ ایک رفیع الشان احاطہ ہے جس کا طول ڈیڑھ سو اور عرض پچھتر گز ہوگا۔ اس مین اون دولتمند لوگون کے سنگین مزار واقع ہین جنہین اپنی دولت کی وجہ سے اس اعلی امتیاز کے خریدنے کا موقعہ ملا اور اس کے گرداگرد دو منزلہ حجرے بنے ہوئے ہین۔ اس صحن کے وسط مین ایک چھوٹی سی ہشت پہل سائبان نما عمارت کھڑی ہے جسکی چھت مطلا ہے اور جس کے نیچے ایک فوارہ دار حوض ہے۔ اس حوض مین نہر سے پانی آتا ہے اور اسکے چارون طرف پتھر کی ایک نالی بنی ہوئی ہے جسے شاہ عباس نے بنوایا تھا۔ اس حوض کے پانی سے زائرین یہان داخل ہوکر وضو کرتے ہین۔ احاطہ کے چارون پہلوؤن پر اون مقامات پر سے جو حجرون کے درمیان اور ان سے اوپر ہین دیوارون مین کاشی کا کام ہے اور ہر دیوار کے وسط مین وہ عظیم الشان ایوان (محرابدار پھاٹک جو رفیع الشان مستطیل چوکھٹون مین نصب ہین) خلا سے باتین کرتے ہوئے نظر آتے ہین جو وسط ایشیا مین عربون کے فن عمارات کا نمایان خاصہ ہین۔ یہ محرابی در بڑی بڑی رنگین اینٹون سے جن پر کوفی خط مین آیات قرآنی کندہ ہین۔ مزین ہین۔ جنوبی ایوان پر ایک کتبہ ثبت ہے

جس مین لکھا ہے کہ اسے شاہ عباس ثانی نے ۱۰۵۹ھ مین تعمیر کرایا۔ ایک اور کتبہ سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ چارون ایوانون پر خط کوفی مین جو عبارت لکھی ہوئی ہے اوس کا حصہ زیرین ۱۲۶۲ھ مین ایزاد کیا گیا۔ مغربی ایوان کی چوٹی پر ایک قفس نحاس جی بنی ہوئی ہے جسکے اندر کھڑے ہوکر موذن اذان دیتا ہے [۱]۔ ایسٹوک نے غلطی سے فرض کرلیا ہے کہ یہ برجی ہاتھی دانت کی بنی ہوئی ہے۔

مشرقی ایوان وہ ہے جس مین سے گزر کر امام صاحب کی خاص خانقاہ مین داخل ہوتے ہین اور اسکا اختصاص اوس سونے کے کام سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو اسکے اوپر کے نصف حصہ پر کیا ہوا ہے۔ ایک کتبہ سے جو اس ایوان پر ثبت ہے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ سلطان حسین نے ۱۰۸۵ھ مین اس کی تعمیر ختم کی۔ کچھہ عبارت اس کے بعد کی ہے جسمین لکھا ہے کہ نادر شاہ نے ۱۱۴۵ھ مین اوس سونے سے جو وہ ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کے خزانون کو لوٹ کر لایا تھا اسپر ملمع کرایا۔ صحن مین دو مینار ہین جو اون بیانات کی رو سے جو سیاحون نے ان کے متعلق قلمبند کئے ہین اور نیز اوس ذاتی مشاہدہ کی رو سے جسکا موقعہ مجھے بست کے ایک بازار کی چھت پر چڑہنے سے حاصل ہوا داخل ہونے کے خاص پھاٹک کے دونون طرف متناسب فصل سے قایم نہین ہین۔ قدیم

---

[۱] چارڈن کہتا ہے کہ موذنون کے لئے ایران مین ان قفسون کے بنائے جانے کی وجہ یہ تھی کہ کہین آس پاس کے مکانات کے صحنون مین اون کی نامحرمانہ نظر عورتون پر نہ پڑے۔

تر ہمینارہ جسے شاہ اسمعیل یا شاہ طہماسپ نے تعمیر کیا تھا خود مزار قایم ہے جب قریز دوسری مرتبہ ۱۸۳۶ع میں یہان آیا تو یہ اس قدر متزلزل یا ضرر رسیدہ ہو رہا تھا کہ اس خوف سے کہ مبادا یہ گر نہ پڑے اسے خود گرا دیا گیا۔ بعد مین اسے از سر نو تعمیر کیا گیا دوسرے مینارے کو جو زایاں ہے نادر شاہ نے تعمیر کیا تھا۔ یہ مینارہ مقابل کے پھاٹک کے عقب پر کھڑا ہے۔ ان دونون مینارون کے اوپر کے حصون پر سنہرے ملمع کی تانبے کی چادرین چڑھی ہوئی ہین اور ان کی چوٹی پر وہ نقش نما فانوس گردش بنی ہوئی ہے جو ایرانی طرز عمارت کا عام خاصہ ہے۔ جب سورج کی کرنین ان کی جگمگاتی سطح پر پڑتی ہین تو دور سے دیکھنے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ آگ کے ستون ہین کہ چمک رہے ہین۔

(۴۲) مسجد حضرت امام رضا علیہ السلام

ب ہم اوس عمارت کے پاس پہونچتے ہین جو چار دیواری کے اندر بلحاظ رفعت و شان کے سب کی سرتاج ہے یعنی زندہ جاوید امام کی مسجد اور مزار۔ زندہ جاوید مین نے جان کر کہا کیونکہ جس عقیدہ کی بنا پر یہ زیارت گاہ معہ اپنے وسیع توابعات کے قایم ہے وہ یہ ہے کہ امام ممدوح ابھی تک زندہ ہین۔ اور جو لوگ اون کی درگاہ مین آتے ہین اونکی دعاؤن کو خارق عادت طور پر قبول فرماتے ہین۔ امام صاحب جو حضرت کہلاتے ہین اپنے مہمانون کے میزبان بھی ہین۔ جب تک یہ لوگ اونکے علاقہ کے اندر رہتے ہین وہ نہ صرف اون کی روحانی ضروریات کے کفیل ہوتے ہین بلکہ اون کے حوایج مادی کو بھی بہم پہونچاتے ہین۔ جو زایر یہان آئے

وہ یہاں کے خادموں میں سے ایک کو معقول شرح فیس ادا کر کے اس سے استخارہ کر سکتا ہے اور جواب شافی آسانی سے پا سکتا ہے۔ وقتاً فوقتاً یہ افواہ مشہور ہوتی رہتی ہے کہ حضرت کی درگاہ پر حیرت انگیز کرامت ظہور میں آئی۔ یعنی لنگڑے لولے چلنے لگے۔ اندھوں کو سجھائی دینے لگا یا اسی طرح کا اور کوئی نیا کرشمہ ظاہر ہوا[۵۱]۔

روضہ میں داخل ہونے سے پہلے ایک وسیع منزل آتی ہے جس کے سنگ مرمر کی فرش پر بیش قیمت قالینیں بچھی ہوئی ہیں۔ اس کے اوپر ۷۵ فٹ کی بلندی تک سب سے بڑا گنبد اٹھا ہوا چلا گیا ہے جس کا بیرونی ملمع شدہ حصہ[۵۲] مشہد کے زائر کو دور سے اس مقام کا

---

۵۱ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ دو سو سال کا عرصہ منقضی ہوتا ہے جبکہ فرانسیسی پادری سینسن نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور اوس کے پوست کندہ حالات یوں بیان کئے ہیں۔ ہر سال یہاں سے بہت سے جھوٹے معجزوں کے عمل میں لائے جانے سے اس مزار کو مشہور کر دیا ہے۔ [illegible] ایسے آدمیوں کو جو اندھے نہیں سمجھے یہاں اس غرض سے متعین کیا کہ اپنا اندھا ہونا ظاہر کریں اور پھر دفعتاً بینا ہو کر پکار اٹھیں کہ حضرت کی کرامت سے ہم بینا ہو گئے۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور اس [illegible] حضرت امام رضا کا مزار ایسا متبرک سمجھا جانے لگا کہ ایران کے امرا سے عالی مرتبہ نے اکثر نے اسی جگہ میں دفن کئے جانے کی خواہش ظاہر کی ہے اور اس کے اوقاف میں بیش قیمت جائداد اضافہ کی ہے۔ برخلاف اس کے نادر شاہ کو ان مصنوعی کراموں سے بعید نفرت تھا۔ مالکم نے اپنی تاریخ ایران کی دوسری جلد کے صفحہ [illegible] اس کے متعلق ایک حکایت بیان کی ہے۔

۵۲ چارڈن کے سفرنامہ (مطبوعہ [illegible]) کی جلد [illegible] کے صفحہ [illegible] پر ایک نہایت دلچسپ واقعہ درج ہے۔ چارڈن جو [illegible] میں بعہد شاہ سلیمان [illegible] اصفہان میں تھا، بادشاہی زرگر کے مکان پر ان طلائی [illegible] اینٹوں کو جو دیکھنے گیا۔ جو حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار کے گنبد پر چڑھائی جانے والی تھیں [illegible] نصب کئے جانے کے لئے تیار کی جا رہی تھیں۔ تاریخ کے انگریزی ترجمہ کی [illegible] کے صفحہ [illegible]

سراغ بتاتا ہے اور اوس کی منتظر آنکھون مین سرور کا نور پیدا کرتا ہے - اس منزل کی دیوارین کاشی کے کام سے مزین ہین اور عربی زبان مین مختلف جلی کچھ عبارت ان کے اوپر کے حصہ پر منقوش ہے - اس عمارت مین آوازون کی گونج ہر وقت بلند ہوتی رہتی ہے - کیونکہ خانقاہ کے خادم اونچی آواز سے قران شریف پڑھتے ہوئے سنائی دیتے ہین - سید اپنے روزانہ وظایف کا ورد کرتے ہین اور طماع ملا اپنی خدمات تازہ وارد زایرون کے آگے پیش کرتے ہین - اس کے علاوہ جب مہینون تک ویران اور غیر دلخوش کن حوالی بغیر کی صعوبتین اور زحمتین جھیلنے کے بعد زایر کی نگاہ اس مشہور ومعروف درگاہ کے سنگ مرمر کے فرش - کاشی کے آرائشی کام - سنہرے روپہلے سامان اور بیش قیمت چڑھاوون پر پڑتی ہے تو محویت کے عالم مین اوسکے منھ سے اعتقاد آمیز تعجب اور مسرت کی ندائین بے اختیار بلند ہوتی ہین - ومبیری جس نے اسے خود دیکھا ہے کہتا ہے کہ "اندر اور باہر اس مزار پر سونا چڑھا ہوا ہے اور اس لحاظ سے اسلامی دنیا مین یہ خانقاہ بلاشبہ وشک سب سے زیادہ دولت رکھتی ہے - اگرچہ اوس زمانہ سے جبکہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۷ - واقعہ اس طرح سے مندرج ہے "یہ اینٹین پیتل کی (تانبے کی نہین) ہین اور طول مین ۱۰ - انچ - عرض مین ۱۶ - انچ اور موٹائی مین وہ پاؤنڈ کی موٹائی کے برابر ہین - ان اینٹون کے نیچے کی طرف دو پٹیان تین تین انچ چوڑی ایک دوسری کو قطع کرتی ہوئین بنی ہوئی ہین تاکہ پلستر مین کھپ جائین اور اینٹون کو مضبوطی سے پکڑ سکین - اوپر کے حصہ پر اس قدر سونا چڑھا ہوا تھا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتا کہ خود یہ اینٹ ہی خالص سونے کی ہے - ہر ایک اینٹ پر ۳¼ ڈکٹ (سونے کا ایک قدیم سکہ جسکی قیمت معہ روپیہ کے قریب ہوتی تھی) کے برابر سونا چڑھتا تھا اور قیمت ہر اینٹ کی تقریباً ۱۰ کراؤن (پاؤنڈ) ہوگی - شاہی نذر گرنے اینٹون کی تیاری کی نگرانی

اول اول یہ خانقاہ قایم ہوئی اب تک کئی دفعہ اسے لوٹا جا چکا ہے لیکن پھر بھی اسکے گنبدون اور برجون اور اندرونی حصہ کی منبت کاری مین بے شمار دولت موجود ہے اسکی اندرونی دیوارین نادر جواہرات و زیورات سے مزین ہین۔ کہین کوئی طرہ مکلل بہ الماس آویزان ہے کہین کوئی تلوار اور ڈہال لٹکی ہوئی ہے جس مین لعل اور زمرد جڑے ہین۔ کہین مرصع کنگن طوقہاے فاخرہ اور بیش قیمت جہاڑ نظر آتے ہین۔ غرضکہ غیر موزون نہ ہوگا۔ اگر زایر اس جگمگاتی ہوئی عمارت کے اندر داخل ہونے پر قبل اسکے کہ وہ اپنی پرستش کے مقصود اصلی یعنی مزار تک پہونچے فرط تحیر و تعظیم سے اپنا سر اسقدر جہکا دے کہ وہ زمین سے جا لگے۔

مزار امام

مختلف زمانون مین اس مزار کے گرد سونے اور چاندی اور فولاد کی منبت کاری کی گئی... مزار کے گرد سونے اور چاندی اور فولاد کی منحجرین نصب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۸ کے کام پر متعین تہا مجہے بتایا کہ اول اول ۳۰۰۰ اینٹون کی تیاری کا حکم بادشاہ نے دیا۔

۵۱ کسی نے اسکو اتنا نہین لوٹا جتنا اون لوگون نے جنہین اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہونا چاہیے تہا علی الخصوص نابینا شاہرخ کے دو بیٹون نے جو نادرشاہ کے پوتے تہے فرط حرص و طمع سے اس درگاہ کو جسے اون کے دادا نے مزین و آراستہ کیا تہا اور جس کی اوس کی نظرون مین اس قدر وقعت اور عظمت تہی اپنی غارت گری کی خاص طور سے آماجگاہ بنایا۔ نصراللہ مرزا نے حضرت امام صاحب کے مزار کے گرد کی طلائی منرع کا ایک حصہ اکہڑوا لیا اور نادر مرزا نے گنبد کی چوٹی پر سے اوس بڑے طلائی قبے کو جسکا وزن ۲۰۰ پاونڈ (سوا پانچ من) تہا اتروا لیا اور دونون بہائیون نے اندر کے سامان مین سے جہاڑون قالینون وغیرہ کو خوب ہی لوٹا۔

کی جاتی رہی ہین پہلی ضریح ابتدا، شاہ طہماسپ نے نصب کرائی تھی لیکن نادر شاہ
کے پوتے نے اسکے ایک حصہ کو اکھڑوا کر غارت کیا۔ سب سے آخری ضریح خود نادر
نے بنوائی تھی۔ مزار مین داخل ہونے کے تین دروازے ہین۔ ایک دروازہ چاندی
سے۔ ایک سونے کا جسپر بیش قیمت جواہر جڑے ہوئے ہین۔ یہ دروازہ فتح علی شاہ
ہدیہ ہے۔ تیسرے دروازے پر ایک قالین بچھا ہوا ہے جس مین موتی ٹکے ہوئے ہین
مزار کے گرد جو ضریحین ہین اون پر چاندی اور لکڑی کی لوحین آویزان ہین جنپر ادعیہ ماثورہ
ثبت ہین۔" ہر ایک لوح کے سامنے عبادت کرنے والون کی ایک جماعت کھڑی رہتی ہے
اور یہ لوگ یا تو خود دعائین مانگتے ہین اور یا اون دعاؤن کو دہراتے جاتے ہین جو اون پر
مرور پڑہتا ہے۔ دعائین مانگتے وقت وہ گریہ وزاری کرتے ہین گویا کہ اسطرح ابدی
خوشی کے دروازے اون کے لئے کہل جائین گے حقیقت مین ایشیا کے ان غیر
تہذیب یافتہ باشندون کو فرط ارادت وعقیدت سے خانقاہ کی جالی اور فرش اور
علی الخصوص اوس بڑے قفل کو جو دروازے سے لٹکا رہتا ہے بوسہ دیتے ہوے
دیکھنا ایک عجیب وغریب اور عظیم الشان منظر ہے۔ زہد واتقا کی ان کیفیات سے
اگر کسی کا قلب غیر متاثر رہتا ہے تو وہ مجاور اور سید ہین۔ اون کی غرض صرف اسی قدر ہی
کہ اپنی مٹھی روپیہ سے گرم کرین۔ وہ عبادت کرنے والون مین ہر طرف گہستے پھرتے ہین
اور جب تک حسب دلخواہ کچھ وصول نہین کر لیتے اوسوقت تک پیچھے نہین ہٹتے جب
زایر فرط اتقا سے پچھلے پاؤن چلتا ہوا انجام کار اس عمارت سے رخصت ہوتا ہے تو اوسے

مشہدی کا اعزازی لقب حاصل ہو جاتا ہے جسے وہ اپنی مہر اور قبر کے تعویذ پر کندہ کراتا ہے اور ہمیشہ اپنے نام کے بعد بطور خطاب کے استعمال کرتا ہے "

دوسرے لوگون کے مقبرے

دیوانِ عام صاحب کے مزار کی زیارت کی محویت مین زائر کو غالباً مشہور و معروف خلیفہ ہارون الرشید کی مشت خاک کی پروا بھی نہ ہوئی ہوگی جو قریب ہی ایک تابوت مین محفوظ ہے اور نہ شاید فتح علی شاہ کے بیٹے اور موجودہ شاہ (ناصر الدین) کے دادا عباس مرزا کی مقبرے ہی سے اوسے زیادہ دلچسپی ہوگی جو اس عمارت کی مقدس چھت کے نیچے واقع ہے۔ اسکے علاوہ خاص خانقاہ کے باہر بہت سے لوگون کے مقبرے ہین لیکن امتیاز و اہمیت کے لحاظ سے وہ ایسے نہین کہ اون پر زیادہ وقت صرف کیا جائے

وہ یورپین جنہون نے مزار کو دیکھا ہے

اب مین ایک عام غلطی سے بحث کرتا ہون جسکا ظاہر کرنا اغراض حق کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس غلطی کی اشاعت کی ابتدا ۱۸۶۳ء مین مسٹر ایسٹوک نے یہ کہکر کی کہ "مسجد (حضرت) امام رضا مین اگر کوئی یورپین کبھی داخل ہوا ہے تو وہ مین ہون اور یہ تو یقینی ہے کہ اگر کوئی یورپین بحیثیت یورپین کے اس عمارت مین داخل ہوا ہے تو وہ میرے سوا اور کوئی نہین[۱]" اس غلطی کا انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کی طبع جدید مین نہ صرف اعادہ کیا گیا ہے بلکہ اس بارہ مین اوسپر اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ مشہد کے متعلق

[۱] دیکھو "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) - جلد دوم - صفحہ ۲۲۹ -

جو مضمون اس مین درج ہے اوسمین لکھا ہے: "اوڈونوون سے پہلے اگر کوئی یورپین چار دیواری تک گیا تو وہ اسٹوک تھا" یہ دونون دعوے بالکل بے بنیاد ہین۔ اسٹوک سے پہلے فریزر ۱۸۲۲ء مین درگاہ مین داخل ہوا اور مزار تک چلا گیا اور ایک سے زیادہ مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھے اور ملاؤن سے یہ کہنے کے بعد کہ مین نے مذہب اسلام قبول کر لیا ہے (اوس کا یہ طرز عمل نہایت ہی قابل اعتراض تھا) اوسکو صحن کے ایک حجرے کے اندر رہنے کی اجازت دی گئی اور اس عرصہ مین اوسنے اندر کا نقشہ کھینچ لیا۔[۵۱] ۱۸۳۰ء مین کونولی نے مسجد کے تمام حجرونکو باستثنائے اوس حجرے کے جس مین مزار ہے دیکھا اور صحن مین اوس کی آمد و رفت روزانہ رہتی تھی اور اوس کو پہچان لیا گیا لیکن اوس سے تعرض نہین کیا گیا۔[۵۲] ۱۸۳۲ء مین برنس بخارا سے واپس آتے وقت صحن کے اندر گیا لیکن اس سے آگے جانا اوس نے قرین احتیاط نہین سمجھا۔ چنانچہ اس واقعہ کے قلمبند کرتے وقت وہ لکھتا ہے کہ "میری احتیاط میرے شوق پر غالب آئی"۔[۵۳] اسکے بعد فیریر نے بھی ۱۸۴۵ء مین ایسا ہی کیا۔[۵۴] فریزر جب ۱۸۳۴ء مین مشہد کو واپس آیا اور یہ وہ زمانہ تھا جب عباس مرزا کی فوج جسکے ساتھ متعدد انگریزی

۵۱ دیکھو "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ صفحات ۴۷۲ و ۵۱۱۔

۵۲ دیکھو اوورلینڈ جرنی انٹو انڈیا" (ہندوستان کا سفر خشکی کی راہ سے) جلد اول۔ صفحہ ۲۸۸۔

۵۳۔ دیکھو "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) جلد سوم۔ صفحہ ۷۰۔

۵۴ دیکھو "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان) صفحہ ۱۲۶۔

افسر بھی تھے مشہد پر قبضہ کر چکی تھی تو اوسنے تمام یورپیون کو بلا امتیاز و تفریق صحن مین آتے جاتے دیکھا جو اس وقت بہت ہی بوسیدہ ہو رہا تھا اور جس کی بعد مین جا کر مرمت ہوئی ہے[۱] یہ تمام لوگ الیسٹوک کے سفر سے پہلے آئے۔ لیکن جب خود الیسٹوک کی باری آتی ہے تو ہمین نہ صرف اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ جانے کے صحیح معنون مین مسجد مین نہین گیا بلکہ یہ دریافت کر کے ہمین اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ اوسکی زیادہ تر محتاط متقدمین تو صحن کو طے کر کے آگے گئے تھے مگر اوس نے اتنا بھی نہین کیا۔ متولی باشی یعنی خانقاہ کے محافظ اعلی نے اوسے عقب سے اون حجرون مین سے ایک مین اندر آنے کی اجازت دی جو صحن کے گرداگرد واقع ہین اور یہان بیٹھ کر اوسنے اپنے سامنے کے منظر کو دیکھا۔ اس سے آگے وہ نہین گیا اور یہان بھی وہ پہونچا تو بےخبری کے عالم مین[۲]۔

اس سلسلہ واقعات مین اوسکے زمانے سے لیکر آج تک کے اور اوڈونوون تک کے زمانہ کے حالات کو بیان کرتے کرتے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ ایک سال بعد یعنی (۱۸۶۳ء) مین ڈیمبری جس نے جوانمردی کے ساتھ فقیرون کا بھیس بدلکر بخارا اور سمرقند کا خطرناک سفر اختیار کیا تھا اپنے سفر سے لوٹتے وقت مسجد مین داخل ہوا اور جس بھیس کو اوس نے اتنی مدت تک اس کامیابی کے ساتھ نباہا تھا اوسی مین مزارو الے

---

[۱] دیکھو "اے ونٹرز جرنی" (موسم سرما کا سفر)۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۱۱۔

[۲] دیکھو "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد دوم۔ صفحات ۲۲۴ الی ۲۲۹۔

حجرہ کے اندر بھی گیا۔ اسی زمانہ مین ایک انگریزی افسر کرنیل ڈالمیچ نے جو شاہ کا ملازم تھا[۵۱]۔ اور مشہد کے قریب بارود کے ایک کارخانہ کا منتظم تھا حسام السلطنہ گورنر جنرل کی تائید سے صحن کے اندرونی حصہ مین داخل ہوا۔ بالآخر جب ہم ۱۸۸۱ء مین اوڈونوون کے زمانہ تک پہونچتے ہین۔ تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحن مین بھی داخل نہین ہوا بلکہ باہر کے ایک دروازے مین سے اوس نے چار دیواری کے اندرونی حصّہ کو فقط جھانک کر دیکھا تھا[۵۲]۔ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جسے میرے خیال مین معرض خطر مین پڑنے کے بغیر آج کے دن بھی انجام دیا جاسکتا ہے۔ بست تک اگر کوئی یورپین پہونچ جاے خصوصاً ایسی حالت مین جبکہ وہ خاص پہاٹکون کے علاوہ کسی دوسرے پہاٹک کی راہ سے داخل ہو تو وہ بغیر زیادہ وقت کے صحن کے پہاٹک تک پہونچ سکتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ لوگون کی نظرون کی آماجگاہ بنے یا کچھہ لوگ اوسکا پیچھا کرین یا ایک انبوہ کثیر اوسکے گرد و پیش جمع ہو جاے لیکن گمان غالب ہے کہ اوس پر حملہ نہین کیا جاے گا۔ ہان اگر وہ حدود محترمہ کے اندر داخل ہو تو دوسری بات ہے گو کہ مین اون لوگون مین سے ہون جن کا میلان اس راے کی طرف ہے کہ اس بارہ مین اہل مشرق کے تعصب کو حد سے زیادہ بڑہا چڑہا کر

---

۵۱ کرنیل (ابتداءً ڈاکٹر) ڈالمیچ ایک انگریز تھا جو جنگ کریمیا مین ویٹرینری سرجنی (بیطاری) کی خدمت انجام دیکر شاہ کی ملازمت مین داخل ہوا۔ طہران مین اوسنے انتقال کیا۔ مشہد کا جو نقشہ میکگریگر کی کتاب مین درج ہے وہ کرنیل ڈالمیچ ہی کا تیار کیا ہوا تہا اور چند قران دیکر میکگریگر نے اوس سے خرید لیا تہا۔

۵۲۔ دیکھو "دی مرو اوسس" (گلشن مرد)۔ جلد اول۔ باب بست و نہم۔

دکھایا جاتا ہے۔ بہرحال نہ صرف ذاتی سلامتی بلکہ اپنی قوم کے نام نیک کے برقرار رکھنے کی غرض سے کسی اجنبی کا ایسی کوشش کرنا داخل حماقت ہوگا کیونکہ معلوم ہوجانے پر ضرور اوس کی قومیت پر دہبا لگے گا۔ مین خود ایک راہنما کی مدد سے جس مقام تک بازار کی چھتون پر سے ہوتا ہوا گیا وہ میرے خیال مین بست کے اندر واقع تھا جہان سے مین عمارات متبرکہ کو بخوبی دیکھہ سکتا تھا۔ اس مقام سے گوہرشاد کی مسجد جو مسجد حضرت امام رضاؑ سے ملی ہوئی ہے اور جس کا مین اب ذکر کرنے والا ہون کوئی اسی یا سو گز ہوگی۔ اگر مجھے کوئی خاص امتیاز حاصل ہے تو وہ یہ کم مایہ امتیاز ہے کہ جہان تک میرا علم ہے مشہد کی چاردیواری کے اندر جو پہلا انگریز ممبر پارلیمنٹ داخل ہوا وہ مین ہون[1]۔

(۴) مسجد گوہرشاد

دوسری مسجد یعنی حضرت امام رضا علیہ السلام کے عقب مین واقع ہے مگر اس کا رخ امام صاحب کی مسجد کے مقابلہ مین ترچھا ہے۔ امام صاحب کی مسجد کی طرح اس کا بھی ایک بڑا صحن ہے اور اسکے گرداگرد دو منزلہ حجرے بنے ہوئے ہین اور کاشی کے کام کے رفیع الشان ایوان اور دو بڑے غیر ملمع شدہ مگر کاشی ہی کے کام کے مینارے اسے زینت بخشتے ہین۔ اس کی دیوار خاص پر ایک کتبہ ثبت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸۲۱ھ مین بعہد شاہ رخ یہ مسجد تعمیر کیگئی۔ ایک اور کتبہ جنوبی ایوان پر درج ہے جس مین لکھا ہے

[1] اوس وقت تو مصنف ممدوح ممبر پارلیمنٹ ہی تھے مگر اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ مشہد کی چاردیواری کے اندر اگر شہنشاہ ہندوستان کا کوئی وایسرائے کبھی داخل ہوا ہے تو وہ لارڈ کرزن ہین۔ مترجم

کہ شاہ سلطان حسین نے ۱۰۸۰ھ میں اسے از سر نو بنوایا۔ فریزر کے خیال میں جس نے اس مسجد کو دیکھا "یہ مسجد بلحاظ خوشنمائی اور عظمت وشان کے ایران کی تمام دوسری مساجد پر فوقیت رکھتی ہے" اور ویمبری اس کے خاص دروازے کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:-

"میں بڑی دیر کے بعد اس بات کا فیصلہ کر سکا کہ آیا میں اس دروازہ کو فضیلت دوں یا ان دو اسی نمونہ کے دروازوں کو جو میں نے سمرقند اور ہرات میں دیکھے تھے کیونکہ یہ امر یقینی ہے کہ اگر یہ ایک ہی کاریگر کے ہاتھ کے بنے ہوئے نہیں ہیں تو کم از کم یہ سب کے سب شاہ رخ کے زمانہ میں تو ضرور تعمیر کئے گئے۔ ممکن ہے کہ مدرسہ خانم واقع سمرقند اور نیز مصلائے ہرات رفعت وشوکت کے اعتبار سے مسجد گوہر شاد کے دروازہ پر فوقیت لے گئے ہوں لیکن یہ تو میں کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ وہ اس سے زیادہ خوبصورت ہیں"

مسجد گوہر شاد کے بیرونی حصہ پر آج کے دن یہ تعریف پورے طور سے صادق نہیں آتی گو کہ اس کا کاشی کا کام بلاشبہ نہایت خوشنما ہے۔ اس کے گنبد پر جو امام صاحب کی مسجد کے گنبد سے زیادہ بڑا اور زیادہ اونچا ہے نیلی۔ سبز اور نارنجی رنگ کی اینٹوں کا کاکام ہے جو بعض بعض مقامات پر سے اکھڑ گئی ہیں۔

بست کی دوسری عمارات

صحن خاص کے محرابی درون میں سے ایک کے ذریعہ سے مدرسہ میں داخل ہوتے ہیں جسے مرزا جعفر ایک متمول ایرانی سوداگر نے جس نے ہندوستان میں بہت کچھ دولت پیدا کی بنوایا تھا۔ یہ عمارت مشہد کی تیسری نہایت ہی عمدہ عمارت ہے اور عمارتی شان اور

زینت وآرایش کے لحاظ سے دونون مسجدون کی ہمسر ہے۔ اِسکے بانی نے بہت کچھ روپیہ بھی اسکے لیے وقف کردیا ہے جو پچاس ساٹھہ ملاؤن کے مصارف کا کفیل ہوتا ہے۔ چاردیواری کے اندر دو چھوٹے مدرسے۔ صحن۔ رہنے کے مکانات اور حمام اور نیز ایک بہت بڑا کہانے کا کمرہ ہے جہان زایرون کو حضرت کی طرف سے کہانا دیا جاتا ہے ہر نو وارد کو تین دن تک مفت کہانا ملتا ہے اور اس دعوت عام پر ۳۰ من یا ۹۷$\frac{1}{2}$ سیر چانول روز صرف ہوتے ہین۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام صاحب کے اسطرح کے پانچ سو یا چھہ سو مہمان ہر روز یہان کہانا کہاتے ہین۔

کتب خانۂ امام صاحب

کتب خانہ امام صاحب کے متعلق ہم خانیکاف کے مرہون منت ہین کہ اوس نے اپنی عالمانہ تحقیق سے ہمکو حسب ذیل اطلاع بہم پہونچائی۔۔ وہ بیان کرتا ہے کہ کتب خانہ کے قایم کئے جانیکی تاریخ شاہ رخ کے زمانہ سے بیشتر نہین قرار دی جاسکتی۔ قدیم ترین نسخہ جو اس کتب خانہ مین رکھا گیا قران مجید کا ایک نسخہ تھا۔ اِسکے بعد شاہ عباس اور شاہ سلطان حسین نے یہان کتابین بہیجی۔ ۱۸۵۸ء مین خانیکاف کے آنے سے کچھ عرصہ پہلے کتب خانہ کی ایک فہرست مرتب کی گئی تہی جس سے اوسے معلوم ہوا کہ کتب خانہ مین ۲۹۹۷ تصانیف ۳۶۵۴ جلدون مین تہین جن مین ۱۰۴۱ قران تہے (۱۸۹ چھپے ہوئے اور ۸۵۲ قلمی۔ قلمی نسخون مین سے بعض بلحاظ تقطیع وحجم وخوبی لاجواب تہے)۔ ۲۹۹ زایرون کے لیے کتب ادعیہ واعمال تہین۔ ۲۴۶ عام کتب فقہ تہین اور ۲۲۱ کتابین

صرف شیعہ عقاید کے متعلق ہیں۔ اس بات کے معلوم ہونے سے تعجب ہوتا ہے کہ اس کتب خانہ پر جس شخص نے سب سے بڑا احسان کیا وہ نادر شاہ تھا جس نے باوجود جاہل ہونے کے اس مین چار سو قلمی نسخے رکھوائے۔

خانقاہ کی آمدنی

خانقاہ کی آمدنی نقد و جنس کثیر المقدار ہے۔ فریزر کہتا ہے کہ خاندان صفویہ کے آخری فرمانروا شاہ سلطان حسین کے زمانہ مین اٹھارویں صدی کے شروع مین یہان کی آمدنی [illegible] تومان تھی لیکن ۱۸۲۱ء مین اوسکا بیان ہے کہ یہان کی آمدنی [illegible] سے لیکر [illegible] تومان تک ہے (ممکن ہے کہ اس مین چھاپے کی غلطی ہوا اور اوس سے مقصود [illegible] سے لیکر [illegible] تک کا ہو)۔ بیسٹ نے ۱۸۷۴ء مین کل آمدنی کی تعداد [illegible] تومان ہونا بیان کی جو اوس زمانہ مین [illegible] پاونڈ کے مساوی ہوتے تھے۔ جو اطلاع مجھکو ملی اوسکی رو سے اسوقت اس خانقاہ کی آمدنی [illegible] تومان (جس کے موجودہ شرح تبادلہ کے حساب سے [illegible] پاونڈ ہوتے ہین) اور دس ہزار خروار غلہ[1] ہے۔ امام صاحب کی جائداد غیر منقولہ تمام ایران مین پھیلی ہوئی ہے۔ اور اسکے علاوہ مکانات کاروانسراؤن۔ دکانون اور بازارون کی شکل مین بھی بہت سی جائداد اون کی ملک ہے۔ مسجد کے چھ سو درماہہ یاب خادم ہین اور ہر ہفتہ کے لئے ایک سو کی ماموری عمل مین آتی ہے۔ عمارات متبرک کے کل عملہ کی تعداد مجتہدین۔ ملاؤن۔ متولیون۔ ملازمون۔

[1] ایک خروار = ۹۴۶ پاونڈ = (½۴۲۳ سیر = ۸ من ½۴ سیر)۔

نوکردن چاکرون اور دوسرے ماتحتونکو ملاکر دو ہزار ہوتی ہے۔

مشہد کی آبادی

 کی مجموعی معینہ آبادی آج کے دن بھی وہی ہے جو کونولی کے زمانہ مین تھی یعنی قریبًا ۴۵۰۰۰ - لیکن مشہد کی زندگی مین مذہبی عنصر کو جس قدر دخل ہے اوسکا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ سال تمام مین کوئی ایک لاکھ زایر اس شہر مین داخل ہوتے ہین حالانکہ اوسط تعداد زایرون کی اس شہر مین ہر وقت ۵۰۰۰ سے لیکر ۸۰۰۰ نفوس تک ہونا بیان کی جاتی ہے۔ ان اعداد سے اور نیز جو کچھ اوپر بیان کیا جاچکا ہے اوس سے بہت حد تک واضح ہوسکتا ہے کہ مجتہدین اور پیشوایان مذہب کے ہاتھ مین کیسی وسیع اور زبردست طاقت موجود ہے اور اوسے مشہد کی سیاسی حالت سے لازمی طور پر کہان تک تعلق ہے۔ اس مین ذرا شک نہین کہ مشہد مختلف قومون۔ مختلف پیشون۔ مختلف اغراض اور مختلف مقاصد کا مجمع ہے جو خانقاہ کے محور کے گرد گھومتا ہے۔ جس طرح مشہد کے حصہ وسطی مین متبرک چار دیواری قایم ہے اسی طرح اہل مشہد کی زندگی بھی اسی قلب سے قایم ہے جو اوہام۔ کرامت پرستی اور ریاکاری کا تیرہ اثر چارون طرف پھیلاتا ہے۔ کونولی کی اس راے کے صائب ہونے مین کلام نہین ہوسکتا کہ "مشہد کے ملاؤن مین سے اکثر گندم نما اور جو فروش ہوتے ہین۔ جنکا مقصد سوائے اسکے اور کچھ نہین کہ جو لوگ امام صاحب کی درگاہ کی زیارت کو آئین اونکو جس طرح ہوسکے لوٹین مجتہد سے لیکر نانبائی تک کے ذہن مین یہی دھن سمائی ہوئی ہے اور خدام درگاہ زایرون کے روپیہ پر ہی اکتفا نہین کرتے

بلکہ امام صاحب کی درگاہ کو درست حالت مین رکھنے کے لیئے جو روپیہ مخصوص ہونا چاہیے اوس پر بھی دست تغلب دراز کرتے ہین"

خانقاہ کا انتظام

قدیم زمانہ سے خانقاہ کا انتظام ایک عہدہ دار کے ہاتھ مین چلا آیا ہے جو متولی باشی کہلاتا ہے۔ متولی باشی کے لئے لازمی نہین ہے کہ وہ طبقہ علماء سے تعلق رکھتا ہو بلکہ عموماً وہ ارباب دنیا مین سے ہوتا ہے۔ اپنے عہدہ کے امتیاز کی وجہ سے متولی باشی مشہد مین اخص الخواص سمجھا جاتا ہے اور اقتدار و رسوخ کے لحاظ سے وہ گورنر خراسان سے کچھ کم نہین بلکہ اکثر اوس پر بھی فوقیت لے جاتا ہے۔ موجودہ شاہ کی طاقت کا یہ کچھ کم ثبوت نہین تھا کہ دوسرے مقامات کی طرح یہان بھی اوس نے اپنی بھائی رکن الدولہ کو جو میرے خراسان پہونچنے کے وقت وہان کا گورنر جنرل تھا متولی باشی کے عہدہ پر مامور کرنے سے مذہبی عنصر کو سلطنت کے انتظامی عنصر کا مطیع و محکوم بنا لیا۔ تاریخ مین یہ واقعہ تھا کہ دونون عہدون پر ایک ہی شخص کا تقرر عمل مین آیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جس نسبت سے مجتہدین کی مذہبی طاقت گھٹ گئی اوسی نسبت سے فرمانروائے وقت کی سیاسی طاقت بڑھ گئی۔ اقتدار اور ناموری کے لحاظ سے متولی باشی کے بعد کمتر درجہ کے متولی ہین۔ جن مین سے بعض کی خدمت موروثی ہے اور بعض کو شاہ مقرر کرتا ہے۔ ان کے بعد مجتہد ہوتے ہین جنہین بہت کچھ امتیاز اور رسوخ حاصل ہوتا ہے اور بعض صورتون مین شاہ کی طرف سے ان کے کچھ وظایف بھی مقرر ہوتے ہین۔ ان سب کے بعد ملاؤن کا

درجہ ہے جن کا کام یہ ہے کہ وعظ اور امامت کرین اور جو کچھ زایرون سے وصول کر سکین
اوس سے قوت بسری کرین۔ ممتاز تر مجتہدین کو نہایت درجہ مقدس خیال کیا جاتا ہے
جب وہ مسجد مین نماز پڑہنے کے لئے داخل ہوتے ہین تو بہت سے لوگ اون کے
پیچھے نماز پڑہنے کے لیے جمع ہو جاتے ہین اور وہ اپنے خالی وقت کا بہت کچھ حصہ
بلا تفریق و امتیاز جوش و خروش اور گریہ وزاری کرنے مین گزارتے ہین۔ جب مین مشہد
مین پہونچا تو مذہبی ماتم کا زمانہ تہا۔ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام رضاؑ کی شہادت کا غم
کیا جا رہا تھا۔ تعزیے نکالے جا رہے تھے۔ متبرک مقامات مین لوگون کا ہجوم تھا اور
ڈہولون نقارون کے بجنے اور لوگون کے چلانے سے رات نمونہ رستخیز بن رہی تہی
انگریزی قونسل خانہ کے قریب جہان مین ٹہیرا ہوا تھا کوئی نہایت ہی خوش اعتقاد شخص
رہتا ہوگا۔ کیونکہ اوسکے شیون و بکا نے تمام مکان سر پر اٹھا لیا۔ مجھے اوس کے رونے
اور چلانے کی وجہ سے رات بھر نیند نہ آئی اور پڑا پڑا مین بہی دل مین اوسے کوستا رہا۔

چار دیواری کا رقبہ

بست کے ایک پھاٹک سے لیکر دوسرے پھاٹک تک جس زمین کا احاطہ چار دیواری
نے کر رکھا ہے۔ اوسکا رقبہ کم از کم ½ مربع میل ہوگا۔ مغربی دروازہ پر نقارخانہ قایم ہے اور
یہان سے دوسرے ایرانی دارالحکومتون کی طرح شام کے وقت ڈہول نفیری اور جہانج
کی غیر خوش آیند آواز بلند ہوا کرتی ہے۔

متعہ ف۱



ازانکہ مین خانقاہ اور اوس کے زایرون کا ذکر ختم کرون اس امر کا بیان کرنا بیجا نہ ہوگا کہ مشہد کی زندگی کا سب سے زیادہ عجیب وغریب پہلو وہ سامان عیش ہے جو زایرون کے لئے اونکے اثنائے قیام مشہد مین بہم پہونچایا جاتا ہے۔ زایرون کو جو دور دراز سفر اختیار کرنا پڑا ہے۔ جو مصیبتین اور صعوبتین اونہین سہنی پڑی ہین۔ جو رنج و فراق اپنے گھر اور اپنی بیوی بچون سے جدا ہونے کے باعث اونہین برداشت کرنا پڑا ہے اوسکے لحاظ سے بہ منظوری قانون مذہبی وبہ ایمائے ارباب اجتہاد اُن کو اس بات کی اجازت دی جاتی ہے کہ اثنائے قیام مشہد مین عارضی نکاح سے متمتع ہولین۔ مشہد مین ایسی عورتون کی ایک کثیر اور مستقل تعداد ہے جو ہنگامی زوجیت کے لئے تیار رہتی ہین ف۲ فریقین کسی ملا کے پاس جسکا ملنا دشوار نہین ہوتا چلے جاتے ہین اور اوس کی اجازت سے

ف۱ مصنف نے اس موقعہ پر لفظ "پراسیٹیوٹشن" استعمال کیا ہے۔ لیکن چونکہ اس مقام کا موضوع متعہ ہے جو اہل تشیع کے نزدیک مذہبی لحاظ سے جائز اور مستحسن ہے اس لئے مین نے لفظ مزبور سے قطع نظر کرکے متعہ لکھا ہے۔ صیغہ کے معنی کے سمجھنے مین بھی مصنف کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ صیغہ سے مراد نکاح ہے نہ کہ خود وہ عورت جس سے نکاح کیا جائے۔ اسکے علاوہ متعہ ایسی چیز نہین ہے جو مشہد ہی سے مخصوص ہو جیسا کہ مصنف کا خیال معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ ہر مقام اور ہر وقت مین ہوسکتا ہے۔ مترجم

ف۲ صیغہ یعنی ہنگامی زوجہ سے ایک دن سے لیکر ۹۹ برس کی مدت تک کے لئے نکاح کیا جا سکتا ہے۔ عورتین پورے زمانہ کے لئے صیغہ بنائے جانے کو عقدی یعنی حقیقی زوجہ ہونے پر ترجیح دیتی ہین۔ عقدی کو اوس کا شوہر جب چاہے طلاق دے سکتا ہے لیکن صیغہ کو مدت معینہ معاہدہ سے پہلے باستثنائے اوس صورت کے جبکہ اوس سے بداعمالی سرزد ہو جدا نہین کیا جا سکتا۔ بڑے شہرون مین محدود عرصہ کے لئے جو عورتین صیغہ بنائی جاتی ہین اونہین نیم طوایف سمجھنا چاہیئے۔

معاہدہ نکاح مرتب کیا جاتا ہے جسپر فریقین کی مہرین ثبت کی جاتی ہین۔ اور مقررہ شرح فیس کے ادا کرنے کے بعد نکاح قانونی طور سے کامل ہو جاتا ہے۔ پندرہ بیس دن یا جو کچھہ بھی میعاد مقرر ہو اوس کے گزر جانے کے بعد نکاح کی مدت ختم ہو جاتی ہے۔ عارضی شوہر کسی دور دراز سرزمین مین اپنی پہلی محبوبہ کے پاس واپس چلا جاتا ہے اور عارضی زوجہ چودہ دن کی عدت کے ختم کرنے کے بعد پھر کوئی نیا شوہر ڈہونڈ لیتی ہے۔ بالفاظ دیگر عیاشی کا ایک مہتم بالشان طریقہ مذہب کی اجازت سے مشہد مین رائج ہے۔ ایشیا کے اور کسی شہر مین غالباً اتنی بدکاری نہین ہوتی جتنی مشہد مین اور مجھے افسوس کے ساتھ یہ امر ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ جو زایر حضرت امام رضاؑ کے مزار کی دہلیز کو بوسہ دینے کے لیے بحر و بر کو طے کرتے اور مصیبتین جہیلتے ہوئے آتے ہین۔ اونکے دل مین اثنائے سفر مین اسی خیال سے بھی کچھ کم تشفی اور تسکین نہ ہوتی ہوگی کہ مشہد مین پہونچکر ان زحمتون کی تلافی ہو جائیگی۔ وہان ہم خوب کہیل کہیلین گے۔

نادرشاہ کا مقبرہ

وہ نامور فاتح نادرشاہ جس نے اس شہر کی سرپرستی کی اور اسکو مزین و آراستہ کیا ابتداءً یہین دفن کیا گیا تھا۔ اپنے حین حیات مین اوس نے اپنے اور اپنے بیٹے رضا قلی میرزا کے لیے یہان مقبرے بنوائے تہے جو مسجد امام صاحب اور دروازہ بالا خیابان کے مابین واقع تہے۔ اب اون کا نشان بھی باقی نہین۔ وحشی خواجہ سرا آغا محمد خان قاجار نے جو اپنی مصیبت کے باعث اصلی کو بہولا نہ تھا تخت پر بیٹھتے ہی اپنے دیرینہ انتقام کی خواہش کو ان

دونون مقابر کے مسمار اور منہدم کرنے سے پورا کیا۔ نادر کی ہڈیان اوس کے حکم سے طہران لائی گئین اور اپنے دوسرے رقیب کریم خان زند کی خاک کی طرح اوس نے انہین اپنے محل کی دہلیز کے تلے گڑوادیا تاکہ جب کبھی وہ باہر نکلے تو اوس شخص کی مٹی کو اپنے پاؤن تلے روندتا ہوا جاے جس نے اوس پر اور اوس کے خاندان پر مظالم عظیم برپا کئے تھے۔ فریزر کے زمانہ مین یہ منہدمہ عمارات مشہد مین ملبے کا ایک ڈھیر ہو رہی تہین دس سال بعد برنس نے شلغمون کا ایک کہیت اوس زمین پر اگا ہوا دیکھا جس مین فاتح ہندوستان کی لاش دفن تہی۔

مشہد مین یہودیون کی آبادی

یہان ابہی تک یہودیون کے بہت سے خاندان آباد ہین گوکہ اونہین اپنے مذہبی طریقہ کے بموجب اداے عبادت کی سخت ممانعت ہے اور وہ صرف خفیہ طور پر اپنی مذہبی رسوم ادا کرتے ہین۔ ۱۸۳۸ء مین اون کے جبراً مسلمان بنائے جانے کی روایت مشہور ہے اور ایک سے زیادہ سیاح نے اوس کا اعادہ کیا ہے۔ ڈاکٹر والف جو اس واقعہ سے پہلے اور اوسکے بعد دو دفعہ مشہد مین آیا اسے حسب ذیل الفاظ مین بیان کرتا ہے

"واقعہ یہ ہوا۔ ایک غریب عورت کے ہاتھ پر زخم تھا۔ کسی مسلمان طبیب نے اوسے یہ نسخہ بتایا کہ کتے کو مار کر اوس کے خون سے اپنا ہاتھ تر کرے۔ چنانچہ اوسنے ایسا ہی کیا۔ مگر دفعتاً تمام شہر کے لوگ اٹھ کہڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ تم لوگون نے ایسا کرنے سے ہمارے پیغمبر کی تحقیر کی ہے۔ چند لمحون مین ۳۵ یہودی مارے گئے۔ جو باقی بچے

وہ خوفزدہ ہوکر مسلمان ہوگئے۔ اب وہ خفیہ طور پر پہلے سے بھی زیادہ پکے یہودی ہین لیکن اپنے آپ کو انوشیم (مجبور کرے گئے) کہتے ہین[۱]۔

والف یہ نہین بیان کرتا (جس سے اس عام جوش اور بلوے کے پھیلنے کی توجیہ ہوتی) کہ یہودن اور کتے کے مارے جانے کا واقعہ بدقسمتی سے اوس دن پیش آیا جبکہ مسلمان عید الضحےٰ کا جشن منانے مین مصروف تھے[۲]۔ اوہام پرستی اور بغض وعداوت نے بڑی آسانی سے ایک ایسے واقعہ کو جس سے کسی کے دل کا ستانا مقصود نہ تھا لوگون کی نظرون مین اس صورت مین پیش کیا کہ گویا اوس کی غرض وغایت اونکے قومی مذہب کی توہین تھی اور اسی لئے فساد برپا ہوگیا۔ اوس زمانہ کے مقابلہ مین آج کل بہت کم تعصب یہان کے مسلمانون مین ہے لیکن یہودی کو اب بھی چاہئیے کہ مشہد مین اپنا طرز عمل مودبانہ اور منکسرانہ رکھے۔

سرکاری عمارات

خانیکاف بیان کرتا ہے کہ مشہد مین چودہ مدرسے اور سولہ کاروان سرائین ہین۔ اور

۱۔ دیکھو "نیریٹو آف مشن ٹو بخارا ان ۱۸۴۳-۱۸۴۵" (حالات سفارت بخارا ماموره ۱۸۴۳ء الی ۱۸۴۵ء) جلد اول صفحہ ۲۳۹ و جلد دوم صفحہ ۲۷۔

۲۔ مسلمانون کی روایت کے بموجب عید قربان کا جشن حضرت ابراہیم کی اس نیت کی یادگار مین منایا جاتا ہے کہ اونہون نے حضرت اسمٰعیل (نہ کہ حضرت اسحٰق) کو قربان کرنا چاہا تھا۔ جو جانور اس موقعہ پر قربانی کئے جاتے ہین۔ وہ مسلمانون کے عقیدے کے مطابق بہت کچھ باعث ثواب ہین اور یہ باور کیا جاتا ہے کہ جب مسلمانون کو پل صراط پر جو تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز ہے جنت کی طرف جاتے ہوئے گزرنا پڑے گا تو یہی قربانی کے جانور

ان کے نام اور نیز تاریخ ہائے قیام بھی اوسنے گن کر بتائی ہین - جو ناظرین ان امور کے متعلق اطلاع حاصل کرنا چاہتے ہون وہ اوس کی کتاب پڑھ کر یہ باتین دریافت کرسکتے ہین[ا۵]

صنعت و دستکاری

مین نے مشہد کی مقامی صنعت اور دستکاری کے متعلق کتابون مین بہت کچھ حالات پڑھے تھے لیکن یہان کی بنی ہوئی جو چیزین میرے دیکھنے مین آئین اونہین دیکھکر مجھے بڑی مایوسی ہوئی - خریدار کے لئے یہان کے بازار سے زیادہ ناقص بازار اور کوئی ہو ہی نہین سکتا - دمشقی وضع کی تلوارون کے پھل یہان عرصہ قدیم سے بنتے ہین اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابتداءً اس کام کے بنانے کے لئے تیمور نے دمشق کے کچھ کاریگر یہان لاکر آباد کئے تھے لیکن چونکہ تلوارون اور پیش قبضون کے بجائے اب بندوقون اور طپنچون کا رواج ہو گیا ہے اس لئے نئی تلوارون کو کوئی نہین پوچھتا - ریشمی اور سوتی کپڑے اور مخمل یہان تیار ہوتی ہے لیکن کیفیت کے لحاظ سے بخارا کے اسی قسم کے کام کے مقابلہ مین اونہین بہت ہی ادنی درجہ حاصل ہے - شہر مین ۶۵۰ ریشم بافی اور ۳۲۰ شالبافی کے کارخانے ہین البتہ عمدہ قالینین یہان دستیاب ہوسکتی ہین خصوصاً اصلی مشرقی وضع کی قالینین جن کی بناوٹ عمدہ اور جن کے رنگ دیرپا ہوتے ہین اور قاین اور برجند سے آتے ہین بہم پہونچ سکتی ہین - کردی وضع کے قالین بھی اچھی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۵ - اوس وقت اون کے کام آئین گے -

ا۵ دیکھو "تذکرہ اقوام جنوبی حصہ علاقہ وسط ایشیا" (بزبان فرانسیسی) صفحہ ۱۰۷ -

ایک جداگانہ شان لئے ہوئی ہین لیکن اسقدر خوبصورت نہین ہوتے فقط مشہد مین قالین بافی کے چالیس کارخانے ہین - ترکمانی قالین اور زیورات اور ہتیار سابق مین مشہد کے بازارون مین عام طور پر بکا کرتے تھے لیکن اب ان چیزون کو روسی یا تو ماوراءالنہر مین تمام وکمال خرید لیتے ہین اور یا وہ یورپ کو بھیج دی جاتی ہین - ایران مین طہران کے بعد جو ہر شئے کا مرکز ہے گوکلان ترکمانون کے ڈیرون کے قریب استرآباد غالباً دوسرے درجہ پر بہترین مقام ہے جہان ترکمانی ساخت کی چیزین دستیاب ہوسکتی ہین - قدیم تاتاری بلکہ باختری سکے بھی بسا اوقات مشہد مین مل سکتے ہین - مین نے یہ خیال کیا تھا اور میرا ایسا خیال کرنا حق بجانب بھی تھا کہ چونکہ نیشاپور کی مشہور ومعروف فیروزے کی کانین یہان سے اسقدر قریب ہین اس لئے یہان اس پتھر کے عمدہ عمدہ نمونے مشہد کے بازارون مین موجود ہونگے - لیکن جو فیروزے میرے دیکھنے مین آئے وہ نہایت خراب تھے - سب سے اچھے پتھر ہوتے ہین وہ کان سے نکلتے ہی خرید لئے اور ممالک غیر مین بھیج دے جاتے ہین - جو پتھر باقی بچتے ہین وہ مشہد مین آتے ہین لیکن اون کی کیفیت اور قیمت ایسی نہین ہوتی کہ زائرون کی توجہ اپنی طرف منعطف کرے - نہ مجھے وہ پتھر کے تراشے ہوئے پیالے - بادئے - بدہنے اور دوسری قسم کے ظروف ہی پسند آئے جو ایک قدیم وضع کی اوزار اور اوزارون کے ذریعہ سے ایک نرم پتھر کو جو اس نواح مین نکلتا ہے تراش کر تیار کئے جاتے ہین - اس پتھر کی دو قسمین ہین - ایک تو بھورا مائل بہ سرخی اور دوسرا نیلاہٹ لئے ہوئے خاکی رنگ کا ہوتا ہے - لیکن اگرچہ سیاحان سابق نے ان صنعتی

اشیا کی نہایت تعریف کی ہے مین نہ تو اس پتھر کی عمدگی کی قدر کر سکا جس سے یہ چیز
تیار کیجاتی ہین اور نہ خود ان چیزون کی شکل کے تناسب یا جو صنعت اون پر صرف
کی گئی تھی اوس کی داد دے سکا۔

شرح اجرت اور قیمت اشیا

جب مین مشہد مین آیا تو کاریگرون کی اجرت کی شرح حسب ذیل تھی۔ بڑھئی ۲۔
قران یعنی ایک شلنگ ۹ پنس (عہ) یومیہ۔ راج ۲ قران۔ لوہار ۱½ قران۔ عام مزدور
ایک قران۔ روٹی کی قیمت ۱ پنس (۱ر) فی سیر اور بکری کے گوشت کی ۲¾ پنس (۵ر) فی سیر
تھی مرغیان جو کوہستان مین ۲½ پنس (۳ر) کو ملتی تھین یہان ۷ پنس (۷ر) مین
ہوتی ہین۔ گیہون کی قیمت ۷ سیر کے لئے ۶ پنس (۶ر) تھی اور جو کی ۴ پنس
کسیقدر کم۔

بینک اور روپیہ قرض ملنے کی سبیل

اس شہر مین ۴۴ اخانگی حیثیت کے ساہوکار یعنی سود خوار ہین اور ان سب ک
سرمایہ ۹۳۱۰۰۰ تومان یعنی ۲۶۶۰۰۰ پاؤنڈ ہوگا۔ ان مین سے صرف دو
دس لاکھ تومان (۲۸۵۷۰ پاؤنڈ) تھا۔ تین ایسے تھے جنکا سرمایہ پچاس پچاس
(۱۴۲۸۵ پاؤنڈ) تھا اور دو کا سرمایہ تینتیس تینتیس ہزار (۸۵۷۰ پاؤنڈ) تھا۔ باقی کم ح
کے ساہوکار تھے طہران کے "نیو اورینٹل بینک" کا ایک ایجنٹ مشہد مین
لیکن چونکہ اس بینک نے اپنا کام ایران کے نئے "امپیریل بینک

اکر دیا اس لئے امپیریل بینک خراسان مین قایم ہو گیا ہے جہان اوسکے لئے ایک وسیع میدان کھلا پڑا ہے ۔ مشہد مین روس کے بہت سے روبل (ایک روسی سکہ) کے نوٹ ۔ران کی تعداد ۲۰۰۰۰ بیان کی جاتی ہے) زیر رواج تھے۔ انگریزی ساورن کی قیمت ۳ تومان اور ۲½ قران یعنی اوسط شرح تبادلہ کے حساب سے ۱۹ شلنگ چھ پنس تھی۔ ہندوستان کا روپیہ یہان اپنی پوری قیمت پر یعنی ۱ شلنگ ۵ پنس مین چلتا تھا[1]۔

گورنر جنرل مشہد کی ملاقات

اثنائے قیام مشہد مین مین خراسان کے گورنر جنرل سے ملا۔ جیسا کہ مین اوپر ایسا ہی کر چکا ہون یہ اعلیٰ عہدہ دار شاہ کے دو بھائیون مین سے جو بقید حیات موجود ہین سے اسقد ہے۔ اوس کا نام محمد تقی مرزا اور اوس کا خطاب رکن الدولہ ہے اور وہ اسوقت الیبن موجود ہے گورنر جنرلی کی خدمت پر مامور ہوا تھا۔ گذشتہ پندرہ سال کے عرصہ مین کچھ کچھ بدلے اچھے وہ اس خدمت پر متعین رہ چکا تھا اور بیچ مین کبھی کبھی کسی دوسرے دعوے دار جاتے شاہ کی نظرون مین چڑھ جانے یا زیادہ رشوت دے سکنے کے باعث ہٹا بھی دیا گیا ایسی ہوتا تھا[2]۔ اوس کی نسبت یہ بات مشہور تھی کہ وہ ایک نرم مزاج اور کمزور دل کا شخص ہے

---

[1] ہندوستان اور تجارت کی سیاسی رپورٹ نشان ۵۳، بابت سنہ ۱۸۹۰ع۔

[2] وضع کی سال روان (سنہ ۱۸۹۱ع) کے موسم بہار مین رکن الدولہ کو خدمت گورنری سے پھر ہٹا دیا گیا جسکی تجارت بیان کی جاتی ہے کہ اوسے روسیون کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اوس کی جگہ فتح اللہ خان صاحب نیلا ہے جو سابق مین ظل السلطان کے ماتحت فارس کا گورنر تھا مقرر ہوا ہے۔

اور شاہی خاندان کا شیوہ کفایت شعاری روس کے حصہ مین بھی آیا ہے لیکن سیاسی امور مین وہ دنیا سازی سے کام لیتا ہے۔ البتہ اوسکے مشیر خاص کی ہمدردی علی الاعلان روسیون کے ساتھ تھی۔

ارک

ارک یا قلعہ جس مین گورنر جنرل رہتا ہے شہر کے جنوبی و مغربی حصہ مین واقع ہے اور ایک وسیع میدان شہر کے اور اسکے درمیان حائل ہے۔ ارک کے گرداگرد پست دیوارون اور برجون کا ایک حصار کھنچا ہوا ہے اور دو برجون کے درمیان ایک پھاٹک مین سے جسکے اوپر شیر و آفتاب کا ایک دھندلا سا مضحکہ انگیز نقش نظر آرہا تھا ہم اندر داخل ہوئے اور ایک لمبی ڈاٹ کی چھت کی گلی مین سے گذرتے ہوئے ایک وسیع صحن مین پہونچے یہان ہم گھوڑے سے اُترے اور ایک کثیف چاردیواری مین سے ہو[illegible] ہوئے جس مین پہاڑون کی پریشان کیاریان تھین ہم ایک چھوٹے اندرونی ص[illegible] داخل ہوئے جہان بہت سے ملازمین اور خدام کھڑے ہوئے تھے جو ہمکو ایک [illegible] مین جو دوسرے سرے پر تھا لے گئے۔

رکن الدولہ کے ساتھ میری گفتگو

یہان گورنر ہم سے ملنے کے لیے بڑھا۔ وہ پست قد اور بہت ہی جسیم ہے لیک[illegible] چہرہ سے ہر دلعزیزی کے آثار پائے جاتے ہین اور گوشاہ سے اوس کی شک[illegible] ملتی تاہم نسل قاجاریہ کے ممتاز خال وخط سے آراستہ ہے۔ اوسکے سر کے بال تو[illegible]

تھے لیکن اوس کی ڈاڑہی کی کہونٹیان سفید تھین سر پر وہ برے کی کہال کی کلاہ پہنے تہا اور اوس کا باقی کا لباس کشادہ دامن والے معمولی سیاہ کوٹ اور ایران کے امرا کی پتلون پر مشتمل تہا اوس کے ہاتہون مین سفید سوتی دستانے تہے اور خوش اخلاقی کے طور پر اوس نے اپنے ہاتہون کو اپنے سینے پر آڑا جوڑ ا رکھا تھا۔

ہماری گفتگو کچھ بہت زیادہ دلچسپ نہ تھی کیونکہ گورنر نے صرف اخلاق آمیز رسمی جوابات پر اکتفا کی۔ جب مین نے اوس سے دریافت کیا کہ آیا آپ کے خیال مین ریلونکا ایران مین قایم کیا جانا قرین احتمال ہے۔ تو اوسنے یہ مبہم سا جواب دیا کہ انشاء اللہ تعالے ریل کے سلسلون کا ایران مین قایم ہونا ممکن ہے اون کے متعلق اوس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ظن غالب یہ ہے کہ طہران سے قم تک سب سے پہلے ریل کا سلسلہ قایم کیا جایگا اوس نے یہ بھی بیان کیا کہ میرے صوبہ کی معدنی پیداوار بہت بڑی ہے (جو غالباً صحیح ہو) سونے۔ چاندی۔ سیسے۔ تانبے اور کوئلے پر مشتمل ہے۔ جب مین نے اوس سے یہ دریافت کیا کہ آیا خلائق عامہ کو یہ بات معلوم ہے کہ شاہ نے حال مین یوروپ کا جو سفر اختیار کیا ہے اوس کے اثنا مین یوروپ نے اور بالخصوص انگلستان نے اوسکا استقبال کس طرح پر کیا تو اوس نے یہ جواب دیا: "عوام الناس کو یہ حالات کیسے معلوم ہو سکتے ہین۔ صرف عہدہ دارون اور اعلیٰ طبقہ کے لوگون کو اس کی کیفیت معلوم ہے۔ طہران مین تین اخبار شایع ہوتے ہین اور ان مین سے ایک کی سو کاپیان ہر ہفتہ مشہد مین آتی ہین۔ بعد مین جب شاہ کا سفرنامہ شایع ہوگا تو لوگ پڑہین گے اور اوسوقت اون کو سب حال معلوم

ہو جائیگا"

رکن الدولہ کی ملاقات سے مجھہ پر جو اثر ہوا وہ اوس اثر سے مختلف نہ تھا جو متعدد ایرانی اعیان سلطنت کی گفتگو سے جن سے بعد مین مجھے ملنے کا اتفاق ہوا میرے دل پر پڑا اور وہ یہ کہ اگرچہ اعیان موصوف مجرد طور پر اپنے ملک کی اندرونی ترقی اور فلاح کے متمنی ہین۔ لیکن عملی طور سے اس مقصد کی تکمیل کے لئے بالکل کوئی کوشش نہین کرتے اور جس حالت مین ہین اوسی مین خوش ہین۔

فوج متعینہ مشہد

اگلے باب مین مین صوبہ خراسان کی فوجی طاقت کے متعلق کسیقدر تفصیل کے ساتھہ ذکر کرونگا۔ فی الحال مین صرف اوس فوج کا ذکر کرتا ہون جو مشہد مین ہے یہان تین پیدل پلٹنین آٹھہ آٹھہ سو جوانون کی متعین ہین جو بالعموم صوبہ آذربایجان کے ترکی صوبہ سے بھرتی کی جاتی ہین۔ اس احتیاط کا مقصود یہ سمجھا جاتا ہے کہ فوج والون اور شہر کے لوگون مین رابطہٴ اتحاد قایم ہونے نہ پائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ارک مین بیس ہلکی توپین موجود ہین۔ لیکن چونکہ وہ کبھی باہر نہین لائی جاتین اور توپچی اون کے چلانے کی کبھی مشق نہین کرتے اور توپخانہ کے گھوڑون سے بھی ان کے متعلق کبھی کام نہین لیا جاتا اسلئے حقیقی جنگ مین غالباً یہ توپخانہ زیادہ مہیب نہ ثابت ہوگا۔

مشہد دول خارجہ کے قونسل

صرف دو طاقتون کے وکیل مشہد مین متعین ہین اور وہ طاقتین برطانیہ کلان اور روس

ہین اور ظاہر ہے کہ انہین دونون طاقتون کو یہان وکیل رکہنے کی ضرورت بہی ہے - جو واقعات برطانوی اور روسی قونسلون کے یہان مقرر کئے جانے کا باعث ہوئے اور جو میرے مشہد پہونچنے سے کچھ ہی عرصہ پہلے ظہور مین آئے ایسے نہین کہ اون کا یہان ذکر نہ کیا جائے - اول اول روس نے ۱۸۸۵ء کے آخری حصہ مین اس بارہ مین تحریک کی ۱۸۸۱ء کے عہدنامہ اخال و خراسان کے ساتوین فقرے کی رو سے اوسکو ایران کی سرحدی چوکیون پر وکیل متعین کرنے کا استحقاق حاصل تہا[1] - لیکن اس عہدنامہ مین کسی قونسل یا قونسل جنرل کے تقرر کا ذکر نہ تہا - مشہد کو کسی ممکن الوقوع صورت مین سرحدی مقام سے تعبیر نہین کیا جا سکتا اور ترکمانون کے جہگڑے سے اوس کا بعید ترین تعلق بہی نہ تہا - اسکے علاوہ شاہ اس امر کا خاص طور سے مخالف تہا کہ خراسان کے مذہبی دار الحکومت مین کوئی ایسی دست اندازی کی جائے - روس اور برطانیہ کلان دونون ایک عرصہ دراز سے یہان دیسی مختار مقرر کر رہے ہے مگر جو انگریزی عہدہ دار مثلاً جرنیل مکلین اور کرنیل اسٹوارٹ بطور خاص اس سرزمین مین سیاسی خدمت پر مامور کئے گئے وہ کسی دوسری جگہ سکونت رکہتے تہے یا اپنا مستقر ایک جگہ سے دوسری جگہہ بدلتے رہتے تہے اور کبہی مستقل طور پر

[1] یہ فقرہ حسب ذیل ہے :- اس عہدنامہ کی شرائط کی پابندی اور تعمیل کے لحاظ سے اور اس غرض سے کہ جو ترکمان سرحد ایران پر رہتے ہین اون کے چال چلن کی نگرانی کی جائے ہز ہیجسٹی شہنشاہ روس کی گورنمنٹ کو ایران کی تمام سرحدی چوکیون کے لئے وکیلون کے نامزد کرنے کا حق حاصل ہوگا - اون تمام معاملات اخیلی جو فریقین معاہد کے مقبوضات سے ملے ہوئے اضلاع مین امن و آسایش کے قیام کے متعلق ہون وکلائے متعینہ روسی اور ایرانی حکام کے باہمی تعلقات کا واسطہ ہون گے -

مشہد مین نہ رہے تھے کیونکہ اونہین ہمیشہ یہ یقین دلایا جاتا رہا کہ یہان رہنے مین اونہین جان کا خوف ہوگا۔

موسولساف کا تقرر

روس نے کچھ عرصہ سے فیصلہ کر لیا تھا کہ اوس کی اغراض متعلقہ خراسان اس امر کی مقتضی ہین کہ مشہد مین اوس کا ایک وکیل سرکاری طور سے رہے۔ چنانچہ زار نے موسولساف روسی قونصل متعینہ رشت کو جو ایران کے سیاسی مسائل کو اچھی طرح سمجھنے کی وجہ سے ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر خیال کیا جاتا ہے مشہد کا قونصل جنرل نامزد کیا اور شاہ کو اطلاع دیگئی کہ اوسے اس تقرر کی نسبت اپنی منظوری دینی ہوگی۔ یہ تحکمانہ طرز عمل شاہ کو نہایت ناگوار گذرا اور کچھ عرصہ تک منظوری نہین دی گئی۔ لیکن روس کی طاقت شمال کی طرف اس درجہ مستحکم ہے کہ جن تجاویز کو وہ معرض عمل مین لانا چاہے اون کی زیادہ عرصہ تک یا حقیقی طور پر مدافعت کرنا ایران کے لئے نہایت خطرے کا باعث ہے۔ چنانچہ کچھ توقف کے بعد منظوری دی گئی اور ۱۸۸۹ء کے موسم بہار مین موسولساف کی ماموری مشہد مین عمل مین آئی۔ جب ایک دفعہ روسیون کے ساتھ ایسی رعایت عمل مین لائی گئی تو انگریزون کو بھی اوس سے متمتع ہونے سے روکا نہین جا سکتا تھا۔ عرصہ تک جرنیل مکلین جو کچھ مدت سے افغانی و ایرانی سرحد پر گورنمنٹ ہند کی سیاسی وکالت نہایت قابلیت سے انجام دے رہا تھا ساتھ ہی مشہد کا قونصل جنرل مقرر ہوا اور اپنی خدمت پر اپنے روسی ہم عہدہ معاون سے کچھ عرصہ پہلے پہونچکر اوس محدود سیاسی جماعت کا رکن رکین قرار پایا جو خراسان

کے دار الحکومت مین اسطور سے وجود پذیر ہوئی تھی۔

روسی قونصل خانہ



گورنمنٹ روس کچھہ عرصہ سے اس موقعہ کے لئے تیاریان کر رہی تھی جو دیسی ایجنٹ کی طرف سے یہان مامور تھا اوسے رہنے کے لئے ایک وسیع مکان جسکے حوالی کشادہ تھے اور جو شہر کے ایک عمدہ حصہ مین واقع تھا دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس عمارت مین جو ایک بڑے شہنشاہ کے وکیل کے سرکاری مکان ہونے کے لئے بالکل موزون تھی موسولساف فوراً چلا آیا۔ اور روسی پرچم اوسکے دروازے پر لہرانے لگا۔ چار روسی [...]ک اور ایرانی فوج کے کچھہ سپاہی جو گورنمنٹ ایران کی طرف سے دونون قونصلون [...]ی حفاظت کے لئے مامور ہوئے تھے باہر جاتے وقت قونصل کے آگے آگے چلتے تھے اور مشہد کے لوگ جن کا مذہبی تعصب بالکل سلبی ثابت ہوا بہت جلد اس غیر عنصر [...]کے جو اس فوجی شان کے ساتھہ شہر مین نکلتا تھا عادی ہو گئے۔ اس مین ذرا شک نہین کہ ایک لایق روسی افسر کے عملہ کے ساتھہ موجود ہونے اور وسیع حوالی اور ایک شاندار عمارت کی وجہ سے جو اثر لوگون کے دلون پر پڑا ہوگا اوس سے ضرور ہے کہ مشہد مین روسیون کا رسوخ بہت کچھہ بڑھ گیا ہو اور گو اس رسوخ کو بعض دفعہ شاہانہ اور فوری تحکم کے ساتھہ عمل مین لایا جاتا ہے لیکن پھر بھی اس سے اس رسوخ مین باعتبار شدید الکیفیت ہونے کے کوئی فرق نہین آتا۔ مشہد مین ایک زبردست روسی وکیل کا موجود ہونا گویا اوس بڑی طاقت کی محسوس علامت ہے جسکے نقل وحرکت اور منصوبون کے متعلق مشرق کی

ہر بازار مین گفتگو ہوا کرتی ہے اور جس کا ہر وقت بڑہنے والا سایہ جسے ویسی لوگ بیخودی کے عالم مین سر تسلیم خم کئے ہوئے دیکھتے ہین ایک گرجنے والے بادل کی طرح افق کی طرف سے بڑہتا ہوا ملک پر چہا رہا ہے۔

انگریزی قونصل خانہ

اخبار "ٹائمس" کو جو مراسلات مین نے بہیجے اون مین سے ایک مین حسب ذیل تحریر مندرج تہی "افسوس ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ اپنے مختار کے رہنے کے لئے اسیطرح کا شاندار مکان تیار نہین کرسکی۔ اس ضرورت کے لئے روس کی طرح انگلستان نے پہلے سے تیاری نہ کر رکہی تہی اور جس عمارت پر اب برطانوی قونصل خانہ کی علامت ثبت ہے اور انگریزی پہریرا اڑتا ہے اوس کی ظاہری شان ایسی نہین کہ اپنے مکین کے رتبہ اور امتیاز کا کچھ بہی ثبوت دے سکے۔ یہ امر نہایت ہی باعث ذلت ہے کہ برطانوی قونصل جنرل ایسے پست اور تبہ حال مکان مین بود و باش رکہے۔ گورنمنٹ کا یہ فرض ہے کہ اپنے سفیر کی شان اور حیثیت کے موافق فوراً کسی ایسے مکان کا انتظام کرے جس سے یہان کے لوگون کے دلون مین ایک عظیم الشان اور دولتمند طاقت کا رعب بیٹھ سکے"۔

مجھے یہ سن کر نہایت خوشی ہوئی کہ اس بارہ مین گورنمنٹ میری ہم خیال نکلی اور اوس نے ایک معتدبہ رقم کی منظوری اس غرض سے دی کہ ایک قطعۂ زمین خرید کر اوس پر ایسی عمارت قایم کی جائے جو برطانیہ کلان کی عظمت و شان کے شایان ہو۔ جنرل میکلین جس نے خراسان مین برطانیہ کلان کی وکالت کی خدمت نہایت قابلیت سے انجام دی ہے

اوس کا پہلے پہل ارادہ تھا کہ شہر پناہ کے باہر ایک شاداب اور سیر حاصل باغ جس کا رقبہ تقریباً تین ایکڑ ہے خرید لیا جائے لیکن جو اطلاع مجھے سب سے بعد مین ملی وہ یہ ہے کہ یہ خیال ترک کردیا گیا ہے اور غالباً شہر ہی مین کوئی قطعہ آراضی خرید لیا جائیگا۔

اراکین و تقررات

طاؤسی سفارت کے اراکین نظام سفارت کے پوری طرح سے ترکیب پاجانے کے بعد (کیونکہ ابھی تک اس کی حالت ابتدائی ہے) قونسل جنرل۔ اوس کا مددگار اور ایک نائب قونسل ہون گے۔ ہندوستانی فوج "گائیڈس" مین سے دو سارجنٹ اور تین سپاہی پہرے کے لئے خانگی طور پر مامور کئے گئے ہین ان کی خوشنما وردی اور خوش آیند وضع سے دیکھنے والے پر خواہ مخواہ اچھا اثر پڑتا ہے۔ اسکے علاوہ گورنمنٹ ایران کی طرف سے ایک سارجنٹ اور چھہ جوان سرکاری طور پر پہرے کیلئے متعین ہین۔ انگریزی قونسل خانہ سے ۲۲ ترکمان سوارون کا ایک دستہ بھی متعلق ہے۔ یہ ترکمان پنجدہ کے قبیلہ سارق سے تعلق رکھتے ہین اور اوس وقت سے جب کہ سرحد افغانستان کا شروع شروع مین جھگڑا ہوا یہ انگریزونکے ساتھ ہین اپنے مشہد اور ہرات کے درمیان خانگی ڈاک لے جانے پر مامور ہین۔ اس ڈاک کا سلسلہ ہرات مین امیر افغانستان کی ڈاک سے جا ملتا ہے

حاشیہ صفحہ ۳۵۶۔ جنرل مکلین اب اپنی خدمت سے سبکدوش کیا جاچکا ہے (سنہ ۱۸۹۱ء) اور اوس کی جگہ مشہد کا قونسل جنرل مسٹر نے الیاس مقرر ہوکر آیا ہے جو ہندوستان کی سول سروس (طبقہ ملازمت ملکی) مین نہایت ممتاز اور سربرآوردہ ہے۔

اگر امیر افغانستان اپنے ممالک محروسہ کے شمالی حصون مین ہو تو بعض دفعہ ویسرائے کشور ہند کا کوئی ضروری مراسلہ نہایت آسانی اور سرعت کے ساتھہ اس دور کے راستہ سے اوسکے پاس بہیج دیا جاتا ہے۔ جب ایک شاندار اور موزون حوالی کی عمارت تیار ہو جائیگی تو برطانوی قونسل جنرل جو گورنر جنرل ہند کا ایجنٹ بھی ہے اس اعانت اور تائید کی وجہ سے اپنی شان اور ہیئت ایسی رکھہ سکے گا جو اوس طاقت ذوالریاستین کی رفعت و عظمت کے شایان ہو گی جس کا وہ مختار ہے اور جو ایسے ملک مین اور ایسے لوگون کے لئے لوازم سے ہے جن کی نظرون مین آداب ظاہری اور نمایش کو گویا حصول نجات کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

قونصلون کی کارروائی

یہ تو مشہد مین دونون طاقتون کی ظاہری سیاسی حیثیت کا حال ہے۔ اب مین اُن کثیر التعداد انتظامی کارروائیون کا ذکر کرتا ہون جو دونون قونصلون کو انجام دینی پڑتی ہین کیونکہ روس اور برطانیہ دونون کی صدہا رعایا کو مشہد مین تجارتی اغراض سے آنا پڑتا ہے۔ رعایائے برطانیہ جو یہان آتے ہین زیادہ تر ہندو اور چند کشمیری ہوتے ہین جو بمبئی سے براہ بندر عباس یہان تجارتی مال لاتے ہین یا بعض دفعہ وہ افغان یا ایرانی ہوتے ہین جو انگریزی رعایا ہو گئے ہین۔ جو افغان مشہد مین آتے ہین وہ اون حقوق سے جو انگریزی رعایا کو حاصل ہین مستفید ہونے کے لئے اپنی پوری رضامندی کا اظہار کرتے ہین حالانکہ امیر اپنے علاقہ مین بہ تقاضائے نخوت و غرور کسی ایسے حق کے تسلیم کئے جانے کا ہرگز روادار نہین۔ خراسان مین روس کی رعایا ارمنی۔ قاف کے مسلمان۔ ترکمان۔ ماوراء النہر کے

باشندے - سرط اور بخارائی ہین - ان رعایا کے نامون کے درج رجسٹر کرنے اور اون کے

کاروبار مین اونہین عاجل مدد دینے مین روسیون کو اپنے طریقہ پروانہ راہداری کی وجہ سے

بڑی مدد ملتی ہے کیونکہ اس طریقہ کے ذریعہ سے درخواست گزار کا تشخص - قومیت اور دعاوی

فوراً دریافت ہو سکتے ہین - انگریزون نے اس نہایت ہی مفید طریقہ کو کبھی اختیار نہین کیا اور

اس لئے جن اشخاص کو انگریزی ظل حمایت مین ہونے کا دعوی ہو اون کے دعاوی کی حقیقت

کی تحقیق مین بہت کچھ وقت اور محنت صرف کرنی پڑتی ہے اور پھر کبھی لسبا اوقات ایرانی حکام

کو اوسپر اعتراض ہوتا ہے اور بڑی مشکل سے بہت دیر کے بعد اس کا تصفیہ اون کے

حق مین ہوتا ہے - پس ان مشکلات اور دقتون کے لحاظ سے یہ مناسب ہوگا کہ کم از کم ایران

مین پروانہ راہداری کے طریقہ کے رواج دئے جانے کے مسئلہ پر غور کیا جائے[ف۱] مین یقین

کرتا ہون کہ گورنمنٹ ایران اس کو نہایت ہی پسند کرے گی -

طوس

مشہد کے نواح مین بہت کم مقامات دیکھے جانے کے قابل ہین - خواجہ ربیع کی مسجد

کا ذکر مین پیشتر کر چکا ہون مصلا جو ابتدا ء ۱۶۹۹ ع مین عید قربان کی تقریب کے لئے تعمیر کیا

گیا تھا اور جس کی نسبت میگگریگر بیان کرتا ہے کہ شہر کے حوالی مین اگر کوئی کھنڈر دیکھنے

ف۱ مین نے سنا ہے کہ گورنمنٹ انگریزی نے افغانون کو یہ اجازت دیدی ہے کہ ایرانی عہدہ دارون کی وساطت سے روسی پروانہ راہداری لے لیا کرین - مگر مین اس اجازت کو نہ تو حق بجانب ہی کہہ سکتا ہون اور نہ اس کی کوئی توجیہہ ہی کر سکتا ہون -

کے قابل ہے تو یہ ہے۔ اب بالکل برباد ہو جانے کے باعث ایسا نہین رہا کہ اوسکو دیکھا جائے۔ البتہ ممکن ہے کہ سیاحون کو یہ شوق دامنگیر ہو کہ گھوڑے پر سوار ہو کر طوس کے کھنڈرون کی جا کر سیر کر آئین جو مشہد سے پہلے شمالی و مغربی سمت مین پندرہ میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔ ایرانی روایات اس شہر کی قدامت۔ تاریخ اور انقلابات سے جو کسی زمانہ مین مشہور تھا معمور ہین۔ موجودہ کھنڈرون سے جو واضح اور نمایان ہین معلوم ہوتا ہے کہ یہ عربون کا بنایا ہوا فصیل دار شہر تھا جسکا دور قریباً چار میل ہوگا۔ اسکے شمالی و مشرقی گوشہ مین ایک ارک یا حصار وسطی کے آثار پائے جاتے ہین۔ وسط مین ایک وسیع گنبد دار عمارت ہے۔ جو بلاشبہ کسی زمانہ مین مسجد ہوگی۔ مگر اب نقارہ خانہ کے نام سے مشہور ہے اوڈونوون نے جس نے ان کھنڈرون کو بغور دیکھا ہے اور اونکا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے غلطی سے اس عمارت کو مشہور و معروف قومی شاعر فردوسی کا مقبرہ سمجھا ہے[1] بلکہ اوسکی تابوت تک کا پتہ چلایا ہے[2] فردوسی کا مرقد اصل مین ایک گمنام سی عمارت کے تلے جو ستر سال پہلے نظر آتی تھی مگر اوڈونوون کے سفر کے وقت اوس کا نشان بالکل معدوم

---

[1] فردوسی کو جو ۹۴۰ء کے قریب پیدا ہوا اور ۱۰۲۱ء مین انتقال کر گیا محمود غزنوی نے تاریخ ایران نظم مین لکھنے پر مامور کیا تھا چنانچہ اوس نے شاہنامہ لکھا جس مین ساٹھ ہزار بیت بزبان پہلوی درج ہین اور ان مین صرف دو عربی الفاظ پائے جاتے ہین حالانکہ اوس زمانہ مین زبان مروجہ کے ہر تین لفظون مین دو عربی یعنی غیر ایرانی الاصل لفظ ہوتے تھے۔

[2] دیکھو "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد دوم۔ صفحات ۱۴ ا۔ الی۔ ۱۶ ا۔ اور اس کا مقابلہ خانیکات کی تصنیف کے صفحات ۳۱۔ و ۱۰۹۔ الی۔ ۱۱۰۔ سے بھی کرو۔

ہوگیا تہا اور گیہون کے ایک کہیت سے کوئی زیادہ ممتاز یادگار اوس پر بہر قائم نہین کی گئی

تار برقی

کہ مین سابق مین ذکر کرچکا ہون مشہد شمال کی طرف قلات نادری سے اور شمال و مغرب کی طرف کوچان و بجنورد سے بذریعہ تار برقی ملا ہوا ہے۔ قلات سے تار برقی کا ایک سلسلہ درگز تک گیا ہے۔ اسکے علاوہ مشہد سے سرخس کی سرحدی چوکی تک جو روسی سرحد پر واقع ہے اکہرے تار کی ایک شاخ قایم ہے مگر یہ تار اکثر ٹوٹتا رہتا ہے اور اسلئے دارالسلطنت اور سرخس کے تعلقات پیغام رسانی کا سلسلہ منقطع ہوتا رہتا ہے۔ یہ سلسلہ سال روان (سنہ ۱۸۹۱ء) مین دریائے تجند کے دوسرے کنارے پر روسی سرخس سے لیجاکر ملا دیا گیا ہے۔ جہان روس کی فوجی چہاونی قایم ہے اور دونون تارون کا مقام اتصال دریائے تجند کی تہ ہے اس سے مشہد کا تعلق تار برقی عاشق آباد اور مرو کے ساتھ قایم ہوجاتا ہے جو روسی [illegible] کا مزید ثبوت ہے۔ فی الحال مشہد اور جنوبی علاقہ کے درمیان تار قایم نہین ہے مگر اس تجویز پر بحث کی جارہی ہے کہ دارالسلطنت کو برجند سے بذریعہ ایک سلسلہ تار برقی ملا دیا جائے۔ طہران اور مشہد کے درمیان ۵۷۰ میل لمبا جو خاص سلسلہ تار برقی قایم ہے اوسکی راہ مین نیشاپور۔ سبزوار اور شاہ رود پڑتے ہین۔ اگرچہ اسکا تعلق گورنمنٹ ایران سے ہے لیکن اس کے مصارف اور نیز اس کا انتظام انڈو یورپین ٹیلیگراف ڈپارٹمنٹ سے متعلق ہین جسکی طرف سے ایک مہتمم شاہ رود مین اور دو تار منشی طہران مین متعین ہین۔ اس سلسلہ تار برقی کی ضروریات کے لحاظ سے یہ عملہ بالکل ناکافی ہے اور

تار مہینے مین کئی کئی دن تک ٹوٹا رہتا ہے۔ اوّل اوّل اہل ایران نے تار کے دفترون کو بست کی طرح مقدس خیال کیا اور کئی واقعات مشہد اور دوسرے مقامات مین ایسے پیش آئے ہین کہ ستم رسیدون اور مفرورون نے ان دفاتر مین آ پناہ لی۔ اس خیال کی علت غائی یہ تھی کہ تار کا سلسلہ شاہ کے محل واقع طہران سے سیدھا آتا ہے اور اسلئے اون مکانات مین جو بذریعہ تار شاہ کے محل سے ملے ہوئے ہین۔ امان طلب کی جا سکتی ہے۔

اجنبیون کے ساتھہ برتاؤ کا طرز

تم پر مین یہ کہہ سکتا ہون کہ اہل یوروپ اور عیسائیون کو جس متعصبانہ عداوت کی نظر سے دیکھنے کے لئے مشہد ہمیشہ سے مشہور چلا آیا تھا اب وہ بالکل رفع ہو گئی۔ یہ سچ ہے کہ حکام کے مشورے سے ابھی تک احتیاط عمل مین لائی جاتی ہے اور مشہد کے یورپین رہنے والون کے لئے یہ امر نہایت ہی تکلیف دہ تھا کہ شہر مین گھوڑے پر سوار جاتے وقت آگے اور پیچھے سوارون کا ایک دستہ حفاظت کے لئے ہو تھا۔ اس سے شتر بے مہار کی طرح ہر کوچہ و برزن کی دیکھہ بھال کرنے کی اوس خواہش کا امتناع ہوتا ہے جو یورپین سیاحون کی طبیعت کا خاصہ ہے لیکن جو اہل مشرق کے خودداری اور متانت کے خیالات سے اس درجہ مختلف ہے۔ مین آٹھہ دن تک مشہد مین رہا اور ہمیشہ گھوڑے پر آتا جاتا رہا لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر مین چاہتا تو جہان میری مرضی ہوتی بلا روک ٹوک کے پیدل بھی آ جا سکتا اور چند سال کے عرصہ مین یورپینون سے لوگون کی نگاہین یہان بھی ایسی ہی آشنا ہو جائینگی جیسی کہ بخارا کی گلیون یا اصفہان

کے بازارون مین۔

مشہد سے دوسرے راستے

سے سرخس (براہ عمک در بند وپل خاتون - ۹۶ میل)۔ سر اے برنس (۱۸۳۲ء) "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا)۔ جلد سوم۔ صفحات ۵۶ - الی - ۶۵ + کپتان آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۴ء) "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی)۔ جلد چہل وششم صفحہ ۱۴۶ (۱۸۷۶ء) + سر سی - میکگریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان)۔ جلد دوم۔ صفحات ۱ - الی - ۳۰ +

مشہد سے ہرات (دو رستے سب سے زیادہ معروف رستہ براہ تربت شیخ جام و غوریان ہے۔ فاصلہ ۲۲۰ میل)۔ جے۔ بی فریزر (۱۸۲۲ء)۔ "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ صفحات ۱۱۸ و ۱۱۹ + لفٹننٹ - اے - کونولی (۱۸۳۰ء)۔ "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (ہندوستان کا سفر خشکی کی راہ سے) جلد اول۔ باب دوازدہم + جے۔ پی۔ فیریر (۱۸۴۵ء)۔ "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان)۔ باب دہم وسی ویکم + کپتان کلاڈ - کلارک (۱۸۵۸ء)۔ "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" جلد سی ویکم صفحات ۴۵ - الی - ۴۷ + ایچ سی - مارش (۱۸۷۲ء)۔ "رائڈ تھرو اسلام" (سفر در ممالک اسلام بسواری اسپ)۔ صفحات ۱۱۳ - الی - ۱۳۱ + سر سی۔ میکگریگر (۱۸۷۵ء)۔ "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد اول باب ہشتم و نہم +

مشہد سے سیستان۔ (براہ تربت حیدری۔ باجستان۔ برجند ولاش جوین)۔

ڈاکٹر - ایف - فاربس (۱۸۴۱ء) "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" جلد چہاردہم (۱۸۴۴ء) + کرنل - ایون - اسمتھ (۱۸۷۲ء) "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) جلد اول - صفحات ۳۲۳ - ۳۵۶ - ال - ۳۵۶ - وضمیمہ - ڈی + ڈاکٹر - ایچ - ڈبلیو - بیلیو - (۱۸۷۲ء) "فرام دی انڈس ٹو دی ٹاگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) باب نہم و دہم + سر ایف - گولڈاسمڈ (۱۸۷۲ء) "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائیٹی" جلد چہل و سوم صفحہ ۶۵ (۱۸۷۳ء) -

مشہد سے کاہکا - (ماوراء النہری ریلوے - براہ - سنگبیان - چکساری - چارکوئی وکاردہ) - میکس وان - براسکو وٹز (۱۸۸۸ء) - "وام نیوا سٹرنڈ نیخ سمرقند" (بزبان جرمنی) باب سوم - صفحہ ۵ +

مشہد سے دوشک (ماوراء النہری ریلوے براہ - کانِ گوشہ - خاکی بست - ہمنسار حنظل آباد - درہ تمورا - چاچا وقراتیغان) - (ذاتی اطلاع)

دوسرے رستون کے لئے جو نقشہ مین تو درج ہین لیکن اون کی تفصیل نہین دی گئی دیکھو تصنیف سیگر یگر - جلد دوم ضمیمہ دوم -

آٹھواں باب

خراسان کے سیاسی و تجارتی حالات

دیکھو آتا ہے یہہ دریا کیسا لہراتا ہوا
میرے کھیتوں اور زمینوں پر ستم ڈہاتا ہوا

بن گیا اس کے عمل سے اک عظیم الشان ہلال
پھیلتا - اُٹھتا - ابھرتا اور خم کھاتا ہوا

شیکسپیر - ہنری رابع - حصہ اول - تیسرا ایکٹ - چوتھا سین -

+ خراسان کے حالات مین تصانیف مندرجہ باب پنجم ششم و ہفتم کے علاوہ جو کتابین لکھی گئی ہین وہ حسب ذیل ہین:- + "جاگرفیکل میموائر آف دی پرشین امپائر" (سلطنت ایران کا جغرافی تذکرہ) مصنفہ سر جے میکڈانلڈ کنیر (سنہ ۱۸۱۳ء) + "جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رائل جاگرفیکل سوسائٹی) جلد ہشتم صفحہ ۳۰۸ (بابت سنہ ۱۸۳۸ء) مرقومہ جے - بی - فریزر (سنہ ۱۸۲۲ء) "جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (بابت سنہ ۱۸۴۱ء) جلد یازدہم صفحہ ۱۳۶ مرقومہ سارجنٹ گبنس (سنہ ۳۲-۱۸۳۱ء) "جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (بابت سنہ ۱۸۶۱ء) جلد سی یکم صفحہ ۳۷ مرقومہ کپتان کلاڈ کلارک (سنہ ۱۸۵۸ء) "ایسٹرن پرشیا اینڈ دی ہرات ٹرٹیری" (مشرقی ایران علاقہ ہرات بزبان روسی بمقام سینٹ پیٹرسبرگ مصنفہ آر لنتز (سنہ ۱۸۶۸ء) "جاگرفیکل میگزین" (رسالہ جغرافیہ) بابت یکم اکتوبر سنہ ۱۸۷۴ء مرتبہ ڈبلیو جے گل (سنہ ۱۸۷۳ء) "جرنل آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی" جلد چہل و ششم صفحہ ۹۲ و ۱۴۵ (سنہ ۱۸۷۶ء) مرقومہ آنریبل جی - نیپیر (سنہ ۱۸۷۴ء) "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (روئیداد رایل جاگرفیکل سوسائٹی) جلد بستم صفحہ ۱۴۶ (بابت سنہ ۱۸۷۶ء) "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (سلسلہ جدید) جلد سوم (سنہ ۱۸۸۱ء) و جلد ہشتم صفحات ۱۳۷ الی ۱۵۰ (سنہ ۱۸۸۶ء) مرتبہ لفٹنٹ کرنل سی - ای - اسٹوارٹ (سنہ ۱۸۸۰ء) "دی ٹرکمانس بیوٹین دی اولڈ بیڈ آف دی آکسس اینڈ دی نارتھ پرشین فرانٹیر" (دریاے جیحون کی قدیم تہ اور ایران کی شمالی سرحد کے درمیان کے ترکمان) مصنفہ جرنیل پیٹروسیوچ - مقام طفلس (سنہ ۱۸۸۰ء) + اسماء الاماکن والرجال وروایات خراسان پر ایک مضمون مرقومہ اے - ایچ - شنڈلر - مندرجہ رسالہ "اکیڈیمی" جلد اول (بابت سنہ ۱۸۸۵ء) +

اس باب کا مقصد



س باب مین خراسان کی سیاسی اور تجارتی حالت پر بحث کرنا چاہتا ہون کیونکہ فن تجارت حقیقت مین تدابیر ملکی ہی کی ایک شاخ ہے اور کم از کم ایسے ملک پر تو یہ قول ضرور راست آتا ہے جہان تجارت اور سیاست کے مقاصد کی تکمیل پہلو بہ پہلو عمل مین آتی ہو۔ جہان تجارتی ایجنٹ اکثر صورتون مین تبدیل لباس کے ساتھ سفیر سلطنت ہوتے ہون - اور جہان تجارت کے راستون اور منڈیون کا قبضہ کشور کشائی کا پیش خیمہ ہو - مین اپنے ناظرین کے سامنے اُن سیاسی و تجارتی اسباب کو پیش کرنا چاہتا ہون جو خراسان کے علاقہ کو یورپ کے فن تدبیر مملکت کا مبحث بنا کر مسئلہ خراسان کے وجود مجازی کو حقیقت کے لباس سے آراستہ کرتے ہین -

میرا منشا اس فصل مین اوس حصہ کا بیان کرنا ہے جو برطانیہ کلان اور روس مسئلہ مزبور کے نشو و نما مین لے رہے ہین یا لے سکتے ہین اور نیز اس امر کا ظاہر کرنا ہے کہ اس کے تصفیہ آیندہ سے اون کی کیا کیا اغراض وابستہ ہین - مین اُن صغری و کبری کی مدد سے جن کے بہم پہونچانے مین مجھے کچھ کم دقت پیش نہین آئی اور جو کسی دوسری کتاب مین باقاعدہ اور مرتب طور پر دیکھنے مین نہ آئین گے یہ بتانے کی کوشش کرون گا کہ وہ تصفیۂ آیندہ ازروے احتمال کس نہج پر ہوگا - اولاً مین اون اجزا کی تصریح کرتا ہون جن سے مجھے بحث ہے -

صوبہ خراسان

خراسان یعنی سرزمین خورشید ایران کا وہ صوبہ ہے جو اس مملکت کے منتہاے شمال مشرق

مین واقع ہے۔ مغرب کی جانب ۵۶ درجہ کے طول بلد اور مشرق کی طرف ۶۱ درجہ کے طول بلد

مین یا یون کہئیے کہ دریاے قالٹمورا سے ہری رود تک اس کا علاقہ پھیلا ہوا ہے اور اوسط

عرض اس کا تین سو میل سے کچھہ اوپر ہوگا۔ اس کا زیادہ سے زیادہ طول شمالی اور مغربی گوشہ

سے لیکر جنوبی و مشرقی سرحد تک ۶۰۰ میل ہے لیکن اوسط طول پانچ سو میل قرار دیا جاسکتا ہے

اس کی شمالی سرحد سلسلہ کوہ البرز کی وہ مشرقی شاخ ہے جسکا مین بیشتر تفصیل کے ساتھہ ذکر کرچکا

ہون اور جو اس کو اوس علاقہ سے جدا کرتی ہے جو کسی زمانہ مین ترکمانون کے زیر نگین تھا لیکن اب

دولت روس کے ماوراء النہری علاقہ پر مشتمل ہے۔ اس کے جنوب کی طرف وہ مہیب صحرا واقع

ہے جو سمندر کی طرح کرمان کے دامن تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے اور اس کے پیوند کو گویا دو کر

ملکون سے جدا کرتا ہے۔

طبعی کوائف

اس وسیع علاقہ مین جسکے رقبہ کا تخمینہ ڈیڑہ لاکھہ سے لیکر دو لاکھہ مربع میل تک کیا گیا ہے حالات طبعی

مناظر اور آب و ہوا کے لحاظ سے قدرت نہایت ہی غیر متماثل پیرایون اور مختلف الالوان لباسون مین

ظاہر ہوئی ہے۔ شمال مین تو ایسے پہاڑ ہین جنکی بلند ترین چوٹیان برف سے ہمیشہ ڈہکی رہتی ہین اور

٭ سلسلہ کوہ اعلیٰ داغ کے جنوبی پہلوؤن سے نکل کر دریاے قال مورا مشرق کی سمت مین چغتائی یا جوین کے

میدان مین سے بہتا ہوا دریاے قراسو (آب سیاہ) سے جا ملتا ہے۔ یہان سے اسکا رخ جنوب کی طرف بدل جاتا ہے اور مشہد

طہران کی درمیانی شاہراہ کو بمقام پل ابریشم قطع کرتا ہوا پچاس میل تک اور بہہ کر دشت کویر مین جذب ہوجاتا ہے۔

بارہ ہزار سے لیکر تیرہ ہزار فٹ تک بلند ہین اِس معقد اور پر پیچ کوہستان مین پہاڑ سلسلہ در سلسلہ واقع ہین اور ان کی درمیانی وادیان جنکا اوسط ارتفاع تین ہزار سے لیکر چار ہزار فیٹ تک ہوگا۔ اِن کے پہلوؤن کے رشحات سے اپنا کام وزبان تر کرکے زراعت اور آبادی کا مرکز بن گئی ہین۔ اِن مین سبز کھیت لہلہاتے ہین اور دیہات و قصبات اِن کو رونق بخشتے ہین۔ برخلاف اِس منظر کے جو قریب قریب کوہستان الپس کے مناظر کے مشابہ اور مماثل ہے دشت کویر جس سے زیادہ بھیانک اور وحشت انگیز منظر انسان کے دیکھنے مین کبھی نہ آیا ہوگا خراسان کے وسطی حصہ مین اپنا فالج زدہ ہاتھہ پھیلائے نظر آتا ہے۔ اسکے بعد جنوب و مشرق کی طرف ایک جدید کوہستان پھیلتا ہوا چلا گیا ہے جسمین پہاڑون کی چوٹیان ۶۰۰۰ فیٹ کی بلندی تک اُٹھی ہین اور اونکے دامن مین سبز اور مزروعہ وادیان واقع ہین۔ بالآخر اِس کی تلافی کے لئے دشت لوط آ نمودار ہوتا ہے جو باوجود اختلاف کے وحشت افزائی اور ویرانی کے اعتبار سے دشت کویر کا مدمقابل قرار دیا جاسکتا ہے[+]۔

دریا اور زراعت

ایران کے دوسرے مقامات کی طرح یہان بھی زراعت کا دارو مدار پانی کی اوس مقدار پر ہے جو دریاؤن اور ندیون کے ذریعہ سے بہم پہونچے۔ سیل یا ندیان جو مٹی اپنے ساتھہ بہالاتی ہین

+ اِن دونون صحراؤن کی مزید اور تفصیلی کیفیت اِس کتاب کی ایک اگلی فصل مین درج کی جائے گی جس کا موضوع مشرقی صوبجات ہین۔

اوسکی ایک کثیر مقدار ریت پر جم جاتی ہے اور جو قابل زراعت زمین اس طرح پیدا ہوتی ہے اوس کو وہی ندیان یا سیلاب بعد مین سیراب کرتے ہین۔ ایک چھوٹی سی سیل جسکا نام کسف ہے جنوب کی سمت مین برجند کے قریب ایک محدود رقبۂ زمین کو آباد کرتی ہے۔ اسکے علاوہ بہت سی اور چھوٹی چھوٹی ندیان ہین جو دریاے ہری رود سے شروع شروع مین آکر ملتی ہین۔ ان کے سوا خراسان کے دریا اس صوبہ کے شمالی حصہ تک محدود ہین جسکا اس وجہ سے اون علاقون مین شمار ہونے لگا ہے جو ایران کے خرمن کہلاتے ہین۔ یہان کشف رود جسکا ذکر مین پیشتر کر چکا ہون وادی مشہد مین سے بہتا ہوا ہری رود مین جا ملتا ہے۔ مغرب کی طرف کے علاقہ کو اتریک اور گرگان سیراب کرتے ہوئے بحیرۂ اخضر مین جا گرتے ہین۔ ان دونون کے درمیان اوس مقام کے قریب جہان یہ اپنا نصف فاصلہ طے کر چکتے ہین قراسو اور قال مورا کی ندیان جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے دشت کویر مین گم ہو جاتی ہین۔ غرضکہ یہ مجموعی تعداد ہے اوس صوبہ کے دریاؤن کی جو کل اطالیہ سے بقدر اوس کے نصف کے زیادہ بڑا ہے اور جو ہسپانیہ کے کل رقبہ سے کچھ ہی کم ہوگا۔

آبادی

خراسان کی آبادی مین بھی اوسی قدر تنوع ہے جس قدر کہ اُس کی طبعی خصوصیات مین فتوحات کی متواتر موجین اپنے ساتھ ایشیا کی مختلف بڑی بڑی اقوام کے نمونے لائین اور خود پیچھے ہٹ کر اون کو اس سرزمین مین مستقل طور پر چھوڑتی گئین۔ یہان علاوہ ایرانی قوم

کے اور خاندان آریہ کے دوسرے لوگون کے جنکا ابتدا سے یہ علاقہ مولد ومنشا ہے اون مغلون کی نسلین بھی پائی جاتی ہین جو تیمور اور چنگیز خان کے ساتھ آئے - اور وہ عرب دیکھنے مین آتے ہین جنہین فتوحات اسلام کے اڈے ہوے دریا کی لہرین یہان بہا لائین - انکے علاوہ یہان تاتاری - ترکمان اور ترک بھی آباد ہین جو حقیقت مین ایک خاندان واحد کی مختلف شاخون کے آپس مین بدلے جاسکنے والے نام ہین اور جنہون نے مغلون کے بعد اول تو سلجوقی اور پھر عثمانی حملہ سے مغرب مین تہلکہ ڈالدیا " انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا " کی سب سے آخری طبع مین خراسان کی آبادی حسب ذیل مندرج ہے -

(۱) ایرانی	تاجیک	۴۰۰۰۰۰
	کرد	۲۵۰۰۰۰
	بلوچی	۱۰۰۰۰
(۲) مغل	تیموری	۲۵۰۰۰۰
	ہزارائی	۵۰۰۰۰
(۳) تاتاری	افشار، قاجار	۱۰۰۰۰۰
(۴) عرب		۱۰۰۰۰۰
میزان کل		۱۱۶۰۰۰۰

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی تعداد سے تعداد مندکرہ بالا وگنی ہے - اصل مین خراسان کی کل

آبادی ۵۰۰۰۰ اور ۶۰۰۰۰ کے درمیان ہے۔ سنہ ۱۸۷۲ء کے خوفناک قحط کی وجہ سے یہان کی آبادی بہت گھٹ گئی اور اوس نے اب تک اِس صوبہ کو پنپنے نہین دیا۔

تاریخ



اسان کی تاریخ نہایت مہتم بالشان اور انقلاب انگیز واقعات سے معمور ہے۔ سرحد ایران پر واقعہ ہونے کے باعث یہ مختلف اقسام کی مسلح کشاکشون کا دنگل اور اونکے لئے ایک مرغوب الطبع میدان کارزار بنا رہا۔ اس کے بلاد و امصار کی وسعت و فراخی کی مدح مین مورخین عرب رطب اللسان ہوئے اور تاجپوشون اور کشورستانون کے جذبات کی آندھیان اتنی آئین کہ ان کے چمن اُڑ گئے۔ بڑے بڑے شہنشاہون نے اِس کو اپنا دارالحکومت قرار دیا اور عظیم الشان سلطنتون کا یہ مدار بنا رہا ایک زمانہ وہ تھا کہ اِس کا نام سنکر ذہن اوس مملکت کے تصور کی طرف منتقل ہوتا تھا جسکی شمالی سرحد خوارزم (خیوا) اور مرو تک اور دریاے جیحون تک پھیلی ہوئی تھی۔ جسمین بلخ جو ام البلاد تھا واقع تھا جس کا مرکز ہرات تھا اور جو قندہار† سے بہت دور پرے تک چلی گئی تھی۔ زمانہ مابعد مین جب اِس کے اجزا ایکے بعد دیگرے پراگندہ ہوتے گئے اور خودمختار حکومتین اِس کے منتشر حصون مین قایم کی گئین تو اِس کی حدود بتدریج سمٹتی چلین حتے کہ سلاطین ایران کے لئے یہ کہنا بھی بعض

† ملک شاہ الپ ارسلان کے بیٹے کی نسبت یہان تک بیان کیا گیا ہے کہ "یروشلیم۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ بغداد۔ اصفہان۔ رے۔ بخارا۔ سمرقند۔ اور گنج اور کاشغر مین اوس کی صحت کے لئے ہر روز دعائین مانگی جاتی تھین" دیکھو تاریخ ایران مصنفہ میلکم جلد اول صفحہ ۲۱۷۔

اوقات مشکل ہو گیا کہ اونکے قبضہ تصرف مین درحقیقت خراسان کا کس قدر حصہ تھا۔ اس صدی (اُنیسوین صدی) کے آغاز مین شمال کی طرف سرحدی لڑائیون کی وجہ سے ویران ہو جانے اور سرکش سرداران قبائل اور مصروف پیکار جرگون کے موجود ہونے اور عام طور سے ہرات کی سیاسی قسمت کے تغیر پذیر ہونے کے باعث خراسان شاہان قاچار کے علاقہ کا کمزور ترین اور زد مین آنے والا حصہ ہو گیا۔ گویا کہ باقی ہر ایک اعتبار سے ایک متحد اور مربوط دولت کے لئے یہ ایک طرح کا آئرلینڈ بن گیا جس کی وجہ سے آئے دن ممالک محروسہ شاہ کجکلاہ مین شور و شر برپا ہونے لگا۔ بزور شمشیر مطیع و منقاد اور مسخر کئے جانے پر بھی ایک عرصہ تک اس کی ظاہری سطح امن و سکون کے نیچے فساد و شورش کی چنگاری دبی رہی اور ہر وقت یہی خوف دامنگیر رہا کہ کہین واقعات اس شرارہ کو ایک بھڑکتے ہوئے شعلہ کی شکل مین منتقل نہ کر دین۔ مسٹر ایسٹوک نے ۱۸۶۲ء مین حسب ذیل رائے سپرد قلم کی

"خراسان مین جنگ و جدل ہر وقت برپا رہتا ہے۔ لوٹ مار۔ قتل و غارت۔ فساد و پانچ۔ دس۔ بیس ڈاکوون کی گردن زنی ایسے واقعات ہین جو ہر ہفتہ پیش آتے رہتے ہین قلعون یا قصبون کا محاصرہ سال مین ایک دفعہ ضرور کرنا پڑتا ہے اور ہر پانچ یا دس سال کے بعد ایک بہت بڑی جنگ پیش آیا کرتی ہے۔"[۵]

خراسان کا پورا الحاق اور انضمام ممالک محروسۂ شاہ کجکلاہ کے دوسرے علاقون کے ساتھ گزشتہ دس یا پندرہ سال سے عمل مین آنا بیان کیا جا سکتا ہے۔ موجودہ شاہ مین گو اور

[۵] "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد دوم صفحہ ۲۱۶۔

عیوب سبھی لیکن اس امر کے لئے تو وہ ضرور سزاوار تحسین ہے کہ اوس نے بلاشبہہ و شک اپنے کا ہیدہ گ ابھی تک متحدہ ممالک کو خوب سمیٹا ہے۔ خاندان قاجار کے سابق کے ہر بادشاہ کے مقابلہ مین اوسکا رفت صوبہ خراسان پر زیادہ مستحکم ہے اور مشہد مین بھی اوسکی حکومت ویسی ہی ہے جیسی طہران مین۔

مالگزاری

اس سال گزرتے ہین کہ فتح علی شاہ کے زمانہ مین خراسان کی مالگزاری دو لاکھ تومان پچاس ہزار خروار غلہ تھی ۵۱ ۱۸۷۵ء مین یہ مقدار تین لاکھ چالیس ہزار تومان اور ۴۵۰۰۰ خروار غلہ ہوگئی۔ ۱۸۸۹ء مین ان اعداد مین اور اضافہ ہوگیا اور مالگزاری کی مقدار پانچ لاکھ اونتالیس ہزار تومان (۴۰۰۰ ۱۵ پاؤنڈ) اور ۳۰۰۰۴ خروار غلہ (جسمین سے دوتہائی گیہون اور ایک تہائی جو تھے) ۱۳ خروار کاہ قرار پائی۵۲۔ ان اعداد سے واضح ہوتا ہے کہ باوجودیکہ تومان کی قیمت گھٹ گئی ہے پھر بھی اس صوبہ کی پیداوار کی استعداد روزافزون ترقی پر ہے اور نیز یہ کہ گورنمنٹ کا انتظام اب زیادہ اچھا ہے۔

۵۱ ایک خروار = ۳۲۴½ سیر = آٹھ من ساڑھے چار سیر۔

۵۲ یہ اعداد اوس نقشہ کے اعداد کے قریب قریب مطابق ہین جو مجھے بطور خود ملا اور جو آگے چل کر درج کیا جائیگا۔ اوس مین خراسان کی مالگزاری حسب ذیل بتائی گئی ہے: نقد پانچ لاکھ آٹھ ہزار دوسو اڑسٹھ تومان۔ گیہون اور جو ساٹھ ہزار ایک سو تیئس خروار اور پیال اور دھان بارہ ہزار چار سو چوبیس خروار۔

تقسیم

مین کل محاصل کی تقسیم نہایت ہی دلچسپ طریقہ پر عمل مین آتی ہے جسکی توضیح آگے چل کر کی جائے گی۔ اس مین سے شاہ کو [illegible] تومان ([illegible] پاؤنڈ) نقد اور [illegible] تومان ([illegible] پاؤنڈ) جو غلہ کی اوس مقدار کی قیمت ہوتی ہے جو اوسکے حصہ مین آتا ہے یعنی جملہ [illegible] پاؤنڈ ملتے ہین باقی کی رقم افواج اور عہدہ داران دیوانی کی تنخواہون اور وظائف وغیرہ مین صرف ہوتے ہین۔

نظم ونسق

دوسرے عہدون اور خدمتون کی طرح ایران مین گورنری کا عہدہ بھی بالعموم سب سے زیادہ بولی بولنے والے کے ہاتھہ نیلام کیا جاتا ہے اور خریدار جو دام دیتا ہے صوبہ متعلقہ کی پیداوار کی زیادتی یا کمی کا معیار قرار دیا جاتا ہے اور اوسی کے لحاظ سے عہدہ کی قیمت مشخص کی جاتی ہے۔ خراسان کا گورنر جنرل جو مشہد مین رہتا ہے بالعموم یا تو شاہی خاندان کا کوئی رکن ہوتا ہے اور یا کوئی اعلیٰ درجہ اور رتبہ کا سرکاری عہدہ دار۔ اوس کے ماتحت متعدد ضلع کے حاکم یا سردار متفاوت اقتدار ورسوخ کے ساتھہ ایسے علاقون پر حکومت کرتے ہین جو وسعت وپہنائی کے اعتبار سے قریون سے لیکر قسمتون اور قسمتون سے لیکر صوبون کے ہمسر ہوتے ہین۔ ان حاکمون کا تقرر بالعموم شاہ کرتا ہے خواہ خدمت موروثی ہی

کیون نہو لیکن اونہین اولاً شاہ کے نائب متعینۂ مشہد کے پاس جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔ ان حاکمون کے ماتحت پھر چھوٹے چھوٹے افسر۔ سرکردہ اور چودہری ہوتے ہین جنکو اونکے بالادست نامزد کرتے ہین اور اونہین بھی اپنے بالادستون کے پاس جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔

خراسان کے سیاسی مسئلہ کی ابتدا

ان سردارون اور حاکمون کے اغراض و مقاصد کی رقابت۔ جن قومون پر وہ حکومت کرتے ہین اون کے اختلاف و تنوع۔ اور سب سے زیادہ اون کی سرحد کا دو غیر طاقتون روس و افغانستان کے ساتھ جو مخالف ہی ہوسکتی ہین ملا ہوا ہونا خراسان کے سیاسی مسئلہ کو معرض شہود مین لاتا ہے اور انہین کثیر التعداد اسباب کو مدنظر رکھہ کر یہ مسئلہ ذہن نشین ہوسکتا یا حل کیا جاسکتا ہے۔

صوبہ استرآباد

خراسان کی جنوبی اور مغربی حدود کا اکثر حصہ چونکہ سرحدی علاقہ نہین ہے بلکہ ایران کے دوسرے صوبجات سے ملا ہوا ہے اور اوس مین یا تو ایرانی رہتے ہین اور یا وہ بالکل ہی غیر آباد ہے لہذا اوسے سرحد کی تدبیر ملکی کے مسئلہ مین کچھہ دخل نہین۔ اس مسئلہ کا تعلق صوبہ استرآباد شروع ہوتا ہے جو اوس خطہ پر مشتمل ہے جو بحیرہ اخضر کے جنوبی و مشرقی گوشہ یعنی خلیج استرآباد اور ضلع شاہ رود کے درمیان واقع ہے اور جس مین ایک زرخیز قطعہ زمین جو

گرگان اور اترک کی ندیون کے مابین مشرق کی طرف طول بلد کے چھپنوین خط متوازی تک چلا گیا ہے شریک † ہے۔ صوبہ استرآباد مین اسی نام کا صرف ایک شہر ہے جو اس کا دارالحکومت ہے۔ اس شہر کی آبادی آٹھ ہزار ہے اور حاکم استرآباد یہین رہتا ہے سکی بندرگاہ بندر گز ہے جو تیس میل کے فاصلہ پر خلیج متذکرہ بالا کے کنارے واقع ہے۔ یہان کا حاکم اب تک سردار امیر خان سیف الملک شاہ کی ایک حرم کا بھائی تھا لیکن کچھ عرصہ ہوا کہ یا تو کسی دوسرے کے مامور اور یا خود مستعفی ہو جانے کے باعث وہ علیحدہ ہو گیا بیان کیا جاتا ہے کہ اوس مین ہر ایک صفت ایسی موجود تھی جو اوس کو ایسے اہم عہدہ کے فرائض کی انجام دہی کے ناقابل بناتی اور یہ کہ وہ استرآباد مین محض اس غرض سے بھیج دیا گیا تھا کہ طہران مین رہنے نہ پائے۔ صوبہ استرآباد کی فوجی جمعیت برائے نام ۳۸۰۰ ہے جس مین سے تین سو جوان عک قلعہ مین جو گرگان کے کنارے دارالحکومت سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک مستحکم مقام ہے مامور ہین۔ ۲۹۰۰ کی جمعیت کچھ عرصہ ہوا کہ اسی مقام کے اوسکلو میدان مین خیمہ زن تھی۔ باقی کے جوان یا تو مختلف مقامات پر متعین ہین اور یا سرے سے ہتھیار بند ہی نہین۔ اس کل جمعیت مین ایک چوتھائی جوان ایسے ہین جو غیر حاضر رہتے ہین اور

† آگے چل کر ایک باب مین جو ایران کے شمالی صوبجات کے عنوان سے لکھا گیا ہے استرآباد کے صوبے۔ اسکی نوعیت۔ اسکے ذرائع آمدنی۔ اسکی آب و ہوا اور اسکے صدر مقام کے متعلق مزید کیفیت درج کی جائے گی۔ یہان اسے بحیثیت اوس تعلق کے بحث کی گئی ہے جو اسے مملکت ایران کے سرحدی یا سیاسی مسئلہ سے ہے۔

اس لئے اِس تعداد کو کل مین سے منہا کر دینا چاہیے۔ صوبہ استرآباد اگرچہ خراسان سے جدا ہے اور گورنر جنرل خراسان کے ماتحت نہین۔ لیکن اسکو خراسان کے سیاسی معاملات پر راے زنی کرتے وقت اِس وجہ سے نظر انداز نہین کیا جا سکتا کہ ایران کے دوسرے حصون اور طہران سے خراسان مین مغرب کی طرف سے داخل ہونے کی تمام راہین اِس مین سے گذرتی ہین اور اس کو تین جداگانہ مسائل کے تصفیہ مین جن مین سے ہر ایک کو خراسان کے ساتھہ نہایت قریب کا تعلق ہے براہ راست دخل ہے گو کہ یہ خراسان کے باہر واقع ہے۔ یہ مسائل عاشوراد امین روسیون کے بحری چوکی قایم کرنے۔ سمندر سے شاہ رود تک کی سڑک کو اپنے حیطۂ اقتدار مین رکھنے اور گرگان اور اتریک کے درمیان یومت ترکمانون کی اطاعت گزینی پر مشتمل ہین۔

روسی عاشورادامین

نقشہ پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ خلیج استرآباد کی طبعی بناوٹ خاص طرح کی ہے۔ یہ خلیج ایک دوسری مثال اون قدرتی مظاہر مین سے ایک کی پیش کرتی ہے جس کا ازنلی کے متعلق پیشتر ذکر کیا جا چکا ہے جہان بحیرۂ اخضر کی مغربی ہوائین پایاب مردابون یا کھاڑیون کی سمندر والی طرف پر ریت کے لمبے لمبے ڈھیر لگا دیتی ہین۔ خلیج استرآباد پانی کا ایک بہت بڑا قطعہ ہے جسکا طول ۴۰ اور عرض ۸ میل ہوگا۔ جانب شمال کھلے سمندر کی دستبرد سے اِس کی حفاظت خشکی کی ایک لمبی دھاری کرتی ہے جو مغربی ساحل سے شروع ہو کر تیس میل تک

سمندر کے اندر چلی گئی ہے اور تین چھوٹے چھوٹے جزیرون پر جا کر ختم ہوئی ہے جن مین سے بعید ترین جزیرہ کو محض ایک تنگ آبنائے بحیرہ اخضر کے مشرقی یا ترکمانی ساحل سے جدا کرتی ہے جہان تک ایران کے دوسرے بحری موقعون کی حالت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے شاید ایران کبھی بھی اس کو تجارتی یا دوسرے اغراض کے لئے کام مین نہ لاتا۔ لیکن روس نے اس امر کا بھی پختہ انتظام کر لیا کہ اگر اوس کا ڈرپوک ہمسایہ ایسا خیال کبھی دل مین بھی لائے تو اوس کو کبھی یہ موقعہ ہی نہ ملے۔ عہدنامہ گلستان کی رو سے جو ۱۸۱۳ء مین مرتب ہوا اور جسکی شرایط کو بعد مین عہدنامہ ترکمان چائے۔ بابتہ ۱۸۲۸ء نے مستحکم کر دیا روس نے ایران سے یہ شرط منوالی تھی کہ کوئی مسلح جہاز جس پر ایرانی پھریرا اڑتا ہو بحیرہ اخضر پر آنے نہ پائے۔ لیکن بنظر مزید اطمینان واستحکام روس نے ۱۸۴۰ء کے قریب خود موقعہ پا کر جزیرۂ عاشوراداکو اپنے قبضہ مین لے لیا جو جزیرہ نمائے میان قلعہ کے ایک کنارہ پر واقع ہے[۵۱]

---

[۵۱] سر ایچ۔ رالنسن نے اپنی کتاب "انگلینڈ اینڈ رشیا ان دی ایسٹ" (انگلستان اور روس مشرق مین) کے صفحہ ۱۳۷ پر حسب ذیل واقعات بقید سن درج کئے ہین۔

۱۸۳۷-۳۸ء روسیون نے اول اول عاشورادا مین قدم رکھا۔

۱۸۴۲ء۔ سرجے میکنیل نے اون کے موجود ہونے کی اطلاع اول اول فارن آفس کو کی۔

۱۸۴۶ء۔ روس نے جزیرہ پر مکانات تعمیر کئے اور ترکمانون کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے شروع کئے ایران نے روسیون کو یہان سے ہٹا دینے کے لئے انگلستان سے استعانت کی۔

۱۸۴۹ء۔ انگلستان نے کوشش کی مگر اس مین کامیابی نہین ہوئی۔ (دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۷۹)

اس جزیرہ نما کا ذکر آگے چل کر کیا گیا ہے۔ روس نے اپنی مداخلت کو جس عذر سے حق بجانب ثابت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۸) سنہ ۱۸۵۴ء ایران نے سرکاری طور پر روس کو تخلیہ عاشوراوا کے لئے لکھا لیکن جواب یہ ملا کہ اگرچہ روس کو اس امر کا اعتراف ہے کہ عاشوراوا ایرانی علاقہ ہے لیکن تخلیہ ناممکن ہے۔

سنہ ۱۸۵۶ء۔ روسی قبضہ اس جزیرہ پر اور زیادہ مستحکم ہوگیا اور بحری قوت مین روس نے اضافہ کردیا۔

سنہ ۱۸۶۶ء مین شاہ خود عاشوراوا گیا اور وہان پہونچکر اوس نے ترکمانون کے برخلاف روس کے اقتدارات کو توالی کو تسلیم کرلیا۔

سنہ ۱۸۶۹ء ہی مین روس نے گز مین کچھہ فوجی جمعیت متعین کرنے کی تیاریان کین مگر ایران کو معلوم ہوگیا اور اوس نے پیشدستی کر کے اپنی طرف سے وہان فوج مامور کردی۔

سنہ ۱۸۶۹ء۔ روسیون نے کراسنوواڈسک پر قبضہ کرلیا۔

سنہ ۱۸۷۰ء۔ روس نے اترک تک ساحل کی زمین کا دعویٰ پیش کیا۔

سنہ ۱۸۷۱ء۔ روس نے چکشلیار پر قبضہ کرلیا۔

سنہ ۱۸۵۰ء مین ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا جس کا السن نے اجمالاً ذکر کیا ہے مگر جو لیڈی شیل کی کتاب ''گلمپسز آف لائف ان پرشیا'' (زندگی کی جھلک ایران مین) کے صفحات ۲۱۵ الی ۲۴۲ مین مفصل مندرج ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت ترکمان جزیرہ مین آئے اور روسیون کو بدمست یا غافل پاکر اون مین سے بعض کو قتل کر ڈالا۔ اس پر گورنمنٹ روس مصر ہوئی کہ گورنر مازندران کو جو شاہ کا حقیقی بھائی تھا اس خدمت سے ہٹا دیا جائے۔ حالانکہ اس بارہ مین اوس پر کسی طرح کی ذمہ داری عائد نہ ہوتی تھی۔ زار روس نے یہ دہمکی بھی دی کہ اگر اوس کی اس خواہش کی تعمیل نہ کی گئی تو روسی سفیر واپس بلا لیا جائے گا۔

کرنا چاہا وہ یہ تھا کہ ترکمان بحری قزاق بحیرہ اخضر کے جنوبی اور مشرقی ساحلوں پر منڈلاتے پھرتے تھے اور موقعہ پاکر لوٹ مار کرتے تھے اور قیدیون کو غلام بنا کر لے جاتے تھے اور اس لئے یہ ضرور تھا کہ اون کا استیصال کیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ روسیون نے نہ تو اوسوقت اور نہ اوس کے بعد اس جزیرہ کی نسبت ایرانیون کے حق ملکیت پر جس مین کوئی کلام نہین ہوسکتا کوئی اعتراض کیا بلکہ اپنی مداخلت و قیام کے جواز کو اقتدارات پولیس کے استعمال پر مبنی قرار دیا ہے جنہین ایرانی خود استعمال مین لانے کی قدرت نہ رکھتے تھے اور جنہین کچھ عرصہ بعد ایرانیون نے بحق روس خاموشی کے ساتھ تسلیم کرلیا۔ اس غرض سے روس نے ایک بیڑا تیار کیا جس کا ایک حصہ جو چار یا پانچ غیر مسلح اور ایک مسلح جہاز پر مشتمل ہے ایک روسی امیر البحر کی سرکردگی مین ابھی تک روسی بحری صدر مقام کے قریب پڑا رہتا ہے[۱]۔ اس امر کے بیان کرنے کی ضرورت نہین کہ ترکمانون کی بحری غارتگری کا ایک مدت دراز سے قلع و قمع ہوچکا ہے۔ لیکن بااین ہمہ روسیون کو اپنی امانت کے واپس کرنے کا کبھی خیال بھی نہین گزرا اور اگر اون پر یہ ظاہر کیا جائے کہ عاشوراداروں کی ملک نہین ہے تو وہ یہ سمجھین گے کہ اون کی توہین کی گئی ہے۔

جزیرے کی نوعیت

لیکن جزیرہ عاشورا داخود ایک دلدل والی نشیبی اور نہایت ہی مضر صحت جگہ ہے۔ بیان کیا جاتا

[۱] ایک سیاح نے جو ۱۸۹۰ء مین یہان آیا بیان کیا کہ یہ بیڑا اب کم ہوکر دو پیغام رسانی کی کشتیون اور دو یا تین ناکارہ جہازون کی شکل مین بدل گیا ہے۔

ہے کہ گزشتہ پچاس سال سے اس کو سمندر بتدریج کہا رہا ہے۔ اور درحقیقت اِس کے حوالی مین اس قدر تبدیلی پیدا ہوگئی ہے کہ پچیس سال پیشتر کی بھی جو کیفیت اِس کے متعلق تھی اوس کی تصدیق ہونی مشکل ہے۔ ایسٹوک نے اس مقام کو جیسا ۱۸۶۲ء مین پایا اوس کی ایک نہایت ہی باریک اور تفصیلی کیفیت سپرو قلم کی ہے[۵]۔ اوس زمانہ مین یہان دو جزیرے تھے۔ عاشوراداے کبیر اور عاشوراداے صغیر۔ اول الذکر میان قلعہ (جسے روسی پاٹمکن کہتے ہین) کی لمبی راس کے کنارے سے بذریعہ ایک آبنائے کے جس کا عرض قریب نصف میل کے ہوگا جدا تھا اور اِس کا طول ۱½ میل اور عرض ¼ میل تھا۔ یہی روسیون کا بحری اور فوجی صدر مقام تھا۔ اِس کے بعد نصف میل تک پایاب پانی اور پھر وہ ریتیلی گردن زمین دو میل لمبی آتی تھی جسے عاشوراداے صغیر کہتے ہین۔ اسکے بعد پایاب پانی مین چھپے ہوئے پھر کچھ ریت کے تودے آتے تھے جنکے درمیان ایک تنگ سا راستہ ترکمانی ساحل تک پھیلا ہوا چلا گیا تھا۔

نیا جزیرہ

اس اثنا مین ایک اور جزیرہ جسے روسی عاشوراداے وسطی کہتے ہین عاشوراداے کبیر و صغیر کے درمیان پیدا ہو گیا ہے۔ اودہر اوس زیادتی کی تلافی کے لئے جو اس نئے جزیرے کے قیام کی وجہ سے عمل مین آئی ہے عاشوراداے کبیر کے ساحلون پر سمندر کی کاوش اِس درجہ

[۵] ایک سفیر کا روز نامچہ" جلد دوم صفحہ ۲۱ الی ۴۳۔

ہورہی ہے کہ اب جزیرہ طول مین ایک میل سے کم اور عرض مین صرف ایک تہائی میل رہ گیا ہے۔
اِسی قطعہ زمین پر امیر البحر کا مکان۔ سپاہیون کی بارکین۔ ایک گرجا۔ ایک کلب اور فوجی صدر مقام
کے معمولی عمارتی لوازم قائم ہین۔

تبدیلی مستقر کی خواہش

واقعات یہان بیان کیے گئے ہین اون کے لحاظ سے مقام تعجب نہین کہ روسی جنہین
ترکمانون کو کامل طور پر مطیع و منقاد بنانے کے بعد سے عاشورادا مین کچھ نہین کرنا پڑتا اور جو اس مقام
مین اپنے موجود رہنے کی کوئی قوی حجت نہین پیش کر سکتے اپنی حرص بھری نگاہین ایک عرصے سے
خلیج کے اندرونی سواد کے کسی محفوظ تر اور زیادہ صحت بخش مقام پر ڈالتے رہے ہون۔ بیس
سال سے زیادہ کی مدت گزرتی ہے کہ اونہون نے گز کی بندرگاہ پر ایک فوجی جمعیت متعین
کر کے قبضہ کر لینا چاہا تھا لیکن گورنمنٹ ایران نے پیشدستی کر کے وہان اپنی طرف سے کچھ فوج
مامور کر دی۔ غرضکہ گز[له] پر تو روسی قبضہ کر نہین سکے جو اگرچہ بجاے خود ایک بہت ہی ذلیل مقام ہے

[له] بندر گز جو بعض دفعہ کنارہ بھی کہلاتا ہے ساحل پر چند ذلیل جھونپڑیون اور اسارون کا مجموعہ
ہے۔ یہان ایک ایرانی جنگی خانہ۔ روسی ارمنیون کی چند دکانین اور ایک روسی قونصل اور
"رکاکیس اینڈ مرکری اسٹیمشپ کمپنی" کے نائب کے مکانات واقع ہین۔ موضع گز
سے جو ایک ہزار کی آبادی کا ایک معمولی ایرانی گاؤن ہے اس کا فاصلہ تین
میل ہے۔

لیکن شاہ کو اوس کے دے دینے مین نہایت درجہ تامل ہوگا کیونکہ اس پر قابو پانا گویا آغاز انجام ہوگا۔ اس لیے اب یہ افواہ ہے کہ روسی قراسو کی ندی کے کنارے پر جو استرآباد کے مشرق کی طرف ۳۰ میل کے فاصلہ پر نکلتی ہے اور گرگان کے دہانہ سے چھ میل کے فاصلہ پر جانب جنوب بحیرہ اخضر مین جا گیرتی ہے کسی مستحکم مقام کے حاصل کرنے کے آرزومند ہین۔ لیکن ایسے مقام کا قبضہ بھی بمنزلہ گزہی کے قبضہ کے ہوگا اور استرآباد اس کی وجہ سے پورے طور پر اون کی زد مین آجائے گا۔

واقعات گزشتہ کی تجدید

قبل اس کے کہ مین اُن وجوہ پر غور کرون جو اِس غیر خوش آیند مقام مین روسیون کے اس استحکام کے ساتھہ قدم جمانے کی محرک ہین مین اپنے ناظرین کی توجہ اس امر کی طرف منعطف کرنا چاہتا ہون کہ اون کا یہان موجود ہونا گویا تاریخ کا محض اپنے تئین دہرانا ہے۔ یہ ایک عجیب اور دلچسپ اتفاق ہے گو کہ مین نے کسی کو اسپر التفات کرتے نہین دیکھا کہ دوسو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ کاسکون کی ایک جماعت نے اسی طرح بغیر اجازت کے عاشوراداپر قبضہ کرلیا تھا اور کچھہ عرصہ تک یہ قبضہ اونھون نے بہ جبر قایم رکھا تھا۔ ہمہ دان چارڈن[۱] کی زبانی ہمین معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی روس کے کاسکون نے گرینڈ ڈیوک آف مسکووی کے ایما سے جس نے اونکو

---

[۱] کارونیشن آف کنگ سلیمان دی تھرڈ" (تاجپوشی شاہ سلیمان ثالث) (صفحات ۱۵۲ الی ۱۵۴) جو اونکے سفرنامہ کے ضمیمہ کے طور پر شائع ہوئی۔

اوس توہین آمیز سلوک کے انتقام لینے کے لئے ایران پر حملہ کرنے کی اشتعالک دی جو شاہ عباس اعظم نے اوس کی سفارت سے کیا تہا یا مازندران پر حملہ کرکے اوسکے دارالحکومت فرح آباد کو تاخت وتاراج کیا۔ اس پر سوسم سرما ایران مین بسر کرنے کے قصد سے اونہون نے "جزیرہ نمائے میان قلعہ مین اپنے مورچے جمائے۔ میان قلعہ وہ گردن زمین ہے جو تیس میل تک بحیرہ اخضر مین نکلی ہوئی چلی گئی ہے اور ہر قسم کے جنگلی سورون اور جنگلی بکریون اور انواع واقسام کے ہرن کی قسم کے شکار کا رمنا ہے" ایرانیون نے بلادرنگ اون پر حملہ کیا اور اپنے اونیسوین صدی کے جانشینون کے مقابلہ مین زیادہ جری یا قسمت کے یاور ہونے کے باعث اونہون نے حملہ آورون کے پسپا کرنے مین کامیابی حاصل کی لیکن کاسکون نے عاشوراوا مین جا پناہ لی اور کچھ دیر تک وہان رہے۔

پیٹر اعظم

روسی پیشرورن کے موقعہ پر ظاہر ہونے اور استرآباد پر قبضہ کرنے کے ترتیب ہونے کی یہ ایک ہی مثال نہین ہے۔ پچاس سال بعد ۱۷۲۲ء مین پیٹر اعظم نے جو فن حرب کے اصول کے لحاظ سے اُن مقامات کی قدر وقیمت کو خوب جانتا تھا جن پر قبضہ ہونا چاہیئے تھا اور جو وسط ایشیا کے علاقون پر قابض ہونے کی وقعت واہمیت سے بخوبی آگاہ تھا۔ گو کہ یہ خیال اوسکے جانشینون سے منسوب کردیا گیا ہو ۱۷۲۲ء کے افغانون کے حملہ کی وجہ سے ایران کی حالت ابتر اور غیر منتظم پاکر ایران پر شمال کی طرف سے حملہ کرنے کی تیاریان شروع کین

اور وجہ مخاصمت یہ قرار دی کہ ایرانی بلاد واقع سرحد مین اوس کی رعایا کو لوٹا اور مارا گیا۔ یہ تجویز کامل طور سے کبھی عمل مین نہین لائی گئی۔ البتہ ۱۷۲۲ء مین روسی فوج جس کا وہ خود سپہ سالار تھا دربند تک پہونچ گئی۔ سال آئندہ مین گیلان اور باکو نے روسیون کے آگے ہتھیار ڈالدئے۔ اور اس کا یہ اثر ہوا کہ نوعمر شاہ طہماسپ ثانی نے جو افغان غاصبون کے ساتھ جدوجہد کر رہا تھا مجبور ہو کر ایک عہدنامہ پر اپنے دستخط ثبت کئے جسکی رو سے دربند اور باکو معہ اپنے تمام مضافات کے اور نیز گیلان۔ مازندران اور استرآباد کے تمامی صوبہ جات روس کے قبضہ مین چلے گئے۔ اور اس بے بہا عطیہ کے معاوضہ مین (جسکا عطا کرنا نوجوان شاہ کی مرضی پر منحصر تھا) روس نے اپنی فوج کی مدد سے افغانون کو ملک سے نکال دینے کا ذمہ لیا۔[۱] کچھ عرصہ تک روسیون کا گیلان پر قبضہ رہا لیکن دوسرے مقامات پر زیادہ مصروف ہونے کے باعث وہ استرآباد کا انتظام نہ کر سکے اور اس طرح دوسری مرتبہ یہ صوبہ اون کے ہاتھ سے نکل گیا۔

آغا محمد خان

ساٹھ سال بعد روس نے استرآباد کو اپنے قبضہ مین لانے کی کوشش پھر شروع کی۔

---

[۱] اس عہدنامہ کی تاریخ ۱۲ ستمبر ۱۷۲۳ء تھی۔ اس کی شرائط ہنوے نے اپنی کتاب "ہسٹاریکل اکونٹ آف برٹش ٹریڈ اوور دی کیسپین" (بحیرہ اخضر مین انگریزی تجارت کا تاریخی حال) کی جلد سوم صفحہ ۱۸۱ مین درج کی ہین۔ روسی قبضہ کے زیادہ تفصیلی حالات اس کتاب کے بارہوین باب مین دیکھنے چاہئین۔

فارسٹر نے جو پہلا انگریزی سیاح ہے جس نے ۱۷۸۴ء مین خشکی کی راہ سے ہندوستان سے یورپ تک کا سفر کیا اور جو اِس سفر کی اثنا مین یہان سے گزرا حسب ذیل دلچسپ روایت بیان کی ہے - روسی فوج کے ایک رسالہ کے کمان افسر نے ۱۷۸۱ء مین گز سے ۲۵ میل جانب غرب اشرف مین جہان شاہ عباس کا مشہور محل لب ساحل واقع ہے ایک مستحکم عمارت بنانی شروع کی - لیکن اونھون نے اپنے مدمقابل کی قوت کا پورا اندازہ نہ کیا تھا - آغا محمد خان قاجار نے جو بعد مین ایران کے تخت پر بیٹھا اس عمارت کو بنتے ہوئے دیکھہ کر بہت کچھہ اظہار مسرت کیا کے بعد روسی افسرون کو دعوت طعام دی اور اونھین قید کر لیا اور صرف اس شرط پر اون کو رہا کیا اپنی توپین ہٹا لین اور قلعہ کو زمین کے برابر کر دین - اوس نے محض اِسی قدر کارروائی پر اکتفا نہین کی بلکہ باقاعدہ تلافی کے لئے گورنمنٹ روس سے بھی درخواست کی۔[۱] غرضکہ بحیرۂ اخضر کے جنوبی و مشرقی زاویہ مین ایران کے خشکی کے علاقہ پر قبضہ کرنے کے متعلق روس کی تیسری کوشش کا خاتمہ اِس طرح پر ہوا - چوتھی کوشش جس کا مین اوپر ذکر کر چکا ہون کمتر تعجیل اور زیادہ ترصد استقلال کے ساتھہ کی جا رہی ہے اور اِس کا نتیجہ شاید اون لوگون کے دیکھنے مین آجائے جو

[۱] اِس واقعہ کی مفصل اور مکمل کیفیت مسٹر جے - ایم - نیل کی کتاب "پروگرس اینڈ پریزنٹ پوزیشن آف رشیا اِن دی ایسٹ" (روس کی ترقی اور موجودہ حالت مشرق مین) کے صفحات ۳۳ الی ۳۴ مین درج ہے - وہ کہتا ہے کہ روسی افسرون کو بیڑیان پہنائی گئین اور بالآخر اونھین کوڑے مار مار کر اون کے جہازون تک پہونچا دیا گیا - مقابلہ کے لئے بی - ڈارن کی کتاب "کیسپیا" (بحیرۂ اخضر) (بزبان روسی) کو بھی دیکھنا چاہیے -

اب زندہ ہین۔

روسی مستعدی کی وجوہ

اب مین اُن وجوہ پر نظر ڈالتا ہون جو روس کی اِس کبھی نہ کم ہونے والی خواہش کی محرک ہوئی ہین کہ اوسے سرزمین ایران کے اس گوشہ مین قدم رکھنے کے لئے جگہ ملے۔ اِس خواہش کی یہ وجہ نہین کہ استرآباد بہ جاے خود ایسا مقام ہے جہان سے بہ آسانی ایران پر حملہ کیا جاسکتا ہے بلکہ اس کی حربی حیثیت کے متعلق انیسوین صدی کے نصف اول مین جو خیالات رایج تھے وہ بعد کے زمانہ کی راے سے مختلف اور اوس کے مقابلہ مین زیادہ مبالغہ آمیز تھے۔ اگر باکو سے ہندوستان تک ایک خط کھینچا جاے تو معلوم ہوگا کہ یہ خط استرآباد کے بیچ مین سے ہوکر گذرتا ہے۔ جب شہنشاہان پال و نپولین نے مل کر ۱۸۰۰ء مین ہندوستان پر حملہ آور ہونے کا منصوبہ پر بحث کی تو پیش قدمی کے لئے یہی راستہ اون کے مد نظر تھا اِس کے بعد جرنیل خرولف نے بھی جنگ کریمیا کے اثنا مین زار نکولس کی خدمت مین ہند پر حملہ آور ہونے کی تجویز پیش کرتے وقت اِسی راستہ کا حوالہ دیا۔ دونون صورتون مین حملہ آور افواج کے فوری منتہا مشہد اور ہرات تھے اور اوس زمانہ مین اگر یورپ کی کسی سلطنت کی فوج مشہد یا ہرات کی طرف بڑہتی تو وہ بلا شبہہ استرآباد کی راہ سے جاتی۔ لیکن اِس اثنا مین ماوراءالنہر کی حالت یکسر بدل گئی ہے۔ جہان پہلے ترکمانی صولت، معرکہ آرا تھی اب وہان روسی حکومت استحکام کے ساتھہ قایم ہے۔ بحیرۂ اخضر کی طرف سے خشکی کا دور دراز سفر کئے بغیر مشہد، عشق آباد اور ہرات پر مرو اور پنجدہ سے حملہ کیا جاسکتا

ہے۔ پس لنگر اندازی کے مقام ہونے کی حیثیت سے روس کے نزدیک استرآباد کی وہ قدر وقیمت باقی نہین رہی جو سابق مین تھی۔ اس کے علاوہ جہانتک معلوم ہوا ہے اس کے ذرائع پیداوار بھی ایسے نہین کہ ایک بہت بڑی فوج کو جو میدان جنگ پر ہو یہان سے رسد بہم پہونچ سکے۔ گوکہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۸۶۳ء مین تیس ہزار ایرانی فوج اسکے نواح مین خیمہ زن رہی۔ اب یہ مقام حملہ آور ہونے کے لئے اتنا مفید نہین جتنا کہ بچاؤ کے لئے۔ مجازاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکی آنکھ مشرق کی طرف دیکھ رہی ہے نہ کہ مغرب کی طرف۔ اور جنگی اعتبار سے اسکی اہمیت اوس مسئلہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جسکا مین اوپر ذکر کرچکا ہون یعنی شاہ رود کی سڑک کا قبضہ اور اس سئے وہ قوت جو اس کا قابض ایران کے باقی حصے اور خود دار السلطنت کے برخلاف عمل مین لاسکتا ہے۔

استرآباد اور شاہ رود کا موقعہ

استرآباد کو شاہ رود سے شاہ کوہ یعنی کوہستان البرز کا وہ وسطی سلسلہ جدا کرتا ہے جو شمالی خراسان کی کثیر التعداد چٹانون مین تقسیم ہو جانے سے پیشتر یہان اپنی ایک خاص طبعی شان قایم رکھتا ہے۔ استرآباد سے پندرہ میل جانب جنوب اس سلسلہ کی بلند ترین چوٹی کا ارتفاع تیرہ ہزار فٹ ہے۔ اسے شاہ رود کی سمت مین جس کا فاصلہ خچر کی راہ سے ۵۰ میل ہوگا دو درے قطع کرتے ہین جن مین سے کم از کم ایک تو ضرور اس قابل ہے کہ باوجود ارتفاع اور نوعیت علاقہ کے ایک بہت عمدہ فوجی سڑک کی صورت مین منتقل کیا

جا سکے۔[۵۱] جو فوج ان دونون درون مین سے ایک کی راہ سے وہان داخل ہو کر کے شاہ رود پر جو بالکل غیر محفوظ ہے قبضہ کرلے گی اوسکو حسب ذیل فواید حاصل ہون گے۔

اوّل تو وہ اپنے آپ کو ایک ایسے علاقہ مین پائے گی جو نہایت ہی شاداب ہے اور جہان پانی کثرت سے موجود ہے اور گرمیون مین بھی بہت بڑی فوج

[۵۱] شاہ رود اور استرآباد کے درمیان جو دو سڑکین (ایک براہ درہ قزلک اور دوسری ۔۔۔ ابت) ہین اونہین حسب ذیل سیاحون نے بیان کیا ہے۔ لفٹنٹ اے کونولی (سنہ ۱۸۳۰ع) ”اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا“ (ہندوستان تک کا سفر خشکی کی راہ سے) جلد اول صفحات ۱۸۲ الی ۱۸۴ + کپتان کلاڈ کلارک (سنہ ۱۸۷۲ع) ”پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی“ جلد ہفتدہم صفحات ۱۹۳ الی ۱۹۴ + کرنل بی۔ لووٹ (سنہ ۱۸۸۱ع) ”پروسیڈنگس ۔۔۔ دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی“ (سلسلہ جدید) جلد پنجم صفحات ۷۵ الی ۸۴ (سنہ ۱۸۸۳ع) جو سڑک استرآباد کو گئی ہے اور طول مین ۲۷ میل ہے اوسے حسب ذیل سیاحون نے بیان کیا ہے۔ ای۔ بی۔ ایسٹوک (سنہ ۱۸۶۲ع) ”جرنل آف اے ڈپلومیٹ“ (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد دوم۔ صفحات ۴۵ الی ۴۹ + کپتان آنریبل جی۔ نیپیر (سنہ ۱۸۷۴ع) ”جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی“ جلد چہل و ششم صفحات ۱۱۴ و ۱۱۵ + مسٹر سی میکگریگر (سنہ ۱۸۷۵ع) ”جرنی تھرو خراسان“ (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۱۶۳ الی ۱۶۶۔

رہ سکتی[۵۱] ہے ثانیاً جو سڑک مازندران۔ سمندر کے ساحل اور دار السلطنت طہران سے آتی ہین اون کے مقام اتصال پر اوسے قبضہ حاصل ہو جائے گا۔ ثالثاً خراسان مین مغرب کی سمت سے داخل ہونے کا جو ایک ہی راستہ ہے اوس کی زد مین آ جائے گا اور یہان سے خراسان کے وسط کی طرف وو آسانی کے ساتھہ طے کی جا سکنے والی سڑکین ایک تو براہ جاجرم۔ بجنرد و کوچان شمال کی سمت مین اور دوسری براہ سبزوار و نیشاپور مشرق کی جانب مشہد کو جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ مین یہ کہا جا سکتا ہے کہ استرآباد اور شاہ رود کا قبضہ گویا شمالی ایران کی کلید ہے۔ جو فوج اِس مقام پر متعین ہو گی وہ خراسان کا تعلق دنیا کے باقی حصون سے منقطع کر سکتی ہے اور دار السلطنت سے کمک بہم پہونچنے کی کامیابی سے زیادہ ساتھہ مزاحم ہو سکتی ہے۔ شمالی ایران کو بلحاظ شکل ایک تتیئے سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جسکا سر طہران مین ہے اور ڈنک مشہد مین۔ گز اور شاہ رود کے درمیان جو تنگ طبقہ زمین واقع ہے وہ گویا اس تتئے کی کمر ہے۔ اگر کمر کو کاٹ ڈالو تو سر بیکار ہو جاتا ہے اور ڈنک اگر کچھہ کر سکتا ہے (اور وہ بہی اوس صورت مین جبکہ وہ ایرانی ڈنک نہ ہو) تو وہ یہ ہے کہ مرتے مرتے خار دیتا جائے۔ روسیون کے عاشوراداہ مین موجود ہونے کے واقعہ کو جو ہمیشہ اس درجہ وقیع اور اہم سمجھا گیا ہے تو اوس کا اصلی باعث ممالک محروسہ شاہ کے اسی حصہ کی طبعی نوعیت

---

[۵۱] کرنیل ویلنٹائن بیکر اپنی کتاب ''کلاوڈس اِن دی ایسٹ'' (گھٹا مشرق مین) کے صفحہ ۱۴۲ پر لکھتا ہے کہ بسطام کے میدان مین (جو شاہ رود کے نواح اور مضافات پر مشتمل ہے۔ بسطام تین میل کے فاصلہ پر گورنر کے رہنے کی جگہ ہے) ساٹھہ ہزار فوج رہ سکتی ہے۔

ہے۔ اس نواح مین اون کے مفاد اور اغراض و مقاصد کی نگرانی ایک قونصل متعینہ استرآباد اور وکلا رامورہ بندرگز و شاہ رود سے متعلق ہے۔

ایرانی اور روسی ترکمان

اب مین تیسرے مسئلہ یعنی یومت قبیلہ کے ترکمانون کے مالہ و ماعلیہ کی طرف متوجہ ہوتا ہون۔ اس مسئلہ مین بھی ایک اہم اور معنی خیز حصہ لیتا ہے۔ ۱۸۸۱ء کے عہدنامہ قرارداد سرحد کی رو سے روس اور ایران کی سرحد دریائے اتریک اپنے دہانہ سے میرملرجابت کے مقام تک جہان سمبر کی ندی اوس سے ملتی ہے قرار پایا تھا گو کہ کسی خاص وجہ تا بصاف کا بزیج نہین کی گئی روسی سرحد کا ایک نشان ابھی تک دریاے اتریک کے جنوب کی طرف قایم ہے۔ اسکے علاوہ بعض روسی افسرون کی نسبت یہ بھی سُنا گیا ہے کہ عہدنامہ کے مرتب ہونے کے بعد بھی اونہون نے فوج کے ایک دستہ کے ساتھہ دریاے اتریک کو عبور کر کے اون ایرانی یومتون سے جو گرگان پر آباد تھے خراج وصول کیا۔ لیکن اس فعل کو قانون مابین الاقوام حق بجانب تسلیم نہین کر سکتا اور نیز سیاسی لحاظ سے دریاے اتریک ہی کو حد فاصل سمجھنا چاہیے۔ اس دریا کے شمال کی طرف یومت قبیلہ کے وہ ترکمان آباد ہین جو روس کے زیر حکومت ہین اور دریا کے جنوب کی طرف اسی قبیلہ کے ترکمان ایرانی حکومت مین رہتے ہین۔ لیکن ثانی الذکر ترکمانون کی خانہ بدوش جماعتین سال کے بعض حصون مین دریا کو عبور کر کے روسی علاقہ مین چلی جاتی ہین اور اون کو عہدنامہ کی رو سے اس بات کی اجازت بھی ہے

تاکہ وہ اپنی چراگاہوں کو بدل سکیں۔ روسی یومت اب پوری طرح سے اطاعت گزین ہوچکے ہیں اور خواہ اون کو روسی حکومت سے اطمینان ہو یا نہ ہو پھر بھی اون میں اتنی سکت باقی نہیں کہ سرکشی کرسکیں البتہ ایرانی یومت جو دو علیحدہ علیحدہ قبیلوں عطا بائی اور جعفر بائی میں منقسم ہیں ایرانی حکومت کے دعوے کو آسانی کے ساتھہ تسلیم نہیں کرتے اور ۱۸۸۹ء میں اونہوں نے علم بغاوت بلند کیا تھا۔ مشرق کی طرف گو کلان ترکمان آباد ہیں جو ایک زیادہ اطاعت کیش قوم ہے۔ ان لوگوں نے یومت ترکمانوں کی پشتینی عداوت سے بچنے کے لئے اپنی رضا و رغبت سے ایران کی حلقہ بگوشی اختیار کرلی۔ اب وہ شاہ کے خزانہ میں محصول ادا کرتے ہیں اور بے قاعدہ سواروں کی جمعیت اوسکے لئے بہم پہونچاتے ہیں۔[۱]

ایرانی یومتون کی بغاوت

یومتوں کا مفسدہ ماہ فروری ۱۸۸۸ء میں شروع ہوا اور کہیں مارچ ۱۸۸۹ء میں جاکر فرو ہوا۔ اِس بغاوت کے برپا ہونے کی وجوہ گو کامل طور پر نہیں لیکن ایک بہت بڑی حد تک ایرانی حکام کی بے عنوانیاں اور بدنظمیاں تھیں۔ اِس نے ایسی خطرناک شکل اختیار کرلی کہ ایک وقت میں تیرہ ہزار ایرانی فوج گورنر جنرل خراسان اور بجنورد اور کوچان کے خانوں کی ماتحتی میں یومتوں کے

[۱] حکومت استرآباد کی کمزوری اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ اگرچہ گوکلان ترکمان صوبہ استرآباد کی سرحد پر رہتے ہیں پھر بھی ایلخانی بجنورد اون سے خراج وصول کرتا ہے اور وہی اُن سواروں کی جمعیت کو جو وہ بہم پہونچاتے ہیں۔ اپنی کمان میں رکھتا ہے۔

برخلاف معرکہ آرا تھی - اس موقعہ پر ایرانی فوج کی بزدلی کی ایسی ایسی حکایتین سننے مین آئی ہین کہ اونہین باور کرتے ہوئے تامل ہوتا ہے - مثلاً ہزار ہزار اور دو دو ہزار کے دستون کو گنتی کے ترکمان جنکی تعداد بیسیون یا کئی سو سے متجاوز نہ ہوگی روز روشن مین روک کر بپا کر دیتے تھے - مگر قرین انصاف ہوگا اگر اسکے ساتھہ یہ بہی درج کر دیا جائے کہ اس رسوائی کے معرکہ مین ایرانی سپاہیون کی جس قدر محرک بزدلی ہوئی اوسی قدر اون کی تبہ حالی اور بے قناعتی بہی ہوئی - اون کی تنخواہ جب طہران سے آتی تہی تو اوسمین سے قرارداد نصف سیف الملک کی جیب مین چلی جاتی تہی اور ان بہوکے ننگے - اور مفلس سپاہیون سے اس امر کی توقع رکھنا کہ وہ میدان کارزار مین نبرد آزمائی کرین گے شاید رحم و انصاف کا خون کرنا تھا - دونون طرف جبر و تشدد کے وحشیانہ واقعات پیش آتے رہے اور ایرانیون کی طرف سے بہت زیادہ سختی ہوئی - جو مرد اون کے ہاتھہ آیا اوسے اونہون نے زندہ نہ چہوڑا اور جو عورت اونہین ملی اوسکی اونہون نے عصمت بگاڑی - انجام کار دغا اور سازش کے معمولی ایرانی طریقون سے بغاوت کا استیصال کیا گیا - ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ کی مخالفت پر آمادہ کیا گیا اور بالآخر حاجی نذر خان عطابائیون کے سرگروہ کو جو اس مفسدہ کی روح رروان تھا ایرانی علاقہ مین دہوکے سے لاکر مار ڈالا گیا - اسکے ساتھہ ہی مفسدہ فرو ہو گیا[۱]

---

[۱] یومت ترکمانون کے متعلق اگر اطلاع مطلوب ہو تو دیکھو آجر الائی (۱۸۳۶ء) کی کتاب "ریلیشنس ڈی وایج" (حالات سفر) صفحات ۳۳۱ الی ۳۳۶ اور یادداشت قاضی سید احمد مندرجہ "جرنل آف دی رائل جیاگرفیکل سوسائٹی" جلد چہل و ششم صفحہ ۱۴۲ (۱۸۷۶ء) -

حکومت عالیہ کی کمزوری

اس قسم کے واقعات نہ صرف حکومت عالیہ کی قابل تاسف ناقابلیت پر دلالت کرتے ہین بلکہ خارجی طور پر ان کا صرف ایک ہی نتیجہ ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ شمال مین روس کی ہمت اپنے دعاوی کے متعلق اور زیادہ بڑھ جائے۔ یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ دولت روس اِس دعوے کو استحقاقاً پیش کرتی ہے اور اوسے اِس امر کی توقع بھی ہے کہ تمام ترکمان قومین اوس کے زیر نگین آجائین۔ اور یہ بھی تیقن کے ساتھہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ایرانی یومتون کے ساتھہ منصف کیا جائے تو وہ اوس گرانتر خراج سے بچنے کے لئے جو اُن کے ہم قبیلہ لوگون کو دریا اترِیک کے روسی کنارے پر دینا پڑتا ہے شاہ کے مطیع و منقاد رہین گے[۵۱]۔ لیکن ہر نئے فسا کا برپا ہونا اور اِس سے بھی بڑہکر یہ کہ ایران کا اس فساد کے رفع کرنے پر قادر نہ ہونے کا خفیف سا بھی ثبوت دینا ایک ایسی طاقت کے لئے جسکی نیت دستبرد کی ہو پیشقدمی کا بہانہ ہو جاتا ہے اور ایران کو چاہیئے کہ احتیاط کے ساتھہ اس امر کو مدنظر رکھے کہ کہین وہ خود جان بوجہہ کر اپنا سر اپنے دشمن کی کمند کے حلقے مین نہ پہنسا دے۔ اگر روس انتظار و صبر کو اپنا مسلک قرار دینے کے بجائے بڑہے چلے آنے کا طرز عمل اختیار کرتا تو اِن فسادون کی بنا پر اوسے آسانی کے ساتھہ اپنے مفید مطلب موقعہ مل جاتا۔ در پردہ اوسکی ہمدردی کا ایرانیون کے ساتھہ نہ ہونا اِس قابل غور

[۵۱] اِس کی تصدیق حال (سنہ ۱۸۹۱ء) کی اِس خبر سے ہوتی ہے کہ کئی سو روسی یومت ایرانی علاقہ مین چلے آئے ہین اور برضا و رغبت خود شاہ کی رعایا بن گئے ہین۔

واقعہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ مفسد یومتون کے پاس روسی ساخت کی کارتوس والی بندوقین اور کارتوس پائے گئے۔

بجنرد

استرآباد سے گزر کر جو اپنے اہم اور پیچیدہ سیاسی مسائل کے تار و پود مین الجھا ہوا ہے ہم اب خراسان خاص مین پہونچتے ہین اور اپنا منہ مشرق کی طرف موڑ کر ہم اسکی سرحد کے قرار داد مصروف ہوتے ہین - ترکمانون کو چھوڑ کر ہم کردون مین پہونچتے ہین اور بجنرد کے ضلع مین ہمین کردون کے وہ پہلے قبائل ملتے ہین جن کے آباو اجداد کو سرحد خراسان کے قایم رکھنے کی غرض سے ۱۶۰۰ء کے قریب شاہ عباس نے لا بسایا تھا - کوچان کا حال جس باب مین مندرج ہے اوس مین پہلے ہی تفصیل و وضاحت کے ساتھہ مین اون واقعات کو بیان کر چکا ہون جو ان فوجی نوآبادیون کے قیام کا باعث ہوئے اور ان لوگون کے قبض و دخل کی شرایط اور اُن تعلقات کو جو انہین حکومت عالیہ سے ہین درج کر چکا ہون اور جو کچھہ مین نے لکھا ہے وہی بجنرد پر بھی صادق آتا ہے - مگر فرق صرف اتنا ہے کہ کوچان مین تو زیادہ تر زعفران لو کرد آباد ہین - اور بجنرد مین ابھی تک زیادہ تر شادلو قبیلہ کے کردون کی بستی ہے - کوچان کے کردون کی طرح اون پر بھی ایک خان حکومت کرتا ہے جسے ایلخانی کا خطاب حاصل ہے اور جسکا تقرر اگرچہ شاہ کے حکم سے عمل مین آتا ہے لیکن بالعموم اوسے بہ سلسلہ وراثت حکمران خاندان مین سے منتخب کیا جاتا ہے یہ ایلخانی اپنی ریاست کی مالگزاری کی تحصیل خود کرتا ہے اور اسکے معاوضہ مین سلطنت کے لیئے فوجی

کمک بہم پہونچاتا ہے اور اوس کا درجہ عام طور پر ایک معمولی صوبہ کے گورنر سے زیادہ ہوتا ہے۔
سوارون کی جو جمعیت ایلخانی بجنورد بہم پہونچاتا ہے اوسکی تعداد اس وقت پانچ سو ہے
اوس کا علاقہ بجنورد کی مرتفع وادی پر مشتمل ہے جو وادی ہائے کوچان وشیروان اور دریا
اترک کے حصہ بالا سے ملحق اور جاجرم واقع میدان اصفرائین کے جنوب کی طرف واقع ہے[۵]۔

کوچان

کوچان کا ذکر مین پیشتر کر چکا ہون اسکی فوج کنٹنجنٹ کی تعداد اس وقت چھ سو ہے

درگز

کوچان کے شمال و مشرق کی جانب اور وسطی سلسلہ کوہ البرز کے شمالی پہلوؤن پر درگز
(یعنی جباؤ کی وادی) کا قلیل الرقبہ سرحدی ضلع واقع ہے اور کوہ البرز کے شمالی فاصل
اگر مقبوضات ایران مین سے کوئی قابل ذکر علاقہ رہ گیا ہے تو وہ فقط یہی ایک ہے۔ اس
دلکشا مقام مین جو ایک چالیس میل لمبے اور تیس میل چوڑے طاس یا وادی پر مشتمل ہے کچھ تو

۵ بجنورد اور اوس کے علاقہ کے حالات کے لئے دیکھو کتاب "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحہ ۱۸۰ الخ
مصنفہ کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۶ء) + "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان جلد دوم صفحات ۹۳ الی ۱۰۷
مصنفہ سر سی۔ میکگریگر (۱۸۷۹ء) + "دی واران ترکمانیہ" (ترکمانیہ کی جنگ)۔ جلد چہارم فصل ۱۴
مصنفہ جرنیل گراڈیکاف (۱۸۸۳ء) +

کرد رہتے ہین اور زیادہ تر ترک یا تاتاری آباد ہین جو تورانی حملہ کی قدیم موجون کی نشانیان ہین -
درگز کا صدر مقام محمد آباد ہے جس کی بلندی سطح سمندر سے ۱۲۰۰ فیٹ ہوگی - ۱۸۸۱ع
مین اسی مقام پر اوڈانوون کرنیل استوارٹ سے جو ایک ارمنی گھوڑے کے سوداگر
کے بھیس مین تھا ملا اور تین ہفتہ تک بغیر اس بات کے شناخت کرنے کے
کہ وہ انگریز ہے اوس کے ساتھ رہا - درگز کو آترک سے پہاڑیون کے ایک
پست سلسلہ نے جدا کر رکھا ہے اور انہین کی وجہ سے اس کا الحاق ابھی تک
قرارداد اعلاقہ کے ساتھ نہین ہوا - گو کہ متعدد دیہات جو اس کے مضافات سے
مع نیچے کے میدان پر واقع تھے اور اس سے متعلق تھے اب اس کے قبضہ سے
نکل گئے ہین - ۱۸۳۲ع سے پہلے یہ گویا ایک خود مختار علاقہ تھا لیکن خراسان
کے دوسرے سرحدی علاقون کی طرح اسے بھی اوس زمانہ مین عباس مرزا نے
نے زیر کیا اور اوس وقت سے اونہین شرایط اور قیود کے ساتھ جو کوچان اور بجنورد
سے متعلق ہین یہ بھی سلطنت ایران کے ماتحت ہے اگرچہ انتہائی سرحد پر ہونے
اور اس لئے اون تعلقات کے باعث جو اس کے سردار کو ترکمانون کے ساتھ
ہین حکومت عالیہ کے فرامین کا نفاذ گورنر مشہد کی طرف سے ایسے باقاعدہ اور
مناسب طور پر نہین ہوتا جیسا کہ ہونا چاہیئے - خان درگز کا تعلق ایک حکمران خاندان سے
ہے جسے نادر شاہ کے وقت سے موروثی طور پر حکومت ملتی چلی آئی ہے - لیکن اب نہ تو خود
اوسے زیادہ امتیاز حاصل ہے اور نہ درگز کو اور یہان کی فوجی کمک کی تعداد کم ہو کر

ایک سورہ گئی ہے۔[۱]

روسیون کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہی

ان سرحدی اضلاع مین سے ایک بھی ایسا نہین جسمین اوس دستبرد کی مدافعت کے لئے مواد موجود ہو جو شمال کی طرف سے ظہور مین آئے۔ دونون ایلخانی (جن مین سے ایک کے حالات مین ایک ابتدائی باب مین بیان کر چکا ہون) اپنے اپنے علاقہ کے ذی امتیاز سردار ہین۔ روس کے مقابل معرکہ آرا ہونے کی نسبت اونکا دعوے مشیخت لفاظی کے لحاظ سے گو کیسا ہی زبردست ہو اور اگر سچ پوچھا جاوے تو تہ دل سے وہ اوس

[۱] سب سے پہلا انگریز جس نے درگز مین آکر یہان کے حالات بیان کئے جے۔ بی۔ فریزر تہا جو ۱۸۳۴ء مین یہان آیا۔ دیکھو اوس کی کتاب ''اے ونٹرس جرنی'' (سفر سرما) جلد دوم مراسلات نہم۔ دہم۔ دیازدہم + حالات مابعد کے لئے دیکھو کتاب ''کلاوڈس ان دی ایسٹ'' (گھٹا شرق مین)۔ صفحات ۲۲۹ الی ۲۷۴ مصنفہ کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) + ''جرنی تہرو خراسان'' (سفر خراسان) جلد دوم۔ صفحات ۷۰ الی ۷۶۔ مصنفہ سر۔ سی۔ میکگریگر (۱۸۷۵ء) + ''دی مرو اوسس'' (گلشن مرو) جلد دوم۔ صفحات ۳۰ الی ۶۵ مصنفہ ای۔ اوڈنوون (۱۸۸۲ء)

طاقت کے دشمن ہین جسکی نزدیکی کی وجہ سے اُن کا قدیم رسوخ واقتدار اس درجہ کم ہوگیا ہے۔
لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ اگر روس حقیقت مین حملہ آور ہوا تو آیا وہ اوس کے مقابلہ مین ایک
اونگلی بھی اوٹھاوینگے یا نہین اور اس کے ساتھہ ہی اس امر کو بھی نظر انداز نہین کیا جا سکتا کہ
روسی ہدایا و تحائف کا سلسل کئی سال سے اون کے پاس پہونچتے رہنا جراحت تسخیر کے اندمال
پذیر ہونے کا بہت بڑی حد تک باعث ہوا ہوگا۔ ابھی سے روس کو ان دونون علاقون مین
سے ہر ایک مین قدم جمانے کی جگہ مل گئی ہے۔ مین اوس فوجی سڑک کا ذکر کر چکا ہون جو
معائنہ نیپرا ور کوچان کے درمیان واقع ہے اور اصول فن حرب کے لحاظ سے جو وقعت و اہمیت
مین سے حاصل ہے اوس کی طرف بھی مین اشارہ کر چکا ہون۔ ایک اور سڑک جسے روس
نے بنایا ہے گیاک تپی سے شروع ہوتی ہے اور جو پہاڑ کچھہ دور پر مغرب کی طرف واقع ہین
سی کے ایک درہ مین سے گزر کر گرماب اور فیروزہ ہوتی ہوئی شروان اور وہان سے کوچان
تی ہے نیز ایک تیسری سڑک روس کے فوجی مقام چکشلیار واقع بحیرہ اخضر سے شروع
ہو کر دریائے اترک کے کنارے کے ساتھہ ساتھہ اوس کے منبع کی سمت مین براہ چات بجنورد
کو جاتی ہے۔ روس نے اپنے وکیل (جو روسی مسلمان ہین) بجنورد۔ کوچان اور محمد آباد مین متعین کئے
ہین۔ بظاہر وہ وہان تجارت کی غرض سے رہتے ہین لیکن تجارتی کاروبار کی مشغولیتون سے جو
فرصت اونہین حاصل ہوتی ہے اوسے وہ اون احتیاط آمیز خبرون کی بنا پر جو اونہین ملین اپنے
ملک کے اغراض و مقاصد کی تکمیل مین صرف کرتے ہین۔

قلات نادری

[مشہد] کی طرف سفر کرتے کرتے ہم اوس حیرت انگیز قدرتی منظر کے پاس پہونچتے ہین جو نادر شاہ کے زمانہ سے جس نے اسے اپنا قلعہ بنایا قلات نادری کے نام سے مشہور ہے اس تعجب خیز مقام کی طبعی اور نیز اون خصوصیات پر جو بہ لحاظ فن حرب اسے حاصل ہین پیشتر بحث کی جا چکی ہے۔ مین یہ بھی بیان کر چکا ہون کہ دولت فارس کی طرف سے یہان (برائے نام) پانچ سو پیدلون کی جمعیت دو توپون کے ساتھہ متعین ہے اور یہ جمعیت مختلف ذرومین آ سکنے والے مقامات پر مامور ہے۔ یہان کے باشندے زیادہ تر ترک ہین اور یہان کا حاکم حاجی ابو الفتح خان جو مشہد سے بھیجا گیا ہے ایک گانون مین جو اس علاقہ کے اندرونی حصہ مین واقع ہے رہتا ہے اور ایران کے سرحدی رسالہ کے لئے ۱۵۰ سوارون کی جمعیت بہم پہونچاتا ہے۔

روس کی آرزوئین

گزشتہ کچھہ عرصہ سے روس نے قلات کو عجیب محبت بھری نگاہون سے دیکھنا شروع کیا ہے اور یہ افواہ کہ دولت ایران نے اس قلعہ کو روس کے حوالہ کر دیا ہے قصداً شائع کی گئی ہے تاکہ انتقال ملکیت کے اس خیال سے لوگ آشنا ہو جائین۔ جن لوگون کو اس بات سے انکار ہے کہ روس کی ایسی نیت ہے اون کے لئے یہ جواب کافی ہوگا کہ چند

سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ روس نے باقاعدہ طور پر ایران کو قلات کے معاوضہ مین مشہور اور زرخیز موغان کے میدان مین سے جو بحیرہ اخضر کے مغربی ساحل پر واقع ہے اپنے حصہ کا قطعہ دینے کی تجویز پیش کی تہی لیکن ایران نے اسے نامنظور کیا۔ جیسا کہ مین پیشتر بتا چکا ہون روس کو قلات کے قبضہ کی وجہ سے یہ فائدہ حاصل ہے کہ اول تو وہ تمام ندیان اوس کے قبضہ مین آجائین گی جو اٹک کی سمت مین بہتی ہین اور خاص طور سے اوسے یہ فائدہ ہوگا کہ ایک وسطی مقام اوسے ہاتھہ آجائے گا جہان سے وہ تمام سرحدی اقوام کو مطیع رکہہ سکیگا اس کے علاوہ قلات کے قبضہ سے روس کے اقتدار اور اثر مین نمایان اضافہ ہوجائیگا۔ ایران اس حیرت زا مقام کو روس کے حوالے کر دینے مین ہرگز رضامند نہین اور اسکی حفاظت اور نگہداشت مین ایسی رقیبانہ احتیاط سے کام لے رہا ہے جسے اوس کے عام تساہل اور ضعف سے ایک عجیب وغریب تناقض ہے کسی اجنبی کو شاہ کجکلاہ کی خاص اجازت کے بغیر اس کے اندر جانے کی اجازت نہین دی جاتی اور بہت سے روسیون کو اور خود مجہے اس مین داخل ہونے کی کوشش مین ناکام ہونا پڑا۔ روس کا طرزعمل اس نواح مین فی الحال اون ندیون کی نسبت اپنا حق قایم کرنے پر جو اوس کے مقبوضات واقع میدان کی آبپاشی کرتی ہین اور نیز سرحدی قومون کو اپنے دائرہ اثر مین لانے پر مشتمل ہے۔ اٹک کے میدان سے بتدریج بڑہ کر وہ دامن کوہ کے اکثر حصون کو اپنے قبضہ مین لاچکا ہے اور حق آبپاشی کے جہگڑے جو ان ندیون سے متعلق ہین جو اگرچہ روسی دیہات کو سیراب کرتی ہین لیکن جنکا منبع اصل مین ایرانی علاقہ ہے اور جو بہتی بہی ایرانی علاقہ ہی مین ہین اونہین بڑہا بڑہا کر ہمیشہ

دست اندازی کا بہانہ بنایا جا سکتا ہے۔ غرضکہ ان دونون مقاصد کی تکمیل کے لئے قلات کا قبضہ روس کے حق مین بدرجہ غایت مفید ہوگا اور جب تک یہ مقام اوسکے ہاتھ مین نہ آجائیگا اوس وقت تک اوسے صبر نہ آئے گا۔

سرحد روس و فارس

روس و فارس کے مابین جو عہدنامہ دسمبر ۱۸۸۱ء مین قطعی طور پر مرتب ہوا اور جس مین اون ضرورتون کے لحاظ سے جو اس سال کی جدید روسی فتوحات کے باعث پیش آئین ماوراءالنہر اور خراسان کی سرحد کا تعین کیا گیا تھا۔ اوس کی رو سے وہ سرحد جو دریائے اترک کے دہانہ سے شروع ہوتی ہے موضع لطف آباد پہونچنے سے پہلے دفعتہً رک جاتی ہے۔ موضع لطف آباد ایرانی ضلع درگز سے نیچے اٹک مین واقع ہے۔ عہدنامہ کی رو سے یہ گاون ایرانیون کے پاس رہنے دیا گیا لیکن کسی مشتبہ تحریر سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ اس مقام سے سرخس تک جو دریائے تجند کے کنارے پر واقع ہے ٹھیک سرحد کیا ہے۔ یہ یقین کیا جاتا ہے کہ اس سرحد کا تصفیہ ایک خفیہ عہدنامہ کی رو سے ہوا جو ۱۸۸۱ء یا ۱۸۸۲ء مین مرتب ہوا اور کمشنرون نے خود اس مقام پر جاکر حدبندی کی۔ اس عہدنامہ کا حال مین آگے چلکر بیان کرونگا۔ لیکن چونکہ عام طور سے اس امر کے متعلق کوئی یقینی بات معلوم نہین بلکہ یون کہئے کہ چونکہ لوگون کو اس کا حال بالکل معلوم نہین اس لئے روس اس عدم تیقن یا لاعلمی کو اوس مداخلت اور دست اندازی کا بہانہ بنالیتا ہے

جس کا ذکر مین نے مندرجہ بالا فقرہ مین کیا ہے۔

آب تجند

سرخس کے قریب پہونچکر ایک مرتبہ پھر ہم کو دریاے تجند کی شکل مین ایک معین سرحد نظر آتی ہے۔ شروع شروع مین یہ دریا ہری رود کہلاتا ہے لیکن پل خاتون پر کشف رود کے ملنے کی وجہ سے تجند ہوجاتا ہے اور سرخس کے مقام پر ایرانی اور روسی فوجی چوکیون کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے بعد اوس حالت مین جبکہ اوس مین پانی ہوتا ہے شمال کی طرف صحرا مین سے بہتا ہوا گزرتا ہے اور تجند یا کاری بنت کے مقام پر ماوراء النہری ریلوے کی ایک پل اس پر بندھا ہوا ہے۔

سرخس جدید و قدیم

سرخس دو ہین۔ قدیم اور جدید۔ اور سیاحون اور مدبرون کو ان کے مواقع اور حالات طبعی کے اختلافات کی ناتمام معلومات کی وجہ سے بہت کچھہ غلط مبحث کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ سرخس قدیم دریا کے دہنے یا مشرقی کنارے پر واقع ہے اور ایک زمانہ دراز سے ترکمانون کے قبیلہ سلور کا صدر مقام چلا آیا ہے۔ یہ قبیلہ ترکمانی نسل کی اولین شاخون مین سے ہے جنکا ذکر مورخین عرب نے ساتوین صدی عیسوی مین کیا[۱]۔ اس صدی مین جس یورپین سیاح کا سب سے اول سرخس مین

[۱] عرب سیاح الاصطخری (جسے آوسلے غلطی سے ابن حوقل کہتا ہے) دسوین صدی (دیکھو صفحہ ۱۷۰)

آنا تاریخ مین مذکور ہے وہ ایک پادری والف نامی تھا جو پہلی مرتبہ بخارا کو وہان سے کے یہودیون اور ترکمانون مین دین عیسوی کی اشاعت کرنے کی غرض سے جاتے ہوئے کئی ہفتہ تک سرخس مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۳) عیسوی مین سرخس مین وارد ہوا - اوس نے نیشاپور سے اِس کا فاصلہ چھہ منزل ہونا بیان کیا ہے اور اوسکے بعد کہتا ہے - "سرخس ایک شہر ہے جو مرو اور نیشاپور کے درمیان ایک مسطح میدان پر واقع ہے - سوائے آب پشنگ کے اور کوئی ندی اسے سیراب نہین کرتی - پشنگ کی ندی ہری رود سے نکلکر سرخس کی طرف آتی ہے لیکن شدت کی گرمیون مین یہان تک پہونچنے نہین پاتی - سرخس اندازاً مروالرود جتنا بڑا ہوگا - یہ ایک آباد اور خوشحال شہر ہے - ہوا یہان کی پاکیزہ اور صحت بخش ہے - باشندے کنوئون کا پانی پیتے ہین اور آسیاؤن مین گھوڑے گدھے لگاتے ہین " دیکھو " دی اورینٹل جاگریفی آف ابن حوقل[۵۱] " (مشرقی جغرافیہ ابن حوقل) مترجمہ سر ڈبلیو آوسلے - صفحات ۲۱۹ الی ۲۲۱ - تجند کی یہ کیفیت زمانہ حال کے سیاحون کے بیان سے بالکل مطابق ہے - جب موسولیسار اول اول ۱۸۸۲ء مین وارد سرخس ہوا تو اوس نے بیان کیا کہ دریا کی تہ عام طور سے خشک رہتی ہے اور اوس کا پاٹ تین سو گز سے لیکر نصف میل تک ہے - عرب سیاح ابن بطوطا بھی ۱۳۳۳ء مین مشہد سے سرخس کو آیا - دیکھو سفرنامہ ابن بطوطا مترجمہ پادری ایس - لی - صفحہ ۹۶ - سرخس کے جو حالات ابتدائی زمانہ کے مصنفین نے لکھے ہین اون کے لئے دیکھو سفرنامہ ناصر خسرو صفحہ ۶ " ڈسکرپشیو ایمپیریائی مسلیمیسائی " (حالات دول اسلامیہ) از تصانیف مقدسی صفحہ ۳۱۲ الی ۳۱۳ - و فرہنگ فارس صفحات ۳۰۷ و ۳۰۸ مصنفہ یاقوت -

[۵۱] مصنف کا یہ فرمانا کہ عرب سیاح الاصطخری کو آوسلے غلطی سے ابن حوقل کہتا ہے کئی وجوہ از دیکھو صفحہ ۴۰۵

مقیم رہا۔ اس کے بعد ۸۷۲ء مین وہ اس امر کی تحقیق کی غرض سے پھرادہر سے گزرا کہ بخارا
مین استاڈرٹ اور کونولی کا کیا حشر ہوا۔ اس اثنا مین برنس دس دن تک ۱۸۳۲ء
مین بمقام سرخس۔ بہ تبدیل لباس چھپا رہا اور شناخت کیے جانے سے بال بال بچا۔
اوس کا بیان ہے کہ "یہ مقام ایک چھوٹا سا برباد شدہ کمزور قلعہ ہے جو ایک پہاڑی پر واقع

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۴) سے مغالطہ انگیز ہے۔ اول تو اصطخری جس کا پورا نام ابو اسحق ابراہیم بن
محمد النخری الفارسی الاصطخری ہے عرب نہین۔ بلکہ جیسا کہ اوس کے نام سے ظاہر ہے ایرانی ہے۔
چنانچہ اوس کی کتاب مسالک الممالک مین جو یوروپ (لیڈن) ۱۸۷۰ء مین چھپی ہے اوس کا فارسی
خطبہ بہی درج ہے۔ ثانیاً اصطخری اور ابن حوقل جیسا کہ مصنف کے الفاظ مندرجہ توسین سے مترشح
ہوتا ہے ایک ہی شخص کے دو نام نہین ہین بلکہ محقق اور سیاح ہونے کے اعتبار سے۔ یہ دو جدا جدا
ذی امتیاز شخص ہین۔ ابن حوقل کو تو ایک زمانہ جانتا ہے کہ وہ بغداد کا رہنے والا تہا۔ شمالی و مشرقی حصہ
[illegible]۔ مغربی وجنوبی حصہ ایشیا۔ روس۔ ہندوستان اور چین اور دیگر مختلف سرزمینون مین اس نے
سفر کیا اور سنہ ۹۷۶ء مین وفات پائی (دیکھو "سائیکلو پیڈیا آف نیمز" (اسماء الرجال)۔ اسکی جغرافی تصنیف
المسالک والممالک کا جو اسکے مشاہدہ اور تجربہ ذاتی پر مبنی تہی متعدد یوروپین زبانون مین ترجمہ ہوچکا
ہے۔ اصطخری بہی ایک فاضل سیاح او رابن حوقل کا معاصر ہے اور اس نے بہی فن جغرافیہ مین
ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام مسالک الممالک ہے۔ یوروپین مصنفین نے ان دونون کو جو مخلوط کردیا
ہے تو اوسکی وجہ یہ ہے کہ ان دونون کی کتابین لفظی و معنوی لحاظ سے اس درجہ باہمی مشابہت رکھتی
ہین کہ ایک دوسری سے بمشکل متمیز ہوسکتی ہے۔ چنانچہ مینے ابن حوقل اور الاصطخری کے مختلف مقامات

سے اور جس مین چند کچے جہونپڑے ہین جو شہد کے یہودیون نے بنائے ہین۔" برنس نے سرخس کی نسبت یہ بہی بیان کیا ہے کہ اوس وقت یہان کے ترکمان باشندون نے بظاہر خان خیوا کی اطاعت اختیار کر لی تہی۔[۵۱]

عباس مرزا کا سرخس قدیم کو مسخر کرنا

سرخس کی سفر کے تہوڑے ہی عرصہ بعد عباس مرزا ولیعہد نے جو خراسان کو جدیداً فتح کرنے اور اوسے پورے طور سے دولت فارس کا مطیع و منقاد بنانے کی مہم کو انجام دے رہا تہا اپنی فوج کے ساتہہ یہان آکر اِس مقام کو برباد کر ڈالا۔ اس کے اکثر باشندون کو بلا امتیاز تہ تیغ کیا اور جو باقی بچے اونہین قید کر کے مشہد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۵) کا جب مقابلہ کیا تو سوائے ایک آدہ لفظ کے صفحے کے صفحے متحد اللفظ پائے۔ اِس سے صرف ایک ہی نتیجہ نکل سکتا ہے اور وہ یہ کہ اِن دونون مین سے ایک نے اپنی تصنیف کی قلم بند کرتے وقت دوسرے کی کتاب کے اجزا کا بالالتزام اقتباس کر لیا۔ چونکہ یہ دونون ہم عصر ہین اسلئے یہ نہین بتایا جا سکتا کہ کس کی کتاب اصلاً و جدیداً لکہی گئی۔ البتہ بادی النظری شہادت کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اصطخری کا ماخذ ابن حوقل ہے جسکی نسبت بلحاظ علم و فضل۔ اصعان نظر۔ اور وسعت تجربہ اور قریباً تمام دنیا کے سیاح ہونیکے یہ گمان نہین ہو سکتا کہ اوس نے ایک دوسرے مصنف کی کتاب کے صفحے کے صفحے بعینہ اپنی کتاب مین درج کر لئے ہون گے۔ مترجم

[۵۱] دیکہو برنس "ٹراولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) جلد سوم۔ صفحات ۴۲ الی ۵۶۔

لے گیا۔[۱] جہان سے بعد مین اون کے رشتہ دارون نے جو قبیلہ سلور سے تعلق رکھتے تھے اور یونان مین رہتے تھے اون کو چار پاؤنڈ فی کس کے حساب سے فدیہ دے کر رہا کرا لیا۔ ان

۱۵ "تسخیر کوچان کے بعد عباس مرزا عازم سرخس ہوا جہان کے باشندون کو اوس نے بے خبر پاکر فوراً شہر کا محاصرہ شروع کیا۔ شہر والون نے اول ڈیڑھ لاکھہ اور اوس کے بعد دو لاکھہ تومان تاوان کے طور پر دینے کی آمادگی ظاہر کر کے امان چاہی لیکن عباس مرزا نے اِس رقم کے لینے سے فرط حقارت سے انکار کر دیا اور مصمم قصد کر لیا کہ خواہ کچھہ ہی کیون نہو اس قتل وغارت کی کمین گاہ کو خاک مین ملا دونگا۔ غرضکہ اوس نے شہر کا محاصرہ کر کے اوس پر ایک بارگی حملہ کیا اور ایک دن سے کچھہ ہی زیادہ مدت مین اوسکو سر کر لیا۔ اِس کے بعد اوس نے فوج کو حکم دیا کہ شہر کو لوٹ کر آگ لگا دے چنانچہ تاراجگری کے بعد اس کو پیوند زمین کر دیا گیا۔ بہت سے باشندے تو مارے گئے اور جو ...ی بچے اون مین سے تین ہزار قیدی بنائے گئے۔ مال غنیمت کی کچھہ انتہا نہ تھی۔ زمانہ حال مین شاید کہین اتنی لوٹ کسی فاتح کے ہاتھہ نہ آئی ہوگی۔ سونے کی یہ کثرت تھی کہ بورے کے بورے اوس سے بھرے ہوئے تھے اور انواع واقسام کے بیش قیمت مال کے ڈھیر کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ حقیقت مین یہ قزاقون کی ایک بہت بڑی کمین گاہ تھی۔ جو مال غنیمت یہان سے دستیاب ہوا اور جس مین سے اکثر سپاہیون کے ہاتھہ آیا اوس کی یہ کیفیت تھی کہ صرف سونے ہی کی قیمت تین اور چار لاکھہ پاؤنڈ کے درمیان ہوگی"۔ جے۔ بی۔ فریزر "اسے ونٹرز جرنی" (موسم سرما کا سفر) جلد دوم صفحہ ۲۹۔ یہ بیان اگرچہ بلحاظ ایک حد تک مبالغہ آمیز ہے لیکن اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ یہ قریب قریب اوسی زمانہ یعنی ۱۸۳۴ء مین تحریر [illegible] کیا گیا۔

مین سے بعض ابھی تک سرخس قدیم مین پائے جاتے ہین اور ایک نو آبادی زہرہ آباد مین دریا کے ایران کی طرف کے کنارہ پر اوس کے منبع کی سمت مین واقع ہے۔ مگر یہ قبیلہ انحطاط پذیر ہوکر فی زمانہ کسی شمار قطار مین نہین رہا۔

سرخس جدید

مدت بعد (۱۸۵۰ء کے قریب) ایرانیون نے اس سرحدی مقام کو مرو کے تکّی ترکمانون کی سفاکانہ دستبرد سے محفوظ رکھنے کی غرض سے ایک بہت بڑا کثیرالاضلاع قلعہ جسکے جوانب چوبیس برجون سے مستحکم تھے اور جسپر مسعود برائی توپین چڑہائی گئین دریا تجند کے بائین یا مغربی کنارے پر دریا سے بقدر نصف میل کے فاصلہ کے تعمیر کیا۔ موسوڈی بلاکول (یہ وہ ناشاد فرانسیسی عکاس ہے جو ۱۸۶۰ء مین اوس مشہور ایرانی مہم کے ساتھ گیا تھا جو بمقام کوشید خان کالہ تہ تیغ کی گئی اور جو خود ترکمانون کے ہاتھ مین پڑکر قریباً ڈیڑہ سال تک اون کے خیمون مین قید رہا) رستہ مین سرخس سے ہوکر گزرا اور اوس نے اس نو تعمیر قلعہ کا حال بیان کیا ہے[۵۱]۔ اس کے بعد جس سیاح کا یہان گزر ہوا وہ میکگریگر تھا جو ۱۸۷۵ء مین آیا۔ اوس نے اس قلعہ اور اوسکی پیدل اور سوارون کی سات سو کی جمعیت اور گیارہ کم و بیش نکمی توپون کا ذکر کیا ہے اور اپنی کتاب مین قلعہ کا ایک نقشہ اور تصویر بھی دی ہے[۵۲]۔ اس کے بعد

---

۵۱ " تور دو ماندے " (سفر دنیا) (بزبان فرانسوی) اپریل ۱۸۶۱ء)

۵۲ " جرنی تھرو خراسان " (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۳۰ الی ۳۳۔

سنہ ۱۸۸۲ء مین موسولیسار مشہور و معروف روسی انجنیر جو اوس وقت روسی پیشقدمی کے پیش خیمہ کا مہتمم تھا اور اوس کے بعد جماعت ماموره تصفیہ سرحد افغانستان کا رکن ہوا اور اب دربار بخارا مین سفیر ہے۔ پیمایش و مساحت کے اوس دوره پر وار د سرخس ہوا جس کی وجہ سے اول اول یوروپ والون کو اوس علاقہ کا حال معلوم ہوا جو سرخس اور ہرات کے درمیان ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ قلعہ سرخس کی جمعیت کی تبہ حالی کی یہ کیفیت تھی کہ بجائے اس کے کہ غنیم پر اوس کی ہیبت طاری ہو وہ خود خوف زده ہو کر گویا قلعہ بند ہو رہی تھی۔ کیونکہ کبھی اوس کو یہ جرأت نہین ہوئی کہ قلعہ سے باہر نکل کر غنیم پر حملہ آور ہو بلکہ جون پر رات کے وقت آگ روشن کرتی رہتی تھی تاکہ اس نواح مین دشمن کے موجود ہونے کی اطلاع ہو جائے۔

سرخس قدیم پر روسیون کا مکرر قبضہ

دو سال بعد ماہ اپریل سنہ ۱۸۸۴ء مین زیادہ تر اوس اطلاع کی بنا پر جو موسولیسار نے فراہم کی تھی اور اوس اثر خیز مگر غیر مصئون پیش قدمی کے سلسلہ مین جو ۱۸۸۵ء مین جنگ کشک اور قبضہ پنجده پر منتہی ہوئی ایک روسی فوج نے آکر سرخس قدیم پر جو دریا کے مشرقی کنارے پر واقع ہے اور جس کی حفاظت کے لئے اوس نے وہان کسی کو موجود نہ پایا قبضہ کر لیا۔ یہان روسیون نے بہت جلد ایک مستحکم قلعہ اور فوجی بارکین تعمیر کر لین اور قدیم سرخس کا جس مین اس طرح سے از سر نو جان پڑی اور جسے اس لحاظ سے میری دانست مین اب سرخس جدید کہنا چاہئے

اوس وقت سے لیکر اب تک روس کی سرحدی فوجی چھاونیون مین شمار ہے۔ روسیون کے قبضہ مین چلے جانے کے بعد اِس کی اگر کوئی کیفیت میرے دیکھنے مین آئی ہے تو وہ کانٹ ڈے شولے ایک نوجوان فرانسیسی افسر فوج کی قلمبند کی ہوئی ہے جو ۱۸۸۸ء مین بہ تبدیل لباس کرنیل علی خاناف کے ہمراہ مرو سے روانہ ہوکر اس راستہ سے ہوتا ہوا گیا۔ اوس کا بیان (ترجمہ شدہ) حسب ذیل ہے۔

سرخس کی نسبت شہر کے لفظ کا اپنے حقیقی معنون مین استعمال کرنا داخل مبالغہ ہوگا۔ یہ محض ایک فوجی چوکی ہے جس کے گرد افسرون اور بعض تجارت پیشہ لوگون کے مکانات سبنے ہوئے ہین۔ اس نواح مین جو ترکمان قومین آباد ہین اون کو جب روس اپنے ظل حمایت مین لے لیا اور ایرانیون نے اِس کی نسبت اظہار ناراضی کیا تو روسیون نے اوس کا یہ جواب دیا کہ یہ فوجی چھاؤنی قایم کردی جس مین اونہون نے دو فوجی دستے جن کی مجموعی تعداد پندرہ سو سے لیکر ۱۶۰۰ جوان تک ہوگی متعین کردئے۔ روسیون نے ایرانیون کو یہ ایک ایسا سبق سکھایا کہ اونہین پوری طرح سے معلوم ہوگیا کہ ہم اِس علاقہ کو اب کبھی نہین لے سکتے۔ اسکے ساتھہ ہی ایک نہایت بودے اور سطحی عذر کی بنا پر روس نے وادی تجند مین ایک زبردست سرحدی چھاؤنی قایم کردی جسکی وجہ سے اون دو سڑکون مین سے ایک اوس کے قبضہ مین آگئی جو ہرات کو جاتی ہین۔ سرخس مین ایک بہت بڑی فوجی بارک کے علاوہ جو نہایت عمدہ ہے صرف ایک سو مکانات ہون گے جن مین عہدہ داران فوجی یا یہودی اور تاجر لوگ بود و باش رکھتے ہین۔ یہان دو بازار اور دو چوک

ہین جن مین سے ایک مین خرید و فروخت کی رونق دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ قصبہ کی شکل ایک طویل شکل متوازی الاضلاع کی سی ہے جس کا طول نصف میل اور عرض دو سو گز ہوگا۔ یہان حاکم ضلع رہتا ہے۔[۱]

حربی حیثیت

[ایک] نے اپنی سابق کی تصنیف مین اصول فن حرب کے لحاظ سے سرخس کے موقعہ کے اِس اعتبار سے معنی خیز ہونے کے متعلق میکگریگر کی رائے کا اقتباس درج کیا ہے کہ اِس کے قبضہ کی وجہ سے وہ سڑک زد مین آجاتی ہے جو وادی ہری رود سے ہرات کو جاتی ہے۔[۲] یہ موقعہ اب ایرانیون کے ہاتھ سے نکل کر بالکل روسیون کے ہاتھ مین چلا گیا ہے۔ سرخس مین جو ایرانی جمعیت متعین ہے اور جو تین سو پیدلون اور ایک مختصر سے توپخانہ پر مشتمل ہے وہ گویا عملی لحاظ سے اوس بڑے قلعہ مین محصور ہے جسکی وہ کسی حالت مین حفاظت نہین کر سکتی۔ مشہد اور سرخس کے درمیان جو سلسلۂ تار برقی قایم ہے وہ بالعموم بگڑا یا ٹوٹا رہتا ہے اور ظن غالب یہ ہے کہ اگر روسی دریا کے دوسرے کنارے پر آکر خالی کارتوسون کی

۱ ”اکسکرشن این ترکستان“ (سیر ترکستان) (بزبان فرانسیسی) صفحات ۸۰ الی ۸۲۔

۲ ”رشیاان سنٹرل ایشیا“ (روس کا طرز عمل وسط ایشیا مین) صفحہ ۱۲۱۔

ایک باڑ ماریں تو ایرانیون کو بھاگتے ہی بن پڑے۔

مشرقی سرحد

جس ایرانی سرحد کے شمالی و مشرقی گوشہ کاٹتا ہے اور دراصل ایک زاویہ حادہ مین واقع ہے جو صحرا مین نکلا ہوا چلا گیا ہے۔ یہان پر پہونچکر جنوب کی طرف اپنا رُخ کرتے ہین اور اوس وادی مین سے گزرتے ہین جس مین دریاے ہری رود بہتا ہے اور اول تو درۂ ذوالفقار تک ایران اور روس کے درمیان اور اوس کے بعد ایران اور افغانستان کے مابین سرحد قایم کرتا ہے۔ یہان ہمارا اوس علاقہ کے شمالی حصہ مین بھی گزر ہوتا ہے جو سرحد پر یا اوس کے قریب واقع ہے اور جس مین مختلف مخلوط النسل اور غیر مذہب کی قومین آباد ہین۔ یہ قومین اگرچہ ایران کی رعایا ہین لیکن حکومت ایران کے آگے سر اطاعت پوری طرح سے نہین جھکاتین اور سرحد کے سیاسی مسائل کا تصفیہ اون کی وجہ سے بہت کچھ الجھن مین پڑ گیا ہے

ضلع مشہد

جس علاقہ مین اول اول اون عناصر خارجہ سے ہمارا مقابلہ ہوتا ہے وہ ضلع مشہد ہے جو ہری رود تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے۔ دارالحکومت کے حوالی و جوانب مین تو ایرانی عنصر کو تفوق حاصل ہے لیکن جب ہم سرحد کے قریب پہونچتے ہین تو ہمارا گزر ایسی نوآبادیون یا

جماعتون مین ہوتا ہے جو قوم و مذہب کے لحاظ سے چہار ایماق (چہار آبادیان) یعنی سرحد افغانستان کے خانہ بدوش قبیلون سے تعلق رکھتی ہین[ا] - یہ قبیلے جمشیدی اور ہزارائی ہین - اول الذکر ایرانی الاصل ہین لیکن اس قبیلہ کے اکثر لوگ مدت ہوئی کہ ایران کو چھوڑ کر افغانستان مین جا آباد ہوئے - جو باقی بچے اونہین ۱۸۵۷ء مین محاصرۂ ہرات کے بعد واپس لا کر کان گوشہ مین جو مشہد کے قریب آباد کیا گیا اور اون پر یہ خدمت عاید کی گئی کہ ایک تنخواہ یاب فوجی جمعیت حکومت عالیہ کے لئے بہم پہونچایا کرین - فوج طلایہ ماموره سرحد کا ایک دستہ ابھی تک اونہین مین سے بھرتی کیا جاتا ہے لیکن اگرچہ وہ ایرانی الاصل ہین اور زبان بھی ایرانی بولتے ہین پھر بھی ان کی اطاعت گزاری اور وفا پروری کی حالت نہایت ناقابل اعتبار ہے - برخلاف اس کے ہزارائی ایرانی النسل نہین ہین - اون کا تعلق تورانی قوم سے ہے جیسا کہ اون کے مغلی خال

[ا] چہار ایماق جیسا کہ اون کے نام سے واضح ہوتا ہے ابتدا مین چار قومین تھین - یعنی جمشیدی - فیروز کوہی - تیموری - اور تیمونی - کچھ مدت گزر جانے کے بعد دو اور قومین ہزارائی اور قبچاقی ان مین شامل ہو گئین - فیروز کوہی - تیمونی اور قبچاقی جن مین سے اول الذکر دو قومین ایرانی النسل کہلاتی ہین ایران مین نہین پائی جاتین - البتہ باقی کی چار قومون کے لوگ ایران مین موجود ہین - ڈاکٹر بلیو نے جو تقسیم کی ہے وہ اِس سے مختلف ہے - اوس کے بیان کے مطابق اصلی چہار ایماق تیموری - تیمونی - داہی اور سوری ہین اور جمشیدی اور فیروز کوہی تیموری کی شاخین ہین اور ہزارائی اور داہی دراصل ایک ہین -

وخط - ترچہی آنکہون اور تقلیل ریش و بروت سے واضح ہوتا ہے - اون مین سے کچہ لوگ مشہد
مین جابسے لیکن زیادہ تر جنوب کی طرف بمقام محسن آباد ضلع باخرز مین پائے جاتے ہین
سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اگرچہ اون کی رگون مین ایرانی خون نہین دوڑتا اور
مذہب یا تعلقات کے لحاظ سے بہی وہ ایرانی نہین ہین پہر بہی وہ فارسی بولتے ہین - مذہب اون
کا سنت وجماعت ہے اور گو وہ ساڑہے چار سو سوارون کی جمعیت حکومت عالیہ کے لئے
بہم پہونچاتے ہین تاہم اون کی اطاعت کیشی راسخ قسم کی نہین -

اضلاع جام باخرز و خاف

مشہد کے بعد جنوب کی طرف یکے بعد دیگرے سہ حدی اضلاع جام یا تربت شیخ جام
اور باخرز اور خاف آتے ہین - یہ تینون اضلاع ایک ولایت واحد پر مشتمل ہین جو ایک عربی الاصل
ایرانی حاکم کے ماتحت ہے جسے نصرۃ الملک کا خطاب حاصل ہے اور جو ان تینون ضلعون
سے ۱۰۲۵ سوارون کی جمعیت بہم پہونچاتا ہے - جو آبادی اوس کے زیر حکومت ہے
اکثر حصہ اقوام چہار ایماق مین سے ایک سے تعلق رکہتا ہے لیکن جن قومون کا ذکر اوپر کیا جاچکا
ہے اون سے اس نام کی وجہ تسمیہ خود تیمور اعظم ہے جس نے اون کو اس جرم کی پاداش مین
کہ اونہون نے اوس کی مان کو جو حج کرنے گئی تہی لوٹ لیا تہا فرط غیظ وغضب سے جلاوطن
کرکے یہان لاکر بطور رعایا ایک سید کے حوالے کردیا جسکے ساتہہ اوس نے اپنی بیٹی کا عقد بہی
کیا تہا - تیموریون کی بستیان خراسان کے دوسرے حصون علی الخصوص نواح نیشاپور اور
سبزوار مین بہی پائی جاتی ہین لیکن اون کا اکثر حصہ ان تین سرحدی اضلاع مین جن کا

ذکر کیا جا رہا ہے آباد ہین۔ دولت ایران نے اپنی کوتاہ اندیشی اور سختی و زیادتی کی وجہ سے دوسری خانہ بدوش قومون کی طرح اس قوم کو بھی اپنی طرف سے بددل کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایران کو اس نواح مین خود اپنے زرخرید سپاہیون کی طرف سے ویسا ہی کھٹکا لگا ہوا ہے جیسا کہ رومتہ الکبری کو اپنی گاتھ اور گال قوم کی فوجون کی طرف سے تہا۔ اس موقعہ پر یہ اِبزاد کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ ہزارائیون اور جمشیدیون کی طرح تیموری بھی سنی مسلمان ہین۔

قائن

اوپہین میں:

اور آگے بڑہ کر جانب جنوب قائن کا وسیع اور ممتاز ضلع واقع ہے جس مین دس بلوق یعنی تعلقداریان ہون گی اور جو اوس صحرا تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے جو خراسان کو کرمان سے جدا کرتا ہے۔ قائن کا حاکم ایک عرب امیر ہے جس کے خاندان مین یہان کی حکومت متوارث چلی آتی ہے۔ جنوبی سرحد ایران پر جس قدر سردار ہین اون مین حاکم قائن کو وہی درجہ و اعزاز اور طاقت حاصل ہے جو شمال مین بجنورد اور کوچان کے ایلخانیون کو حاصل ہے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حاکم قائن کو ان دونون پر تفوق ہے۔ موجودہ حاکم میر عالم خان دولت ایران کے وابستگان مین غالباً سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ اِس وقت اوس کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہوگی۔ ارادہ کی تصمیم اور سخت گیر ہونے کے باعث اوس کی دہاک بندہ گئی ہے اور اوس نے اپنے علاقہ کے غارتگرون اور لٹیرون کے جتھون اور علی الخصوص افغانون اور بلوچیون کے گروہون کا جو بلا خوف و تعرض اِس نواح کو آکر برباد کر جایا کرتے تھے پوری طرح سے قلع قمع کر دیا ہے

وہ اس درجہ طاقتور ہے کہ حکومت عالیہ بھی اوس کے معاملات مین نہایت احتیاط کے ساتھہ دست اندازی کرتی ہے۔ سنہ ۱۸۷۲ء مین جب مسئلہ سرحد سیستان کے تصفیہ کے لئے کمیشن بیٹھا تو میر عالم خان ہی گورنر تھا اور سر الیف۔ گولڈ اسمتھ سے وہ کچھہ زیادہ اخلاق کے ساتھہ نہین پیش آیا۔ لیکن چونکہ خود اوس کے علاقہ کا رقبہ اوس وقت معرض خطر مین تھا کیونکہ سیستان اوس صوبہ کا ایک حصہ ہے اس لئے اوس کی کج رخی کو ایک حد تک حق بجانب قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس واقعہ کے بعد سے وہ اون تمام انگریزون کے ساتھہ جو ادہر سے گزرے ہین ملاطفت اور مدارا سے پیش آتا رہا ہے۔ اوسے ایک پر شکوہ خطاب حاصل ہے جو شاہ نے اوسے عطا کیا ہے اور سپاہ ایران مین اوسے امیر تومان یعنی میجر جنرل کا درجہ حاصل ہے۔ دولت عالیہ کے ترفع اور تفوق کی علامت ایرانی توپخانہ کا ایک حصہ ہے جو بیرجند کے قلعہ مین مامور ہے (سنہ ۱۸۹۱ء مین میر عالم خان کا انتقال ہوگیا)۔

آبادی اور دار الحکومت

اس علاقہ کے باشندون کی تعداد جو ایرانی اور عربی الاصل ہین آسی ہزار سے کم نہ ہوگی سابق مین دار الحکومت قائن تھا مگر اب بیرجند مین منتقل کردیا گیا ہے۔ بیرجند کا شہر قائن سے بڑا ہے۔ اس کے گرد شہر پناہ نہین۔ آبادی چودہ ہزار ہے۔ کرنیل اسٹوارٹ کا بیان ہے کہ افیون یہان بافراط پیدا ہوتی ہے اور خرچ مین بہی کثرت ہی کے ساتھہ لائی جاتی ہے چنانچہ صدہا لوگ یہان ہر سال

کثرت استعمال سے مر اکرتے ہین[1]۔ قاین اور سیستان سے ملاکر امیر سات سو سوار اور دو پیدلون کی پلٹنین دولت عالیہ کے لئے بہم پہونچاتا ہے۔ یہ دونون پلٹنین یکے بعد دیگرے بھرتی کیجاتی ہین۔ جب ایک سیستان مین خدمت پر مامور کی جاتی ہے تو دوسری برجند مین رخصت کردیجاتی ہے۔

سیستان

جیسا کہ مین اوپر بیان کر چکا ہون سیستان صوبہ قائن کا ایک بلوق یعنی ضلع یا تعلقہ ہے۔ یہان کا حاکم امیر قائن کا ایک نائب ہے جس کا مستقر نصرت آباد ہے۔ ۱۸۵۹ء مین

[1] دیکھو ایک نہایت ہی دلچسپ مضمون جو کرنیل سی۔ ای۔ اسٹوارٹ نے ''دی ہرات ویلی اینڈ دی پرشین بارڈر فرام دی ہری روڈ ٹو سیستان'' (وادی ہرات سرحد ایران از ہری رود تا بہ سیستان) کے عنوان سے لکھا ہے اور جو ''پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرافیکل سوسائٹی'' (سلسلہ جدید) بابت ۱۸۸۶ء جلد آٹھ جلد ہشتم مین صفحات ۱۳۷ الی ۱۵۶ مین مندرج ہے + قاین کا حال کمیشن مامورہ تصفیہ سرحد سیستان (۱۸۷۲ء) نے لکھا ہے۔ (اکرنیل ایون اسمتھ ''ایسٹرن پرشیا'' (مشرقی ایران) جلد اول۔ صفحات ۳۳۶ الی ۳۴۳ + ۲۔ ایچ ڈبلیو۔ بیلیو۔ ''فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس'' (از اٹک تا بہ دجلہ) صفحات ۳۲۰ الی ۳۲۲ +) سر سی۔ میگگریگر نے بھی اپنی کتاب ''جرنی تھرو خراسان'' (سفر خراسان) مین صفحہ ۱۶۱ و ۱۶۲ پر قائن کا حال لکھا ہے۔ برجند کے حالات کے لئے انہین مصنفین کی کتابون کے صفحات ملحقہ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

خراسان کی کل مالگزاری مین سیستان نے بہ قدر [illegible] تومان ([illegible] پاؤنڈ) نقد اور ۲۴۰۰۰ (۶۹۵۷ ٹن) غلہ کے حصہ لیا - لیکن سیستان کی بحث مین بجائے خود جداگانہ طور پر اسقدر سیاسی تجارتی - اور حربی مسائل شامل ہین کہ مین اون کے لئے ایک علیحدہ باب وقف کرون گا جس مین اس کی گزشتہ تاریخ اور آیندہ حالت سے بحث کی جائے گی - سیستان کے جنوبی و شرقی گوشہ پر پہونچ کر خراسان کی حد ختم ہو جاتی ہے - یہان سے وحشت زا دشت لوط شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد ہم صوبہ ایرانی بلوچستان مین پہونچتے ہین - اس صوبہ کے حالات اس کتاب کی تیسری جلد مین بیان کئے جائین گے -

روس کے سیاسی دائرۂ اثر کی توسیع

جس سرحدی علاقہ کے حالات مین درۂ ذوالفقار سے سیستان تک بیان کرتا ہوا چلا آرہا ہون (جیسا کہ مین ظاہر کر چکا ہون یہ وہ سرزمین ہے جس مین ایسی قومین آباد ہین جن کی نہ اصل ایرانی ہے نہ زبان ایرانی اور جنہین ایران کے ساتھہ کوئی ہمدردی نہین) اوس مین روس نے اپنے سیاسی رسوخ کی توسیع کا ارادہ مصمم کر لیا ہے - چونکہ وہ ایرانیون کے شیعی عقائد کے خلاف سنی مسلمانون کی حمایت کا دم بھرتا ہے اس لئے وہ گویا اون کے متعصبانہ جذبات کا ہمداستان بن کر اون کو اپنے ساتھہ مانوس

کرتا ہے[1] اون کی بے قاعدہ فوجی جمعیت سے اوسے کسی زمانہ مین چل کر بیش قیمت کمک پہونچنے کی توقع ہے ۔ چونکہ اون کی آبادی کا موقعہ ایسا ہے کہ ہرات کا ایک پہلو اور دریائے ہلمند تک کا علاقہ اوس کی زد مین ہے اِس لئے روس اون کی تسخیر قلوب کو اِس بات کا ذریعہ سمجھتا ہے کہ وہ افغانستان کو گزند پہونچانے کی دہمکی دے سکے اور ہندوستان و بلوچستان کی سرحد کے زیادہ قریب پہنچ جائے ۔ سیستان کو جو مشہد اور سمندر کے وسط مین واقع ہے روس زیادہ تر رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے کیونکہ اوسے یہ معلوم ہے کہ اس علاقہ کا کسی رقیب طاقت کے قبضہ مین آجانا خراسان مین اُس کے کامل تفوق کے امتناع کا آغاز ہوگا ۔ روسی دیسی اقوام کے پرچہ نویس تربت شیخ جام ۔ خاف اور قائن مین متعین ہین ۔ روسی کارپردازون کی نسبت اس علاقہ مین اپنے طور پر مصروف تحقیقات ہونا سننے مین آیا ہے اور یہ ایک کہلی ہوئی بات ہے کہ انگریزی سرحد کی سمت مین جو غیر معروف اضلاع واقع ہین اُن کے متعلق ذرا ذرا سی خبرون کے بارے مین بہی روسی حکام اضطراب آمیز دلچسپی ظاہر کرتے ہین ۔

[1] ۱۸۸۲ء مین ماوراء النہر کے نو ترکیب وادہ صوبہ کے گورنر نے عاشق آباد مین اس مضمون کا اعلان تک جاری کر دیا کہ اٹک کے علاقہ مین سنی مسلمانون کے دیہات کا تعلق روس سے ہے اور وہ آیندہ ایران کو کسی قسم کا خراج ادا نہ کرین ۔ چونکہ اس سے ان دیہات کے باشندون کا بار محصول بہت کچھ ہلکا ہونا متصور تہا اسلئے بہت سے گاؤن ایسے تہے جنہون نے اشتیاق کے ساتہہ اِس موقعہ سے فائدہ اوٹہایا ۔ اب جنوب کی طرف بہی روس عارضی طور پر اسی حکمت عملی سے کام رہا ہے ۔

دوسرے الفاظ مین گویا خراسان کے پورے دور پر شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی سمت مین مسلسل طور پر ایسے مقامات واقع ہین جہان روسی دست اندازی - اثر یا سازش مستعدی کے ساتھہ اپنا کام کر رہی ہے - غرضکہ جو جال روسیون نے اس نواح مین پھیلایا ہے اوسمین اون کے شکار کا پھنسنا یقینی ہے - استرآباد - کوچان - قلات - سرخس - خاف اور سیستان وہ متعدد مقامات ہین جہان روس اپنی پیشقدمی کے پیش خیمے قایم کر رہا ہے اور بعید از قیاس نہین کہ انجام کار یہی مقامات اوس کے لئے داخل ہونے کے دروازے بن جائین - نقشہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اور روس کے ماوراء النہر کے موقعہ کو مدنظر رکھنے سے جو تین سو میل تک خراسان - کی شمالی سرحد کے ساتھہ ساتھہ ملا ہوا چلا گیا ہے واضح ہوگا کہ جو موقعہ ایک زبردست طاقت کے قریب ہونے کے باعث جس کے قبضہ مین پہاڑ ہوتے بہت ہی نازک ہو جاتا اوسے ایران جیسے کمزور اور دب جانے والے ہمسایہ کی نزدیکی کی وجہ سے اوس نے اپنے بیحد مفید مطلب بنالیا ہے -

ماوراء النہری ریلوے کا اثر

روس کی فتح ماوراء النہر اور اوسکے بعد اوس کا سرحد ایران کے بیرونی حصے کے ساتھہ ساتھہ صحرا مین ریلوے کا قایم کرنا ایسے واقعات ہین جنہون نے مسائل تدبیر ملکی پر قوی اثر ڈالا ہے اور جو آگے چل کر اوسکے ہمسایون کی سیاسی قسمت کے فیصلہ مین بہت بڑا حصہ لینگے - لیکن یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکو وسعت کے اعتبار سے ایک

ایسے باب کے موضوع سے چندان تعلق نہین جسے مملکت ایران کے فقط ایک ہی صوبہ سے بحث ہے۔ اور اِس لئے مین اس بحث کو ایک آئندہ باب پر ملتوی کرتا ہون جسمین ایران کے متعلق روس کے طرز عمل اور روز افزون اثر کے مسئلہ سے جسکا جرنیل انینکاف کی ریلوے ہمیشہ ایک مہتم بالشان جزو قرار دی جاسکتی ہے کامل طور سے بحث کی جائے گی۔[۱]

اندرونی اضلاع

قبل ازانکہ مین خراسان کے سیاسی مباحث سے قطع نظر کرون مین ایک دفعہ اور صوبہ کی انتظامی تقسیم ناظرین کے سامنے پیش اور جو اطلاع مین سرحدی صوبہ جات کے متعلق درج کر چکا ہون اوسمین خراسان کے اندرونی اضلاع کی مختصر کیفیت ایزاد کرنا چاہتا ہون۔ یہ اضلاع دو قسمون مین منقسم ہو سکتے ہین۔ ایک تو سرحدی اضلاع کی اندرونی قطار اور ایک وہ اضلاع جنہین سرحد سے کوئی تعلق نہین ہے۔

طبس

جنوب سے شروع ہو کر جہان ہم نے سیستان کا ذکر چھوڑا تھا اور قائن کے خط متوازی کے قریب سے اندرونی سمت مین روانہ ہو کر ہم صوبہ طبس مین پہونچتے ہین۔ اس کی سرحد جانب جنوب صوبہ یزد سے ملتی ہے جہان سے یہ دو سو میل کے فاصلے پر واقع ہے طبس کے باشندے کچھ تو عرب ہین اور کچھ ایرانی ہین اور اون پر ایک سردار حکومت کرتا ہے جسکے خاندان مین یہان کی سرداری موروثی چلی آئی ہے۔ اوسے بھی

[۱] دیکھو اس کتاب کی جلد چہارم باب سی ام۔

وہی اقتدارات حاصل ہین (گو وہ ایسا طاقتور نہین) جو کہ اون خانون - ایل خانیون اور امیرون کو حاصل ہین جنکا ذکر پیشتر کیا جاچکا ہے - خان طبس کا نام مرزا محمد باقرخان ہے اور اوسے عماد الملک کا خطاب حاصل ہے - اگرچہ یہ نہین کہا جاسکتا کہ فوجی کمک بہم پہونچانے یا ذاتی طور پر رفیع اور ممتاز ہونے کے اعتبار سے اوسپر عماد الملک کا لقب موزون طور سے صادق آتا ہے - یہ علاقہ وسیع مگر افلاس زدہ ہے اور باشندے بے شر اور صلح پسند ہین اور اب یہان اوس صورت حالات کا کوئی سراغ نہین ملتا جسے ملکم نے اٹھارہوین صدی کے اختتام پر یہ کہکر بیان کیا تہا کہ یہان کے سردار عملی لحاظ سے خود مختارانہ طور پر حکومت کرتے ہین اور اون کی رعایا بہادری اور جرات کے لئے مشہور ہے۔[۵۱]

ترشیز[۵۲]

طبس کے شمال مین ترشیز کا قلیل الرقبہ ضلع واقع ہے - یہان بہی زیادہ تر عرب لوگ آباد ہین - اور یہ ایک حاکم کے ماتحت ہے جو گورنر جنرل مشہد کے تابع ہے - ترشیز میوہ کے لئے مشہور ہے جو بے نظیر ہوتا ہے - اسکے علاوہ ریشم یہان بہت اچھا ہوتا ہے -

---

[۵۱] دیکھو تاریخ ایران مصنفہ ملکم - جلد ثانی صفحات ۱۴۳ و ۱۴۴ - اوسوقت میر حسین خان وہان کے زبردست حکمران عرب خاندان کا سردار تہا - اور اگرچہ آبادی اِس علاقہ کی صرف تیس ہزار تھی تاہم دو ہزار سوار اور چھہ ہزار پیدل کی فوج اوسکے پاس تہی -

[۵۲] ملا نورالدین ظہوری جو بیجاپور کے سلطان عادل شاہ کے دربار کا ملک الشعرا تھا اور جسکی سہ نثر فارسی کتب درسیہ کے منتہیات مین شامل ہے ترشیز ہی کا رہنے والا تھا - مترجم

جب گیلان مین ریشم کے کیڑون مین بیماری پھیلنے کی وجہ سے وہان کے ریشم کا بیوپار برباد ہوگیا تھا تو ایک فقط ترشیز ہی ایسا مقام تھا جہان یہ بیماری پھیلنے نہین پائی تھی۔ یہان فیروزے کی کانین بھی ہین مگر فیروزہ نیشاپور کے فیروزے جیسا خوش رنگ و خوش آب نہین ہوتا۔

تربت حیدری

ترشیز حقیقت مین اضلاع اندرونی کی تیسری صف مین واقع ہے نہ کہ دوسری مین۔ کیونکہ اسکے اور تربت شیخ جام کے درمیان ضلع تربت حیدری واقع ہے جو اصول فن حرب کے رو سے باین اعتبار اہم و ممتاز ہے کہ یہ پیشقدمی کے اوس خط پر واقع ہے جو ایک حملہ آور فوج ہرات سے براہ خاف مشہد کی طرف سیستان اور دارالحکومت کے باہمی سلسلہ تعلقات کے منقطع کرنے کی غرض سے اختیار کرے۔ اسمین زیادہ تر قرائی قبیلہ کے ترک آباد ہین اور کسیقدر بلوچی بھی ہین۔ سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ یہ صوبہ ایک حیرت انگیز حکمران اسحٰق خان نامی کی مساعدت سے دولت وطاقت کی معراج پر پہونچ گیا تھا۔ اسحٰق خان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ فن تجارت مین بھی اوسے ایسی ہی دستگاہ حاصل تھی جیسی کہ فن سپہگری مین اور علم و فن مین بھی وہ ایسا ہی باکمال تھا جیسا نظم گستری مین وہ اپنے نیم خود مختار صوبہ سے ایک لاکھ پاونڈ کی مالگزاری تحصیل کرتا تھا[1]

[1] ملکم اپنے تاریخ ایران کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۴۷ مین لکھتا ہے کہ تربت حیدری کی آمدنی اس زمانہ مین ایک لاکھ تومان تھی جسکے دو لاکھ پاونڈ ہوتے ہین۔ مگر چونکہ اوسنے بسا اوقات دوسرے مقامات پر تومان کو ایک پاونڈ کے مساوی قرار دیا ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ میزان ثانی الذکر کی تنصیف کردی جائے۔ لیکن غالباً یہ اندازہ بھی مبالغہ آمیز ہے

اپنے اکثر ہمسایون کی طرح تربت حیدری کے باشندے بھی اپنی جنگجوئی اور آزادی کے زمانے کو خیرباد کہہ چکے ہین اور اب اونکو ایرانیون نے پوری طرح سے مطیع ومنقاد بنالیا ہے۔ ترشیز کی طرح اس علاقہ مین بھی شہتوتون اور دوسرے میوہ دار درختون کے جھر مٹون کی افراط ہے لیکن ترکمانون کی غارت گری اور اوس بڑے قحط نے جو ایران کی تاریخ مین مشہور ہے اسے برباد کرڈالا۔ ترشیز اور تربت حیدری دونون ملکر دو پلٹنین خراسان کی فوجی طاقت مین اضافہ کرتی ہین۔ اس کا عنقریب ذکر کیا جائے گا۔

نیشاپور اور سبزوار

ایران کے دو اندرونی بلوق (اضلاع) جنہین دوسرے درجے مین بھی سرحدی مسائل سے کوئی تعلق نہین نیشاپور اور سبزوار ہین۔ ان دونون اضلاع کی گورنری کی خدمت بڑے آرام کی ہے اور علی العموم شاہی خاندان کے کسی رکن کو عطا کی جاتی ہے۔ نیشاپور کا گورنر اسوقت رکن الدولہ کا چچا زاد بھائی ہے اور سبزوار اوس کے سب سے بڑے بیٹے کے زیر حکومت ہے مین جب مشہد سے سفر کرتا ہوا طہران کو جاؤن گا تو اونکے دارالحکومتون مین داخل ہوتے وقت اونکے ذاتی حالات بھی کسیقدر بیان کرون گا۔ ان دونون اضلاع مین سے ایک بھی ایرانی فوج کے لئے کمک کے طور پر کوئی جمعیت بہم نہین پہونچاتا اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۶۸ء مین شاہ کجکلاہ کے یہان آنیکے بعد سے ان دونون مقامات کو خاص طور سے مستثنےٰ کر دیا گیا ہے۔

شاہرود وبسطام

بالآخر ہم شاہرود و بسطام کے وسیع اور مشمول ضلع مین واپس آتے ہین جس کا ذکر استرآباد

کے حالات بیان کرتے وقت مین ایک حاشیہ مین پیشتر درج کرچکا ہون - یہان کا حاکم فتح علیشاہ کا بیٹا ہے جو اپنے بھائیون مین ایک ہی باقی رہ گیا ہے - شاہ رود بسطام کو استرآباد سے صرف البرز جدا کرتا ہے - اب میرا کام ختم ہوگیا ہے کیونکہ مین خراسان کا دورہ تمام کرچکا ہون اور اِس نہائت ہی اہم صوبے کی انتظامی شاخون مین سے ہرایک کا حال بیان کرچکا ہون -

خراسان کی کل فوجی طاقت

قبل اسکے کہ مین اپنی بحث کی اِس شاخ کو ترک کرون مین خراسان کی مجموعی فوجی طاقت کی میزان درج ذیل کرنا چاہتا ہون - گوکہ ضمنی طور پر جابجا مین نے اسکی اکثر مدات کا پیشتر حوالہ دیا ہے - اس اندازہ مین مقامی جمعیتین یعنی تمام قلیچیون (توڑے دار بندوقون والے سپاہی وغیرہ) کی تعداد شامل نہین جو بوقت جنگ ضرورت کے پورا کرنیکے لئے بھرتی کی جاسکتی ہین بلکہ مستقل فوج شامل ہے جو چند روز کے عرصے مین بہم پہونچا کر میدان جنگ مین بھیجی جاسکتی ہے -

پیدل فوج (سرباز یعنی فوج باقاعدہ)

۱- معمولی شاہی رجمنٹین

دو رجمنٹین قرائی ترکون کی جو ترشیز اور تربت حیدری مین بھرتی کی جاتی ہین اور جن مین آٹھہ آٹھہ سو جوان ہین - ۱۶۰۰

دو رجمنٹین جو بجنورد مین بھرتی کی جاتی ہین اور جن مین آٹھہ آٹھہ سو جوان ہین ۱۶۰۰

(ان چارون رجمنٹون مین سے صرف دو کو وقت واحد مین کام مین لایا جاتا ہے - باقی کی دو رخصت کردی جاتی ہین)

۲- غیر معمولی شاہی رجمنٹین

چار رجمنٹین جو بالعموم آذربائیجان مین بھرتی کی جاتی ہین اور جنمین سے تین مشہد مین متعین رہتی ہین - فی رجمنٹ آٹھ سو جوان ۳۲۰۰

میزان ۶۴۰۰

رسالہ (زیادہ تر اجورہ وار)

بیقاعدہ (یعنی جو قابل خدمت ہین مگر معرض نقل و حرکت مین نہین لائے گئے)

تیموری اور تربت شیخ جام	۰۲۵
جمشیدی	۳۰۰
ہزارہی	۴۵۰
ظفران لوکرد (ماتحت ایلخانی کوچان)	۶۰۰
شاہ دلو کرد } ماتحت ایلخانی بجنورد	۵۰۰
گوکلان ترکمان } ماتحت ایلخانی بجنورد	۳۰۰
درگز (ترک)	۱۰۰
قلات نادری	۱۵۰
قاین اور سیستان	۷۰۰
طبس	۱۵۰
مختلف شہر و دیار (سبزوار وغیرہ)	۴۰۰

میزان ۴۶۷۵

توپ خانہ ۔ " " " " ۴۰۰

(بیس آسانی سے حرکت مین لائی جانے والی جنگی توپین مشہد کے ارک مین ہین

دو قلات مین اور چھہ توپین سرخس کے برجون پر چڑھی ہوئی ہین)

پیدل " " " " " ۶۴۰۰

سوار " " " " " ۴۶۷۵

توپ خانہ " " " " " ۴۰۰

میزان کل ۱۱۴۷۵

میزان ر

غرض یہ ہے خراسان کی مجموعی فوجی طاقت جو میرے سُننے مین آئی ۔ اگر ٹھیک طرح سے اسے قواعد سکہائی جاے اور اسکے افسر معقول ہون تو یہ ایک عمدہ فوج ہو سکتی ہے لیکن اسکی موجودہ حالت ایسی ہے کہ ممکن نہین کہ اِس کا ذکر کیا جاے اور لب تک تبسم نہ آنے پاے

خراسان کی تجارت

مین اب اوس طرز عمل کی طرف متوجہ ہوتا ہون جو برطانیہ کلان اور روس نے تاجرانہ حیثیت سے خراسان مین اختیار کیا ہے ۔ گذشتہ کئی سال سے روس نے باوجودیکہ تجارتی شوق اوس کی قومی خصوصیات کا جزو نہین ہے وسط ایشیا کی منڈیون کو اپنے حیطہ تصرف مین لانے کی آرزو کو دل مین جگہہ دی ہے ۔ یہ شوق جس کا ابتدائی محرک پطیر اعظم تہا روسیون کو اوس شہنشاہ سے ترکہ مین ملا ہے اور اب جس تن دہی سے اِس خیال کی تکمیل عملی صورت مین اِس خطہ مین کی جارہی ہے اوسے اوس کاہلی اور سہل انگاری سے نمایان تضاد ہے جو روسی دوسرے

مقامات مین ظاہر کر رہے ہین - مشرق مین روس کے فن تدبیر مملکت کے اصول موضوعہ کا یہ ایک جزو اعظم ہے کہ تجارتی قبضہ مقدم ہونا چاہیے اور سیاسی قبضہ موخر - اور تجارتی گماشتون اور نائبون کا تقرر - وسائل آمد ورفت ورسل ورسائل کا افتتاح اور مشرقی منڈیون مین آنے یا وہان سے باہر جانے والے مال کی نسبت محصول کے خاص خاص استثناون کا اجرار - اوس کے ایشیائی طرز عمل کی مستقل صورتین ہین - چونکہ خراسان بحیرہ اخضر سے اس قدر قریب واقع ہے جس کی جہازرانی بلامشارکت احدے روسیون کے ید قدرت مین ہے اور اسکے علاوہ ماورار النہر سے بھی ملا ہوا ہے جسے اونہون نے ۱۸۸۱ء مین فتح کیا لہذا تجارتی اغراض کی تکمیل کے لئے یہ ایک نہایت ہی موزون میدان ہے اور اسکی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ گویا روسیون کی تجارتی کامیابی کا منتہا ہے -

انگریزون کی سابق تجارت مشہد کے ساتھ

لیکن قبل ازان کہ مین موجودہ صورت حالات پر امعان کے ساتھ نظر ڈالون مین اس واقعہ کی طرف جو اس ضمن مین ذکر کسی کتاب مین مندرج نہین پایا ناظرین کو متوجہ کیا چاہتا ہون کہ یورپ اور خراسان کے درمیان جس قوم نے سلسلہ تجارت قایم کیا وہ انگریز تھے نہ کہ روسی - ڈیڑھ سو سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ اول اول انگریزی تاجرون نے بحیرہ اخضر سے مشہد تک کی اوس شاہراہ کے افتتاح کی کوشش کی جس سے ہمارے رقیب اب اس قدر فائدہ اوٹھا رہے ہین - ایران کے ساتھ برطانیہ کے تجارتی تعلقات کی داستان پر مین اس سرزمین کی غیر معروف یا فراموش شدہ تاریخ کے ابواب مین سے ایک نہایت ہی حیرت انگیز باب کی حیثیت سے

نظر ڈالتا ہون اور آگے چلکر مین اوس شجاعت اور استقلال کا بھی کچھہ ذکر کرونگا جس سے کام لیکر اوس زمانہ مین جبکہ سوداگرون کو صاحب سیف بھی اوسیطرح ہونا پڑتا تھا جیسے کہ صاحب قلم انگریزی تجارتی کمپنیون کے کارپردازون نے تجارت کے ساتھہ ساتھہ برطانیہ کلان کا علم اور اوس کا پرشکوہ نام آن سرزمینون مین لیجاکر قایم کیا جہان سب کو اپنی جانین معرض خطر مین ڈالنی پڑتی تھین اور اکثر لوگون کی زندگیان جوکھون مین تلف ہوتی تھین - اور جہان سے صحیح و سلامت پلٹ کر آنے والون کے لئے نہ تو اپنے ملک کی طرف سے نعرہ ہاے تحسین بلند ہوتے تھے اور نہ شاہی انجمنون کی طرف سے تمغے ملتے تھے - منجملہ اون خیالات کے جو جان ایلٹن (یہ وہ طباع مگر متلون مزاج انگریز ہے جس نے اٹھاروین صدی کے وسط مین بحیرہ اخضر کی انگریزی تجارت کی اوس تجدید مین جان ڈالکر خود ہی اُسے ضائع کر دیا جس کی تاریخ جوناس ہینوے نے جو خود اِس کارنامہ مین امتیاز کے ساتھہ شریک تہا نہایت شرح و بسط سے قلمبند کی ہے) کے تصور نے پیدا کئے ایک یہ تہا کہ مشہد مین ایک انگریزی کارخانہ قایم کیا جاوے اور استرآباد کی راہ سے لندن کا اونی کپڑا منگاکر خراسان کے دارالخلافہ مین مشرق کی لاتعداد دولت کے معاوضہ مین فروخت کیا جائے - جن امید بہرے لفظون مین اوس نے یہ تجویز برطانوی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرس برگ کے سامنے پیش کی تہی اونہین اب ہم کیا ہی بوالعجبی سے پڑہتے ہین -

مشہد سے بخارا تک کی تجارت مین انگریزی تاجرون کو کسی زبردست حریف کی رقابت کا خوف نہین ہو سکتا - جب تک کہ اون کو سلطنت روس مین سے اپنے مال کے لے جانے اور بحیرہ

اخضر مین جہاز چلانے کی اجازت رہے گی اور یہ دونون باتین ایسی ہین کہ شہنشاہ روس اپنے فائدے کے خیال سے رعایاے برطانیہ کلان کے حق مین تسلیم کرے گا اوس وقت تک اس تجارت مین اونکے سامنے کسی اور کی پیش نہ جاسکے گی"[۵۱]

جو واقعات کہ فیاض اور بھولے بھالے روس اور روپیہ پیدا کرنے والے انگلستان کی اس خیالی تصویر کے قالب مین جان پڑنے کو مانع آئے اون کا ذکر مین آگے چلکر کرونگا۔ یہان مین صرف مختصر سی تاریخ اس واقعہ کی بیان کرتا ہون کہ مشہد پر اس کا اطلاق کس صورت سے ہوتا ہے۔ ماہ دسمبر ۱۷۴۳ع مین ہنوے خود کچھ تجارت کا مال لیکر استرآباد تک آیا اور اوس کا قصد تہا کہ اپنے مال کو بذریعہ کاروان مشہد لیجاے لیکن وہ آگے نہ جاسکا کیونکہ اوس کے زمانہ قیام استرآباد مین نادر شاہ کے برخلاف علم بغاوت بلند کیا گیا اور اوس کا مال لوٹ لیا گیا اور قریب تہا کہ وہ خود بھی غلام بناکر ترکمانون کے ہاتھ بیچ ڈالا جاے۔ لیکن روسی کمپنی کے (جو لندن سے تجارت کرتی تھی) دو کارپرداز مشہد پہونچنے مین کامیاب ہوے۔ ان مین سے ایک جسکا نام منگو گرہیم یا گریم تھا واپس آتے وقت ۱۷۴۳ع مین بمقام سمنان مارا گیا۔[۵۲] دوسرا اون میں سے ... نامی دو سال ۲ مہینے تک یعنے ۱۷۴۳ع سے ۱۷۴۵ع تک مشہد مین مقیم رہا مگر اوسے کچھ زیادہ کامیابی نہین ہوئی کیونکہ اوسنے صرف ۵۵۰۰ پاونڈ کی مالیت کا مال بیچا۔ وہ سلامتی کے ساتھ

---

۵۱ دیکھو ہسٹاریکل اکاونٹ آف برٹش ٹریڈ اوور دی کیسپین (بحیرہ اخضر مین انگریزی تجارت کے تاریخی حالات) مصنفہ جوناس ہنوے۔ جلد اول صفحات ۳۷ لغایت ۳۹۔

۵۲ دیکھو (بحیرہ اخضر مین انگریزی تجارت کے تاریخی حالات) مصنفہ جوناس ہنوے جلد اول صفحات ۳۷ لغایت ۳۹

اپنے ملک مین واپس پہنچا لیکن اسکے بعد کسی کو ایسے خطرناک تجربہ کے دہرانے کی ہمت نہ پڑی - اور تین سال کے عرصہ کے اندر اندر ہر ایک انگریزی سوداگر نے اس خیال سے اس سرزمین کو خیرباد کہی کہ جان بچی لاکھون پائے -

حالات ما بعد

مین انگریزی تجارت کے قیام کے متعلق جو پہلی کوشش کی گئی اوسکی تاریخ یہ ہے جو بیان ہوئی - موجودہ صدی (اونیسوین صدی) مین دارالخلافہ کے طہران مین منتقل ہو جانے - وسائل آمد و رفت اور رسل و رسائل کے متعلق زیادہ طمانیت اور سمت جنوب مین خلیج فارس سے بندر عباس کی راہ کے افتتاح مکرر کی وجہ سے مشہد ایک دفعہ پھر برطانوی یا انگریزی و ہندی تجارت کے دائرۂ اثر مین آگیا ہے - حالانکہ روس کو بھی شمال کی طرف متواتر دست اندازیون کی وجہ سے اس نواح مین کچھہ کم فائدہ نہین پہونچا ہے - سیاحون نے وقتاً فوقتاً روسی تجارت کا اس علاقہ مین[1] روز افزون ترقی کرنا بیان کیا ہے

---

[1] اس کا مقابلہ کرنیل ویلنٹائن بیکر کی کتاب ”کلاوڈز ان دی ایسٹ“ (گھٹا مشرق مین) کے صفحہ ۲۰۵ سے کرو جسمین وہ کہتا ہے کہ ”وسط الیشیا کی کل تجارت بتدریج روس کے ہاتھون مین چلی جارہی ہے“ ای - اوڈونون کی کتاب ”دی مرو اوسس“ (گلشن مرو) بھی اس بارہ مین دیکھنی چاہئے - اس کتاب کی جلد اول مین صفحہ ۳۸۰ پر وہ کہتا ہے - ”روس کامل طور سے یورپ کے مال مین مشہد کی تجارت کا مالک ہے - البتہ کسی قدر شکر مارسیلس سے آتی ہے - اونی اور سوتی کپڑے - چینی کے ظروف - کانچ کی کشتیان - لیمپ اور دوسری یورپ کی بنی ہوئی چیزین یہ سب روسی ساخت کی ہین“

اور یہ خیال بادی النظر مین حق بجانب معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی سوداگرون کے ہاتھہ سے
خراسان کی تجارت چند سال سے ایسی نکل گئی ہے کہ اوس کا بہ حال ہونا محال ہے۔

بادی النظر مین روس کا تفوق

بادی النظر مین یہ چونکا دینے والی خبر صحیح معلوم ہوگی - استر آباد سے مشہد تک خراسان مین جتنے ذی امتیاز شہر واقع ہین (مثلاً شاہ رود - سبزوار - نیشاپور - بجنورد - شیروان اور کوچان) اونمین سے کسی ایک کے بازارون مین اگر کوئی شخص جاکر دیکھے تو اوسے روسی اثر کی علامات بدیہی نظر آئین گی - دوکانین روسی ساخت کی انواع و اقسام کے سوتی کپڑون مثلاً لٹھے - خاصے اور چھینٹ وغیرہ - روسی ساخت کی شکر - روسی چینی کانچ اور دہات کے برتنون اور مہذب اور متمدن زندگی کی جملہ ارزان ضروریات سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہین خراسان مین یا تو براہ بندر گز و استر آباد و شاہ رود اور یا براہ عاشق آباد و کوچان داخل ہوکر ان اشیاء کی ایک موج ذخار صوبہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بہتی ہوئی جاتی ہے اور دیسی بازارون مین کسی غیر ملک کی ساخت کی اگر کوئی چیز مقابلہ کے لئے سر اوٹھاتی ہے تو اوسکو غرقاب کر دیتی ہے - فرانسیسی شکر مارسلیس سے براہ بمبئی منگوائی جایا کرتی تھی - اب یہ تجارت بھی مسدود ہوگئی اور قند یا بورے کی قسم سے کوئی شکر سوائے روسی شکر کے یہان دیکھنے مین نہین آتی - روسی مٹی کا تیل جو باکو سے آتا ہے تمام بازار مین بکتا ہے ۱۸۸۸-۹ء مین ۳۶۰۰۰ پاونڈ کی مشہد مین درآمد ہوئی - لیمپ - جھاڑ - ہانڈیان - بلورین آویزون کے شمعدان - کشتیان - شیشے کے آبخورے - گلاس - سماور - چاءدانیان طشتریان

تانبے - ارزان قسم کی چھریان - کانٹے اور چاقو سب روسی ساخت کے ہین اور سرسری نگاہ سے دیکھنے والے کو انہین دیکھکر یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ کل ضروریات زندگی کے بہم پہونچانے کا ٹھیکہ روس ہی نے لے لیا ہے -

ایرانی شمار اعدادی

مین مشہد مین تہا تو مین نے روسی و انگریزی و ہندی تجارت کی جدا جدا مقدار قیمت کی حتی الامکان صحیح کیفیت کے دریافت کرنیکی خاص طور پر کوشش کی - اور جن لوگون کو ان معاملات مین رائے زنی کا بہترین استحقاق تہا اور جن مین زیگلر و کمپنی (یہ ایک ہی یورپین تجارتی کوٹھی ہے جو یہان قایم ہے) کا ایجنٹ بھی شریک تہا اون سے اس بارہ مین استفسار کیا - یہ امر محتاج بیان نہین کہ ایران مین حصول شمار اعدادی قریب قریب ناممکن ہے اور جو اعداد کہ بعد از وقت بسیار ملتے بہی ہین وہ بسا اوقات ناقص یا غلط ہوتے ہین - تجارت کی مجموعی مقدار کے متعلق جو اندازہ ایران مین کیا جاتا ہے وہ اکثر صورتون مین چُنگی خانہ کے نقشہ جات پر مبنی ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ استقرار کی یہ بنا رلازمی طور پر قابل اعتبار نہین ہوتی - یورپین سوداگرون یا اونکے گماشتون سے اگر اعداد کے متعلق کوئی استفسار کیا جاے تو وہ اطلاع مطلوبہ کے بہم پہونچانے مین دریغ نہین کرتے لیکن دیسی سوداگر یا تو اپنا حساب بتانا چاہتے ہی نہین اور یا حساب سرے سے رکھتے ہی نہین - اس لئے جو اعداد کہ اب مین درج کیا چاہتا ہون نہ تو وہ اور ایسے حسابات جیسے سرکار انگریزی کے عہدہ دارون نے شایع کیا ہے خراسان کے متعلق ایران کے دوسرے حصون کی طرح صحیح متصور ہو سکتے ہین - البتہ

ان اعداد کو تخمیناً صحیح قرار دیا جا سکتا ہے۔

جو کیفیت مجھے مشہد مین معلوم ہوئی

مشہد مین جن لوگون کی زبانی مجھے وہان کے حالات معلوم ہوے اونہون نے مجھے یقین دلایا کہ اگرچہ خراسان مین باعتبار کمیت روسی مال تجارت بڑہا ہوا ہے لیکن کیفیت وقیمت کے لحاظ سے ابھی تک انگریزی مال کو اوس پر تفوق حاصل ہے۔ سستا مال جو ہر جگہ نظر آتا ہے اور تمام خوردہ فروشش سوداگرون کی دوکانون مین بھرا پڑا ہے سب کا سب روس سے آتا ہے اور اوس کے ساتہہ مقابلہ نہین ہو سکتا۔ لیکن زیادہ قیمتی مال درآمد جو خراسان مین کچہہ تو مغرب کی طرف سے براہ تبریز و طہران و شاہ رود۔ مگر زیادہ مقدار مین جنوب کی طرف سے براہ بندر عباس و کرمان آتا ہے وہ برطانوی یا انگریزی و ہندی الاصل ہوتا ہے اور پاونڈون مین حساب لگانے سے یہ بات ثابت کی جا سکتی ہے کہ اوس وقت مشہد کی تجارت جس قدر کہ بمبئی کے ساتہہ تہی اوسکی مالیت تمام روس کی تجارت سے زیادہ تہی۔ مثلاً مشہد کا محصول چنگی ۱۸۸۸ء مین (یعنے وہ محصول جو مال تجارت درآمد شدہ پر لیا گیا) گورنمنٹ سے پچاس ہزار تومان (۳½ تومان = ۱ پاونڈ)[1] کے معاوضہ مین خرید لیا گیا تہا اور یہ اندازہ لگایا گیا تہا کہ اس مین سے تیس ہزار تومان اوس مال پر لگایا جائے گا جو بندر عباس سے آتا ہے اور بیس ہزار تومان باقی کے تمام مال

[1] کو توالی بیان کرتا ہے کہ سنہ ۱۸۳۰ء مین مشہد کے محصول چنگی کا ٹھیکہ پندرہ ہزار تومان مین دیا گیا۔ "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (خشکی کی راہ سے ہندوستان تک کا سفر) جلد اول صفحہ ۲۹۱۔

پر جو ایران اور روس سے آتا ہے حالانکہ روس کے مال پر جو محصول لگایا گیا اوسکی مقدار دس ہزار تومان بھی نہ تھی۔

انگریزی قونسل کی رپورٹ

اوس وقت یہ وثوق آمیز دعوے مجھے محتاج توضیح معلوم ہوا لیکن جو تفصیلی کیفیت مجھے قونسل جنرل میکلین کی قابل تحسین تجارتی رپورٹ بابت سنہ ۱۸۹۰ع کے ذریعہ سے معلوم ہوئی اوس سے مین دعواے مسطور کی تشریح اور کئی ایک اعتبار سے اوسکی تصحیح کر سکا ہون۔ یہ پہلی رپورٹ ہے جو مشہد یا خراسان کے متعلق مرتب کی گئی ہے اور مشہد جیسے اہم تجارتی مرکز مین ایک انگریزی قونسل کے موجود ہونے کو بجاے خود حق بجانب ثابت کرتی ہے۔ یہ رپورٹ اُن سفارتی اور تجارتی و مالی رپورٹون کے ایک سلسلہ مین درج ہے جو انگریزی فارن آفس نے جاری کیا ہے۔ اور بلاشبہہ یہ ایک سالانہ سلسلہ کا پہلا نمبر ہوگا۔[۱]

انگریزی اور روسی مال درآمد کی قیمت

اِس رپورٹ سے مجھے معلوم ہوا کہ کل قیمت اوس انگریزی و ہندوستانی مال کی جو سنہ ۹۰-۱۸۸۹ع (ایرانی سال کا شمار اوس زمانہ سے ہوتا ہے جب کہ آفتاب نقطہ اعتدال ربیعی پر پہونچتا ہے۔ یعنی ۲۱- مارچ سنہ ۱۸۸۹ع سے ۲۱- مارچ سنہ ۱۸۹۰ع تک) مین خراسان مین لایا گیا ۸۴۳۰۰ پاونڈ اور روسی مال کی مجموعی مالیت ۱۱۰۴۰۰ پاونڈ تھی۔ لیکن اعداد اول الذکر

---

[۱] دیکھو "اینول سیریز" (سلسلہ سالانہ) بابت سنہ ۱۸۹۰ع نمبر ۷۵۳۔

مین یقینی طور پر اوس کالی اور سبز چینی چار کی قیمت کا ایک بڑا حصہ شریک کرنا چاہیے جو بمبئی سے جہاز پر بار ہو کر آئی اور جسے بلاشبہہ انگریزی تاجرون نے چین سے منگوایا۔ اِس چینی چار کی مجموعی قیمت ۳۳۰۰۰ ۴ تومان یا ۱۴۱۲۲۳۷ پاؤنڈ تھی۔ لیکن یہ تقریباً کل کی کل بخارا اور خیوہ وغیرہ کو جاتے وقت مشہد مین سے ہو کر گذرتی ہے۔ خراسانی مذاق ہندوستان کی کالی چار کو زیادہ پسند کرتا ہے جسکی درآمد مالیتی ۱۲۰۰۰ پاؤنڈ اوس انگریزی و ہندوستانی مال درآمد کی مجموعی مقدار مین بیشتر شامل کی جا چکی ہے۔ چینی چار کی قیمت کے ایک بڑے حصہ کے اِس مین شریک کر دینے سے وہ ابہام رفع ہو جاتا ہے جو بصورت دیگر میرے اطلاع دینے والون کے بیانات مین پایا جاتا ہے۔

انگریزی و ہندوستانی تجارت کے راستے

یہان مین کچھ دیر ٹھہر کر اون آسانیون پر غور کرون گا جو یورپ کی رقیب طاقتون کو ایک دوسری کے مقابلہ مین خراسان مین حاصل ہین۔ برطانوی یا انگریزی و ہندوستانی مال درآمد کی راہین نام کو تو تین ہین لیکن عملی لحاظ سے صرف دو ہین۔ پہلی راہ وہ دور و دراز خشکی کی راہ ہے جو ترکی بندرگاہ ترابزان سے جو بحیرہ اسود کے ایک گوشہ مین واقع ہے شروع ہو کر طہران اور تبریز کو طے کرتی ہوئی آتی ہے۔ اِس کی مسافت پندرہ سو میل ہے اور سفر کاروان اونٹ پر چار مہینے مین طے ہوتا ہے[لہ]۔ دوسرا راستہ بندر عباس واقع ساحل خلیج فارس سے مشہد کو آتا

لہ ترابزان سے مشہد تک ہر لدے ہوے اونٹ کا کرایہ ۲۷½ تومان یعنی ۷ پاؤنڈ ۱۰ شلنگ اور بندر عباس سے (براہ کرمان) مشہد تک ۹ تومان یعنی ۲ پاؤنڈ ۱۱ شلنگ ۹ پنس ہوتا ہے۔

ہے۔ اس کی دو شاخین ہین۔ نزدیک کی راہ کرمان۔ راہوار نہبند اور تون سے ہوتی ہوئی گزرتی ہے اور ۹۴۰ میل لمبی ہے اور خچر پر ۴۰ اور اونٹ پر ۵۷ دن مین طے کی جاسکتی ہے۔ دور کی راہ یزد مین سے گزرتی ہے کبھی کبھی سوداگر اسے اختیار کرتے ہین اور وہ زیادہ تر اس وجہ سے کہ باربرداری کے حاصل کرنے مین ادہر آسانی ہے اور یزد کے پر رونق بازار مین اونہین مال بیچنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ تیسرا راستہ جو ہندوستانی تجارت کے لئے قریب ترین اور راست ترین ہے ریل کے ذریعہ سے براہ درہ بولان انگریزی سرحد چمن واقع بلوچستان مین اور وہان سے براہ قندہار و ہرات مشہد کو آتا ہے۔ جو ہندوستانی سرحد سے یہ راستہ صرف تیس منزل یا ۶۷۰ میل ہے۔ کسی زمانہ مین یہ راستہ تجارت کی جان ہوتا تھا لیکن امیر افغانستان[لہ] کے تقید اور سختی کی وجہ سے جس نے اپنے ذرایع آمدنی کی توسیع کو حق راہ روی کے بیش قرار اور گرانبار محصول کے مطالبہ پر مبنی قرار دیا ہے کی اور جو اپنے ہمسایون کی آسانی اور تجارتی ترقی کی طرف سے بالکل بے پروا ہے یہ راستہ عملی طور سے بالکل مسدود ہوگیا ہے۔ اول الذکر دو ممکن الاختیار راستون مین سے تربزان کی طرف کے راستہ سے ۱۸۸۹ء مین ۲۳۴۰۰ پاونڈ کی مالیت کا برطانوی مال تجارت اور بندر عباس کی راہ سے انگریزی و ہندوستانی مال (بہ استثنائے چاے چین) ۶۰۸۷۰ پاؤنڈ کی مالیت کا آیا۔

لہ امیر ہر ہنڈرڈ ویٹ (ایک من سولہ سیر) پر ۲ پاؤنڈ ۲ شلنگ اور مزید بران ہر لدے ہوئے اونٹ پر ۲ پاؤنڈ ۷ شلنگ کا محصول لیتا ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کابل کی سڑک پر امیر ہندوستانی مال کے ہر اونٹ کے بوجھ پر جو بخارا کو جاتا ہو ۸۰ روپیہ محصول لیتا ہے۔ یہ حفاظت نہین بلکہ امتناع ہے۔

محصول مال درآمد



برطانیہ کلاں اور ایران کے مابین جو عہد نامہ ہے اوس کی رو سے داخل ہونے کی بندرگاہ یا شہر مین برطانوی مال تجارت پر اصل قیمت کے لحاظ سے صرف پانچ فیصدی محصول لیا جاتا ہے - اس اعتبار سے برطانوی مال پر ترزان سے بلا محصول گذر کر تبریز مین اور انگریزی و ہندوستانی مال پر بندر عباس مین یہ محصول لیا جاوے گا - لیکن چونکہ خراسان مین منزل مقصود یا رستے کے بڑے بڑے شہرون مین انگریزی تاجر نہین ہین اسلئے ایرانی عمال چنگی مقدار واجب الوصول سے کسی قدر زیادہ حاصل کر لیتے ہین اور غیر علاقہ کے مال تجارت کو بھی اوسی طریقہ کے ذیل مین لاتے ہین جو دیسی مال کے متعلق زیر رواج ہے اور جسکی رو سے ہر بڑے شہر مین چیزون پر محصول چنگی لیا جاتا ہے اسی طرح سے برطانوی مال آمدہ ترزان پر تبریز مین ۵ فیصدی کا محصول ادا کرنے کے بعد اوس کو ایرانی تاجرون کے حوالہ کر دینا پڑے گا جو ڈہائی فیصدی کا مزید محصول اس پر خراسان مین داخل ہوتے وقت ادا کرینگے - گویا کہ محصول کی مجموعی مقدار ساڑھے سات فیصدی ہوئی - اسی طرح سے مجموعی مقدار اوس محصول کی جو بندر عباس سے براہ کرمان آنے والے مال پر لگایا جاوے گا تقریباً ساڑھے سات فیصدی اور یزد کے زیادہ پھیر کے راستے سے نو فیصدی ہوگی - اگر منزل مقصود پر یابندگان مال انگریز ہون تو پانچ فیصدی کی شرح مقررہ سے جس قدر زیادہ محصول ہوگا وہ نہ لیا جاوے گا - ایرانی عمال چنگی متعینہ بنادر کی ایک اور تجویز یہ ہے کہ پانچ فیصدی کی مقررہ شرح سے بندر پر

کم محصول لین لیکن رقم وصول نمودہ کی رسید نہ دین تاکہ وہ دوسرے شہرون مین اپنے ہم شغل بھائیون کو نہ صرف اوس کمی کے پورا کرنے کا موقع دین جو پورا محصول نہ لینے کی وجہ سے واقع ہوئی ہو بلکہ بعض دفعہ دوگنا وصول کرا دین -

روسی تجارت کی راہین

یہ ہین وہ مشکلات جو برطانوی یا انگریزی و ہندوستانی تجارت کو اس سرزمین مین پیش آتی ہین- روس کے لئے چار تجارتی راستے کھلے پڑے ہین- (۱) وہ راستہ جو طفلس سے شروع ہو کر تبریز ہوتا ہوا طہران پہونچتا ہے- (۲) راہ رشت و طہران- (۳) از گزتا بہ شاہ رود براہ استر آباد- اور (۴) عاشق آباد سے لیکر کوچان تک کی سڑک جو ماوراء النہری ریلوے سے متعلق ہے- اول الذکر تین راستون کو آخری راستے نے عملی طور سے مسدود کر دیا ہے جو طول مین صرف ڈیڑہ سو میل ہے- اس راستہ کو شروع سے لیکر آخر تک ایک ایسی سڑک کی شکل مین منتقل کیا جا رہا ہے جس پر گاڑی چل سکتی ہے اور مین اپنے سفر کے حالات بیان کرتے وقت پیشتر اس کا ذکر بھی کر چکا ہون[1]- جو عظیم الشان فواید روس کو حاصل ہین اون کی توضیح کی اس مقام پر حاجت نہین- ہم اگر ان فواید کا مقابلہ کر رہے ہین تو اوسکی وجہ محض یہ ہے کہ بعض بڑی بڑی اشیاء درآمد مثلاً چاء اور نیل روس بہم نہین پہونچا سکتا- اس حالت پر انگریزی قونصل نے راے زنی کرتے وقت حسب ذیل

---

[1] ماہ مئی ۱۸۹۱ء مین مجھے معلوم ہوا کہ اس سڑک کے اوس حصہ پر جو کوچان اور مشہد کے درمیان واقع ہے اونٹ خچرون اور گھوڑون کے بجاے اب بھاری بے کمانی کی گاڑیان جن مین دو تین بلکہ چار گھوڑے جتے ہوتے ہین آنے جانے لگ گئی ہین-

تحریر قلمبند کی ہے جسے پڑہکر ہمین ذرا بھی تعجب نہین ہوتا۔

"یہ ظاہر ہے کہ ماوراء النہری ریلوے کا عاشق آباد مین مشہد سے صرف ڈیڑہ سو میل کے فاصلہ پر موجود ہونا اوران شہرون کا عنقریب ایک نہایت عمدہ مکادمی[1] (کنکر کی کٹی ہوئی) سڑک سے ملا دیا جانا ایسے واقعات ہین کہ انگریزی مال تجارت جسے سمندرون کو عبور کرنا اور دور دراز خشکی کے ناہموار راستے طے کرنا پڑتے ہین روسی مال کے ساتھ ایران کے ان علاقون مین بہی مقابلہ کا دعوے اوس وقت تک نہین کرسکتا جب تک کہ ہماری اپنی ریلوے کی اس علاقہ مین توسیع نہ ہوجاے۔

محصول چنگی

روس کو اپنی فوقیت کا حال اچھی طرح سے معلوم ہے اور وہ مالی ساز و باز سے اس تفوق کو اور زیادہ رفیع کرنے کی کوشش کررہا ہے حالانکہ ایسی چالون کو وہ حضرات جنہین انگلستان مین فن سیاست مدن کے ماہر ہونے کا دعوے ہے جایز نہین رکہتے۔ برخلاف اس کے اس قسم کی منصوبہ بازی ممالک غیر اور بالخصوص دولت روسیہ

---

[1] میرے خیال مین اس لفظ کا استعمال یہان غیر موزون ہے کیونکہ مجھے یقین واثق ہے کہ بیچارے مکادم کو اگر قبر مین سے اوٹہاکر عاشق آباد و مشہد کی سڑک پر ڈال دیا جاے تو وہ اپنے ذی وقعت نام کے اس بُرے طور پر تشہیر کیے جانے کے مشاہدہ سے مبہوت رہجاے گا۔

+ جان لاؤڈن مکادم نے جس کا سن ولادت ۱۷۵۶ع اور سن وفات ۱۸۳۶ع ہے اول اول انگلستان مین سنگریزون کی کٹی ہوئی سڑک کے تیار کرنے کے طریقہ کو رواج دیا۔ چنانچہ اس قسم کی پختہ سڑک کو اوسکے نام کے لحاظ سے "مکاڈمائزڈ" کہا جاتا ہے جس کا ترجمہ مینے مکادمی کیا ہے۔ مترجم

کی تجارتی حکمت عملی کا نمایان عنصر ہے۔ روسی مال پر سرحد ایران سے گذرتے وقت پانچ فیصدی کا محصول مقررہ دولت روس کی طرف سے ادا کیا جاتا ہے لیکن ایرانی روئی کی برآمد کو ترقی دینے کے لئے اس کے حق مین بمقابلہ اوس روئی کے جو بحیرہ بالٹک یا بحر اسود کی راہ سے لائی جاتی ہے روس دس فیصدی کی رعایت مرعی رکھتا ہے۔ چنگی کے متعلق ایک فرمان کی رو سے جو ماہ فروری سنہ ۱۸۸۹ء مین شایع ہوا ایرانی مال تجارت پر جو ماوراء النہر جاتا ہے مالیت کے لحاظ سے ڈہائی فیصدی محصول لگایا جاتا ہے۔ لیکن بعد کے ایک فرمان مصدرہ فروری سنہ ۱۸۹۰ء کی رو سے اگر اس قسم کا مال یوروپ کو جانے کی غرض سے ماوراء النہر مین سے گذرے تو عاشق آباد یا ماوراء النہری ریلوے کے کسی دوسرے اسٹیشن سے روانہ کئے جانے کی حالت مین اوس پر کوئی محصول نہین لیا جاتا۔

مال درآمد کی کثیر ترین مقدار باعتبار نوعیت

(۱) انگریزی و ہندوستانی مال

انگریزی و ہندوستانی مال تجارت جو بندر عباس کی راہ سے لایا جاتا ہے اوس کا سب سے بڑا حصہ چین کی چاء کو نکال کر اہی تک چاء ہے۔ یعنی ہندوستان کی سبز چاء مالیتی ۱۴۰،۷ پاؤنڈ (جو زیادہ تر بخارا کو جاتی ہے) اور ہندوستان کی کالی چاء جو خراسان مین پسند کی جاتی ہے۔ اس کے بعد نیل کی باری آتی ہے جس کی مجموعی قیمت ۱۷۰،۱۰ پاؤنڈ ہوتی ہے اور جس مین سے نصف سے زیادہ نیل روسی وسط ایشیا کو

جاتا ہے۔ اس نیل پر جو محصول درآمد لیا جاتا ہے اوس سے وصول محصول کے اوس اقتضای طریقہ کی توضیح ہوتی ہے جس کا ذکر بیشتر کیا جا چکا ہے۔ کیونکہ تین فی صدی محصول بندر عباس مین لیا جاتا ہے۔ ایک فی صدی کرمان مین اور ۲½ فی صدی مشہد مین پہونچنے پر۔ اگر اس کے ساتھہ ڈہائی فیصدی کا وہ محصول جو روس اسپر ماورا رالنہر مین سے گذرتے وقت لگاتا ہے اور ڈہائی فیصدی کا مزید محصول جو خان بخارا اپنی سرحد پر وصول کرتا ہے ملا دیا جاے تو تاتاری دارالحکومت مین پہونچنے تک اسکی قیمت ایسی گرانبار ہو جاتی ہے کہ معمولی چیزون کا شمار بھی بیش بہا لوازم تنعم مین ہونے لگتا ہے۔ خاکی رنگ اور تیز سفید لٹھے۔ چادرین اور قمیصون کے کپڑے۔ روسی مال۔ مقابلہ مین انگریزی ساخت کے زیادہ پسند کئے جاتے ہین اور یہ مال تقریبًا بارہ ہزار پاونڈ کی مالیت کا براہ بندر عباس آتا ہے۔ کشمیری شالین تانبے کی چادرین۔ ٹین اور ادویات اور گرم مصالحہ وہ چیزین ہین جو اس تفصیل کے نمایان حصہ کو تکمیل کو پہونچاتی ہین۔

(۲) برطانوی مال

تبریز اور طہران کی راہ سے سوتی کپڑے اور چینٹین جو اسی قسم کے روسی ساخت کے مال درآمد کے مقابلہ کی تاب لاسکتی ہین آتی ہین۔ انگریزی چاقو اور قینچیان اور چینی اور

لہ وسط ایشیا مین نیل ہر جگہ ریشمی اور سوتی کپڑے رنگنے۔ شیشے پر رنگ چڑہانے اور اون لاجوردی اور سفید کاشی کے کام کی اینٹون پر میناکاری کرنے کے کام آتا ہے جو عمارات مذہبی اور اماکن متعلقہ اغراض دنیاوی کی تزئین کا نہایت نمایان جزو ہین۔

کانچ کے ظروف جو بازارون مین بہت کم دکھائی دیتے تہے لیکن جو اسی راستے سے آتے ہین فوراً ہی بک جاتے ہین باوجودیکہ اسی قسم کی روسی ساخت کی چیزون کے مقابلہ مین اون کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے - اس کے ساتہہ ہی مجہے معلوم ہوا کہ کثرت راے اِس خیال کی موید ہے کہ جن سستے روسی ساخت کے سوتی کپڑون کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے اون کی درآمد حد اعتدال سے متجاوز ہو گئی ہے اور اس مال سے دوکانین اس قدر بہری پڑی ہین کہ جو قیمت اِن چیزون کی دستیاب ہوتی ہے اوسکا نتیجہ سواے مالکون کے نقصان کے اور کچہہ نہین ہو سکتا - روس اور انگلستان مین اشیار تجارت کے باہمی مقابلہ کی خاص نوعیت بلاشبہہ یہ ہے کہ پایداری اور عمدگی کے لحاظ سے تمام انگریزی اشیار روسی اشیار سے بدرجہا بہتر ہین لیکن جو دور و دراز فاصلہ کہ اِن چیزون کو طے کرنا پڑتا ہے اور اِس لئے جو بیش قرار قیمت لازمی چیزون کی لگانی پڑتی ہے اوس کے لحاظ سے یہ قریب قریب ناممکن ہے کہ وہ روسی چیزون سے مقابلہ کر سکین - جب ہم انگلستان و روس کی تجارتی حالتون کا مقابلہ کرتے ہین تو میرے خیال مین تو (قطع نظر اون اشیار کے جن مین روس کو مقابلہ کا دعوے نہین ہو سکتا مثلاً نیل - معدنیات اور چار) یہ بات حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے کہ باوجود اِن تمام مزاحمتون کے برطانیہ کلان کے ہاتہہ مین پہر بہی اِس قدر تجارت موجود ہے - یہ دوسرا سوال ہے کہ آیا یہ تجارت قایم رکھی جاسکتی ہے یا نہین - اور اِس سوال کے اثبات مین جواب دینے مین مجہے تامل ہے -

(۳۱) روسی مال

روسی مال کی کل مقدار قیمتی ۱۱۰۴۰۰ پاؤنڈ مین جو ماوراالنہری ریلوے کے ذریعہ سے لائی جاتی ہے تیسرا حصہ سادہ اور رنگین سوتی کپڑون کا ہے ۔جس مال کی کھپت یہان بتعداد کثیر مین ہوتی ہے اوس مین دوسرا نمبر شکر کا ہے جس نے ہرایک دوسرے علاقے یعنے فرانس یا ہندوستان کی شکر کی قدر بازار مین کم کر دی ہے ۔روسی شکر یہان ساڑھے چار پنیس فی پاؤنڈ (یعنی ۹ ر فی سیر) کے حساب سے بکتی ہے اور اس کی قیمت کی وجہ زیادہ تر وہ رعایت ہے جو دولت روس نے روسی شکر کے برآمد کرنیوالون کے لئے مرعی رکھی ہے[۱] ۔اوراِس لحاظ سے یہ ممکن نہین کہ ہندوستانی شکر خواہ گنّے ہی کی بنی ہوئی کیون نہو اِس کا مقابلہ کرسکے ۔روسی چینی اور کانچ کے ظروف مالیت جو تقریباً ہر جگہ پائے جاتے ہین ۱۱۵۰۰ پاؤنڈ ہے اور روسی دہات کے برتنون کی قیمت اِس سے صرف بقدر ایک ہزار پاؤنڈ کے کم ہے ۔

مال برآمد

(۱) جو روس کو جاتا ہے

اگر ہم خراسان کے مال برآمد کی طرف متوجہ ہون تو طبعی اعتبارات سے اس امر کی

---

[۱] ایک روبل (۲ شلنگ) فی پاؤنڈ (۱۸ سیر) کے حساب سے باہر بھیجے جانے والی روسی شکر کا محصول واپس دیدیا جاتا ہے ۔لیکن وسط ایشیا اور ایران مین چونکہ اس کٹوتی سے یہ فائدہ حاصل ہوچکا ہے کہ بازار تمام دوسرے مقابلہ کرنے والون سے خالی ہوگیا اسلئے ماہ مئی ۱۸۹۱ء سے موقوف کردیگئی ہے ۔

تصریح ہوگی کہ ہندوستان کے مقابلہ مین روس کے ساتھہ اوس کے تجارتی تعلقات بہت بڑھے ہوئے ہین - جو ہندوستانی مال خراسان مین سے گذر کر روسی علاقہ کو جاتا ہے اوس کو نکال کر اوس مال کی مجموعی قیمت جو روس مین جانے والا ہے لیکن جس مین سے کچھہ دوسرے یوروپین ممالک کو بھی جاتا ہے ۱۱۱۵۰۰ پاونڈ ہے - روئی کی مالیت اوس رعایت کی تائید سے جس کا اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے تقریباً ۴۳۰۰۰ پاونڈ کی معتد بہ رقم تک پہونچی ہے - اون کی قیمت اس سے آدہی ہے - ترکمانی اور ایرانی قالین مالیتی ۵۷۰۰ پاونڈ یورپ کو بھیجے جاتے ہین لیکن سب کے سب روسی شہرون کو نہین جاتے سب مین آخر فیروزون کی مجموعی پیداوار جو نیشاپور کے نواح کی مشہور کانون سے نکلتے ہین اور جنکی سالانہ قیمت تقریباً ۲۳۰۰۰ پاونڈ ہوتی ہے اون مین سے ۱۸۸۹ء مین ۱۷۰۰۰ پاونڈ کے فیروزے ماوراء النہری ریلوے کے ذریعہ سے یورپ کو بھیجے گئے -

بطور روس و ایران کی باہمی تجارت کا نشو و نما

روسی و ایرانی تجارت مین ماوراء النہری ریلوے کی عمدہ کارگذاری کی وجہ سے جو عظیم الشان اضافہ ہوا ہے اوس کا تصور ناظرین کے ذہن مین پیدا کرنے کے لئے مین اون اعداد کا جو مینے اوپر کے فقرہ مین درج کئے ہین ۱۸۸۶ء کے پہلے ۹ مہینون کے اعداد کے ساتھہ مقابلہ کرنا چاہتا ہون کیونکہ عاشق آباد مین ریل صرف ماہ دسمبر ۱۸۸۵ء مین پہونچی تھی - جنوری سے اکتوبر ۱۸۸۶ء تک اوس مال کی قیمت جو ایران سے عاشق آباد کو بھیجا گیا ۶۱۰۰۰ پاونڈ اور اوس مال کی قیمت جو عاشق آباد سے ایران مین لایا گیا ۳۷۰۰۰ پاونڈ تھی - ۱۸۸۹ء

کی مقدار جیسا کہ مین ظاہر کرچکا ہون علی الترتیب ۱۱۱۵۰۰ پاونڈ اور ۴۰۰ ۱۱۰ پاونڈ تھی۔ بالفاظ دیگر مال برآمد کی مقدار ۳ سال کے عرصہ مین تقریباً دوگنی اور مال درآمد کی تگنی ہوگئی ہے

(۲) جو ہندوستان کو جاتا ہے

ان مہتم بالشان اعداد کے مقابلہ مین اوس مال برآمد کی قیمت جو انگریزی عملداری ہند مین بھیجا جاتا ہے صرف ۳۹۰۰۰ پاونڈ ہے جسمین سے قریباً کل کی کل افیون خراسان کی مالیت پر مشتمل ہوتی ہے جس کا زیادہ تر چینی بازارون مین بھیجنا مقصود ہوتا ہے۔ دس سال گذرتے ہین کہ خراسان کی مجموعی پیداوار افیون صرف ۱۶۰ ہنڈرڈ ویٹ (۲۲۴ من) ہوتی تھی۔ جو مال کہ خود اس صوبہ کے خرچ مین آنے کے بعد بچتا ہے اوسمین سے جس قدر مال ہندوستان کو جاتا ہے اوسکی قیمت ۳۷۱۰۰ پاونڈ اور جو قسطنطنیہ کو جاتا ہے اوس کی قیمت ۱۴۳۰۰ پاونڈ یا دونون ملاکر ۵۱۴۰۰ پاونڈ ہوتی ہے۔

ایران و افغانستان کی باہمی تجارت

خراسان کی تجارت کے تفصیلی حالات کو مکمل کرنے کی غرض سے ایرانی و افغانستانی تجارت کے اعداد بھی اوسمین شریک کرنے چاہئین۔ مال درآمد و برآمد کی قیمت مین بہت کم فرق ہے کیونکہ یہ دونون ملک ایک دوسرے کی ضروریات کے مساوی طور پر کفیل ہوتے ہین۔ لیکن افغانستان تو زیادہ تر اپنے یہان سے پوستینین۔ اور پستہ وغیرہ جو وہان کی خاص پیداوار ہے بھیجتا ہے اور ایران سے جو چیزین افغانستان کو جاتی ہین وہ زیادہ تر شکر۔ مسی برتنون اور سوتی۔ اونی اور ریشمی پارچات پر مشتمل ہین۔ خراسان

سے جو مال تجارت افغانستان کو جاتا ہے اوسکی مالیت ۱۸۳۰۰ پاونڈ اور جو خراسان کو افغانستان سے آتا ہے اوسکی قیمت ۱۷۳۰۰ پاونڈ ہے۔

میزان کل

میزانون کو جمع کرنے کے بعد ہمین تجارت خراسان کا حسب ذیل مفروضہ اندازہ بہم پہونچتا ہے

درآمد از روس ۔ ۔ ۱۱۰۴۰۰ پاونڈ	برآمد بہ روس و یورپ ۱۱۱۴۰۰ پاونڈ
ر از ہند ۔ ۶۰۸۰۰ ر	ر بہ ہند ۳۹۰۰۰ ر
ر از برطانیہ کلان ۲۳۴۰۰ ر	ر بہ افغانستان ۱۸۳۰۰ ر
ر از یورپ ۱۵۷۰۰ ر	
ر از افغانستان ۱۷۳۰۰ ر	
میزان درآمد ۲۲۷۶۰۰ پاونڈ	میزان برآمد ۱۶۸۷۰۰ پاونڈ

میزان کل ۳۹۶۳۰۰ پاونڈ

اس میزان مین سے ہمین اون اشیار کی بابت جن کا اول تو صوبہ مین داخل ہونے اور بعد ازان اوسکی حدود سے باہر جانے کے وقت ایک سے زیادہ مرتبہ اندراج عمل مین آتا ہے بہت کچہہ منہا کر دینا چاہیئے۔ بخلاف اسکے اعداد متعلقہ مال برآمد براہ طہران و تبریز و تربزان کا اندراج سرے سے عمل مین آتا ہی نہین۔ ایران و بخارا کی باہمی تجارت کے متعلق اعداد کا بالکل نہ پایا جانا جیسی کہ توقع کی جا سکتی تہی چندان فرق کا باعث نہین کیونکہ بخارا مین جو ایرانی مال جاتا ہے وہ تقریباً کل کا کل انگریزی اور ہندوستانی اشیاء۔ چاء۔ نیل۔ کپڑے

وغیرہ پر مشتمل ہے جس کا حساب پہلے ہی اوس مال کے ذیل مین لگایا جا چکا ہے جو بندر عباس سے آتا ہے۔

برطانیہ کلان کو کیا کارروائی کرنی چاہیئے

جو حالت پر نظر غایر ڈالنے اور خراسان کے ساتھہ دول خارجہ کی تجارت آئندہ کے متعلق کسی حد تک راے زنی کرنے کے بعد بیجا نہ ہوگا اگر اس مقام پر مین یہ بتاؤن کہ دولت برطانیہ کو اوس حصہ تجارت کے قایم رکھنے اور فروغ دینے مین جو قدرتی طور سے اوس کے ہاتھہ مین ہے اور باقی کے حصہ کو انجام کار اپنے ہاتھہ سے نکل جانے سے روکنے کے لئے کیا کیا تدابیر اختیار کرنی چاہیئین۔ پانچ احتیاطی تدابیر عمل مین لائی جانی ممکن ہین گو کہ اون مین سے ہر ایک بدرجہ مساوی قرین احتمال نہین کہی جا سکتی۔ اول تو جنوب کی طرف کے خاص تجارتی راستے کی حفاظت اور اہتمام کے لئے انگریزی قونسل مقرر ہونے چاہیئین۔ جب مین بندر عباس مین تھا تو وہان ایک بھی یورپین موجود نہ تھا حالانکہ برطانوی اغراض تجارت کی حمایت کے لئے صرف ایک غیر سرکاری شخص تھا۔ کرمان مین ایک انگریزی نائب قونسل اور یزد مین بھی ایک قونسل کی طرح کا ایجنٹ مقرر کیا جا سکتا ہے۔ ثانیاً جو سڑک کرمان سے شمال کی طرف براہ راہور۔ ناحی بند اور تون جاتی ہے اور جو خلیج فارس سے مشہد تک کی سب سے بڑی کاروان کی راہ ہے وہ بآسانی تھوڑے سے خرچ مین اون کنوؤن اور نہرون کو جو کسی زمانہ مین اسے سیراب کرتی تھین لیکن جو اب اٹ گئی ہین صاف کرنے اور نئی زندگی بخشنے سے بہت اچھی حالت مین لائی جا سکتی ہے۔ ثالثاً میری راے مین کوئی وجہ نہین ہے کہ نہ صرف موجودہ راستہ کو

درست کیا جائے بلکہ ایک نیا راستہ انگریزی مقبوضات بلوچستان سے ایرانی سرحد تک کھولا جائے اور یہ راستہ افغانستان مین ہو کر نہ گزرے بلکہ کوئٹہ سے شروع ہو کر سیستان ہوتا ہوا برجند جا پہونچے - ان تمام تدابیر کا اختیار کیا جانا ممکن ہے اور انگریزی و ہندوستانی دائرۂ اثر کو اس طرح سے توسیع دینے مین جس مین کسیطرح کی دستبردم کو نہین کاہلی یا سہل انکاری سے کام لینا قابل معافی نہین متصور ہو سکتا - چوتھی تدبیر یہ ہے اور اس پر بلاشبہہ گورنمنٹ ہند نے اپنی توجہ بھی مبذول کی ہے کہ امیر افغانستان کو اطلاع دیجائے (نہ سیاست مدن کے اصولون کی بنا پر جنہین میری دانست مین عبدالرحمن خان جایز حقارت کی نگاہ سے دیکھیگا بلکہ دولت عالیہ محافظہ کی خواہش کی بنا پر) کہ مناسب ہوگا کہ امیر افغانستان اپنے مالی انتظام مین جو نہ صرف روس کی رعایا کے لئے مضر ہے بلکہ اوس طاقت کو جو اوس کی رفیق خاص ہے ناگوار گزر رہا ہے ترمیم کرے - پانچوین اور آخری تدبیر جس پر مین زیادہ شرح وبسط کے ساتھہ معاملات سیستان پر رائے زنی کرتے وقت بحث کرون گا یہ ہے کہ جس طرح روس نے شمال کی طرف ماوراءالنہر مین ریلوے قایم کی ہے اسی طرح جنوب مین بھی انگریزی ریلوے کا ایک سلسلہ قایم کیا جائے تاکہ ہم روس کے ساتھہ برابر کے موقعہ اور اوسی کے ہتھیارون کے ساتھہ نبرد آزما ہو سکین -

روس کا خراسان پر حرص و آز کے دانت تیز کرنا

اب مین اون وجوہ کی تصریح کرتا ہون جنکے لحاظ سے قطع نظر کسی تجارتی نفع کے دونون دولتین یعنی روس و برطانیہ کلان خراسان کو اس شدید اشتیاق کے پہلو سے دیکھنے پر مجبور

ہین اور یہ بیان کرتا ہون کہ جو وسیع سیاسی نقشہ مین نے اس باب کی تفصیل کی ضمن مین کھینچا ہے اوس مین روسی طرز عمل کے پیش نظر کون سا موقعہ ہے اور برطانیہ کلان کی اغراض متخالف اور ذمہ داریان اوس سے کہان اور کس حد تک متعلق ہین۔ تسخیر ممالک اور توسیع حدود سلطنت کی خواہش جس سے روسی مصنفین کو اس ادعا کے ساتھہ انکار ہے ایک ایسی خواہش ہے کہ جس شخص کی آنکھین کھلی ہون وہ اس بات پر یقین لائے بغیر نہین رہ سکتا کہ روسیون کے دل مین یہ خواہش سب سے زیادہ زبردست جذبہ ہے۔ ہر بڑی دولت کے اثنائے نشو ونما مین ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جبکہ جدید ممالک کا مسخر کرنا اوس کی آرزوئون کا سب سے زیادہ زبردست جز ہوتا ہے۔ روس اس وقت نشو ونمائے سلطنت کے اسی استحصالی درجہ مین ہے۔ برطانیہ کلان اس منزل کو طے کر چکا ہے اور اپنے زمانہ مین "مئے مرد افگن" کشورکشائی کے نشہ مین چور رہ چکا ہے اور اب ایک ایسے متانت اور وقار کے درجہ پر پہونچا ہے جبکہ اوسے فتح وتسخیر کی چندان ہوس نہین رہی۔ بالفاظ دیگر خراسان کے ساتھہ روس کی جو اغراض وابستہ ہین اونہین اوس حرص وآز سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جو اوس شخص کے دل مین موجزن ہو جو قبضہ کر لینے پر تلا ہوا ہو۔ برخلاف اس کے انگلستان کی نہ تو یہ آرزو ہے کہ وہ خراسان کو اپنے مقبوضات کے ذیل مین لائے اور نہ اس ملک کی گز بھر زمین کو بھی وہ کبھی اپنے تصرف مین لائے گا۔

ماوراء النہر اور خراسان کا مقابلہ

جو وجوہ کہ بہ ظاہر روس کے خراسان پر قابض ہونے کی خواہش کی محرک ہین اون کے

ڈھونڈنے کے لئے دور نہین جانا پڑتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ماوراءالنہر کی فتح سے روس کے قبضہ مین ایک ایسا علاقہ آگیا ہے جس کا زیادہ تر حصہ بنجر و ویرا نے ہین۔ اور جس مین اگر کوئی زرخیز مقام ہے تو صرف وہ سیر حاصل قطعات زمین ہین جو کوہستان کے دامن مین واقع ہین۔ اس کوہستان کی دوسری طرف تین سو میل کے فاصلہ تک ایک ایسا علاقہ پھیلا ہوا چلا گیا ہے جس کے میدانون اور وادیون مین جو کثیر التعداد چٹانون اور پہاڑیون کے سلسلون کے مابین واقع ہین میوے۔ معدنیات۔ انواع و اقسام کی پیداوار علی الخصوص اناج کی شکل مین دولت فراوان چھپی ہوئی ہے۔ غرضکہ روس کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جو ایک ویران اور پتھریلے قطعہ زمین مین خیمہ زن ہو جسے صرف ایک گھنی باڑ نے ایک وسیع و دلکشا مرغزار سے جدا رکھا ہو جسمین اوسے اپنے لئے کہانا۔ اپنے جانورون کے چارہ اور دونون کے لئے آرام و آسایش کی صورت نظر آرہی ہو۔ بھلا ایسے شخص کا جی کیا نہ للچائیگا کہ اس باڑ مین سے گزر کر اس زرخیز و شاداب اور سہانے مرغزار کی گونا گون نعمتون پر دست درازی کرے۔ اسی قسم کے خیالات ہین جو روسیون کے دل مین خراسان کے متعلق جوش زن ہین۔ اون کی یہ عین آرزو ہے کہ اخال تقی سے کوچان مین اور عاشق آباد سے مشہد مین چلے آئین۔ یہان سامان رسد و نہین اس قدر ملے گا کہ عظیم الشان فوجون کے لئے کفایت کرے گا۔ کوہستانی قلعے یہان وہ ایسے ایسے پائین گے جنہین کوئی حملہ آور مسخر نہین کرسکتا۔ اسکے علاوہ اونہین ایک غریب و مطیع رعایا ملے گی۔ ایک ایسے میدان پر وہ خیمہ زن ہونگے جہان پیشقدمی کی نئی نئی تجاویز قائم کیجا سکتی ہین اور ایک ایسی حد پر وہ پہونچ

جائینگے جہان سے وہ آیندہ پیش قدمی کرسکتے ہین۔

ہندوستان پر حملہ آور ہونیکے لئے ایک عارضی مستقر

آیندہ کی سیاسی ضروریات واتفاقات کے لحاظ سے خراسان کی قدر وقیمت روس کی نظرون مین اور بہی زیادہ بڑہجاتی ہے۔ اس وقت افغانستانی علاقہ واقع وسط ایشیا کو روسی علاقہ سے سر ویسٹ رجوے کی سرحد یعنی وہ فرضی خط جدا کرتا ہے جو ۵۰۰ میل کے فاصلہ تک ہری رود سے جیحون تک کہنچا ہوا چلا گیا ہے۔ اس مین شک نہین کہ روسی جب چاہین اس خط کو عبور کرسکتے ہین مگر ایسا کرنے سے کوئی ایسا علاقہ تو اون کے ہاتہہ مین آئے گا نہین جس سے اونہین کوئی فوری فائدہ حاصل ہو۔ البتہ یہ نتیجہ اسکا ہوسکتا ہے بلکہ ہونا یقینی ہے کہ برطانیہ کلان کے ساتہہ روس کی جنگ چہڑ جائے۔ اسمین زیادہ تر آسانی ہے کہ دبے پاؤن چکر کاٹ کر وہ غنیم پر ایک جانب سے بے خبر آپڑین۔ درہ ذوالفقار سے سیستان کی جنوبی سرحد افغانستان سے ملی ہوئی چلی گئی ہے۔ اور جس طرح کا عمل اس سرحد کے ایرانی حصہ پر ہو اوس کی زد مین ہرات آجاتا ہے (مشہد سے ہرات تک گاڑی کی ۲۳۰ لمبی سڑک موجود ہے) اس کے علاوہ وہ سڑک بہی جو فرہ اور گرشک ہوتی ہوئی قندہار جاتی ہے اوس کے قابو مین آسکتی ہے اور رود ہلمند کے ساحل تک وہ بڑہ کر قبضہ کرسکتی ہے۔ روس کا عمل دخل اگر خراسان مین اور بالخصوص سرحدی علاقہ کے اوس گوشہ مین ہو جائے جس کو مین نے اس تفصیل سے بیان کیا ہے تو اوس کو انگریزی و افغانی سرحد کے متعلق عہد وپیمان کی کسی خلاف ورزی کی ضرورت ہی داعی نہ ہوگی۔ افغانستان

کی پوری مغربی سرحد اوس کے اثر یا حملہ آوری کی زد مین ہے - مزیدبران سیستان مین اوسکا خط ماس بلوچستان کے ایک ایسے حصہ کے قریب سے ہوکر گزرتا ہے جسکی ملکیت متنازعہ فیہ اور قبضہ غیر مستقل و غیر آئینی ہے اور جسے انگریزی سرحد نشین سے صرف ایک قلیل فاصلہ جدا کرتا ہے - بالآخر یہان تک پہونچ کر روس سمندر کے قریب آجاتا ہے اور جب ایک دفعہ اوس کی ریلون کے سلسلے نصرت آباد تک قایم ہوجائین گے تو بحر ہند کی کوئی بندرگاہ جنوبی سمندرون کی موج پیمائی کا وہ موقعہ دیگر جسکا روس ایک عرصہ دراز سے آرزومند ہے اوس کے اطمینان قلبی و مسرت دلی کا باعث ہوگی۔[1]

برطانیہ کلان کی اغراض خراسان مین

جن طبعی حالات کی مین نے توضیح کی ہے - روس کے دل مین پیش قدمی کے جو ارادے جنکا ناممکن التردید ثبوت پیش کیا جاتا ہے جاگزین ہین - اور اون کارروائیون کا اس سمت جن سے افغانستان کی اغراض کو ایسا قریب کا تعلق ہے - یہ سب امور ایسے ہین کہ ان سے اوس دلچسپی کی پوری تصریح ہوتی ہے جو انگلستان کو شاہ کے ممالک محروسہ مین مجبوراً لینی پڑتی ہے - جو لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ چونکہ خراسان ہندوستان سے دور ہے اس لئے اوسے بلا غل و غش بحال خود چھوڑ دیا جا سکتا ہے وہ اوس مجنونانہ سفسطہ کا اعادہ کرتے ہین جس نے نہ صرف ایران بلکہ افغانستان

[1] یہ منصوبے خیالی ڈھکوسلے ہی نہین ہین بلکہ روس حقیقت مین اون کو عملی لباس پہنانے کی تمنا رکھتا ہے - اس کا ثبوت آگے چل کر ایک باب مین ہم پہونچے گا جس مین ایران مین روس کے طرز عمل سے بحیثیت مجموعی بحث کی گئی ہے -

کے ساتھ ہمارے تعلقات کو اُس پیچیدگی اور اُلجھن مین ڈال دیا ہے جسے ہم کچھ عرصہ سے دیکھ رہے ہین۔ افغانستان کی نسبت بسا اوقات یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ہمارے ہندوستانی قلعہ کا شمالی و مغربی پُشتہ ہے۔ اور کسی دشمن کو اس پُشتہ کی اطراف پر بھی متصرف ہو جانے کا موقعہ دینا گویا فن حرب کے اصول کے اعتبار سے ایک فاش غلطی کا ارتکاب کرنا ہوگا۔ خراسان مین برطانیہ کلان کے اغراض و مقاصد یہ ہین کہ اس نواح مین برطانوی یعنی افغانی حقوق کی حفاظت کی جائے سیاسی مساوات قوت یعنی مملکت ایران کی قوت کو برقرار رکھا جائے۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ جنوب کی طرف کی اون راہون کی نگہبانی کی جائے جنکا کھلا ہونا انگریزی تجارت کے لوازم مین سے ہے اور جن پر بجائے ایک موافق طاقت کے ایک مخالف طاقت کا قبضہ ہو جانا ہندوستان کے خطرے کا باعث ہوگا۔ یہ امر تشفی و تسکین کا موجب ہے کہ جرنیل مکلین جو حال مین مشہد کے قونصل جنرل مقرر ہوئے ہین وہ سیستان کے بھی قونصل ہین۔ لیکن سیستان مین ایک خود مختار انگریزی افسر کا مقرر کیا جانا واجبات سے ہے کیونکہ انگریزی و بلوچی سرحد کے قریب ہونے کے باعث انگریزی اغراض و مقاصد کے اعتبار سے سیستان کا موقعہ نہایت اہم ہے۔ اور اگر ریلوے کے قیام اور علمی طریقہ سے آبپاشی کے انتظام سے یہان کی پیداوار کے ذرائع کو ترقی دی جائے تو یہ دائرہ تجارت کا ایک ایسا مرکز بن سکتا ہے جس کے اثر کے قطر وسطی و جنوبی ایران تک پہونچین گے اور جو شمالی خراسان مین روسی تفوق کا ردعمل بھی کرے گا۔

ایرانی اطاعت کیشی



آخر مین مین اس امر کا اظہار کرنا چاہتا ہون کہ میری دانست مین اہل خراسان روس اور برطانیہ کلان کو کس نظر سے دیکھتے ہین اور ان دونون طاقتون مین سے ہر ایک کو اپنی اپنی تجاویز کے معرض نفاذ مین لانے مین ان لوگون سے کس اعانت یا مخالفت کی توقع ہوسکتی ہے۔ ابتدائی سیاحون مثلاً فریزر[۱] اور میکگریگر[۲] اور نیپئیر کا بیان ہے کہ شمالی خراسان مین شاہان خاندان قاچار کو عام طور پر تنفر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور حکومت عالیہ طہران کی طرف سے لوگ سخت بددل ہورہے تھے۔ لیکن زمانہ کے مرور اور موجودہ شاہ کے زبردست عہد حکومت نے اس تنفر کو زائل کردیا ہے اور خراسان بھی سلبی طور سے

---

[۱] "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ باب بست ودوم۔ "مشہد سے جب ہم نے سفر شروع کیا تو راستہ مین مجھے یہ دیکھکر نہایت تعجب ہوا کہ ایران کے موجودہ حکمران خاندان کو سب لوگ نفرت کی نظر سے دیکھتے ہین۔ اظہار تنفر کے بغیر خاندان قاچار کے بادشاہون کا نام نہین لیا جاتا اور اون کے نام کو بے رحمی۔ ظلم اور ناانصافی کا مرادف تصور کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ ۱۸۲۲ء کا ہے۔

[۲] "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد اول۔ صفحہ ۲۸۔ "خراسان مین ایک اور خیال پھیلا ہوا ہے اور عمومیت کے لحاظ سے اوسی پایہ کا ہے جس پایہ کا یہ خیال کہ روسی قوم بھی موجود ہے۔ اور وہ خیال یہ ہے کہ خاندان قاچار کو تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ مین نے بکرات ومرات لوگون کو یہ خیال ظاہر کرتے ہوئے سنا اور اس کے ساتھ جو الفاظ شاہان قاچار کی شان مین استعمال کئے جاتے تھے وہ مدحیہ نہ تھے بلکہ قدحیہ" یہ واقعہ ۱۸۷۵ء کا ہے۔

ایسا ہی اطاعت گزار ہے جیسا کہ ایران کے دوسرے علاقے۔ سلبی اطاعت کیشی سے میری مراد یہ ہے کہ فرمانروائے اعلیٰ کی حکومت کو آبادی کا زیادہ حصہ مجہولانہ طور پر تسلیم کرتا ہے اور اپنی طرف سے کوئی مخالف کارروائی جس سے شاہی خاندان کی تبدیلی متصور ہو یہ لوگ نہ کرین گے لیکن یہ ہرگز نہین کہا جا سکتا کہ لوگون کے دلون مین سچا جوش وفاداری موجزن ہے یا قومی مودت واتفاق کی ایک چنگاری بہی وہان سلگتی ہوئی دکہائی دیتی ہے۔ پس اگرچہ یہ امر قرین احتمال نہین ہے کہ اہل خراسان شاہ کے برخلاف علم بغاوت بلند کرین گے لیکن ساتہہ ہی یہ امر قرین احتمال نہین کہ وہ لڑائی کے وقت شاہ کا ساتہہ دین گے اور اس لئے اون کی اطاعت کی کچہہ قدر وقیمت باقی نہین رہتی۔ افغانون کے برخلاف جو سنی ہین اور جن کے ساتہہ اون کی پشتینی عداوت چلی آتی ہے بلاشبہہ اتحاد قومی کا جذبہ خراسانیون مین پیدا ہو سکتا ہے لیکن مین ایک ایشیائی غنیم کے ساتہہ جنگ چہڑ جانے کے امکان پر اس وقت بحث نہین کر رہا ہون بلکہ روس کی منصوبہ بازی اور دست اندازی پر۔ پس اگر روس کل خراسان کی طرف بڑہے تو سوال یہ ہے کہ اس صوبہ کے باشندے ایسی حالت مین کیا کرین گے؟

روسیونکی وقعت

میرا جواب یہ ہے کہ اگر اس پیشقدمی کے ساتہہ خفیف سے خفیف فوجی طاقت کی بہی نمائش کی جائے گی تو اہل خراسان کچہہ بہی نہین کرین گے بلکہ خاموش بیٹہے ہوئے قسمت پر صابر و شاکر ہو کر آقاؤن کی تبدیلی پر راضی ہو جائین گے اور یہ خیال کرین گے کہ

اس تبدیلی سے اگر اون کی حالت بدستور قایم نہ ہی تو کسی قدر بہتر تو ضرور ہو جاے گی اور بدتر تو کسی حالت مین ہو ہی نہین سکتی۔ حکومت ایران کی بوسیدگی اور بدنظمی نے ان غریب لوگون کو جو ایک عرصہ دراز سے اسکے مظالم سہتے آئے ہین ایسا بددل کر رکھا ہے کہ وہ شوق کے ساتھہ محکومیت کے ہر دوسرے پہلو کے تسلیم کرنے پر رضامند ہین جس سے اگر اور کچھہ نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہو کہ اون کی حالت مین تبدیلی پیدا ہونے کی صورت نکل آئے۔ مین یہ نہین کہہ سکتا کہ آیا روسی ایران مین ہردلعزیز ہین یا نہین کیونکہ مین وسیع معیار پر ذاتی طور سے اس مسئلہ کی تحقیق نہین کر سکا اور جو اطلاع کہ اس بارہ مین متعدد لوگون سے مجھے ملی وہ آپسمین نہایت درجہ متناقض تھی لیکن جو شہرت کہ روسیون نے بخارا اور خیوا مین غلامونکے آزاد کرنے سے جن مین سے اکثر صوبہ خراسان کے ایرانی تھےلہ

لہ مین نے اس واقعہ کی نسبت کسی کو شبہہ کرتے نہین پایا تھا لیکن اتفاق سے ایک روسی کتاب میری نظر سے گزری جو "اسکچز آف پرشیا" (مرقع ایران) کے نام سے موسوم ہے اور سینٹ پیٹرسبرگ مین طبع ہوئی۔ اسکا مصنف پی۔ آگوراڈنیکاف نامی ایک روسی ہے جس کو "امپیریل جاگریفیکل سوسائٹی" نے سنہ ۱۸۴۷ء مین تاجرون کے ایک کاروان کے ہمراہ جسکا قافلہ سالار جنرل گلوخاف کی تھا اور جو مشہد کو جا رہا تھا مامور کر کے بھیجا۔ آگوراڈنیکاف کے اقوال کا اکثر حصہ ایک روسی سوداگر بامگارٹن نامی کی آرا کا گویا خلاصہ ہوتا تھا۔ یہ بامگارٹن کئی سال تک شاہرود مین سکونت پذیر رہا اور وہان بیکر نیپیر میکگریگر اور دوسرے انگریزی سیاحون نے اوسے دیکھا۔ بامگارٹن نے جو غالباً ایک صائب الرائے شخص تھا اور جسے مخالف روس ہرگز نہین تصور کیا جا سکتا اس امر سے انکار کیا کہ خیوا مین قیدیونکی رہائی سے روس نے ہردلعزیزی حاصل کی۔ اس کے ساتھہ ہی اوس نے یہ بھی بیان کیا کہ باوجودیکہ ایرانی روسیون کی خوشامد کرتے ہین پھر بھی وہ اونہین نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اور اور اون کی دلجوئی اور خوشنودی بھی اس خیال سے حاصل کرنا چاہتے ہین کہ کہین ایسا نہو کہ وہ اونکی غلط کارروائیون اور ستم انگیزیونکی اطلاع شاہ کو کر دین

اور سرحدی علاقہ کو ترکمانون کی دستبرد اور تاخت و تاراج سے بچانے سے حاصل کی ہے اور اس کے علاوہ طاقت اور کثرت تعداد کی وجہ سے جو رعب روسیون کا قایم ہے اور نیز یہ خیال کہ وہ برابر آگے بڑہے ہوئے چلے آرہے ہین - یہ سب کی سب باتین ایسی ہین کہ جو قوم قدرتی طور پر بودی تہی وہ اس پیشقدمی کو تسلیم اور تعظیم کی نظر سے دیکھنے لگی - بعض اشخاص ایسے ملین گے جن کا یہ خیال ہوگا کہ تبدیلی سے یقیناً مفید نتایج مترتب ہون گے - جمہور کی راے یہ ہوگی کہ یہ تبدیلی اٹل ہے - غرضکہ چند لوگون کی ہمدردی اکثر کی بے توجہی کے ساتھہ مل کر مخالفت کا زور توڑ دے گی اور تسخیر کے لئے راستہ صاف کر دے گی - اگر یہ سوال کیا جاے کہ آیا مذہبی مخالفت کی آگ کو تو مشتعل نہین کیا جاے گا اور کافرون کے برخلاف جہاد کرنے کے لئے عوام کو برانگیختہ تو نہین کیا جاے گا تو اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ یہ امر قرین احتمال نہین ہے کہ روس اوس وقت تک پیش قدمی کا عزم کرے گا جب تک کہ وہ اس امر کی طرف سے اطمینان نہ کر لے مشہد مین مذہبی عنصر زورون پر ہے اور بلاشبہہ لوگون کے جذبات و احساسات اُسکے رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین - اگر لوگون کو یہ خیال ہو کہ یہان کی زیارت گاہ کو یا اون اوقاف کو جو ملون کی آمدنی کا ذریعہ ہین یا اُن حقوق اور رعایات کو جو اس سے وابستہ ہین کسی قسم کا صدمہ پہونچایا جانے والا ہے یا اون مین کسی قسم کی دست اندازی کی جانے والی ہے تو اسمین ذرا شک نہین کہ عداوت و مخالفت کی آگ اُن کے دلون مین بہڑک اوٹہے گی - لیکن روس نے اپنی مسلمان رعایا کے مذہبی خیالات اور اونکے اوہام کو ہمیشہ تعظیم و تحمل کی نظر سے دیکھا ہے - اسلئے ان شکوک و شبہات کا آسانی سے دفعیہ ہو سکتا ہے اور طرہ یہ ہے کہ مشہد کے ملاؤن اور

محفوظ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ پہلے اپنے اکثر دوسرے ہموطنون کی طرح رشوت لینے مین کسی طرح کا پس و پیش نہین -
اِس سے مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ کوچان کے سن رسیدہ خان نے جو مجھ سے یہ
بات کہی تہی کہ خراسان کے تمام لوگ جتہا باندہ کر مشہد کی خاطر لڑین گے تو اوس نے
ایک بالکل لغو بات کہی تہی - میرا یہ گمان ہے کہ اگر مشہد کے حصہ مین مسخر ہونا لکھا
ہے تو وہ بلا کسی قسم کی کشمکش کے مسخر ہوگا اور خراسان کی ملکیت کا انتقال خون کے ایک
قطرہ کے ضائع ہوئے بغیر ہو سکتا ہے -

انگلستان کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے

جب مین ایسے حیرت انگیز اثر اور رسوخ کو روسیون سے منسوب کرتا ہون تو اوس سے میری
ہرگز یہ مراد نہین کہ اس بارہ مین اونہون نے کوئی استثنا حاصل کر لیا ہے - اگر انگریز بہی
ویسا ہی دباؤ ڈال سکین یا انجام کار ویسی ہی تدابیر اختیار کر سکین تو مجھے یقین ہے کہ جس
گرمجوشی کے ساتھہ اِن کے مخالفین کو خیر مقدم کہا جاتا ہے اوس سے بدرجہا زیادہ گرمجوشی
کے ساتھہ اون کا خیر مقدم کہا جائے گا - روسیون کا طرز عمل ایران مین زیادہ تر جابرانہ اور
تحکمانہ ہے اور گو اس قسم کا طرز عمل باعث ترہیب بلکہ محرک تعظیم ہو لیکن اِس سے فریق ثانی
کو مانوس نہین کیا جا سکتا - برخلاف اِس کے انگریزون کی راستبازی اور دیانت داری
کی وجہ سے دولت انگلستان کا باوجود عدم نمائش طاقت یعنی کثرت افواج و اتصال
حدود ممالک کے اس قدر وقعت کی نگاہ سے دیکھا جانا نہایت ہی قابل تحسین ہے -
مشرقی سرحد خراسان کی تیموری اقوام جنکا مین پیشتر ذکر کر چکا ہون انگریزون کو نہایت

دوستانہ نظر سے دیکھتی ہین اور جون جون ہم بلوچستان و سرحد ہندوستان کے قریب پہونچتے جاتے ہین انگریزون کی بے تعصبانہ اور منصفانہ حکومت کی وجہ سے اون کا ہر دلعزیز ہونا زیادہ ثابت ہوتا جاتا ہے - ایرانی اب اس بات کا بخوبی اندازہ کرنے لگے ہین کہ انگریزون کی یہ خواہش نہین کہ اون کی مملکت کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصہ پر بھی اپنا قبضہ کرین حالانکہ روسی تصرف غاصبانہ پر تلے ہوئے ہین - لیکن بات اصل مین یون ہے کہ روسی اون سے قریب تر ہین اور زبردست بھی ہین اور انگریز دور ہین اور اپنی طاقت کی مربی نمائش نہین کرتے - پس اگرچہ انگریزی دائرہ اثر کی توسیع کو رضامندی کے پہلو سے دیکھا جاتا ہے اور توسیع کا موقع دینے سے پہلو تہی نہین کی جاتی لیکن لوگون کے دلون مین ایسا عزم نہین پایا جاتا اور نہ یہان کوئی ایسی جماعت ہی موجود ہے جو روسی منصوبہ بازی کی کامیابی کے ساتھ مدافعت کرنے کا بیڑا اوٹھائے - خراسانی اپنے دوست ابنائے جنس کی طرح اس وجہ تحریک سے متاثر ہوئے بغیر نہین رہ سکتے کہ جس کے پاس لاٹھی ہو بھینس اوسی کے حوالے کر دین -

مشرقی خراسان مین دوسری راہین

(۱) مشہد سے تربت حیدری تک - دیکھو کتاب "فرام دی انڈس ٹو دی ٹاگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) مصنفہ ایچ ڈبلیو بیلیو (۱۸۷۲ء) اور کتاب "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) مصنفہ کرنیل ایون اسمتھ (۱۸۷۲ء) صفحات ۳۵۳ الی ۳۵۶ -

(۲) تربت حیدری سے باجستان تک - دیکھو کتاب "از اٹک تا بہ دجلہ" صفحات ۳۴۰ الی ۳۴۹

اور کتاب ''مشرقی ایران'' صفحات ۳۴۹ الی ۳۵۳۔

(۳) باجستان سے قائن تک۔ دیکھو کتاب ''از اٹک تا بہ دجلہ'' صفحات ۳۲۵ الی ۳۲۹ اور کتاب ''مشرقی ایران'' صفحات ۳۴۳ الی ۳۴۹۔

(۴) قائن سے برجند تک۔ دیکھو کتاب ''از اٹک تا بہ دجلہ'' صفحات ۳۰۹ الی ۳۲۵ اور کتاب ''مشرقی ایران'' صفحات ۳۳۷ الی ۳۴۲۔

(۵) فرہ (افغانستان) سے نیشاپور تک (براہ برجند۔ تون و باجستان)۔ دیکھو کتاب ''کاروان جرنیز'' (سفر بذریعہ کاروان) مصنفہ جے۔ پی۔ فیریئر (سنہ ۱۸۴۵ء) صفحات ۴۳۷ و ۴۳۸۔

(۶) فرہ (افغانستان) سے سمنان تک (براہ خور و طبس) دیکھو کتاب ''سفر بذریعہ کاروان'' صفحات ۴۳۹ و ۴۴۰۔

(۷) طبس سے برجند تک (براہ تون و قائن)۔ دیکھو کتاب ''جرنی تھرو خراسان'' (سفر خراسان) جلد اول۔ صفحات ۱۳۷ الی ۱۹۶۔ مصنفہ سر سی۔ میگریگر۔ (سنہ ۱۸۷۵ء)

(۸) برجند سے پاہری (ہرات) تک (براہ فارگ ویزدون)۔ دیکھو کتاب ''سفر خراسان'' متذکرہ فقرہ بالا۔ جلد اول۔ صفحات ۱۷۸ و ۲۰۲۔

(۹) شاہ رود سے ہرات تک (براہ ترشیز و خاف) دیکھو کتاب ''جرنی فرام بنگال ٹو انگلینڈ'' (بنگال سے انگلستان تک کا سفر) جلد دوم۔ صفحات ۲۲۱ الی ۲۲۳۔ مصنفہ جی۔ فارسٹر (سنہ ۱۷۸۴ء) اور نیز دیکھو تحریرات کپتان کلاڈ کلارک (سنہ ۱۸۵۷ء) مندرجہ جرنل آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی۔ جلد سی و یکم صفحات ۴۰ الی ۴۵۔ مطبوعہ سنہ ۱۸۶۱ء

نوان باب

معاملات سیستان

کئے ہین اے زرخش تونے طے سیستان کے ہامون و دشت یکسر
پیا ہے تونے زرہ کا پانی گیا ہے ہلمند پر تو اکثر

"سہراب و رستم" میتھو آرنلڈ

ایران کی مشرقی سرحد

ذوالفقار واقع دریائے ہری رود سے جو جدید سرحد روس و افغانستان معینۂ ۱۸۸۵ء-۸۷ء کا نقطۂ آغاز اور اس لحاظ سے علاقہ ہائے روس و افغانستان و ایران کی حدود کا مقام اتصال ہے سرحد ایران جو ٹھیک جنوب کی طرف قریباً ۶۱ درجہ خط متوازیۂ طول بلد پر کئی سو میل تک چلی گئی ہے کہین تو نا کافی طور پر معین کی گئی ہے اور کہین مشتبہ طور پر - کہین اوس پر بہت کم عملدرآمد کیا جاتا ہے اور کہین مطلقاً اوس کی تعیین ہی نہین کی گئی ہے - درۂ ذوالفقار سے گوٗاتر واقع ساحل بحر ہند تک اِس سرحد کا کل فاصلہ بہ خط راست سات سو میل ہے - یہ سرحد سلطنت

ایران کو مشرق کی طرف دو ہمسایون یعنی افغانستان اور بلوچستان سے ملاتی ہے جنمین سے کسی کے ساتھہ بہی اوسکے تعلقات اچہے نہین ہین - ایران مین اوران دونون حکومتون مین ہمیشہ سرحدی نزاعات برپا ہوتے رہتے ہین اورایک دوسرے کے علاقہ پر یہ دولتین عارضی یا مستقل دست اندازی وتصرف کرتی رہتی ہین - تعجب کی بات یہ ہے کہ ان تینون اقوام کے اس قسم کے جہگڑون مین استحصالی اعتبار سے ایران سب سے زیادہ فایدہ مین رہتا ہے - شاید اوسکو خیال ہے کہ شمالی ومشرقی اورشمالی ومغربی حدود پر جو نقصان اوسکو روس کے فشار جابرانہ سے برداشت کرنا پڑتا ہے اوس کی تلافی ان نواح مین کسی قدر توسیع غاصبانہ سے کرکے اپنے آنسو پوچہے -

(۱) ذوالفقار سے سیستان تک

یہ سرحد جسکا مین ذکر کر رہا ہون قدرتی طور پر چار حصون مین منقسم ہے جن مین سے ہر ایک کے مدارج ثبات اور سیاسی حالات مختلف ہین - ان مین سے پہلا حصہ ذوالفقار سے سیستان کی شمالی حد تک پہیلا ہوا ہے اوراس کا فاصلہ تخمیناً تین سو میل ہے - ہرات اور روس کے توابعات کے خراسان سے علیحدہ کئے جانیکے بعد کے زمانہ سے دولت افغانستان وایران کے درمیان اس نواح مین کم وبیش ایک مسلمہ حد قایم رہی ہے لیکن اس حد کی تعیین کبہی نہین ہوئی اور یہی عدم تعین اون نزاعات متوالیہ کا محرک ہے جو علی العموم آبپاشی کی اون نہرون کے قبضۂ متنازعہ سے پیدا ہوتے ہین جنہین اس سرزمین کی سب سے زیادہ قیمتی اوراکثر صورتون مین مبداء فیاض کی عطا کی ہوئی نعمتون مین سب سے بڑی نعمت

تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اِس قسم کا ایک جھگڑا افغانستان و ایران مین ایک سرحدی ضلع کی بابت جو کوہستان اور غوریان کے درمیان کے خطوط متوازیہ پر واقع ہے میرے آنے سے کچھ عرصہ پیشتر سے جاری تھا۔ انگریزون کو جن سے عموماً ان موقعون پر ثالث کی حیثیت سے فیصلہ کرنے کی درخواست کی جاتی ہے اور جو کئی مرتبہ اس کام کو جس کے لئے اون کا شکریہ کبھی نہین ادا کیا گیا انجام دے بھی چکے ہین اس دفعہ پھر اس نزاع کے انفصال کے لئے طلب کیا گیا تھا۔ چنانچہ اونہون نے اِس قضیۂ نامرضیہ کا فیصلہ کر بھی دیا لیکن میری رائے مین بقول میکگریگر کے اِس فیصلہ مین سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ فریقین مین سے ایک کی بھی اِس سے تشفی نہین ہوئی۔ مین نے اس نزاع کا صرف اس غرض سے ذکر کیا کہ اس سے اون سوانح کی نمایان ترین مثال ہم پہونچتی ہے جنکا ایسی غیر معین اور طبعی اعتبار سے اِس قدر غیر مشخص سرحد پر جہان حدبندی کے نشانون کی پرکس برابر وقعت بھی نہ سمجھنے والی خانہ بدوش قومین آباد ہون آئے دن پیش آتے رہنا لازمات سے ہے۔

(۲) سیستان

دوسرا حصہ سرحد سیستان ہے جسے سرحدی کمیشن برطانیہ و ایران و افغانستان نے بہ سرکردگی سر ایف۔ گولڈ اسمڈ ۷۲-۱۸۷۲ء مین معین کیا اور یہی اس باب کا موضوع غالب ہے۔ اِس حصہ سرحد کا طول شمالاً جنوباً تقریباً ۱۲۰ میل ہے لیکن چونکہ اوس نئی سرحد کا خط جسکو کمیشن نے ثالثانہ حیثیت سے معین کیا ہے منحرف ہو کر جنوب و مشرق کی سمت اختیار کرتا ہوا دریاے ہلمند سے چلتا ہے اور پھر جنوب و مغرب کی طرف پلٹتا ہے لہذا جو مثلث اِس طرح سے بنتا ہے اوس کے دونون اضلاع

کے طول کا مجموعہ وتر سے بہت زیادہ ہے۔

(۳) سرحد ایران و بلوچستان

احصہ وہ ہے جو سیستان کی جنوبی سرحد معینہ ۱۸۷۲ء کے منتہا سے شروع ہو کر مکران کی حد معینہ سال ماسبق کے شمالی سرے پر ختم ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ حصہ کوہ ملک سیاہ سے جالک تک چلا گیا ہے جس کا طول ۲۰۰ میل ہے۔ سرحد کا یہ حصہ کبھی معین نہین ہوا اور کسی کو معلوم نہین کہ یہ کہان ہے اور کیا ہے۔ کوئی دو نقشے بھی ایسے نہ ملین گے جن مین یہ سرحد ایک ہی طرح پر دکھائی گئی ہو۔ اور اکثر نقشون مین تو اس لاعلمی کی تلافی ایک صریحی قیاس کے ذریعہ سے کی جاتی ہے یعنی کوہ ملک سیاہ سے ایک خط مستقیم جنوب و مشرق کی طرف سے جوار جالک تک کھینچ دیا جاتا ہے۔ اس حصہ مین مشرق کی طرف ایران کا ہمسایہ بلوچستان ہے لیکن خانہ بدوش بلوچ قومین جو سرحد پر رہتی ہین اپنے آپ کو خان قلات کا ماتحت نہین سمجھتین اور عملی لحاظ سے خود مختار رہین۔

(۴) سرحد مکران

یہ حصہ جالک اور گوادر کی بندرگاہ کے مابین واقع ہے اور اس کا طول ۳۰۰ میل ہے مین اس کو سرحد مکران کہتا ہون کیونکہ وہ حصہ ملک جس مین ہو کر یہ سرحد جو فاصل ایران و بلوچستان ہے گذرتی ہے اسی نام سے موسوم ہے۔ اس سرحد کی تعیین کے وقت یعنی ۱۸۷۱ء مین گولڈسمڈ کو بہت بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس پر پورا پورا عملدرآمد کے ان آخری دونون حصون یعنی سرحد ایران و بلوچستان بالا دیا ہین

سے ایک اگلے باب مین جو صوبجات مشرقی سے متعلق ہے بحث کی جائے گی۔ یہان اونکا ذکر صرف اس واسطے کیا گیا کہ گرد و پیش کے مواقع کے لحاظ سے ناظرین کے ذہن مین سیستان کا موقع پوری طرح سے متمکن ہو جائے۔

ضلع سیستان

مین باب گذشتہ مین بیان کر چکا ہون کہ سیستان ایرانی صوبہ قائن کا ایک بلوک یعنی ضلع ہے جو میر عالم خان والی برجند کے زیر حکومت ہے اور خان موصوف اس ضلع کے انتظام اور فوج متعینہ نصرت آباد کی کمان کے واسطے اپنا ایک نائب مقرر کر کے بھیجتا ہے یہان مین اون حالات کا ذکر کرون گا جو اس ضلع کے مقبوضات ایران مین شامل ہونے کے محرک اور ایک جماعت ماموره تصفیہ سرحد کے ۱۸۷۲ء مین یہان بھیجے جانے کے باعث ہوئے۔ نیز ان واقعات کی توضیح کے لئے ضرور ہے کہ اس علاقہ کا اور اس کی ابتدائی تاریخ کا کسی قدر ذکر کیا جائے۔

سیستان کی وجہ تسمیہ

سر ہنری رالنسن کہتا ہے کہ معتبر مورخین عرب یا ایران[۱] مین سے کسی [illegible] کی مغربی اس امر مین شبہہ نہین کیا ہے کہ سیستان یا سجستان۔ سگستان یعنی [illegible] یا سکیای سے ماخوذ ہے۔ گو کہ مقام تعجب ہے کہ سیتھین قوم جیسی خانہ بدوش بادیہ [illegible] کی ایک

[۱] بعض مورخین انگلستان نے اسکو "ساغس" کا مشتق قرار دیا ہے "ساغ[illegible] ہے جو اس نواح مین پیدا ہوتی ہے اور جسے ایرانی جلانے کے کام مین لا[illegible]

جماعت جو تیسری صدی عیسوی مین شمال کی جانب سے یہان آئی اس ملک کو جس مین وہ صرف سَو برس تک آباد رہی اپنے نام سے مستقل طور پر منسوب کر گئی - اگرچہ ساسانی تاجدار بہرام ثانی نے جسکا زمانۂ حکومت ۲۷۵ء سے ۲۹۲ء تک ہے اس قوم کو اپنی مملکت سے ایسا خارج کیا کہ مدتین ہوئین کہ زمانہ نے اون کو صفحہ تاریخ سے مثل حرف غلط میٹ دیا ہے تاہم اس علاقہ کا نام اُن کی مستقل اور دائمی یادگار ہے -

لفظ سیستان کا اطلاق

تاریخ کے مختلف زمانون مین اس ملک کے حکمرانون کے مقبوضات جیسے جیسے بڑھتے گھٹتے رہے ہین ویسے ہی سیستان کا اطلاق مختلف الرقبہ ممالک پر کیا جاتا رہا ہے لیکن اس نام کا صحیح اطلاق ہمیشہ اوس بڑے دریاچہ نما طاس پر ہوا ہے جس مین رود ہلمند اور دوسری اُن ندیون کا پانی اکٹھا ہوتا ہے جو یہان ایک نشیبی قطعۂ زمین مین ہر طرف سے سمٹ کر آ ملتے ہین - اس نشیب کی حدود نمایان ہین اور اس کا طول شمالاً جنوباً ڈھائی سو میل ہے - یہ یقینی بات ہے کہ زمانۂ سابق مین یہ نشیب ایک بڑی جھیل کے پانی سے بھرا ہوتا تھا اسپے [illegible] رین اور آبپاشی کے نالے جو دریاؤن کا بہت سا پانی خرچ کر ڈالتے ہین بند کر دئے جائین تو مین خیال کرتا ہون کہ بہت جلد یہ نشیب پھر اپنی قدیم حالت پر آجائیگا[1] -

سیستان کی موجودہ حالت

وہ علاقہ جو آج کل سیستان کے نام سے موسوم ہے تین بڑے نشیبون پر مشتمل ہے جو

[1] دریائے ہلمند کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھو مضمون دریاب طاس ہلمند مرقومہ سی آر - مارکہم مشمولہ رویئداد رائل جاگریفیکل سوسائٹی (سلسلہ جدید) جلد اول صفحہ ۱۹۱ -

سال کے موسم اور بہار کی طغیانی کی مدت کے اعتبار سے جھیلون اور دلدلون اور خشک زمین کی
شکل مین بدلتے رہتے ہین۔ پہلے نشیب مین دو چہوٹی چہوٹی جھیلین ہین جو شمال کی طرف سے
ہاروت رود اور فرہ رود جنوب کی طرف سے دریاے ہلمند اور مشرق کی طرف سے خوش یا خشک رود
کے بہہ کر یہان آنے سے پیدا ہوگئی ہین۔ ان دونون جھیلون کے درمیان ایک گھنا نیستان
حائل ہے جسے نے زار کہتے ہین اور پانی کی جو مقدار ان جھیلون مین ہوتی ہے اوس کی کثرت یا
قلت کے اعتبار سے اس نے زار مین کبھی تو دلدل ہوجاتی ہے اور کبھی خشک ہو کر بہٹر
رہجاتی ہے۔ طغیانی کے موسم مین یہ دونون جھیلین جو معمولی طور پر علیحدہ علیحدہ ہین مل کر ایک
ہوجاتی ہین اور دونون کے متفقہ سیلاب نیزار کے سر سے گزر کر دوسرے نشیب مین جس کو
ہامون کہتے ہین اور جو ایک بہت بڑے اُتھلے ظرف کی شکل مین جنوب کی طرف میلون چلا گیا ہے
گرتا ہے۔ ۱۸۷۲ء مین جب انگریزی کمیشن کے اراکین یہان آئے تو ہامون بالکل خشک تہا اور وہ
جاتے اور واپس آتے وقت اوس کی تہ پر سے ہو کر گزرے لیکن ۱۸۸۶ء مین جب روسی و افغانی
کمیشن کے بعض اراکین کوئٹہ سے ہرات کو جاتے وقت اس راہ سے گذرے تو ہامون ایک بڑی
جھیل ہوگیا تہا جس کا پانی میلون تک پہیلا ہوا تہا اور مشہور و معروف پہاڑ کوہ خواجہ جو ہامون
حد کا ایک ممتاز نشان ہے پانی کی وسط مین ایک جزیرہ کی طرح معلوم ہوتا تہا[۵۱]۔ جب کثرت

[۵۱] کوہ خواجہ جسے کوہ رستم بھی کہتے ہین سیاہ آتشین سنگ خارا کی ایک تن تنہا چٹان ہے جو ہامون کی سطح سے چار سو فیٹ بلند ہے اور کئی میل تک اسمین بطور ایک نمایان حدبندی کے پہیلا ہوا نظر آتی ہے۔ قدیم کیانی فرمانروایان سیستان نے اس پر ایک مستحکم قلعہ بنا رکہا تہا اور ان مین سے ایک فرمانروا نے سات سال تک اس قلعہ مین محصور رہکر نادر شاہ کی افواج قاہرہ کے پیہم حملون کی مدافعت کی تفریح و تفرج کی غرض سے بہی سب سیستانی یہان آیا کرتے ہین۔ نوروز کے دن یعنی ۲۱ مارچ کو یہان میلا لگتا ہے اور اس چٹان کی سطح چوٹی پر دو دو ڈہائی ہوتی ہے مزید اطلاع کے لئے دیکھو مضمون درباب "سیر کوہ خواجہ" مرقومہ میجر ایل - لووٹ مندرجہ جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی جلد چہل و چہارم صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ سنہ ۱۸۷۴ء

سے طغیانی آتی ہے تو خود ہامون کا پانی بہہ نکلتا ہے اور جنوب کی سمت اختیار کرکے سرشیلا کی گھاٹی کو اپنی گزرگاہ بناتا ہوا نشیب ہاے متذکرہ بالا مین سے تیسرے نشیب مین جس کا نام زرہ" ہے جا گرتا ہے۔ کمیشن کے قیام کے زمانہ مین یہ بات بیان کی گئی تھی کہ باشندون مین سے کسی کو یاد نہین پڑتا کہ کبھی ایسا اتفاق ہوا ہو کہ زرہ مین ہامون سے پانی آیا ہو۔ کیونکہ اب بجاے اس کے کہ جھیلین پانی سے چھلکتی ہوئی نظر آئین زیادہ تر یہی اتفاق ہوتا ہے کہ پانی کے خرچ ہو جانے سے خود دریا خالی ہو جاتے ہین اور زرہ کی جھیل عام طور سے ہمیشہ بیابان شورہ زار ہی رہتی ہے[1]۔ لیکن ۱۸۸۵ء مین ایک انگریزی افسر نے جو غربی بلوچستان مین سیاحت اور تحقیق کی غرض سے سفر کر رہا تھا سرشیلا یا شیلا

[1] سر ہی۔ میکگریگر جب ۱۸۷۷ء مین بلوچستان کی سیاحت اور تحقیق حالات کر رہا تھا تو وہ ڈہائی دن تک برابر بیابان زرہ کے کنارے کنارے جنوب کی طرف گیا لیکن کہاری پانی کا ایک جوہڑ بہی اوس کو کہین نہین ملا۔ اوس کا بیان حسب ذیل ہے :۔ " پانی تو در کنار نمی کا بہی کہین نشان نہ تہا اور ہر طرف سواے ریت کے اور کچہ نظر نہ آتا تہا۔ نباتات استخوان بوسیدہ کی طرح خشک تہی اور ہاتہہ لگاتے ہی آٹا آٹا ہو جاتی تہی " آخر کار بہ ہزار دقت ایک جگہ تہوڑا سا پانی زمین سے نکالنے مین میکگریگر کو کامیابی ہوئی۔ اوس پانی کی کیفیت وہ اپنے انوکہے اور سادہ طرز مین یون ظاہر کرتا ہے۔ " اگر کوئی شخص زرہ جانے اور وہان سے پانی لانے کی تکلیف سے بچنا چاہے تو مین اوس کو ایک ایسا نسخہ بتا سکتا ہون جس سے وہ بلا دقت گہر بیٹہے ایسا پانی بنا سکتا ہے جو زرہ کے پانی کا ہی مزہ دے گا۔ سب سے پہلے تہوڑا سڑے سے سڑا پانی لیکر اوس مین اس قدر نمک ملاؤ کہ ذائقہ کے اعتبار سے وہ ویسا ہی خراب ہو جائے جیسا کہ رنگت کے اعتبار سے۔ اس کے بعد اوسے لندن کی گلیون کی لالٹینون کے ایکزون کی دہونی دو۔ پہر اس مین کسی پرانے پیپے کا مدتون کا سڑا ہوا پانی ملا کر خوب ہلاؤ۔ بس زرہ کا پانی تیار ہو گیا " "واندرنگز ان بلوچستان" (سیاحت بلوچستان) صفحہ ۱۸۳۔

کی گھاٹی مین سے دو فٹ گہرا پانی بہتا ہوا دیکھا جسکے زرہ کے شمالی حصہ مین جمع ہونے سے ایک وسیع جھیل (ہامون) بن گئی تھی اور یہ بیان کیا جاتا تھا کہ اس کا دور سو میل سے زیادہ ہے۔

گوناگون تبدیلیان

مذکورہ بالا بیان سے بآسانی سمجھہ مین آسکتا ہے کہ سیستان کی ہیئت کذائی کس درجہ تغیر پذیر ہے اور مورخین کو اوس کا مختلف وقتون کا جغرافیہ کس قدر پریشانی اور دقت مین ڈالنے والا ہے۔ کیونکہ نہ صرف جھیلین چڑہتی۔ گھٹتی اور خشک ہوتی رہتی ہین (وہ رقبہ جو ان جھیلون کی تلون مزاجی کے سر صدقے ہوتا ہے رالنسن کے بیان کے مطابق ایک سو میل طویل اور پچاس میل عریض ہے) بلکہ دریا بھی ہمیشہ اپنا راستہ بدلتے رہتے ہین اور جب جی چاہتا ہے کسی مصنوعی نہر کو اپنی گزرگاہ بنا کر اوسے اصلی دریا کی شکل مین تبدیل کر دیتے ہین اور اس طرح آئندہ جغرافیہ نگارون کو الجہن مین ڈالنے کے اسباب پیدا کر دیتے ہین۔ لہٰذا یہ امر تعجب خیز نہین کہ اگرچہ اس ملک مین دریا نئی نئی مٹی لا کر بلا تفریق و امتیاز اراضیات پر زرخیزی اور بار آور کے خزانے نثار کرتے ہین تاہم جس قدر ویران شہر اور مکانات اس ملک مین ہین شاید ہی دنیا مین کسی اسی طول و عرض کے قطعہ زمین مین ہون گے۔

روایتی تاریخ

یہ تو سیستان کی ہیئت کذائی کا مختصر خاکہ تھا۔ اب مین اوس کی تاریخ کا کچھہ ذکر کرتا ہون۔ از منہ قدیم ہی سے کوئی بات سیستان مین ایسی چلی آئی ہے جو ہمیشہ ایرانی قوت متخیلہ پر قوی اثر ڈالتی رہی ہے۔ کبھی یہ ملک نمرود ”شکار افگن“ کے خیالی تعلق کے لحاظ سے مہر نیمروز کہلایا۔

کبھی جمشید نے اسے اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ کبھی زال کے عظیم الشان بیٹے رستم نے جو جمشید سے پانچوین پشت مین تھا یہان نشو ونما پایا۔ برطانیہ کے روایتی افسانون مین شاہ آرتھر کو وہ درجہ حاصل نہین ہے جو رستم کو ایران کی داستانہائے قدیم مین حاصل ہے۔ کیونکہ شاہ آرتھر پھر بھی انسان ضعیف البنیان تھا اور اگر ہم ٹینی سن (ملک الشعرائے انگلستان) کے ہم داستان ہون تو آرتھر انیسوین صدی کا ایک جنٹلمین رہ جاتا ہے لیکن رستم نے نہ صرف توران کے بت پرست وحشیون اور افراسیاب کو پسپا کیا بلکہ عفریتون اور جنون کو بھی نیچا دکھایا۔ غالباً انگلستان کے قومی محافظ سینٹ جارج آف کپاڈوشیا سے رستم کو زیادہ موزون طور پر تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ جس طرح ہم اپنے سکون پر سینٹ جارج کے عدیم المثال کارنامون کی علامتین منقش کرتے ہین اسی طرح ایرانی رستم کی شجاعت و تہور کی داستان کی تصویرون سے اپنے دروازون۔ چھتون اور ستونون کو مزین کرتے ہین۔

ابتدائی تاریخ

اسکندر اعظم کے زمانہ مین سیستان روایت کی ظلمت سے نکلکر تاریخ حقیقہ کی روشنی مین آتا ہے۔ اس وقت اسکا نام درنگیانا تھا جو اوس سرزمین کا مرادف ہے جسے ہیروڈوٹس نے سرنگیان سے تعبیر کیا ہے۔ سکندر غالباً اپنے مشرق کے سفر مین یعنی ہندوستان جاتے ہوئے اس طرف سے گذرا اور مراجعت کے وقت اگرچہ وہ خود جنوب کی راہ اختیار کرکے گیدروسیا (مکران) ہوتا ہوا کرمانیہ (کرمان) کو چلا گیا لیکن اوس نے فوج کا ایک سریع السیر

دستہ کریٹرس کے زیر حکم اراکوٹیا اور ورنگیانا کی جانب روانہ کیا[۵۱]۔ ساسانی بادشاہوں کی سلطنت کے زمانہ مین سیستان مذہب زردشت کا پر رونق مرکز تہا اور یہین اوس نسل کا آخری تاجدار یزدگرد عرب فاتحون سے بہاگ کر مروجاتے ہوئے جہان اوس کی قسمت کا فیصلہ ہوا آیا تہا۔ زمانہ مابعد یعنی عربون کی ہی سلطنت مین یہ صوبہ ترقی کی معراج کمال کو پہونچا اور اسی زمانہ سے وہ وہ وسیع کھنڈر بہی منسوب کئے جاتے ہین جنکا ذکر مین پہلے کرچکا ہون[۵۲]۔ نوین صدی مین یعقوب بن لیث[۵۳] ایک کوزہ گر نے جو رہزن بہی تہا لیکن اپنی طبیعت مین سپہگری اور

---

۵۱ سیستان کی ابتدائی تاریخ اور وہان کے باشندونکے حالات مین سب سے بڑی سند سر ہنری رالنسن کا وہ مضمون ہے جو "نوٹس آن سیستان" (حالات سیستان) کے عنوان سے "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" کی جلد چہل وسوم کے صفحات ۲۷۲ الی ۲۹۴ مین چہپا ہے (۱۸۷۳ء)۔ اِس بارہ مین ڈاکٹر بیلیو کا وہ نادر اور صحیح خلاصہ جس کا عنوان "فرام دی انڈس ٹودی ٹائگرس" (از اٹک تا بدجلہ) ہے ۲۴۸ سے لیکر ۲۶۲ صفحے تک اور نیز وہ انکو اکسری انٹھودی اتھناگریفی آف افغانستان" (تحقیقات نسل ہاے افغانستان) مرتبہ ۱۸۹۱ء بہی دیکھنی چاہیے۔ ایرانی سیستان کے زمانہ حال کے خاص باشندے یہ ہین۔ سیستانی جو دوسری فائق وممتاز قومون کے مقابلہ مین بہت ہی ذلیل حیثیت رکھتے ہین۔ کیانی جنہین کیخسروانی نسل کے سے ہونیکا دعوی ہے۔ کردغالی یعنی کردستان کے کردون کی وہ شاخ جس نے یہان آکر غوری خاندان ملک کر دیہ قایم کیا (اِس خاندان کی حکومت ۱۲۴۵ء سے ۱۳۸۳ء تک قایم رہی)۔ ایراقی جو تاجیک کہلاتے ہین اور بلوچی جنکی خاص نسلین سیستان مین سر بندی (جن کو تیمور ہمدان مین سے لے گیا تہا لیکن نادر شاہ پہر یہان لے آیا) اور شاہ رخی ہین۔

۵۲ ان کے مفصل حالات خصوصاً پشاوران کے حالات کے لئے دیکہو کتاب ڈاکٹر بیلیو کے صفحات ۲۴۱ و ۲۴۶ و ۲۴۷۔

۵۳ عمرو لیث جسکا ذکر گلستان سعدی مین ہے وہ اسی کا چہوٹا بہائی تہا جو اسکے بعد تخت نشین ہوا۔ مترجم

"آئین سروری" کے خداداد جوہر رکھتا تھا خاندان صفاریہ[51] کی بنیاد ڈالی اور اپنے زور بازو سے وہ قلیل العمر سلطنت قائم کی جو شیراز سے لیکر کابل تک پھیلی ہوئی تھی لیکن صدی مابعد مین محمود غزنوی کے آہنین حملہ سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگئی۔ الاصطخری جو اوس زمانہ مین سیستان گیا تھا بیان کرتا ہے کہ اس ملک مین آباد شہر ہین۔ بڑی بڑی نہرین ہین اور کثرت سے دولت ہے[53]۔ چنانچہ اوس کے قدرتی ذرائع دولت مین ایک سونے کی کان بھی شریک تھی جو بعد مین ایک زلزلہ کے آنے سے ضائع ہوگئی۔ تیرہوین اور چودہوین صدیون مین سیستان کو بھی اطراف و جوانب کے دوسرے بلاد و امصار کی طرح اون دو ناگہانی بلاؤن کا سامنا کرنا پڑا جو چنگیز خان اور تیمور بیگ کی انسانی صورتون مین بنی نوع انسان پر نازل ہوئین اور ان کے ہاتھون یہ لہلہاتا ہوا گلشن تباہ ہو کر ویرانہ زاغ و زغن بن گیا اور

ایسا اجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا

سیستان کے کیانی حاکمون نے جو سلسلہ اکمینیہ کے اول تاجدار کیقباد کی نسل سے ہونے کا دعوی کرتے تھے سلاطین صفویہ کے عہد مین پھر اس ملک کو آباد کیا لیکن گردش ایام نے اس ملک کو پھر روز بد دکھایا اور ۱۷۲۲ء مین افغان حملہ آورون اور اوس کے بعد نادر شاہ کے

---

۵۱ دیکھو وہ مضمون جس کا عنوان ہے "دی کنگز آف دی صفارین ڈائنسٹی آف نیمروز آر سجستان" (نیمروز یا سجستان کے سلاطین صفاریہ) مرقومہ میجر ایچ۔ جی۔ ریورٹی۔ شمولہ جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد پنجاہ و چہارم (۱۸۸۵ء) صفحہ ۱۳۹۔

۵۲ دیکھو تاریخ سیلکم۔ جلد اول۔ صفحات ۱۴۸ الی ۱۵۲۔

۵۳ دیکھو "اورینٹل جاگریفی" (جغرافیہ شرق) صفحات ۲۰۳ الی ۲۰۹۔

پاتھون رجس نے اون کا استیصال کیا) اس بدقسمت ملک کے مصائب وآلام درجہ انتہائی کو پہونچ گئے۔ نادرشاہ کی وفات کے واقعہ تک جو ۱۷۴۷ء مین پیش آیا سیستان دولت افشاریہ کی عظیم الشان مگر مختصر بہ حدود مین شامل رہا۔ اسکے بعد جب اولوالعزم سپہ سالار احمد شاہ ابدالی نے اپنے آقا کے نقش قدم پر چلکر افغانستان مین سلطنت درانیہ کی بنا ڈالی تو سیستان کا الحاق اوسکی مملکت کے ساتھہ ہوگیا۔ اس زمانہ سے سیستان اول اول آج کل کی سیاسی تماشگاہ مین نظر آنا شروع ہوتا ہے اور گزشتہ تیس سال سے برطانوی و ہندوستانی تدابیر مملکت کی بساط کا ایک اہم مہرہ ہوگیا ہے۔[ل۱]

تاریخ مابعد

احمد شاہ کی وفات کے بعد تیمور شاہ کو اوس کی وفات تک جو ۱۷۹۳ء مین ہوئی سیستان برابر خراج دیتا رہا۔ اس کے بعد جب درانی سلطنت کے اجزا پراگندہ ہونے شروع ہوئے تو سیستان کبھی تو ہرات کے توابعات مین رہا اور کبھی قندھار کے۔ سلطنت ایران کو دوسرے معاملات مین مصروف ہونے کی وجہ سے اتنی فرصت نہ تھی کہ اسکے واپس لینے کی کوشش کرتی لیکن ۱۸۵۱ء سے یار محمد والی ہرات کی وفات کے بعد ایران نے اوس بدنظمی اور نا اتفاقی سے منتفع ہوکر جو افغانستان مین پھیلی ہوئی تھی اپنے حقوق اور دعاوی پیش کرنا شروع کئے۔ اوسے اب یاد آیا کہ نادرشاہ اگرچہ حقیقت مین ایک ترکمانی غاصب تھا لیکن پھر بھی ایران کا بادشاہ

ل۱ رضاقلی خان نے جو زمانہ حال کے ایرانی مصنفین مین بلحاظ فضل و کمال اور باعتبار ضخامت تصانیف اعلی درجہ رکھتا ہے گزشتہ نصف صدی کے اثنا مین گمنام طور پر فارسی زبان مین تاریخ سیستان لکھی ہے۔

تہا اور سیستان نے ایران کے سلاطین سابق کی طرح اوس کو بھی خراج دیا تھا۔ علی خان حاکم سیستان کو راضی کر کے ایرانی جھنڈا سیستان مین نصب کیا گیا اور اسکے صلہ مین ایک ایرانی شاہزادی حاکم مذکور کے حبالۂ نکاح مین دی گئی۔ اسی زمانہ مین ایران نے ۱۸۵۶ء مین ہرات پر حملہ کیا جس کی وجہ سے برطانیہ کلان کے ساتھہ جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ کا نتیجہ صلحنامۂ پیرس ہوا جسکی رو سے ایران کو ہرات کے حقوق فرمانروائی اور افغانستان کے معاملات مین دست اندازی کے دعاوی سے دست بردار ہونا پڑا۔ بااین ہمہ علی خان فوج ایران کا ایک دستہ ساتھہ لیکر سیستان کو واپس آیا گو کہ اس بات پر گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے متواتر اعتراضات بھی ہوتے رہے اور ہمیشہ علی خان اور اوس کے بعد اوس کا جانشین تاج محمد (جس نے دوست محمد خان کی مہم ہرات کے وقت ایران سے مدد مانگی تھی) شاہ ایران ہی کی فرمانروائی کو تسلیم کرتے رہے۔ اس عرصہ مین وزیر اعظم سلطنت برطانیہ صلحنامۂ پیرس کی ایک شرط کی خلاف ورزی پر برابر اعتراض کرتا رہا اور سلطنت ایران ہمیشہ صلحنامۂ مذکور کی دوسری شرط سے انتفاع اٹھانے کے متعلق وزیر موصوف کو توجہ دلاتی رہی جسمین یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ در صورت سلطنت ایران اور افغانستان مین نا اتفاقی ہو جانے کے انگریزی سلطنت بیچ بچاؤ کرے۔[۱]

[۱] دونون شرائط عہدنامہ کے فقرہ ۶ مین مندرج ہین۔ پہلی شرط حسب ذیل تھی۔ شاہ کجکلاہ ایران اقرار کرتے ہین کہ وہ افغانستان کے اندرونی معاملات مین آئندہ دست اندازی کرنے سے احتراز کرین گے۔ شاہ کجکلاہ یہ بھی وعدہ کرتے ہین کہ وہ ہرات اور تمام افغانستان کی خود مختاری کو تسلیم کرین گے اور ان ریاستون کی خود مختاری مین مداخلت کرنے کی کبھی کوشش نہ کرین گے۔ دوسری شرط کے الفاظ یہ تھے۔ ممالک ہرات و افغانستان اور دولت علیہ ایران مین اختلافات برپا ہونیکی صورت مین دولت ایران اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ وہ تصفیۂ نزاع کے لئے دولت برطانیہ کی دوستانہ مصالحت سے استمداد کرے گی اور اوس وقت تک فوج کشی نہ کرے گی جب تک کہ یہ مصالحت بے سود ثابت نہ ہو۔

شیر علی بھی جو اپنے باپ دوست محمد خان کی جگہ ۱۸۶۳ء مین امیر افغانستان ہوا دل سے چاہتا تھا کہ کچھ نہ کچھ فیصلہ ہو جائے - لیکن اس زمانہ مین میدان اوس عدم مداخلت کے واجب نفرین طرز عمل کے ہاتھ تھا جس کا لارڈ لارنس مانا ہوا حامی اور موید تھا - اور اسی اصول کو مد نظر رکھ کر گورنمنٹ شیر علی کو امیر تسلیم کرنا نہین چاہتی تھی حالانکہ گورنمنٹ کو بعد مین اوسے مجبوراً وظیفہ دینا پڑا - غرضکہ ایک مدت تک جانبین مین باہمی عذر - اعتراض اور حیلے حوالے ہوتے رہے تا آنکہ نومبر ۱۸۶۹ء مین لارڈ رسل نے جسکا اس روز روز کی تو تو مین مین اور خرخشہ سے ناک مین دم آگیا تھا ایک تحریر بھیجی جسکا مضمون یہ تھا کہ "ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ اس معاملہ مین دخل دینا نہین چاہتی اور فریقین کو اختیار دیتی ہے کہ اپنے اپنے دعاوی کا بزور شمشیر تصفیہ و انفصال کرلین" لارڈ رسل کی یہ کارروائی اس عالمگیر اصول کی تلقین پر مشتمل تھی کہ جس کی لاٹھی اوس کی بھینس - گو کہ ایسا کرنے مین اونسے جرات کا اس قدر ثبوت نہین دیا جس قدر راستبازی اور تدین کا - قصہ مختصر یہ کہ اس اجازت سے فائدہ اوٹھا کر ایران ۱۸۶۵-۶۶ء مین اس ملک پر فوج لیکر چڑھ کر آیا اور اوس پر قبضہ کر کے اس علاقہ کے تمام ایرانی باشندون کو دائرہ انقیاد مین لے آیا - بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ کیا کہ بلوچی رعایاے افغانستان سے ساز باز کرلیا - افغانستان کچھ عرصہ تک خاموش رہا لیکن شیر علی نے جو افغانستان پر پورا تسلط جما چکا تھا اور اپنا وقار قایم رکھنا چاہتا تھا اپنے دعوے پر زور دینا چاہا - اس نازک موقعہ پر بدین خیال کہ کہین اوس اشارہ کی بنا پر جو لارڈ رسل نے اپنی مراسلت مین کیا ہے جدال و قتال تک نوبت نہ پہونچ جائے لارڈ کلیرنڈن نے یہ تجویز پیش کی کہ معاملہ کا تصفیہ بمصالحت و تراضی طرفین ہونا چاہیے - فریقین نے یہ تجویز زیادہ جوش

یا سرگرمی کے ظاہر کئے بغیر منظور کی اور ۱۸۷۰ء مین سر الیف۔ گولڈ اسمڈ جو برطانیہ کلان کی طرف سے چیف برٹش کمشنر (سرپنچ) مقرر ہوا تھا اس معاملہ کے انفصال کے واسطے انگلستان سے روانہ ہوا۔ لیکن اشکال اور تعویق کے واقع ہونیکے باعث سائل آئندہ مین صرف اسی قدر کام ہو سکا کہ سمندر سے جالک تک ایران و بلوچستان کے درمیان پیمایش اور حدبندی ہوئی اور کہین ۱۸۷۲ء مین جا کر کمیشن سیستان کو دعاوی فریقین پر غور کرنے کی غرض سے معاینہ موقع کے لئے روانہ ہو سکا۔

سر الیف۔ گولڈ اسمڈ کا کمیشن (۱۸۷۲ء)

اور اوس کی مساعی کیفیت کچھ تو خود جرنیل گولڈ اسمڈ اور اوس کے پرسنل اسسٹنٹ میجر (حال کرنل) ایون اسمتھ[۱] نے قلمبند کی ہے اور کچھ ڈاکٹر بیلیو[۲] نے جسے لسنہ مشرقیہ مین دستگاہ کامل ہونے کے باعث شہرت حاصل ہے اور جو جرنیل (بعد مین سر۔ آر) پالک کے ہمراہ گیا تھا۔ جرنیل موصوف ہندوستان سے بطور وکیل والیسرائے (لارڈ میو) بھیجا گیا تھا لیکن اوسکے بھیجے جانے کی غرض و غایت متحقق نہوئی۔ حدبندی کا مسئلہ[۳] بوجہ غیر معمولی طور پر آسان ہونے کے نہایت ہی مشکل تھا۔ سیستان کے متعلق افغانستان کا دعوی بالکل

---

[۱] دیکھو کتاب "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) کا دیباچہ اور صفحات ۲۲۵ الی ۲۹۵۔
[۲] دیکھو "ریکارڈ آف دی سیستان مشن" (حالات سفارت سیستان) جو سرکاری طور پر شائع ہوئے اور نیز "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ)۔
[۳] مسئلہ حدبندی سیستان پر تھوڑے سے تصرف کے ساتھ جس کے لئے مرزائے مرحوم کی روح سے مین معافی مانگتا ہون غالب کا یہ مشہور شعر صادق آتا ہے۔

یہ مسئلہ اگر نہین آسان تو سہل ہے + دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین — مترجم

صاف اور معقول تہا اور اس بنیاد پر مبنی تھا کہ سیستان زمانہ قدیم یعنی احمد شاہ بانی سلطنت افغانستان کے زمانہ سے جزو سلطنت افغانستان چلا آتا ہے۔ اسی طرح ایران کا دعوے بہی صاف اور معقول تھا اور اس بنیاد پر مبنی تھا کہ سیستان اس سے بہی زیادہ قدیم زمانہ سے جزو سلطنت ایران چلا آتا ہے اور اس دعوے کی ایک قوی تر دلیل یہ تہی کہ ایران نے اس علاقہ کو حال مین بکرر فتح کر کے اپنا عمل دخل بہی اوس مین کر لیا تہا۔ یہ تمام مواد نہ صرف عقل دقیقہ سنج کی موشگافیون بلکہ منطق ظاہرین کی کج بحثیون کے لئے کچہہ کم نہ تہا۔ جو مشکل اس معاملہ کے تصفیہ مین آکر پڑی تہی اوسے دو مشرقی کمشنرون کے طرز عمل نے جو اس کمیشن کے ارکین تہے پیچیدہ تر کر دیا تھا۔ ایرانی کمشنر مرزا معصوم خان آغاز ہی سے علانیہ طور پر اسکے برخلاف تہا اور اوس سے جس قدر ہو سکا اوس نے اس معاملہ کی چلتی گاڑی مین روڑا اٹکایا۔ افغان کمشنر بہی کچہہ بہت زیادہ قابل عملدرآمد باتین نہین کرتا تہا۔ آخر کار جو کچہہ مقامی پیمایش اور تحقیقات ممکن تہی وہ پوری کر کے سر الیف گولڈ اسمڈ یہ دیکہکر کہ قضیہ زمین برسر زمین فیصل ہونا محال ہے مجبوراً طہران چلا گیا جہان اوس کے فیصلہ کو بہت کچہہ رد و کد کے بعد شاہ نے منظور کیا۔

سیستان کے حصے بخرے

جرنیل گولڈ اسمڈ نے مناسب سمجہا کہ دونون ملکون کے مقبوضہ حصص سیستان کی تصریح و تفریق کر دے۔ اِن حصون کا نام اوس نے سیستان خاص اور سیستان بیرونی [1] رکہا سیستان

---

[1] جرنیل گولڈ اسمڈ نے اسکے متعلق خود ایک مضمون لکہا ہے جس کا عنوان ہے "بندر عباس سے مشہد تک کا سفر براہ سیستان" یہ مضمون جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی کی جلد چہل و سوم مطبوعہ ۱۸۷۳ء کے صفحات ۶۵ الی ۸۳ پر مندرج ہے۔

کی جانب ہے۔ اور وہان سے جنوبی و مغربی سمت مین بخط راست کوہ ملک سیاہ تک جو اوس کوہستان کا جو صحراے زرہ کی مغربی حد ہے شمالی سلسلہ ہے۔ یہان سیستان کی حد ختم ہو جاتی ہے اور اس سلئے فیصلہ بھی ختم ہوتا ہے اِس نقطہ کے جنوب کی طرف وہ غیر معینہ اور غیر معمولہ حد ہے جو جالک تک چلی گئی ہے اور جسکا مین پیشتر ذکر بھی کر چکا ہون۔

آزادانہ راے

باوجودیکہ جرنیل گولڈ اسمڈ ایسی ہدایات کی زنجیرون مین جکڑا ہوا تھا جو ناممکن التعمیل نہین اور باوجودیکہ پیہم رکاوٹین اوس کی راہ مین حایل نہین تاہم اگر وہ اس بارہ مین کوئی ناطق فیصلہ دے سکا تو اس کی وجہ محض وہ پیش بینی تھی جو اس امر کی محرک ہوئی کہ کمیشن کے ہندوستانی اراکین کے یہان پہونچنے سے پہلے وہ مقامی پیمایش ختم کر لے اور ان تمام باتون کو مدنظر رکھکر جرنیل موصوف اپنی معاملہ فہمی کے لئے سزاوار تحسین ہے۔ اسمین شک نہین کہ ایک بے لاگ آدمی کو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس فیصلہ کی رو سے سلطنت ایران نفع مین رہی کیونکہ جو خطہ باعتبار سیر حاصل اور زرخیز ہونے کے حقیقت مین اس ملک کی جان ہے اور جسکی نسبت دولت ایران قبضۂ قدیم اور حق وخیلکاری کے دوہرے دعادی پیش کرتی تھی وہی اوسکو ملا۔ دولت ایران نے دس سال قبل بھی اس علاقہ کی نسبت اپنے حقوق پیش کیے تھے اور اگر اوس وقت اس معاملہ کا تصفیہ ہوتا تو ذرا شک نہین کہ اس دوسرے دعوے (حق وخیلکاری) کی عدم موجودگی مین جو فیصلہ ہوتا وہ اوسکے حق مین اس قدر مفید نہوتا جیسا کہ اب ہوا ہے لیکن باوجودکہ اسکے دولت ایران اس فیصلہ سے ناراض ہی رہی اور

اس تقسیم کو اوسنے ہمیشہ اس نظر سے دیکھا کہ انگریزون نے اوسکا نقصان کرکے اپنی ماتحت ریاست (افغانستان) کو نفع پہونچانے کی کوشش کی۔ افغانستان اپنی طرف ناراض رہا کہ ملک کا سب سے زیادہ سیر حاصل اور شاداب خطہ ہاتھ سے نکل گیا۔ اور سنا جاتا ہے کہ اسی بات پر انگریزون کی طرف سے شیر علی کا دل کبھی صاف نہ ہوا۔ بہرحال اس فیصلہ کے مطابق پوری پابندی کی ساتھ عملدرآمد نہین ہوتا لیکن اگر ہم یہ بات مان بھی لین کہ اس فیصلہ سے رفع نزاع مین کامیابی ہوئی تب بھی یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا حکومت انگریزی کا اس قسم کے نزاعات کا انفصال اپنے ذمہ لینا مصالح عقلی پر مبنی ہے جبکی فریقین ہمیشہ غیر صحیح تاویلین کرتے ہین اور جس سے سوائے بدنامی کے اور کچھ حاصل نہین ہوتا۔ دولت برطانیہ کی طرف سے ایسے کمیشنون کا بیٹھنا گو دولت موصوفہ کی عالی ہمتی کے شیوہ پر دال ہو لیکن فصل خصومات کے اس طریقہ کے لحاظ سے فریقین مین سے کوئی بھی اوسکا ممنون نہین ہوسکتا۔

سیستان کی موجودہ حکومت

ایرانی سیستان کا خاص شہر سہ کوہہ ہی جو مٹی کے تین بڑے بڑے تودون پر آباد ہونکی وجہ سے اس نام سے موسوم ہے۔ ۱۸۷۲ء مین جب کمیشن کا وہان گذر ہوا تو اس شہر مین تقریباً ۱۴۰۰ کچے جھونپڑے تھے جن مین سے نصف سے زیادہ نہ اوس وقت آباد تھے اور نہ اب ہین۔ یہ قصبہ صوبہ کے سب سے زیادہ شاداب خطہ مین واقع ہے اور باشندے سب کے سب کاشتکاری کرتے ہین لیکن جیسا کہ مین پیشتر ذکر کرچکا ہون انتظامی اور فوجی صدر مقام نصرت آباد ہے (جسے گولڈاسمڈ نصیر آباد لکھتا ہے) جہان امیر قائن کا ڈپٹی گورنر (نائب صوبہ) رہتا ہے اور دو پیدل پلٹنون مین سے

ایک پلٹن جسکی تعداد برائے نام ۱۰۰۰ لیکن حقیقت مین ۸۰۰ سے بھی کم ہی اور جو کل علاقہ سے بھرتی کیجاتی ہے اور کچھ رسالہ اور چند توپین متعین ہین۔ فوجی خدمت مدۃ العمر انکو انجام دینی پڑتی ہے اور اون خاندانون مین جن مین سے سپاہی بھرتی کئے جاتے ہین یہ خدمت متوارث ہے۔ سپاہیون کے پاس ایرانی ساخت کی منھ کی طرف سے بھری جانیوالی بندوقین ہین اور اونکو ہر دوسرے سال سرکار سے وردی ملتی ہی۔ اون کی سالانہ تنخواہ ۳۰ قران (نو روپیہ) اور ساڑھے سات من گیہون بیان کیجاتی ہے اور جب سیستان مین فوجی خدمت پر مامور ہون تو خوراک بھی ملتی ہے[1]۔ افغانی سیستان کا صدر مقام چکھن سور یا چخن سور ہے (جسکو نولی چک ناسور اور فیر پر شیخ ناصر کہتا ہے) جو ہلمند کی جھیل کے مشرقی معاون خوش یا خشک رود پر واقع ہے۔

یوروپی سیاح

انگریزی کمیشن کے بھیجے جانے سے پہلے اون یوروپی سیاحون کی تعداد جو سیستان مین آئے اور جنہون نے اپنی سیاحت اور مشاہدات کی روداد چھوڑی بہت ہی کم ہے۔ سر جان ملکم نے جو تیسری مرتبہ دربار ایران مین سفارت کی غرض سے جانیکا ارادہ کر رہا تھا سنہ ۱۸۰۹ء مین کپتان گرانٹ (جو بعد کو بغداد اور کرمان شاہ کے درمیان والی سڑک پر قزاقون کے ہاتھ سے مارا گیا) اور کپتان کرسٹی (جو سنہ ۱۸۱۲ء مین بمقام اسلان دز نہایت بہادری کے ساتھ ایرانی فوج کی طرف سے روسیون سے مقابلہ کرتے ہوئے کام آیا) اور لفٹنٹ (بعد مین سر ہنری) پاٹنجر کو مکران۔ بلوچستان اور سیستان

[1] یہ اعداد جو سنہ ۱۸۶۶ء مین اخذ کئے گئے ایران کی پیدل فوج کی عام تنخواہ سے مطابقت نہین رکھتی۔ اسپر آگے چلکر ایک باب مین جسکا موضوع فوج ایران ہی بحث کیجائیگی۔ لیکن بلاشبہ تقسیم تنخواہ بھی ویسی ہی بے قاعدہ ہی جیسا کہ طریقہ تقرر تنخواہ۔

کے حالات دریافت کرنے کے واسطے بھیجا۔ کپتان گرانٹ کا سفرنامہ بیس سال بعد شایع کیا گیا۔ کرسٹی اور پاٹنجر کی سیاحت بلوچستان کے حالات پر جو نادر کتاب پاٹنجر نے لکھی ہی[۵۱] اوس سے شایقین کتب اسفار بہت کچھ متمتع ہوئے۔ پاٹنجر کو نوشکی مین چھوڑکر کرسٹی شمال کی جانب ہرات کو براہ سیستان روانہ ہوا اور اوسکے سفرنامہ کا (جو کبھی علیحدہ نہین شایع ہوا) خلاصہ پاٹنجر کی کتاب کی آخر مین بطور ضمیمہ شامل ہی[۵۲] سنہ ۱۸۳۹ع مین ایک نوجوان انگریزی فوجی افسر کپتان ایڈورڈ کونولی نے جو پیمایش کی غرض سے سارجنٹ کیمبران کو اپنے ہمراہ لے گیا تہا سیستان مین سفر کرکے موجودہ معلومات کے خزانہ مین بیش بہا اضافہ کیا۔[۵۳] چند سال بعد لفٹنٹ آر۔ لیچ نے کونولی کا اقتدا کیا اور جو اطلاع اوس نے بہم پہونچائی اگرچہ وہ زیادہ ضخیم نہتھی لیکن اوس سے اطلاعات سابقہ کا تکملہ ہوگیا۔ یہ اطلاع بہی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی روداد مین شایع ہوئی[۵۴] سنہ ۱۸۴۱ع مین سیستان نے پہلا یورپین سیاح ڈاکٹر ایف۔ فاربس بھینٹ لیا۔ ڈاکٹر موصوف جو کامیابی کے ساتھ ایران کی شمالی مغربی سرحد کی سیاحت و دریافت حالات کرنیکی وجہ سے پہلے ہی مشہور ہو چکا تہا مشہد آیا اور وہان سے براہ تربت حیدری و بیرجند وطبس سیستان پہونچا جہان ایک شخص ابراہیم خان نامی سردار لاش جوین نے اوسکو مارڈالا۔ اس واقعہ قتل کے حالات ڈاکٹر فاربس کے

۵۱۔ دیکھو "ٹریولس ان بلوچستان اینڈ سندھ" (سفر بلوچستان و سندھ) مصنفہ سر ایچ پاٹنجر سنہ ۱۸۱۶ع۔

۵۲۔ دیکھو ضمیمہ تصنیف متذکرہ صدر صفحات ۴۰۶۔ الی۔ ۴۱۱۔

۵۳۔ اوسنے دو مضامین جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال مین شایع کئے جن مین سے ایک کا عنوان "اسکیچ آف دی فزیکل جاگرفی آف سیستان" (سیستان کے جغرافیہ طبعی کے کوایف) ہی اسکے ساتھ ایک نقشہ بھی ہی اور یہ نوین جلد مطبوعہ سنہ ۱۸۴۰ع کے صفحات ۷۱۰۔ الی۔ ۷۲۶ مین درج ہے۔ دوسرے مضمون کا عنوان جو دسوین جلد مطبوعہ سنہ ۱۸۴۱ع کے صفحات ۳۱۹۔ الی۔ ۳۴۰۔ مین درج ہی "جرنل کیپٹ وہائل ٹریولنگ ان سیستان" (روزنامچہ سفر سیستان) ہی۔ ۵۴ دیکھو اے ڈسکرپشن آف دی کنٹری آف سیستان" (بیان حالات ملک سیستان) جلد سیزدہم سنہ ۱۸۴۴ع صفحات ۱۱۵۔ الی۔ ۱۲۱۔

ذاتی ملازم نے بیان کئے ہین لیکن اوسکا طرز بیان کسی قدر بے ربط ہی یہ حالات ۱۸۴۴ء کی روئداد
رایل جاگرفیکل سوسائٹی مین شایع ہوئے[۵۱] تئیس سال بعد سرحدی کمیشن کے اراکین کا جب سیستان مین
گزر ہوا تو وہ اسی قاتل سے جو اوس زمانہ مین چکہن سور کا حاکم تہا دوچار ہوئے اور اس داستان غم کی
تفصیلی حالات اون کے سننے مین آئے ۔ اونہین معلوم ہوا کہ ابراہیم خان ایک وحشی و نیم مجنون شخص تھا جو
چرس اور بہنگ کا نہایت درجہ عادی تہا چنانچہ جہیل کے کنارے آبی جانورون کا شکار کرتے کرتے
اوسنے نشہ کی ترنگ مین بیچارے ڈاکٹر فاربس کا بھی شکار کر ڈالا[۵۲]۔ اسی زمانہ مین ایک اور نوعمر فوجی افسر لفٹنٹ
پیٹن سن افغانی سمت سے دریاے ہلمند پر پہونچکر زمین داور سے سیستان کی جہیل تک دریاے مسطور کے
کنارے کنارے سفر کیا ۔ وہ بھی ایک یا دو سال بعد قندہار کے بلوے مین جو کابل کے حادثہ کے بعد
مارا گیا چند سال بعد یعنی ۱۸۴۵ء مین فرانسیسی افسر فریر سیستان مین پہونچا جسکے حالات اوسنے اپنی دلچسپ
کتاب مین قلمبند کئے ہین[۵۳]۔ خانیکاف روسی جسکی تحقیقات مسائل طبیعیہ کی قدر و قیمت اوس حاسدانہ تحقیر کی وجہ
سے جس سے علم و فن کے اس میدان مین وہ انگریزی متقدمین کی مساعی کو دیکھتا ہے کچھ زیادہ بڑھ نہین جاتی
یہان ۱۸۵۹ء مین آیا[۵۴] اور دشت لوط سے گزر کر ایران گیا ۔ یہ فہرست ہی اون یورپین سیاحون کی جنہون نے
جرنیل گولڈاسمڈ اور اوسکے ہمراہیون[۵۵] کے سیستان جانے سے قبل اس ملک کے حالات قلمبند کئے ۔

---

[۵۱] ۔ جلد چہاردہم [۵۲] دیکھو فریہم دی انڈس ٹو دی ٹائگرس (از اٹک تا بہ دجلہ) صفحات ۱۷۱ الی ۔ ۲۱۹ ۔ اور اسکا مقابلہ "ایسٹرن پرشیا" (مشرق ایران) کے صفحہ ۳۱۱ سے کرو ۔ [۵۳] دیکھو کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان) باب بست و ہفتم ۔ و بست و ہشتم ۔

[۵۴] دیکھو تذکرہ اقوام جنوبی حصہ حالات وسط ایشیا" (بزبان فرانسیسی) صفحات ۱۵۳ ۔ الی ۱۶۴ ۔

[۵۵] سستان کے حالات مرقومہ مصنفین زمانہ حال کے جو گولڈاسمڈ کے کمیشن کی رپورٹ کے علاوہ سپرد قلم کئے گئے ہین ۔ دیکھو کتاب "گلوبس" جلد سی و دوم صفحات ۱۷۰ ۔ ۱۸۶ ۔ ۲۰۰ (۱۸۷۷ء) اور رسالہ "پیٹرمینس متھیلنجین" (۱۸۷۷ء) صفحات ۱۴۹ و ۱۵۰ ۔ (۱۸۸۴ء) صفحات ۵۹ الی ۔ ۶۳ ۔ (۱۸۸۵ء) صفحات ۶۶ الی ۔ ۷۲ ۔ (۱۸۸۵ء) صفحات ۲۵ ۔ الی ۔ ۲۹ ۔

سیستان کی سیاسی اہمیت

اب مین اوس مضمون کو شروع کرتا ہون جس کیطرف مین ناظرین کو آہستہ آہستہ لایا ہون اور جسکی اہمیت کا اظہار مین نے اس باب کے عنوان کی وساطت سے کردیا ہے لیکن جاننا چاہیئے کہ "معاملات سیستان" سے مراد حد بندی کا قدیم مسئلہ یا ایران و افغانستان کے دعاوی بالمقابل کا مسئلہ نہین ہے بلکہ اس سے مراد وہ حصہ ہے (بشرطیکہ ایسا ہو) جو سیستان وسط ایشیا کے امور سیاسی اور روس و برطانیہ عظمی کی تدابیر ملکی و حربی مین غالباً لیا ہے سکتا ہے[۱]۔ پرکار کی مدد سے اگر نقشہ کا معائنہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ علاقہ سیستان مشہد اور سمندر کے وسط مین واقع ہے لہذا موقعہ کے لحاظ سے اسے خراسان کی بڑھی ہوئی پھیلاو لی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور اسکے ساتھ ہی یہ وہ ارض واسطہ ہے جس مین ہوکر کسی طاقت کو جو مشہد سے جانب جنوب بڑھنا چاہیے خصوصاً اوس طاقت کو جو بحر ہند تک جانکلنے کی خواہشمند ہو اور اسطرح سے اوس طاقت کو بھی جو جنوب کی طرف سے خراسان اور مشہد تک جانیکی آرزومند ہو ضرور گزرنا پڑیگا- مسئلہ کی پہلی صورت دولت روس سے متعلق ہے اور دوسری صورت برطانیہ عظمی سے ہے۔

سیستان کے فواید روس کے حق مین

روس کیلیئے سیستان مفاد موجبہ بھی رکھتا ہے اور مفاد سالبہ بھی- اور یہ کہنا مشکل ہے کہ ان دونون مین سے اوسکے لیئے زیادہ مفید کونسا ہے۔ اگر وہ کسی وقت خراسان کا الحاق قرین مصلحت یا ضروری سمجھے تو سیستان پر قابض ہونیکی حالت مین اوس کو خراسان کا حصہ شمالی ہی نہین بلکہ سب کا سب صوبہ ملجائیگا- اسکے ساتھ ہی وہ ہندوستان کی بڑھی ہوئی سرحد واقع بلوچستان کے بالکل قریب بلکہ اوس سے بالکل متصل

[۱] مین اپنی کتاب "رشیا ان سنٹرل ایشیا" (روس کا طرز عمل وسط ایشیا مین) مین اس معاملہ کی مختصر مگر جامع کیفیت قلمبند کرچکا ہون - دیکھو صفحات ۳۷۹ - الی - ۳۸۱ -

ہوجائیگا۔ اس وقت اوس کی سرحد اور ہندوستانی سرحد مین سلطنت افغانستان کے پورے پانچسو میل
فاصل ہین جو اگرچہ ملک کی ہیئت کذائی کے اعتبار سے اوسکے چڑہ آنے کو مانع ہنین لیکن ایسی جنگجو
اقوام سے معمور ہین جنکے دل اگر اپنے بادشاہ کی وفاداری سے متاثر نہ بہی نہ ہون۔ تاہم آزادی اور
خود مختاری کے جذبات سے لبریز ہین۔ بالفاظ دیگر افغانستان مین ہوکر جو کوئی بہی پیش قدمی کریگا اوس کو
افغانون کے ساتہہ سخت جنگ کرنی پڑیگی۔ اگر ایسا مہتم بالشان ارادہ عمل مین لانا مقصود ہو تو عہود و مواثیق
محکمہ کا نقص لازم آئیگا۔ کثیر التعداد افواج کے اجتماع کی ضرورت داعی ہوگی اور روزانہ خطرات برداشت
کرنے پڑینگے۔ برخلاف اسکے اگر روسی فوج خواہشمند ہو (ہم نہین کہونگا کہ ہندوستان پر حملہ کرینگی
کیونکہ اس قسم کے بعید الامکان واقعہ سے بحث کرنیکی ہمکو ضرورت نہین بلکہ) ایک ایسی جگہ کو
ہندوستان سے متصل ہو اور جہان سے ہندوستان کو حملہ کا خوف ہو اپنے حیطۂ تصرف مین لانیکی
اور سیستان پر قبضہ کرے تو خطرات مذکورۂ بالا بالکل دور ہوجائین گے۔ کسی روسی و برطانوی عہدنامہ
کے ٹوٹنے کی نوبت نہ آئے گی اور وحشی افغانون سے جنگ کرنے کی ضرورت نہ پڑیگی

بڑہی ہوئی سرحد ہندوستان کی بڑہی ہوئی سرحد سے بقدر تین سو میل کے زیادہ قریب ہوجائیگی اور اس
تبدیلی کے موقعہ کے باعث اسی نسبت سے ہندوستان کی وجوہ تشویش۔ اخراجات اور خطرات بڑہ جائنگے
احتمال اس امر کا مقتضی نہین ہے کہ روس سیستان سے بہی کوئٹہ پر حملہ آور ہوگا لیکن اتنا تو یقینی ہے
کہ اس مستقر سے اوسکو سرحدی اقوام کے ساتہہ سازش کرنے اور بلوچستان کے قطعات کے
لقمے ہضم کرتے جانے کے غیر محدود موقعے ملتے رہین گے یہ امر محتاج بیان نہین کہ افغانستان
کے مقابلہ مین روس کو پہلے سے زیادہ استحکام حاصل ہوجائیگا۔ روس کا خراسان مین ہونا یہ معنی

رکہتا ہے کہ روس ہرات مین ہو اور روس کا سیستان مین ہونا یہ معنی رکہیگا کہ روس سبزوار اور فرہ مین بہی ہے
اور یہ دونون نہایت وقیع اور مہتم بالشان مقامات ہرات سے قندہار پر چڑہائی کرتے وقت راستہ مین پڑتی ہین
مین اس وقت فواید موجبہ کے اوس دوسرے پہلو پر جسکی رو سے سیستان کا قبضہ روس کے
حق مین نافع ہوگا یعنی جسکی رو سے اوسکو جنوبی سمندر تک پہونچنے مین آسانی ہوگی زور نہین دیتا
کیونکہ مین مانے لیتا ہون کہ کوئی بہی برطانوی وزیر یا گورنمنٹ خلیج فارس یا بحر ہند پر کسی روسی
بندرگاہ کے ہونے کی اوسی طرح کبہی روادار نہ ہوگی جس طرح کوئی راز بحیرہ اخضر پر کسی انگریزی بندرگاہ
کے قایم کئے جانے کو جائز نہ رکہیگا۔ یہ سچ ہے کہ روس جنوبی سواحل کی جانب کسی بحری مخرج
راہ کے حاصل کرنیکا بدرجہ غایت خواہشمند ہے اور دو طریقون مین سے جن سے وہ اس مقصد کو
پورا کرنا چاہتا ہے ایک یہ ہے کہ وہ جنوب کی طرف دست درازی کرکے مشہد سے براہ سیستان
آئے۔ اور یہ امر روس کی نظر مین قبضہ سیستان کی آیندہ قدر و قیمت پر مستزاد ہے لیکن اسکے
ہمراہ ایسے واقعات کے صدور کا لزوم وابستہ ہے جو بعید الامکان ہین اور مین اونکو اسقدر خارج
از حد تصور سمجہتا ہون کہ اونکی مزید جرح و تعدیل پر مین الفاظ ضایع نہ کرونگا۔

سیستان کے فواید برطانیہ عظمی کے حق مین

روس کے حق مین سیستان کے فواید سالبہ اوس تخیل کی ضد ہین جو برطانیہ عظمی کے حق مین سیستان
کے فواید موجبہ سے پیدا ہوتی ہے بالفاظ دیگر روس چاہتا ہے کہ سیستان کو خود لے لے تاکہ وہ
برطانیہ عظمی کے قبضہ مین جانے نہ پائے۔ روس کو معلوم ہے کہ اگر سیستان پر انگریز قابض ہوگئے تو نہ صرف
اوس کی اون آرزون کا خون اور منصوبون کا خاتمہ ہو جائے گا جنکا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے بلکہ خود انگلستان

کی طاقت اس درجہ بڑہ جاوے گی کہ وہ اپنے رقیب کی ایشیائی وقت کا رنگ پھیکا کردیگا۔ مین اسکو
ذرا زیادہ وضاحت کے ساتہہ بیان کرتا ہون مین نے گذشتہ باب مین اوس عظیم الشان تجارتی معرکہ کا
ذکر بالتفصیل کیا ہے جو خراسان مین روسی اور برطانوی وہندوستانی مال تجارت مین برپا ہے مین
یہ ظاہر کرچکا ہون کہ جو فواید روس کو اپنی ماوراالنہری ریلوے سے حاصل ہین اور روز بروز زیادہ مقدار مین
حاصل ہوتے رہین گے اون کی مدد سے روس اس قابل ہوگیا ہے کہ شمالی ومشرقی ایران کے بازارون
مین اپنے مصنوعات کا انبار لگادے اور اپنے صرف ایک ہی رقیب برطانوی ہندوستان کے
مال کی قیمت مشہد کی منڈیون مین گہٹادے۔ مین یہ بیان کرچکا ہون کہ اب وہ نازک وقت آگیا ہے کہ اگر برطانوی
وہندوستانی تجارت کو ذرایع باربرداری کی آسانیون اور کم خرچ راستون کے قیام سے کمک نہ پہونچائی گئی
تو آیک ایک دن اوسے شکست فاش ہوگی۔ صرف ایک ہی طریقہ ایسا ہے جس سے ہندوستانی مال اپنے
روسی رقیب سے مساوات کے ساتہہ مقابلہ کرسکتا ہے اور وہ یہ کہ روس ہی کی چالون کو اختیار کیا جائے
یعنی جنوب کی طرف سے ایک سلسلہ ریلوے آگے بڑہایا جائے جو شمال کی طرف کی ماوراالنہری
ریلوے کا جواب ہو اور جس طرح ماسکو کی بنی ہوئی چیزین یہان لائی جاتی ہین اسیطرح بمبی کے مصنوعات
بھی یہان پہونچائے جائین۔ خچرون اور اونٹون پر لاد کر بطی مسافت بعیدہ اور بصرف زر خطیر نہین بلکہ دخانی
طاقت کی زبردست مدد سے۔ ایسی ریلوے کیلئے ضرور ہے کہ ہندوستان سے چلکر سیدہا سیستان کا رخ کرے

مجوزہ سلسلہ ریلوے کی حربی وقعت

میرے خیال مین ایسی ریلوے کے تجارتی فواید سے انکار ہی نہین ہوسکتا جو ہندوستان کو خراسان
کے بازارون سے بالکل قریب کردیگی لیکن فوجی پہلو سے بھی جو فواید اس سے مترتب ہونگے وہ بھی کچھ کم

نمایان نہین ہین کیونکہ اس سے انگلستان کو موقعہ ملجائیگا کہ ملک افغانستان کے جس پہلو کی محافظت کا اوسنے بیڑا اوٹھایا ہی اوسکی حفاظت کرسکے۔ اسکے علاوہ ریل کی وجہ سے انگلستان روس کی خواہش کشور کشائی کے اوس نشو ونما کو روک سکیگا جسکا مین نے ذکر کیا ہے اور جو ممکن ہے کہ دونون سلطنتون کے تعلقات دوستانہ کیلئے خطرہ کا باعث ہون۔ اب مین توقف کرتا ہون اور اس امر کی طرف اشارہ کرنے سے محترز رہتا ہون کہ اگر کبھی سخت ضرورت داعی ہوئی تو ہندوستانی فوج اس موقعہ کو آسانی چڑھائی کے وقت استعمال مین لا سکتی ہی کیونکہ ایسی حالت کی تصور مین لاتے ہوے بھی مجھے اکراہ معلوم ہوتا ہے کہ برطانوی یا ہندوستانی سپاہی کو پھر کبھی ایران مین بہ ارادہ مخاصمت گزرنے یا معارضانہ انتقام کی تدبیر عمل مین لانے کی ضرورت درپیش آئے۔ بہرحال ناظرین کو اپنی راے قایم کرنے مین نقشہ سے مدد ملیگی

اصول انجینیری کی روسے اس ریلوے کی تیاری کی آسانیان

اب اس سلسلہ ریلوے کے قیام کی متعلق عملی لحاظ سے صرف دو اہم سوال باقی رہتے ہین پہلا سوال یہ ہے کہ آیا اصول فن انجینیری ایسی ریلوی کی تیاری کے موید ہوسکتے ہین؟ دوسرا سوال یہ ہی کہ جس ملک مین اس ریلوے کا اجرا عمل مین آئے گا اوس سے کسقدر مالی نفع حاصل ہونا قرین احتمال ہی؟ اگر نقشہ دیکھا جائے تو اس حصہ کی ہیئت ارضی خود بخود صاف بتائے گی کہ سیستان پہونچنے کا سب سے زیادہ ممکن المرور اگرچہ سب سے زیادہ قریب نہین راستہ ہلمند کی وادی مین ہو کر گرشک یا قندہار سے ہے۔ اس مسافت کا بڑا حصہ یعنی ہزار جفتا سے جو دریاے ارگنداب کی مقام انصال سے نیچے کی طرف ہے رودبار تک جسکا فاصلہ ۱۰۰ میل ہے اجو یہان گرمسیل کہلاتا ہے وہی ہی جسکو جنوبی ایران مین گرم سیر کہتے ہین۔ اس ناشاد خطہ کو کسی حصہ پر انسان یا کے جذبات کا قہر اس وجہ نازل نہین ہوا جیسا گرمسیل پر زمانہ سلف مین یہان ہری کھیتیان

روس کی

لہلہاتی تھین اور پر رونق شہر آباد تھے لیکن رہزنون۔ قزاقون اور وقف پیکار فوجون کے طوفان بار دنبالہ نے اسے ایک ریگ فشان اور ویران صحرا کی شکل مین بدل دیا۔ مگر وہ لوگ جو اس علاقہ مین سیاحت کر چکے ہین (خصوصًا ڈاکٹر بیلیو جو ہندوستان سے روانہ ہوکر جرنیل پالک کے ساتھ اس راہ سے گزرا ہے) اس کے از سرِ نو زندہ ہونیکے امکان کا نہایت وثوق کے یقین دلاتے ہین۔ ڈاکٹر بیلیو کہتا ہے

"اس وادی مین گزشتہ سرسبزی و آبادی کے نشانات ہر جگہ موجود ہین۔ زمین نہایت سیر حاصل ہے اور آبپاشی کے لئے پانی ہر طرف سے مل سکتا ہے۔ ضرورت فقط اس بات کی ہے کہ ایک بارعب اور انصاف پسند حکومت ہو جو جلد اسکی گم گشتہ خوشحالی کو حالت اصلی پر لے آئے اور اسکو پھر باغ بنا دے جس مین سیستان سے قندہار تک گاؤن اور شہر مسلسل آباد ہون۔ اسمین ذرا شک نہین کہ ایک مہذب گورنمنٹ کی سرپرستی مین گرم سیل عروج اور سرسبزی کے اوسی درجہ کو پھر پہونچ سکتا ہے جو زمانہ سابق مین اوسے حاصل تھا اور اوس حالت مین وادی ہلمند کا یہ حصہ آب و ہوا کی خوشگواری اور فرحت افزائی مین وادی دجلہ کے خطہ بغداد سے دعوائے مساوات کرسکیگا۔ جب بدامنی اور بے آئینی کی نحوست امن و آئین کی سعادت سے بدل جائیگی تو گرم سیل پھر ایک دفعہ افزونی و فراوانی کا مرکز بنجائیگا۔ مغربی تہذیب کا پیش خیمہ کسی نہ کسی دن ضرور اس بھولے بسرے گوشہ مین آنے والا ہے اور کچھ نہین کہ موجودہ باشندونکے پوتے پروتے اپنی زندگی مین ریل کی سیٹی اس اجڑے بیابان مین گونجتی ہوئی سن سکین گے"[1]

لیکن ممکن ہے کہ یہی "پوتے پروتے" جو یقین ہے کہ اب تک پیدا ہونی شروع ہوگئے ہونگے پل بڑھکر مر بھی جائین مگر سیٹی کی گونج نہ سن سکین جسکی وجہ یہ ہے: ہلمند کی طرف ریلوے کے آنے کے یہ معنی ہین افغانستان مین ہوکر ریلوے جائے۔ اور چونکہ امیر افغانستان ابھی تک اسپر راضی نہین ہین کہ ریل کی گ...

[1] دیکھو "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (اٹک سے دجلہ تک کا سفر) صفحات ۲۰۵ و ۲۰۶۔

اوسکے ملک مین پھیلائی جاوے اور اگر وہ راضی بھی ہوا تو چونکہ پہلے غالباً دوسری زیادہ ضروری تجاویز عمل مین لائی جاوینگی۔ لہذا اگر ہم لوگ پوتے پروتے شاید اپنی زندگی مین ریل کی سیٹی کی آواز کابل مین سن سکین گے

نوشکی سے سیستان تک کا سلسلہ ریلوے



اس سلسلہ کے قیام کا ایک اور بھی راستہ ہے جو زیادہ سیدھا ہونیکی وجہ سے قریب تر ہے اور مزاحمت مذکورہ بالا سے پاک ہے اسواسطے کہ اس امر کی مطلق ضرورت نہین کہ وہ افغانستان مین سے ہوکر گذرے۔ جاننا چاہیئے کہ برطانیہ عظمی کی پشین ریلوے سلسلہ کوہ خواجہ عمران کے شمالی پہلو کو ایک نقطہ تک آگئی ہے اور نیز یہ کہ اس سلسلہ کوہ مین سرنگ نکالی گئی ہے اور چمن جو آجکل منتہائی ریلوے ہے کہلے میدان پر قندہار سے ستر میل سے بھی کم فاصلہ پر ہے۔ پس جو سلسلہ ریلوے اس سرحدی ریلوے سے خواہ چمن کے اسٹیشن سے یا کسی دوسرے مقام سے سیستان تک قایم کیا جائیگا وہ سرتاسر بلوچستان کے علاقہ مین سے ہوکر گزریگا جو دولت برطانیہ کے ساتھ اتحاد رکھتا ہے۔ اور جس مقام پر وادی ہلمند مین جا نکلیگا۔ اوسی کے اعتبار سے بیابان وسطی کی مسافت کم یا زیادہ ہوجائیگی۔ نقطہ انحراف عموماً نوشکی تجویز کیا جاتا ہے جہان سے سند پشین ریلوے کے اسٹیشن چمن تک سو میل سے کم اور کوئٹہ تک نوے میل سے کم اور دروازہ تک اسی میل سے کم مسافت ہے۔ نوشکی سے ہلمند تک بیابان مین کسی قسم کی مزاحمات ارضی سد راہ نہین ہین۔ انجنیری حیثیت سے جو رکاوٹین راستہ مین پڑینگی۔ ان رکاوٹون سے کچھ بھی نسبت نہین رکھتین جو جرنیل اینکاف کی راہ مین حایل تھین اور جن پر وہ ایسی آسانی سے غالب آیا۔

افغانستان کی حالت آیندہ

بیش بندی کیے بغیر ایسی صورت حالات کا تصور ہم ذہن مین لاسکتے ہین جو افغانی اور بلوچی راہون مین

کسی رقابت کی مستلزم ہی نہ ہو بلکہ جسکی رو سے بہترین راہ بلالحاظ اسکے کہ وہ کونسے علاقہ مین سے
گزرتی ہے اختیار کی جا سکے۔ اور وہ صورت یہ ہے کہ افغانستان برضا و رغبت خود نظم و نسق سلطنت کے
لحاظ سے برطانیہ کے ظل حمایت مین آجائے۔ بعض اہل الرائے اس صورت کو انگلستان اور افغانستان
کے تعلقات سابقہ کے صرف ایک ہی معقول و جائز نتیجہ سے تعبیر کرتے ہین اور اس مین ذرا شک نہین
کہ اس سے زیادہ عملی نتیجہ اور کوئی متصور نہین ہو سکتا۔ اگر افغانستان کا انتظامی لحاظ سے انگلستان کی
ظل حمایت مین آنا فرض کر لیا جائے تو زیادہ عرصہ نہ گزرنے پائیگا کہ افغانستان مین انگلستان جہان چاہیگا
ریل کی پٹریان بچھا دیگا (اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین سب سے پہلے ایرانی سرحد تک ریلوے کا سلسلہ قایم کرنے کے
مسئلہ پر توجہ صرف کیجائے گی) لیکن مخفی نہ رہے کہ جب افغانون اور انگریزون کی اغراض متحد ہون گی اور روس
اور برطانیہ کلان کی سرحد ملی ہوئی ہوگی (جیسا کہ اس مفروضہ کی رو سے لازم آتا ہے) تو جو اعتراض مین نے
کسی دوسرے مقام پر سختی کے ساتھ اس امر پر کئے ہین کہ افغانستان مین ہندوستانی اور روسی سلسلہاے ریلوے کا
اتصال قرار پائے اور جن پر مین ابھی تک قایم ہون وہ اگر بالکل دور نہین ہو جائینگے تو کم تو ضرور ہو جائینگے
کیونکہ ایسی صورت مین افغانستان کے حجاب فاصل کے اٹھ جانیکی وجہ سے دونون سلطنتین ایشیا مین اسی طرح کاندھے سے کاندھا ملائے
کھڑی ہوئی نظر آئینگی جس طرح روس اور جرمنی یورپ مین نظر آتے ہین اور انگلستان کو طوعاً و کرہاً بلخ یا ہرات
کی بھی ویسی ہی حفاظت کرنی پڑیگی جیسی موجودہ صورت مین پوٹس ماوتھ یا بمبئی کی کرنی پڑتی ہے۔ اور دونون
سلطنتون کے سلسلہاے ریلوے کا میلان اس طرف ہوگا کہ ایک نہ ایک دن آپس مین مل جائین لیکن
ایسی صورت حالات کا وقوع پذیر ہونا خواہ ممکن الوقوع ہو بھی تاہم ابھی بہت دور ہے۔ اسکا ظہور اوسی حالت مین
ہو سکتا ہے جبکہ افغانستان کی آزادی کا قیام جو ہماری موجودہ تدابیر مملکت کا نتیجہ اور وجہ جواز ہے ناممکن ثابت ہو۔ اور

چونکہ ایسے مشکوک مراتب کی بنا پر ہم آیندہ کے متعلق کوئی معین امر قایم کرنے کی جرأت نہین کر سکتے لہذا ہماری تجاویز وتدابیر ایسی ہونی چاہئین جنہین زمانہ آیندہ کے اوس حصے کے حالات سے توافق ہو جو زمانہ حال سے زیادہ تر متصل ہے۔

حربی نکتہ چینی

جب ہم اوس ملک کی نوعیت کے مسئلہ کی بحث پر پہونچتے ہین جس مین سے ہو کر یہ بلوچی و ایرانی ریلوے (جسکی نسبت ہم یہ فرض کئے لیتے ہین کہ اسکی تیاری موجودہ سیاسی حالتون کے لحاظ سے عمل مین آئی ہے) گزرتی ہے تو ہم چارون طرف سے ایسی شہادت مین گھر جاتے ہین جو آپس مین بالکل متضاد ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ حربی پہلو سے ہمارا سلسلہ ریلوے شمال اور مغرب دونون اطراف سے حملہ کی زد مین ہوگا۔ بعض ایسے ہی ہین جو یہ کہتے ہین کہ بلند کوہون اور ان کے صحراؤن اور خود بلندی کی وجہ سے اس ریلوے کی خاطر خواہ حفاظت ہوگی۔ اس مقام پر میرا مقصد کسی حربی بحث مین پڑنے کا نہین ہے کیونکہ دخانی طاقت کی مدد سے طے مسافت کا طریقہ جب سے ایجاد ہوا ہے غالباً حربی مطالب کیلئے ایسی کوئی ریلوے قایم نہین کیگئی جسکی نسبت ماہرین فن نے متضاد اور متناقض آرا نہ قایم کی ہون۔ بولان و ہرنائی ریلوے کی بھی یہی حالت ہوئی اور یہی حال نوشکی و سیستان والی ریلوے کا ہوتا نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ اصول فن حرب کے اعتبار سے مجھے ایسی ریلوے کی نسبت رائے زنی کرنے سے کچھ سروکار بھی نہین اسواسطے کہ میرا پیشہ سپہ گری نہین اور اسلئے اگر مین نے اس مسئلہ کے متعلق رائے ظاہر کی تو غالباً مجھپر یہ اعتراض کیا جائیگا کہ مین اون معاملات مین دخل دیتا ہون جنکے متعلق مجھے ذرا بھی واقفیت نہین بہرحال باوجود فن حرب مین دستگاہ نہ رکھنے کے مین اشارتاً اس امر کا اظہار کئے بغیر نہین رہ سکتا کہ مجھے تو اس ریلوے مین کثیر التعداد حربی فواید نظر آتے ہین بایں ہمہ مین یہی بہتر سمجھتا ہون کہ اس ریلوے پر ایک تجارتی تجویز کے پہلو سے نظر ڈالی جاوے اور اس امر کو فرض کئے لیتا ہون کہ جس طرح جرنیلون اور کرنیلون کو ایشیا مین ترقی کی خواہش ہے اوسی طرح ملک کے اون لوگون کو بھی ہے

جو اس پر اپنا سرمایہ صرف کرین گے۔

مخالفانہ رائے

ہم یہ تسلیم کرلیتے ہین کہ ہماری ریلوے سیستان تک پہونچ گئی ہی لیکن سوال یہ ہی کہ وہان پہونچکر ہم اوسکے دیکھنے مین کیا آئیگا، اور وہ وہان کیا کریگی۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہین کہ سیستان کے مقامی حالات طبعی تجارت یا توطن کے لئے بالکل موافق نہین ہین۔ یہ لوگ سیستان کی سطح ارضی کی نہایت ڈراونی تصویر کھینچتے ہین اور بتاتے ہین کہ وہان ایک ہوا جسکو باد صد و بست روز کہتے ہین ہمیشہ مارچ سے اگست تک شمال و مغرب کی جانب سے چلتی رہتی ہے۔ یہ ہوا طلوع آفتاب کے وقت سے چلنا شروع ہوتی ہی اور دوپہر کو کسی قدر کم ہو جاتی ہی لیکن مغرب کے بعد سے سخت تیز ہونا شروع ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ یہان ایک قسم کی خوفناک مکھی ہوتی جو کاٹتی ہی اور گھوڑون تک کو مارڈالتی ہی۔ سال کے خاص خاص موسمون مین سورج کی گرمی سے وسیع دلدل کے پانی مین سڑاند اٹھنے کے باعث ہوا متعفن ہو جاتی ہے اور بخار اور لرزہ پیدا ہوجاتا ہی۔ کبھی طغیانی کی وجہ سے تمام ملک غرقاب ہو جاتا ہی اور ایسی حالت مین مرور صرف "توتن" یعنی اون بیڑون کے ذریعہ سے ہوتا ہے جو سرکنڈون اور جھاؤ کی شاخون کو باہم مستحکم طور پر ربط دینے سے تیار کئے جاتے ہین[1]۔ یہ معترضین یہانتک مبالغہ کرتے ہین کہ اس وحشتناک تصویر مین سارا ملک شامل کر دیتے ہین اور پھر پوچھتے ہین کہ اس نیستان اور ریگستان اور دلدل مین کیا لطف زندگی یا مفاد مالی دھرا ہے؟

سر ایچ۔ رالنسن کی رائے

جو رائے سر ایچ رالنسن نے ظاہر کی ہی اگرچہ مجموعی اعتبار سے سیستان کے خلاف ہی لیکن اس لحاظ کہ دوسرون کے مقابلہ مین اوسکی معلومات زیادہ وسیع ہین ایسی نہین کہ پورا سیستان اوسکی لپیٹ مین آجائے۔ اسکے علاوہ

[1] اس کی تفصیلی کیفیت اور تصویر کے لئے دیکھو کتاب "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بدجلہ) مصنفہ ڈاکٹر بیلیو صفحہ ۲۲۰۔

وہ ایک نہایت ممتاز اور بلند پایہ اہل الرائے ہی اور اس لئے اونکی رائے اس قابل ہی کہ اوسپر غور کامل کیا جائے وہ کہتا ہے کہ

"اگرچہ سیستان مین قدرتی مفاد بہت ہین تاہم بحالت موجودہ یہ ایک نہایت ہی مضر صحت مقام ہی اس خطہ مین انسان سال مین صرف چند مہینے رہ سکتا ہی اور یہ اس قابل نہین کہ اسے مرکز حکومت بناکر اسپر روپیہ ضایع کیا جائے اسکے حربی مفاد کے بارہ مین یعنی جس پہلو سے اس پر ہندوستان مین خصوصیت کے ساتھ نظر ڈالی جاتی ہی سخت غلط فہمی واقع ہوئی ہی بجائے اسکے کہ سیستان (جیسا کہ اکثر کہا جاتا ہے) ہندوستان پر کسی قوم مخالف کے مغرب کی طرف سے حملہ آور ہونیکا مقام ابتدایہ ہو وہ اس کام کے واسطے من کل الوجوہ ہرات سے کمتر ہی[۵۱] اسکے جنوب اور جنوب مشرق کی طرف ایک ایسا صحرا واقع ہے جس مین سے گزرنا محال ہی البتہ اسکی مشرق کی طرف دریائے ہلمند کے واقع ہونے کے باعث جسکا پاٹ تنگ اور جس مین پانی کم ہی سیستان مین اس طرف سے داخل ہونیکا ایک رستہ پیدا ہو جاتا ہی اس دریا کا پورا ساحل سیستان سے لیکر قندہار تک شمال کی طرف سے حملہ کرنیوالی فوج کی زد مین ہے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ہرات یا فرہ یا زمین داور مین افغان فوج لئے پڑے ہون تو ایرانی فوج کے لئے ہلمند کی کناری کناری سیستان سے گرشک تک کوچ کرنا ناممکن ہوگا۔ حربی لحاظ سے سیستان کی قدر و قیمت صرف اس امر پر مشتمل ہی کہ یہان باربرداری کے لئے کثرت سے اونٹ دستیاب ہو سکتے ہین اور یہ جانور زیادہ تر بلوچیون کی ملک سے ہین جو افغانستان کی ماتحت ہین نہ کہ ایران کی اور اس لحاظ سے ہماری کام آسکتے ہین مگر ہماری دشمنون کی کام نہین آسکتے[۵۲]"

اگرچہ مندرجہ بالا فقرہ کا مصنف خوش قسمتی سے ابھی تک زندہ ہی تاہم جایز ہوگا اگر اس امر کی تصریح کر دی جائے کہ اس تحریر کا زمانہ (۱۸۷۵ء) موجودہ صورت حالات سے بہت پہلے کا ہی اور جن شرایط و حالات کو مدنظر رکھکر

۵۱۔ یہ سچ ہے۔ لیکن بالفرض اگر کوئی حملہ آور سیاسی وجوہ کی بنا پر ہرات پر چڑہائی ہی نہ کرے یا غنیم کے پہلے سے حاصل کئے ہوئے فوجی منتہا ہرات کے ساتھ سیستان بھی شامل ہو جائے تو پھر کیا ہو ؟

۵۲۔ دیکھو کتاب "انگلینڈ اینڈ رشیا ان دی ایسٹ" (انگلستان اور روس مشرق مین) صفحہ ۱۱۶۔

یہ رائے قلمبند کی گئی تھی وہ اب موجود نہیں ہیں۔ حربی بحث کے ضمن میں رالنسن نے جس مسئلہ پر رائے زنی کی تھی وہ اوس واقعہ سے متعلق ہے جو ایران کو سیستان کی راہ سے افغانستان سے حملہ کرتے وقت ملتا لیکن اس مسئلہ کو اوس نئے مسئلہ سے کچھ بھی تعلق نہیں جو روس کے ہرات کے نزدیک پہونچ جانے سے پیدا ہو گیا ہے۔ کسی ایرانی فوج کا بہ حالت موجودہ افغانستان پر حملہ آور ہونا ایسا ہی قرین احتمال ہے جیسا کہ سینٹ پیٹرس برگ پر چڑھائی کرنا۔ لیکن جو کچھ ایرانی یا افغان کرنا نہیں چاہتے یا کر نہیں سکتے وہ یورپین فوجین ریلوے کے منتہاؤں سے کرنے پر قادر ہیں اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ اصول فن حرب کے اعتبار سے جو نکتہ چینی سیستان پر سابق میں ہوئی وہ ۱۸۸۵ء سے کالعدم ہو گئی ہے۔

سیستان کی زرخیزی کے متعلق موافق آرا

معترضین نے کسی قدر تصرف کے ساتھ اوس فقرہ کی تمسخر آمیز نقل اوتار کر جو ایک وقت مجموعی حیثیت سے ایران کے حالات بیان کرتے وقت استعمال کیا گیا تھا[۵] اپنی پرالم داستان میں سیستان کو دو حصوں پر مشتمل قرار دیا ہے یعنی ایک صحرا زیر آب اور دوسرا صحرا نا لائق آب۔ اون کے جواب میں نہ صرف تاریخ بلکہ واقعات موجودہ کی تردیدی شہادت پیش کی جا سکتی ہے۔ اگر اون کا فیصلہ صحیح ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ کسی زمانہ میں یہ خطہ اپنی عظیم الشان شادابی۔ وسیع آبادی اور شاندار شہروں کی وجہ سے شہرۂ آفاق تھا اون کھنڈروں کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے جو میلوں تک پھیلے ہوئے چلے گئے ہیں اور اس کی پرانی شان و شوکت کا سراغ بتاتے ہیں؟ شادابی و زرخیزی کا دار و مدار ایران میں مطلقاً ذرایع آبرسانی پر ہے اور ایران کے صوبوں میں سے اگر کسی صوبہ میں اسقدر پانی موجود ہے کہ نہ صرف بڑی بڑی نہروں کو جو دریاؤں جتنی بڑی ہیں اور چھوٹے چھوٹے آبپاشی کی نالوں اور راجبہوں کو لبریز کرے بلکہ بسا اوقات ان کی کناروں سے گزر کر جھیلوں اور دلدلوں کو پیدا کر دے تو وہ صرف سیستان ہی میں ہے۔ بہر حال ہم اس سرزمین کے

[۵] "ایران دو حصوں پر مشتمل ہے ایک صحرا با نمک اور دوسرا صحرا بے نمک"۔

سیر حاصل اور زرخیز ہونے کے متعلق اون لوگون کی آرا کا ذیل مین اقتباس کرتے ہین جنہون نے اسے بچشم خود دیکھا۔ فیرئر نے ۱۸۴۵ء مین حسب ذیل بیان قلمبند کیا۔

"سیستان ایک ہموار ملک ہے جس مین جا بجا پست پہاڑیان واقع ہین سطح زمین کا ایک ثلث تو دہ ہائے ریگ رو ان پر مشتمل ہے اور باقی کے دو ثلث کے اجزا ترکیبی ریت اور چکنی مٹی ہین جن مین نباتاتی مادہ کی افراط ہے اور جھاو ۔ ساغس ۔ تنگ اور سرکنڈون کے جنگل کھڑے ہین جن کے درمیان شاداب مرغزار موجود ہین ۔ دریائے ہلمند کی سالانہ طغیانی کے بعد زمین پر جس میل کی تہ جم جاتی ہے وہ حیرت انگیز طور پر زمین قوت نامیہ کو بڑہاتا ہے اور زمانہ دراز سے السا ہی حالت چلی آئی ہے ۔ کم از کم اون کہنڈرون سے جو اب ساحل دیکھنے مین آتے ہین اس خیال کی تائید ہوتی ہے[۵۱]"

اس پر مین سر الیف ۔ گولڈ اسمڈ کی راے ایزاد کرتا ہون۔

"زمین کی زرخیزی مسلم ہے عام طور پر یہان شاید گیہون اور جو کی کاشت ہوتی ہے لیکن مٹر لوبیا ۔ ارہر ۔ تل اور کپاس بہی بوئی جاتی ہے خربوزے اور خاص کر تربوز کثرت سے پیدا ہوتی ہین اور چارے کی ذرا کمی نہین ۔ معمولی نہرون کے ذریعہ سے اور اون سیلابون کے باعث جو گاہ بیگاہ آتی رہتی ہین یہان کے طریقہ آبپاشی کو ایسی فراوانی حاصل ہے کہ محنتی اور قانع باشندون کی مدد سے یہان اناج کی پیداوار نہایت کثیر مقدار مین ہو سکتی ہے[۵۲]"

---

۵۱ دیکہو کتاب "کاروان جرنیز" (سفرہاے کاروان) صفحہ ۴۲۶۔

۵۲ ۔ دیکہو "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی) جلد چہل و سوم صفحات ۱۷ و ۷۳۔

بالآخران دونون آرا کے ساتھ اون لوگون کی شہادت شامل کیجاسکتی ہے جنھون نے
کمیشن ماموره تصفیہ سرحد کے ورود سیستان کے بعد اس علاقہ کا سفر کیا۔ ان سیاحان ما بعد
کا بیان ہے کہ سیستان کے ذرایع پیداوار مین حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے اور اگر علمی طریقہ
سے آبپاشی کا انتظام کیا جائے تو پیداوار کی استعداد بے انتہا بڑھ جائے۔ اس مین شک
نہین کہ سیستان کی آیندہ ترقی کا انحصار اس امر پر ہے کہ اصول علم آب سے دریائے ہلمند کے
بہاؤ اور طغیانی کو منضبط کیا جائے۔ زمین کے موقعہ یا اوسکی سطح مین کوئی ایسی رکاوٹ
نہین جو دریا کے رخ کے جانب جنوب پلٹا دئے جانے اور بالکلیۃً زراعت کے کام مین
صرف کیے جانے کو مانع آئے۔

سیستان کا پیوند واقعات کے وسیع تر دامن مین

ایک اور امر بھی ہے جو اگرچہ سلسلے کے لحاظ سے اخیر ہے لیکن اسقدر اہم اور ضروری ہی
کہ اوسے نظر انداز نہین کیا جاسکتا۔ اگرچہ ریلین ایران مین اوس سرعت اور تیزی کے ساتھ
قایم نہ ہون گی جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہین اور ایران کے بہت سے حصے ایسے ہین
جہان اونکا جلد قایم ہوجانا قرین مصلحت بھی نہین تاہم اکثر لوگ اوس زمانہ کی آمد آمد کے
منتظر ہین جب بڑے بڑے شہرون اور تجارت کے ممتاز مرکزون کے درمیان تھکے ماندے
گھوڑون محنت مشقت والے اونٹون اور زخمی پیٹھ والے خچرون کے مقابلہ مین کوئی زیادہ
سریع السیر ذریعہ نقل و حرکت قایم ہوجائے گا۔ ہم اوس دن کے متوقع ہین جب کہ شمال سے
جنوب کی طرف آمد و رفت کے ذرایع خواہ کچھ ہی کیون نہ ہون لیکن وسطی سرزمین کے بڑے

بڑے شہر غرباً سفر قا گرمان شاہ سے لیکر کرمان تک دخانی گاڑیون کے ذریعہ سے
باہم ملادئے جائین گے اور ریلون کے یہ سلسلے اون وادیون اور گھاٹیون مین سے
ہوکر گزرین گے جن کا عام رخ بلا کسی استثنا کے جانب موافق مین ہوگا یعنی شمال و مغرب سے
جنوب و مشرق کی طرف۔ ریل کی اسطح کی شاہراہ سے جسکے ساتھہ انجام کار ہندوستان کی
ریلون کا سلسلہ ملجائیگا ایک شاخ ریلوے کا سیستان تک قایم ہونا شمال کی سمت مین بمنزلہ
ایک خفیف مگر قدرتی تفرع کے ہوگا۔ اسکے ساتھہ ہی ساحل سمندر تک اوس سلسلۂ ریلوے
کے ذریعہ سے تعلق قایم ہوجائے گا جو بام پور سے ہوتا ہوا چاہ بہر کو جائے گا۔ یا رہگان اور
میناب کی راہ سے گوادر پہونچے گا یا اگر بلوچی علاقہ یعنی اوس علاقہ مین جو برطانیہ کے زیر حمایت
ہو کسی زیادہ تر مشرقی بندرگاہ کی ضرورت ہوئی تو پسنی یا کلمات کے عمدہ بندرگاہون تک
جائے گا۔ لیکن اگر سندہ و پشین یا بولان ریلوے کی نسبت جن کا منتہا ہندوستان کی موجودہ سرحد
ہوگا یہ خیال کیا جائے کہ یہ طوفان سے ضایع ہوجانے کے امکان کی زد مین ہونے کے باعث
سیستان تک کی ریلوے کا محفوظ و موزون مبتدا نہین ہوسکتین تو اس صورت مین بولان ریلوے
بطور خود ایک مستقل بلوچی ریلوے ہوسکتی ہے جو ساحل سمندر سے روانہ ہوکر پنجگور سے گزرتی
ہوئی ایرانی سرحد کی طرف جائے گی اور بعض مستند لوگون کی تو یہ رائے ہے کہ اس
ریلوے کو ہندوستان کے سلسلہ ریلوے سے بذریعہ ایک شاخ کے ملادینا چاہیے
جو کراچی سے روانہ ہوکر کلران مین سے گزرتی ہوئی اس سے جاملے۔ بحر ہند کے ساتھہ
اس طرح کی ریلوے کا اتصال ایسی صورت مین مشرقی ایران کے لئے وہی حکم رکھے گا جو

ماورار النہری ریلوے کا اتصال بحیرۂ اخضر کے ساتھ ایران کے شمالی و مشرقی حصہ کے لئے رکھتا ہے اور بحر و بر پر دخانی طاقت کی متفقہ مساعی سے چند سال مین وہ انقلاب برپا ہو جائے گا جسکا بصورت مخالف ممکن ہے کہ صدیون تک انتظار کرنا پڑے۔ بقول ڈاکٹر بیلیو کے شاید نہ ہماری اولاد اور نہ ہماری اولاد کی اولاد کی قسمت مین اوس دن کا دیکھنا لکھا ہے جبکہ ان اقطاع مین وہ ریل کی سیٹی کی گونج اپنے کانون سنین گے۔ لیکن جب ہم پیوند زمین ہو کر آیندہ نسلون کے صفحہ خاطر سے محو ہو چکے ہونگے تو شاید کوئی مطالعہ کا شایق مسافر ہماری کتاب کو لندن کے کسی بازار کی قدیم دکان مین جا کر پرانے لٹریچر کی ایک ایک شلنگ مین بکنے والی کتابون کے ڈھیر مین سے اٹھا کر پڑھے گا اور ہمین ہمارے کنج مرقد مین بھی اس بات کے لئے مبارکباد دے گا کہ جو واقعات اوس وقت تکمیل کو پہونچ چکے ہونگے اون کا خیال سالہا سال پیشتر ہمارے ذہن مین آیا تھا اور ہم نے اون کی تائید مین بصد شوق کوشش کی تھی۔



دسوان باب

از مشہد تا بہ طہران

"انسان نے اب تک جتنی چیزین بنائی ہین اون مین سے ایک بھی ایسی آرام دہ اور راحت بخش نہین جیسی کہ سرراہ ایک عمدہ سرائے یا شراب خانہ"۔ ا

(حیات ڈاکٹر جانسن مصنفہ باسویل)

"جہان تک ایرانیون سے مجھے سابقہ پڑا مین نے اونہین برا پایا"۔

ہاریس

مشہد اور طہران کے درمیان ڈاک کی سڑک

ناظرین نے گزشتہ دو فصلون کے اہم اور دقیق سیاسی مباحث کو قطعاً نظر انداز نہین کیا بلکہ غور سے مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا کی ہے اون کے لئے اس باب کے آسان تر مضامین باعث تلافی ہونگے۔ مشہد مین آٹھہ دن تک قیام کرنے کے بعد مین نے بذریعہ سواری چاپار طہران کا طول طویل سفر اختیار کیا۔ اہل ایران ان دونون مقامات کا درمیانی فاصلہ ۱۵۴ فرسخ بیان کرتے ہین اور اسی کے حساب سے مسافر کو کرایہ دینا پڑتا ہے۔ اگر ایک فرسخ کو پورے چار میل کے مساوی قرار دیا جائے

تو اس فاصلہ کی مجموعی تعداد ۱۱۶۹ میل ہوتی ہے۔ لیکن اگرچہ خراسان کا فرسخ ایران کے دوسرے علاقون کے فرسخون کے مقابلہ مین اپنے تکلیف دہ اور بظاہر ناممکن الاختتام طول کے لئے مشہور ہے (اور اس سے حقیقت مین سڑک کی وحشت انگیز یکسانیت کی تعریف مقصود ہے) تاہم اپنے اندازے کو سیاحان سابق کے اندازے سے مقابلہ کرنے پر میری دانست مین یہ فاصلہ ۵۶۰ انگریزی میلون سے بھی کسی قدر کم ہے اس بات کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ جو شخص گھوڑے پر اکیلا سفر کر رہا ہو اور سوائے اوس کے گھوڑے کے قدمون کے اور کوئی چیز اوسکی توجہ کو اپنی طرف منعطف نہ کرتی ہو تو بہت جلد اوس کو صحیح اندازہ اوس فاصلہ کا جو وہ منزل بہ منزل طے کرتا ہے معلوم ہو جاتا ہے مشہد سے لے کر طہران تک کی راہ چوبیس [24] منزلون مین منقسم ہے اور ڈاک

لے [5] ایک سیاح جو طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک سفر کرتا رہا ہے اور اپنے خستہ و ماندہ گھوڑے کی پیٹھ پر سوائے اسکے کہ زین کے سامنے کے کانٹے کو تھامے زیادہ دیر تک قایم نہین رہ سکتا بے اختیار پکار اوٹھتا ہے "خراسان کے فرسخ کیا ہین شیطان کی آنت ہین" "جب ہم اوس جگہ کے قریب جہان ہم مقام کرنے والے تھے پہونچے تو ہمارے ہمراہیون مین سے ایک کے منہ سے بے ساختہ یہ فقرہ نکلا:" قسم ہے مجھکو جناب رسول اللہ صلعم کی کہ اس سڑک سے زیادہ لمبی سڑک میرے دیکھنے مین نہین آئی۔ میری کمر اور گھٹنے شل ہو گئے ہین" ایک مقامی ضرب المثل بھی ہے جسکا یہان حوالہ دینا باعث دلچسپی ہوگا (دیکھو ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) مصنفہ برنس جلد دوم۔ صفحہ ۸۹)۔ اور وہ یہہ کہ خراسان کا فرسخ ایسا ہی نامتناہی ہے جیسی عورتون کی بکواس اور جس شخص نے اسے ناپا ہوگا ضرور ہے کہ اوس نے اسے کسی ٹوٹی جریب سے ناپا ہو۔

———

کی چوکیان پندرہ سے لیکر تیس میل تک کے متفاوت فصل سے قایم ہین۔ لیکن انکا اوسط فاصلہ ۲۳ میل ہے۔ یہ سفر مین نے آسانی کے ساتھ نو دن مین بحساب اوسط ساٹھہ میل روزانہ طے کرکے ختم کیا۔ کسی دن ستر میل اور کسی دن اس سے کم مین طے کرتا تھا۔ ایران مین طے مسافت کے لیے یہ شرح رفتار زیادہ نہین بلکہ کم ہے[ف۱]۔ اور بعد مین مجھے بہ آسانی ایک دن مین پچہتر سے لیکر اسی میل تک سفر کرنے کی عادت ہوگئی۔ محکمہ تار کے عہدہ دار اور اس ملک کے رہنے والے اس سے کم سفر نہین کرتے بلکہ بسا اوقات اس سے بھی زیادہ جاتے ہین۔ مشہد سے طہران تک جو ڈاک رستے مین کہین رکنے کے بغیر ہر چوکی پر سب سے پہلے گھوڑے لے کر طہران جاتی ہے وہ اس فاصلہ کو پانچ سے لیکر چھہ دن تک کے عرصہ مین طے کرتی ہے۔ ڈاکٹر ولس کا بیان ہے کہ وہ اصفہان سے طہران تک جو قریبًا ۲۸۰ میل کا فاصلہ ہے بذریعہ سواری اسپ ۳۵½ گھنٹے مین پہونچا[ف۲] اور جو افسر کہ صرف دن کے وقت سفر کرتے ہین اور رات کو ٹھیر جاتے ہین اونہون نے طلوع آفتاب اور زین پر سے اترنے کے وقت کے درمیان ۱۲۰ میل فاصلہ طے کیا ہے۔

ف۱ ایں ہمہ ایک فرانسیسی افسر جس نے ۱۸۵۸ء مین اسی قدر مدت مین یہ سفر طے کیا تھا اپنی کتاب مین بیان کرتا ہے کہ جرنیل مکلین نے اوس کے حیرت انگیز کارنامے پر متعجب ہوکر اوس سے کہا کہ ایک انگریزی افسر جس نے یہ فاصلہ دس دن مین طے کیا تھا بیمار پڑ گیا تھا۔ واضح رہے کہ مسٹر ایچ رالنسن نے ایک دفعہ یہ سفر چھہ دن مین طے کیا تھا۔

ف۲ "پرشیا ایز اٹ از" (ایران کی ہیئت کذائی) صفحہ ۲۹۶۔

سرعت رفتار


اہل ایران ہمیشہ سے گھوڑے پر تیز سفر کرنے مین مشہور ہین اور اسیارہ مین اون کے بادشاہون نے بہی بسا اوقات قابل ذکر کارنامے چھوڑے ہین۔ تین سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ شاہ عباس اعظم گھوڑون کی ڈاک بٹھا کر ۲۸½ گھنٹے مین شیراز سے یزد پہونچا اور شاہی ہیئت دان کو حکم تہا کہ وقت کا حساب لگائے۔ میلکم نے ان دونون مقامات کا درمیانی فاصلہ ۸۹½ فرسخ یا ۳۰۳[۵۱] میل بیان کیا ہے اور اگرچہ آج کل کی پیمایش کی رو سے یہ فاصلہ ۲۲۰ میل قرار پایا ہے لیکن پھر بھی ۲۸½ گھنٹہ مین اس قدر فاصلہ طے کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ آغا محمد خان حکمران خاندان کا بانی جب کریم خان زند کی وفات پر مازندران کو بھاگا تو شیراز سے اصفہان تک جو کسی صورت مین تین سو میل سے کم فاصلہ نہین وہ گھوڑے پر سوار ہو کر تین دن سے کم مین پہونچا۔ اوس کا بھتیجا فتح علی شاہ وارث تخت وتاج ہونے پر شیراز سے طہران کم از کم ۵۰۰ میل کا فاصلہ طے کر کے چھہ دن مین گیا۔ فریزر۔ ایک ایرانی آغا بہرام کا واقعہ بیان کرتا ہے جسکے پاس نہایت اچھے اچھے گھوڑے موجود تہے کہ ایک دفعہ وہ ایک ہی عربی گھوڑے پر چھہ دن مین شیراز سے طہران گیا اور وہان تین دن ٹہیر کر پانچ دن مین واپس شیراز آیا اور پھر نو دن آرام لیکر اوسنے تیسرا سفر، دن[۵۲] مین طے کیا۔ لیکن سب سے زیادہ

---

۵۱ دیکھو "ہسٹری آف پرشیا" (تاریخ ایران)۔ جلد اول۔ صفحہ ۳۴۵۔

۵۲ دیکھو "اے ونٹرز جرنی" (موسم سرما کا سفر)۔ جلد دوم صفحہ ۳۱۹۔

قابل ذکر کارنامہ (اس لحاظ سے کہ زحمت کشی کا تسلسل اس مین سب سے زیادہ پایا جاتا ہے) اوس فوجی افسر کا ہے جو ۱۸۱۵ء مین البا سے نپولین کے فرار ہو جانیکی خبر لے کر قسطنطنیہ سے دماوند تک جو طہران کے قریب واقع ہے ۱۱ دن مین ۱۷۰۰ میل کا مجموعی فاصلہ طے کر کے پہونچا۔ برخلاف اسکے اگر تعجیل کی کوئی وجہ نہ ہو تو ایرانیون سے زیادہ سست سوار بھی اور کوئی نہین ہو سکتا۔ اگر وہ بگمٹٹ نہ جا رہا ہو تو پھر متانت و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ خرامان خرامان جاتا ہے اور اثنا سے سواری چاپار مین کوئی بھی ایسا ایرانی میرے دیکھنے مین نہین آیا جو گھوڑے پر قدم چال سے زیادہ تیز جاتا ہو۔

خرچ سفر

چونکہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ مین اپنے ذاتی تجربہ سے سواری چاپار کے حالات بیان کرتا ہون اور بعد مین اسی ذریعہ سے مین نے ایک ہزار میل سے زیادہ کا سفر طے کیا لہذا مناسب ہوگا کہ اس بارہ مین اپنے مشاہدات اور مشورون کو تلخیصاً بیان کرون۔ دوسرے باب مین جس کا عنوان "راہ و رسد" ہے مین پہلے ہی خرچ اور طرز عمل کے متعلق جو جو اطلاعین ضروری تھین درج کر چکا ہون۔ جو اندازہ مین نے اوس باب مین لگایا تھا اوس سے واضح ہوگا کہ چارون گھوڑون پر (ایک اپنے لئے۔ ایک غلام کے لئے ایک بارگیر کے لئے اور ایک سامان کے لئے۔ اس موقعہ پر مین نے سامان کے لئے ایک زاہد جانور لے لیا تھا اگر اوس کے بھاگ بھاگ جانے سے تعاقب کی جو زحمت مجھکو اوٹھانی پڑی اور جو وقت میرا ضایع ہوا۔ اوس سے مجھے پورا تجربہ حاصل ہو گیا اور پھر

سامان کے لئے زاید جانور ساتھہ رکھنی کا مین نے نام نہ لیا) مشہد سے طہران تک کے سفر مین ۶۰۰ قران صرف ہوئے۔ اوس وقت تبادلہ کی جو شرح تھی اوس کے لحاظ سے ۶۰۰ قران ۱۷ پاونڈ کے مساوی ہوتے تھے۔ مگر اس مین بارگیرون کا انعام رات کے قیام کے لئے ڈاک بنگلون کا کرایہ شامل نہین۔ ان اخراجات کی تعداد دو پاونڈ یا اس سے کچھ زیادہ ہوتی ہے رستہ کی خوراک کا دار و مدار زیادہ اوس ڈبون مین بند کئے ہوئے گوشت کی مقدار پر منحصر ہے جو مسافر اپنے ہمراہ لے جائے۔ غرضکہ کسی صورت مین اس سفر کا خرچ بئیس پاونڈ سے زیادہ نہ ہوگا۔ اس سفر مین میرے ہمراہ صرف ایک شخص تھا۔ اوسی کو میرا رفیق اور اوسی کو میرا ملازم سمجھنا چاہیئے۔ یہ شخص ایک ایرانی الاصل افغان غلام یعنی بدرقہ تھا جو برطانوی سفارت متعینہ طہران مین متعین تھا۔ اوس کا نام نادر علی خان تھا جس کے شاندار ہونے مین کوئی کلام نہین ہو سکتا اور سڑک کے تفصیلی حالات اوس کو معلوم تھے۔

وزیر صیغہ ڈاک

ایران مین ڈاک کا جو طریقہ مروج ہے اور جیسکے قایم کئے جانے کے متعلق مین آگے چلکر کچھ حالات بیان کرون گا۔ ڈاک کے ایک وزیر کی نگرانی مین ہے۔ لیکن چونکہ جو عہدہ دار اس خدمت پر اسوقت مامور ہے اوس کے تفویض دو اور محکمے بھی ہین اور مزید بران وہ کونسل کا پریزیڈنٹ بھی ہے لہذا یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ خدمت مسطورہ کو زیادہ اہم نہین سمجھا جاتا۔ دولت ایران کی طرف سے وزیر موصوف کو ہر ڈاک کی

چوکی کی مرمت اور سامان کے لئے جو سرکاری سڑکون پر واقع ہو کچھہ سالانہ رقم ملتی ہے اور اس کے علاوہ گھوڑون کے دانے چارے کے طور پر ہر سال کچھہ جو اور پیال بھی ملتے ہین[۱]- لیکن وزیر اس کا انتظام خود نہین کرتا - اگر وہ ایسا کرے تو عام ایرانی طرز عمل کے سخت ہی مخالف ہو - ہر ایک سڑک کسی سوداگر یا مرفہ الحال شخص کو ٹھیکے پر دیدی جاتی ہے جو ایک معینہ رقم ہر سال وزیر کو ادا کرتا ہے - اس ٹھیکہ دار کا کام یہ ہے کہ ہر ایک چوکی پر ملازم اور گھوڑے مقرر کرے اور اس کام مین سے جسقدر روپیہ پیدا کر سکے کرے - اوسکے بخل اور کفایت کی روک تھام اگر کسی شئے سے ہو سکتی ہے تو وہ یہ خیال ہے کہ مبادا سال کے ختم ہوتے پر کوئی دوسرا ٹھیکہ دار زیادہ بولی بول کر اس رعایت کو حاصل کرلے - پس مقام تعجب نہین ہے کہ ڈاک کی چوکیان اکثر نہایت بوسیدہ اور خستہ حال ہوتی ہین اور گھوڑے ایسے مریل اور دبلے اور برے ہوتے ہین کہ کچھہ بیان نہین ہو سکتا - اس طریقہ کے مذموم ہونے کے متعلق اختلاف آرا ممکن نہین اور یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا سیاح کی حالت زیادہ قابل رحم ہے یا اون غریب جانورون کی جن پر اوسے مجبوراً تازیانے برسانے پڑتے ہین -

چاپار کے ماله وما علیه

بہر حال مین سواری چاپار کے آلام ولذات کا موازنہ کرنے کی کوشش کرتا ہون

---

[۱] حال ہی مین سرکاری چاپار خانون کی کل تعداد ۱۷۲ تھی اور خزانہ عامرہ سے ہر چاپار خانہ کے لئے ۲۰ تومان (۵ پاونڈ ۱۴ شلنگ) سالانہ مقرر تھے - اسکے علاوہ ۱۰ خروار (قریباً ۳ ٹن) جو اور اسی قدر پیال گھوڑون کے لئے مقرر تھے

تاکہ اسکی نسبت منصفانہ رائے قایم کی جاسکے۔ اس طریقہ کو سیاحون نے اپنے اپنے مذاق استعداد زحمت کشی اور یاوری بخت کے اعتبار سے "باعث تفریح طبع" "وقت طلب" یا "عذاب" کے لفظون سے تعبیر کیا ہے اور شاید ان تینون راؤن مین سے ہر ایک کے متعلق کچھہ نہ کچھہ کہا جاسکتا ہے۔ ان آرا کے قایم کرنے مین سب سے بڑی وجہ تحریک وہ مقدار مسافت ہے جو طے کیجائے۔ کسی قدر اس کا دار و مدار سال کی فصل یا موسم پر ہے جس مین سفر کیا جائے اور بہت کچھ سفر کرنے والے کی قسمت پر۔ زائرون کے سوائے جو قافلہ کے ذریعہ سے سفر کرتے ہین۔ مشہد اور طہران والے راستے کو بہت کم لوگ اختیار کرتے ہین اور اسلئے ہر چوکی پر پانچ یا چھہ گھوڑون سے زیادہ نہین ہوتے اور بعض دفعہ اس سے بھی کم ہوتے ہین۔ ان گھوڑون کو مین نے عام طور سے نہایت تبہ حال پایا۔ کہانے کو انہین کم ملتا تھا۔ ہڈیان ان کی نکلی ہوئی تھین۔ چال ان کی ٹہیک نہ تھی اور ان کی پیٹھ پر زخم تھے جنکی وجہ سے بعض دفعہ تو جی نہ چاہتا تھا کہ ان پر سواری کی جائے۔ بہترین گھوڑے جو مجھے ملے وہ ایسے تھے کہ کسی دوسرے ملک مین او نہین اوسط درجہ کے گھوڑون مین کہترین خیال کیا جائے گا۔ ان مین سب سے خراب گھوڑے پر سوار ہونا ایک ایسی سزا تھی جسے زمانہ آیندہ کا کوئی ڈینیٹی[1] موزون طور پر جہنم کے طبقہ اسفل السافلین مین اپنے جانی دشمن

[1] ڈینیٹی اطالیہ کا مشہور و معروف شاعر ہے جو ۱۲۶۵ء مین پیدا ہوا تھا۔ مین اوس کی اوس بے نظیر نظم "ڈیوائن کامیڈی" کی طرف اشارہ ہے جس مین اوس نے بہشت۔ اعراف اور دوزخ کے متعلق خیالی تصویرین نہایت

دشمن کے لئے تجویز کرسکتا ہے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب طہران اور ترشیز والی سڑک پر میرا گزر ہوا جسپر آمدورفت زیادہ رہتی ہے اور جہان چاپار کا انتظام اچھا ہے تو تعداد اور عمدگی کے لحاظ سے زیادہ قابل اطمینان گھوڑے میرے دیکھنے مین آئے عام طور سے اون پر سوار ہونا برداشت کیا جاسکتا تھا اور بعض دفعہ تو ایسے گھوڑے مل جاتے تھے جنہین اچھا کہا جاسکتا تھا۔ اور جب اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ مجھے انکے ذریعہ سے ایک گھنٹہ مین ۸ یا ۹ میل اوسط مسافت کے حساب سے دن بھر سفر کرنے مین کامیابی ہوئی اور جب کہ یہ دیکھا جائے کہ وہ عام طور سے پویہ چال چلتے تھے اور بعض دفعہ سرپٹ جاتے تھے تو یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ دن بھر مین ستر یا اسی میل کا سفر ایسا ہے کہ برداشت کیا جاسکے اور اگر موسم عمدہ اور موافق مزاج ہو تو بسا اوقات اسکو خوشگوار و خوشش آئند کی صفت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ بہرحال اس فیصلہ کا جزو اعظم یاوری بخت ہے۔ اگر مسافر سرکاری ڈاک کے مقابلہ یا معارضہ سے جس کا حق ہر جگہ فایق ہے اپنے آپکو بچا سکے اور اگر رخت سفر اوسکے ہمراہ زیادہ نہو اور باربرداری کے لئے زیادہ جانورون کا محتاج نہو اور خصوصاً اگر وہ مسافرون کی کسی دوسری جماعت سے جو اوسی سڑک پر سفر کر رہی ہو بڑھکر آگے نکل جائے تو اوسکی اچھی طرح گذرے گی لیکن اگر ان تمام امور یا ان مین سے کسی ایک مین نصیب نے اوس کی یاوری نہ کی تو وہ ایران سے رخصت ہوتے وقت اس ملک پر تین حرف بھیجے گا اور کہے گا کہ یہان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۸ - خوبی کے ساتھ کھینچی ہین۔

کے رہنے والے بدمعاش اور ناپاک ہین۔ اس مین شک نہین کہ عام سیاحون کا تجربہ یہی ہے اور اس کی توجیہ شاید اس واقعہ سے ہوسکتی ہے کہ ایران مین اگر کسی یورپین کے لئے کوئی خیال باعث تشفی ہوسکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ ایک فاصلہ معینہ کو اپنے متقدمین سے وہ زیادہ جلد طے کرے۔ غرضکہ اس بارہ مین یہان شدت کے ساتھ مقابلہ عمل مین آتا ہے۔ رستے مین جہان تار ہے وہان سے مسافر کے دوستون اور خویش واقارب کے منتظر کانون مین اوسکے مراحل کی خبر پیغام تار برقی کے ذریعہ سے پہونچتی ہے اور مسافر کے لئے اس سے زیادہ خوشی اور نہین ہوسکتی یا اس سے بڑا کارنامہ وہ اور کوئی نہین چھوڑ سکتا کہ طے مسافت کے لحاظ سے اپنے متقدمین سبقت لیجائے۔

چاپارخانہ

اس مقام پر مین چاپارخانے اور اوسکی کم مایہ مگر مخصوص خصوصیات کا ذکر کرتا ہون بعض دفعہ کسی قصبہ یا گاؤن کے بیچون بیچ اور بعض دفعہ اوسکے حوالی مین مگر بالعموم کف دست میدان کی ویران تنہائی مین ایک چھوٹی سی مستطیل شکل کی عمارت پانی کے کنارے کھڑی نظر آتی ہے۔ اس عمارت کی دیوارین کچی مٹی کی بالکل بے‌نشان اور ایک اندرونی احاطہ کے گرداگرد کھنچی ہوئی ہوتی ہین۔ پھاٹک پر ایک پست سا چوگوشہ برج ہوتا ہے اور عمارت کے ہر زاویہ پر ایک نیم مدور برج یا چھجا آگے کو نکلا ہوا ہوتا ہے۔ مجموعی حیثیت سے یہ عمارت بظاہر ایک چھوٹا سا مٹی کا قلعہ معلوم ہوتی ہے۔ اور حقیقت مین اس کا

مقصد بھی یہی ہے کیونکہ ایسے ملک مین جو کچھہ زیادہ عرصہ نہین گذرنے پایا کہ ترکمانون
کی دستبرد اور غارت گری کی جولانگاہ رہ چکا ہے اور جہان بلا تفریق و امتیاز سرقہ کا
مرتکب ہونا لوگون کا عام شیوہ ہے ہر ایک جائداد کی محل سے لیکر باغچہ تک حملہ سے اسطرح
حفاظت کرنی پڑتی ہے گویا کہ ملک مین علانیہ جنگ برپا ہے۔ چاپارخانہ مین ایک بڑی
چوبی دروازہ سے داخل ہوتے ہین اور جب اس کو بند کردیا جاتا ہے تو سوائے سیڑہی
لگا کر چڑہنے کے اور کسی طرح اس مین گذر ممکن نہین جب مسافر گہوڑے پر سوار پہاٹک
مین پہونچتا ہے تو اوسے دیوار کے دونون طرف ایک پست سا چبوترہ اور دو دروازے
نظر آتے ہین جن کے ذریعہ سے نیچے کے تنگ و تار اور غلیظ حجرون مین داخل ہوتے
ہین۔ پہاٹک مین سے گزر کر اندر کا صحن آتا ہے جو طول مین بیس سے لیکر پچیس اور عرض
مین بارہ سے لیکر پندرہ گز تک ہوتا ہے۔ وسط مین ایک چبوترہ نظر آتا ہے جس پر
مرغیان گہورے کے ڈہیر کو کریدتی ہوئی دکہائی دیتی ہین۔ اگرچہ حقیقت مین اس
چبوترہ کا مقصود یہ تہا کہ گرمی کی راتون مین مسافر تازہ ہوا مین اس پر اپنا بستر جمائے صحن
کے گرداگرد جو دیوارین ہوتی ہین اونکے دو اور بعض دفعہ تین پہلوؤن پر چہری بنادی
جاتی ہے جس مین گہوڑون کے لئے گہاس ڈال دی جاتی ہے اور گرمی کے موسم مین
گہوڑون کو یہان باندہ دیا جاتا ہے۔ لیکن دو بغلی دیوارون کے اندر موسم سرما کے لئے
لمبے لمبے تنگ و تار طویلے بنے ہوتے ہین۔ جن مین ایک پست دروازہ کے
سوائے اور کہین سے ہوا یا روشنی کا گذر نہین ہوتا اور جو سڑی ہوئی لید کے ڈہیرون

سے متعفن ہوتے ہین۔ بالعموم بارگیر اور ملازم گھوڑون سمیت انہین مین سے کسی مین ایک چھوٹے سے الاؤ کے گرد سورہتے ہین۔ صحن کی اندرونی دیوارون پر کسی زمانہ مین چونے کا پلستر ہوگا مگر اب بالکل اوکھڑ گیا ہے۔ اور اب پوری دیوار گلی معلوم ہوتی ہے تھکا ماندہ مسافر جب گھوڑے پر سوار پھاٹک کے اندر داخل ہوتا ہے تو چاپارچی جو بعض وفعہ اپنی وردی پہنے ہوئے ہوتا ہے۔ اوسکے استقبال کے لئے باہر نکلتا ہے۔ دونون مین اس امر کے متعلق اشتیاق آمیز گفتگو ہوتی ہے کہ آیا اصطبل مین تازہ دم گھوڑے موجود ہین یا نہین اور جب چاپارچی مسافر کو اوسکے استفسارات کے جواب مین امید دلا رہا یا مایوس کر رہا ہوتا ہے تو سامان تھکے ماندے جانورون کی پیٹھ پر سے اوتار کر چبوترہ پر رکھہ دیا جاتا ہے اور برطانوی مسافر پاؤن پسار کر لیٹ جاتا ہے یا شوربے یا چاء کا ایک گرم گرم پیالہ تیار کرا کے پیتا ہے۔ اوس کا ایرانی ملازم قلیان کا جو ہمیشہ تیار رہتا ہے ایک کش لگاتا ہے اور خستہ و ماندہ جانورون کو جن پر سے سوائے اون کی پھٹی پرانی گردینون کے ہر ایک چیز اوتار لی جاتی ہے بارگیر دس منٹ تک آہستہ آہستہ ادہر اودہر ٹہلاتا ہے اور اسکے بعد پانی پلانے کے لئے لیجاتا ہے۔ اگر اوس کی قسمت یاور ہوئی تو پاؤ گھنٹہ مین اور نہین تو کہین ایک یا دو گھنٹہ کے بعد جا کر کچھہ تازہ دم گھوڑے باہر لائے جاتے ہین اور مسافر اون مین سے اپنے لئے بہترین جانور پسند کر کے ایک دفعہ پھر سوار ہوتا ہے اور راہ کے نشیب و فراز کے طے کرنے مین پھر مصروف ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر تازہ دم جانور نہ موجود ہون یا کسی دوسرے سیاح

نے پیشدستی کرکے ایسے جانورون پر قبضہ کرلیا ہو تو ایسی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے
کہ عیاذاً باللہ دو گھنٹے کے انتظار شدید کے بعد وہی کمبخت جانور جو اپنی پیٹھ پر بوجھ
اوٹھائے ابھی پچیس میل کی مسافت طے کرکے آئے تھے پھر اور پچیس میل کی منزل
کوڑے کھا کھا کر طے کرنے کے لئے باہر لائے جاتے ہین۔ مجھے اس امر کا مقر ہونا
پڑتا ہے کہ میری ہمدردی ہمیشہ جانور کے ساتھ ہوتی تھی نہ کہ اوسکے سوار کے ساتھ۔ اور
جب اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ ان دقیانوسی ٹٹوؤن سے ہر روز بلکہ ہر ساعت سفاکانہ
کام لیا جاتا ہے تو مجھے بعض دفعہ یہ حیرت ہوتی تھی۔ ڈنڈے اور چابک کھانے
پر بھی وہ کس طرح اوس سست چال سے متجاوز ہوتے ہین جس کی اون کی تباہ حالت
سے توقع کیجا سکتی ہے۔

بالاخانہ

لیکن اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ سیاح اپنے دن کی منزل پر پہونچ گیا ہے اور
اور اوس چاپارخانے مین وارد ہوا ہے جہان اوسے شب باش ہونا ہے تو سوال
یہ ہے کہ اوس وقت اوسے کیا پیش آئے گا۔ اس سوال کا جواب اوس آگے کو نکلے
ہوئے چہار گوشہ برج سے ملیگا جو داخل ہونے کے پھاٹک پر بنا ہوا ہے۔ اس مین
زینون کے ذریعہ سے جن کا ڈھلاؤ کوہ البرس کے پہلو کے اوتار کے برابر برابر
ہوتا ہے اور جو اندرونی صحن کے زاویون پر بنے ہوئے ہین داخل ہوتے ہین۔
ان زینون پر بدقت تمام چڑھ کر ہم سطح چھت پر جو عمارت کے گرداگرد چلی گئی ہے۔

پہونچتے ہین اور ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ برج صرف ایک حجرہ پر مشتمل ہے جس مین عموماً
دو اور بعض دفعہ تین دروازے جو کبھی بند نہین کئے جاتے اور دیوارون مین دو کہلے
دریچہ نما منافذ ہوتے ہین اور اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس مین چارون سمتون
سے ہوا داخل ہوتی ہے۔ یہ بالاخانہ ہے جو ممالک غیر کے مہمانون کی آسایش
کے لئے مخصوص ہے۔ اس ویران اور بھیانک مکان مین جس مین جہاز کے بادبانون
سے کم ہوا داخل نہین ہوتی مسافر کو چارو ناچار رات بسر کرنی پڑتی ہے۔ اندر کی دیوارون
پر کسی زمانہ مین چونے کا پلستر اور قلعی تہی۔ اگر اس مین کسی قسم کی آسایش ہے تو وہ یہ
کہ دیوارون مین متعدد اونچے طاقچے بنے ہوئے ہین جن مین ایرانی مسافرون نے
نہایت زشت و کریہ تصویرین کہینچی ہین اور کبھی کبھی (مگر ہمیشہ نہین) انگیٹھی بھی ہوتی ہے۔
سامان اس مین بالکل نہین ہوتا۔ مسافر کا پہلا کام یہ ہے کہ فرش کو جھڑواکر۔ کھٹملون۔
پسوؤن اور کیڑون مکوڑون سے صاف کرے۔ ایک کونے مین نمدہ یا دری اور اوسپر
اپنا پیال سے بھرا ہوا تھیلا بچھائے۔ ایندھن مول لیکر آگ جلائے۔ کہلی کہڑکیون
کو بند کرائے اور بوسیدہ درزون پر کپڑون سے پردے لگائے۔ ان ابتدائی
تیاریون کے بغیر جو لوازمات سے ہین بالاخانہ اس قابل نہین ہوتا کہ اوسمین رہ سکین
لیکن دن بھر کے تہکے ماندے مسافر کے لئے جسکا جسم مارے تکان کے شل ہو رہا
ہوتا ہے جاڑے کی یخ بار رات مین یہ تیاریان کرنا بعض دفعہ نہایت دوبھر معلوم ہوتی
ہین۔ باوجود ان تیاریون کے بھی یہ ہوائی نشیمن بعض اوقات اس قدر سرد ہوتا ہے

کہ مسافر سردی کی تاب نہین لاسکتا اور مجبوراً نیچے اوتر کر مرطوب اور تنگ حجرون مین سے کسی مین پناہ لیتا ہے۔ غرضکہ کوئی آدھ گھنٹہ مین جب تیاریان ہوچکتی ہین اور خوشگوار حرارت اکڑے ہوئے جوڑون اور خستہ اعضا کو راحت پہونچانے لگتی ہے اور سماوار مین سے خوش آیند بھاپ اوٹھنے لگتی ہے تو تسکین کی ایک حیرت انگیز کیفیت مسافر پر طاری ہوتی ہے اور وہ غالباً اس وقت اپنے مکان کو قلعہ ونڈسر[۵۱] کی کسی پر تکلف خوابگاہ سے بدلنا پسند نہ کرے گا۔ لیکن جب دوسری صبح کو چار یا پانچ بجے منھ اندھیرے کڑکڑاتی سردی مین جھلملاتی شمع کی روشنی مین اوسے اوٹھ کر کپڑے پہننے پڑتے ہین چیز بست باندھنی پڑتی ہے۔ ناشتہ تیار کرنا پڑتا ہے اور آخر کار اس بات کی نگرانی کرنی پڑتی ہے کہ تمام سامان اندھیرے مین صحیح وسالم گھوڑون کی پیٹھ پر جو نیچے اصطبل مین ہوتے ہین بار ہوجائے تو اوس وقت کچھ دیر کے لئے یہ خیال اوسکے دل مین آتا ہوگا کہ سیاحت ایران پر وہی مثل صادق آتی ہے۔ کہ

"کلاہ دلکش ست اما بدردسر نمی ارزد"

اور وہ یہ سوچتا ہوگا کہ انگلستان مین جو خوشی واطمینان میسر ہے وہ یہان کہان۔

چاپار کے گھوڑے

ایرانی چاپار کے گھوڑون کے متعلق مین ایک آدہ جملہ اور درج کرنا چاہتا ہون کیونکہ یہ ممکن نہین کہ ایک شخص چند ہفتون کی مدت مین ان جانورون مین سے ساٹھ ستر پر

---

[۵۱] شاہ انگلستان کے ایک محل کا نام ہے۔ مترجم

سوار ہو اور اونکی جنس کے متعلق کوئی عام رائے قایم نہ کرے۔ اس مین شک نہین
کہ برے گھوڑون مین سے مسافر اپنے لیے سب سے اچھا گھوڑا پسند کرتا ہے لیکن
چاپار شاگرد کی ضرور نگرانی کرنی چاہیے کیونکہ اوسکو ہر ایک جانور کی خوبیان پوری طرح
سے معلوم ہوتی ہین اور اگر اوسکی روک نہ کی جائے تو وہ اپنے لیے سب سے بہتر
گھوڑے کا انتخاب کرے گا اور اپنے مالک کی آسایش کا ذرا خیال نہ کرے گا جس وقت
مسافر چاپار خانہ سے نکلتا ہے اور اپنے نئے گھوڑے کو کچھ دور چلا کر دیکھتا ہے تو
وہ وقت بھی اوسکے لئے نہایت ہی تذبذب کا ہوتا ہے تین سو گز کے اندر اندر اوسکو
معلوم ہو جاتا ہے کہ جو تین یا چار گھنٹہ کا سفر اوسکے سامنے ہے آیا وہ قابل برداشت
ہوگا یا پر عذاب۔ تھوڑے سے تجربہ کے بعد جو چال یورپین اپنے لئے پسند کرتا ہے
وہ یہ ہے کہ کبھی تیز پویہ جائے کبھی قدم قدم۔ ایرانی جب پویہ یا سرپٹ نہین جاتے
ہین تو وہ ایک بہدی تکلیف دہ ڈلکی اختیار کرتے ہین جو انگریزی زین پر مغز کو ہلا ڈالتی
سواری چاپار کے کل اثنا مین مجھے صرف دو دفعہ ایسے گھوڑون پر سوار ہونے کا
اتفاق ہوا جو انگریزی ڈلکی چل سکتے تھے۔ چاپار شاگرد اپنے ساتھ چمڑے کا ایک چابک
اپنے ہمراہ رکھتا ہے اور ہر ایک مسافر کو بھی چاہیے کہ ایسا چابک ساتھ لیکر چلے
چاپار شاگرد کی چابک کی تڑاقون کی آواز ایسی ہوتی ہے کہ پناہ بخدا۔ لیکن گھوڑا جو چابک
کھانے کا عادی ہو رہا ہے اوس سے جھرجھری تک نہین لیتا۔ چاپار شاگرد کو ہم نے
وقتاً فوقتاً "پوسٹ بائے" (یعنی چاپار طفلک) لکھا ہے لیکن واضح رہے کہ یہ شاگرد

"طفلک" نہین ہوتا بلکہ اچھا خاصا مرد ہوتا ہے۔ وہ زین پر سوار نہین ہوتا بلکہ عموماً سامان کے ڈھیر پر بیٹھ جاتا ہے اور اوس کی دونون ٹانگین دونون طرف پھیلی ہوئی ہوتی ہین نہ اوسکے ہاتھ مین باگین ہی ہوتی ہین بلکہ صرف ایک رسا جو قبری کے ایک سرے سے بندھا ہوا ہوتا ہو وہ ہاتھ مین لئے رہتا ہے۔ اوسکی نسبت باور تو یہ کیا جاتا ہے کہ وہ رہنمائی کریگا اور سرعت رفتار کا معیار خود قایم کریگا لیکن مجھے جلد یہ بات معلوم ہوگئی کہ ایک دن مین ستر میل کا فاصلہ اس طرح سے طے نہین کیا جاسکتا اور یہ کہ ایک غیر ملک مین بھی اپنا رہنما آپ ہی بننا چاہیئے۔ اگر روشنی ہو تو عموماً راہ کے متعلق غلطی نہین ہوسکتی کیونکہ اگرچہ یہان کوئی سڑک موجود نہین اور رستہ خچر کی صرف ایک پگڈنڈی ہے جو میدانون کو قطع کرتی پہاڑون پر چڑھتی اور درون مین اوترتی ہوئی جاتی ہے اور بعض دفعہ صرف ایک ہی لکیر ہوتی ہے اور بعض اوقات متوازی راہون کی ایک چوڑی دھاری ہوتی ہے لیکن پھر بھی بے شمار جانورون کے کھرون کے نشانات زمین پر کچھ ایسے قایم ہوگئے ہین کہ جس سمت مین جانا ہوتا ہے وہ سامنے کئی میلون تک نظر آجاتی ہے۔ رات کے وقت اگر چاپار شاگرد کی مدد نہو جس کی نظر اور حافظہ کبھی غلطی نہین کرتے تو اجنبی فوراً راہ گم کرجائے۔

چاپار کے گھوڑے کی شوخیان

ایران کے چاپار گھوڑے کا مشہور ترین خاصہ یہ ہے کہ خواہ مخواہ سکندری کھاتا ہے۔ ان مین سے اکثر کے گھٹنے چھلے ہوئے ہوتے ہین اور گھوڑے کے

انتخاب کے وقت سب سے پہلی یہ بات دیکھنی چاہیئے کہ اوسکے گھٹنے کے بال
بالکل اوڑے ہوئے تو نہیں ہین مجھے یہ بات معلوم نہ ہوسکی کہ آیا گھوڑے کے
ہٹو کر کہانے کی وجہ لگام کا تنگ رکھنا تھا اوسے ڈھیلا چھوڑ دینا اور اس لیئے مین نے
یہ نتیجہ نکالا کہ چاپار کے گھوڑے کی قسمت ہی مین یہ لکھا ہے کہ سال مین اتنی ٹھوکرین کھایا
کرے۔ ان مین سے بعض تو اسباب ظاہری اور بعض اوس کی اپنی مرضی پر منحصر ہین۔
لیکن یہ ضرور ہے کہ کوئی مجبور کرنے والا پُر اسرار قانون یہ سب کی سب ٹھوکرین اوسکو
کسی نہ کسی طرح کھلوائے۔ اس واقعہ سے کہ مین ایران مین مشرقی علاقہ سے وسطی
علاقہ اور وسط سے جنوب تک گھوڑے پر سوار ہو کر گیا اور ایک دفعہ بھی نہ گرا۔ بجائی
اسکے کہ میرے نظریہ کی تردید ہو اور اوس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ کوئی وجہ موجہ ایسی
نہ تھی کہ میرے ساتھ ایسی رعایت کی جائے۔ البتہ اس کی توجیہ اس دلیل سے ہوسکتی
ہے کہ میرے بچاؤ کا خمیازہ دوسرے لوگ یا تو پہلے ہی اوٹھا چکے ہونگے اور یا
آگے چلکر اوٹھائینگے۔ میرے ایرانی ملازم کا جو میرے پیچھے پیچھے سوار آتا تھا
پٹخنی کھاکر فرش خاک پر گرکے درد و تکلیف سے کراہنا میرے لئے مساوات ہوگیا
تھا۔ چاپار شاگرد اگر دن بھر مین ایک دفعہ نہ گرلیتا تو اوسے نہایت ہی مایوسی ہوتی۔
ایرانی چاپار کے گھوڑے کی بے اعتباری کی حمایت مین یہ بات البتہ کہی جاسکتی ہے
کہ شاذ و نادر ہی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ سوار گھوڑے پر سے گرے اور اوسے سخت
چوٹ آئے۔ حوادث یا صدمات کی تعداد گرنی کی تعداد کے مقابلہ مین نہایت

ہی خفیف ہے - دو اور عیوب میرے دیکھنے مین آئے جو ان گھوڑون مین پائے جاتے ہین - بعض مریل سے مریل گھوڑے بھی سوار کو اپنے اوپر چڑہنے نہین دیتے جو اس بات کا عجیب ثبوت ہے کہ اون کی یادداشت نے سابق کے تجربہ سے فایدہ اُٹھایا ہے - ایک دفعہ مجھے البتہ حادثہ پیش آنے ہی کو تھا - یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک گھوڑا جس پر سے مین اُترا میرے رکاب مین پاؤن رکھتے ہی بھاگا - اور قریب تھا کہ اپنے آپ کو اور مجھے ایک کھلی ہوئی قنات کے گڑھے مین گرا دے اسکے علاوہ جب سوار اپنا دہنا ہاتھ چابک کے ساتھ بلند کرتا ہے یا خالی ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اوس سے ان جانورون کی یادداشت پر ایسا برہم کرنے والا اثر پڑتا ہے کہ وہ بسا اوقات کترا کر بائین طرف کو دفعتہً پلٹا کھا جاتے ہین - جب مرانیون کو کسی چاپار کے گھوڑے سے خاص طور پر نفرت ہو جاتی ہے تو وہ بعض دفعہ انتقاماً اوس کی دم کاٹ ڈالتے ہین جسکی وجہ سے وہ ایک ایسے ملک مین جہان دم کا ہونا لازمی سمجھا جاتا ہے ہمیشہ کے واسطے ناقابل کار ہو جاتا ہے - مگر یہ فعل اگر بےرحمانہ نہین تو معاندانہ تو ضرور ہے اور اجنبیون کا اس سے اجتناب کرنے مین کوئی نقصان نہین - ایرانی چاپار کے گھوڑے اور طریقہ چاپار کے متعلق اس گریز کے خاتمہ پر مین شاید موزون طور سے ٹیورنیر کا وہ مہتم بالشان فقرہ درج کر سکتا ہون جو تین سو سال سے بھی پہلے اوس نے اپنے سفرنامہ ایران کے دیباچہ مین لکھا تھا - وہ کہتا ہے:

"مسافر ایشیا مین اوسطرح سفر نہین کر سکتا جس طرح یوروپ مین کر سکتا ہے -

دونون براعظمون کے اوقات سفر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہین اور جو آسانیان یوروپ مین مسافرون کو حاصل ہوتی ہین وہ ایشیا مین نہین ہوتین"

سڑک کی عام حالت

[ر]شت سے طہران کو جو سڑک گئی ہے اوس کی اندرونی دلچسپیان ایسی محدود ہین کہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو جانیکی سخت ضرورت اگر داعی نہ ہو تو کوئی شخص اسے کبھی اختیار نہ کرے۔ راستہ بھر یعنی ۲۰۰ میل کے پورے فاصلہ مین ایک بھی چیز ایسی دیکھنے مین نہین آتی جسے خوبصورت کہا جاسکے اور ایسی چیزین بھی بہت ہی کم دیکھی جاتی ہین جو باعث دلچسپی ہون۔ بہرحال فصل خزان کے آخری حصہ مین اسکا منظر رنگینی سے معرا اور ویرانی لیئے ہوئے ہوتا ہے۔ سڑک یا یون کہیئے کہ پٹیا لمبے پتھریلے میدانون مین سے لہراتی۔ غیر خوش آئند پہاڑون کو قطع کرتی اور اجڑے ہوئے گاؤن اور قصبون مین سے گذرتی ہوئی جاتی ہے۔ جابجا اس بات کا قوی ثبوت بہم پہونچتا ہے کہ کسی زمانہ مین یہان کی آبادی زیادہ گھنی تھی اور اسلیئے آجکل کے مقابلہ مین اس علاقہ کی زیادہ احتیاط کے ساتھ نگہداشت کی جاتی تھی۔ مسافر کا گذر ایسے قصبون مین ہوتا ہے جو بالکل سونے پڑے ہین اور سوا متزلزل دیوارون اور منہدم برجون کے اندوہ فزا امتزاج کے اور کچھ وہان موجود نہین۔ اوسکے دیکھنے مین ایسے قلعے اور مستحکم مقامات آتے ہین جو انحطاط کے آخری درجہ کو پہونچ چکے ہین اور اب مٹی کے بے تشکل تودون سے زیادہ اون کی حیثیت نہین۔ ایسے مسدود اور متروک قناتون

کی لمبی لمبی قطارین نظر آتی ہین جنکے ذریعہ سے کبھی پہاڑون سے میدانون مین پانی لایا جاتا ہوگا۔ شہرون کی دیوارون کے کھنڈر رہ گئے ہین اور اُون مین بڑے بڑے سوراخ نظر آتے ہین۔ جو عمارتین قابل ذکر تھین وہ اب گر رہی ہین اور جن مکانون مین پہلے لوگ بود و باش رکھتے تھے اون کی اب یہ حالت ہو رہی ہے کہ تودہ ہاے خاک سے اون کی حقیقت زیادہ نہین جہان سے کتے بھونکتے ہوئے سنائی دیتے ہین۔ غلیظ و کثیف قبرستان جنکی حرمت کی ذرا پروا نہین کیجاتی۔ اور جو ہر ایک شہر کے باہر کئی سو گز تک پھیلے ہوئے ہوتے ہین اور جن مین لوح مزار کا نقش مٹ چکا ہے اور قبرین زمین مین دھنستی ہوئی چلی جارہی ہین ایسے وحشت انگیز نہین ہوتے جیسا کہ شہر کا اندرونی حصہ جہان زندون کی حالت بھی ویسی ہی ہو رہی ہے جیسی مردون کی مسافر اگر زیادہ سے زیادہ کسی نئی بات کے پیش آنے کی توقع کرسکتا ہے (اگرچہ جیسا کہ مین پیشتر ذکر کرچکا ہون مجھے اس بارہ مین ناکامی ہوئی) وہ یہ ہے کہ اوس کا گھوڑا سکندری کھاکر گر اپنے گھٹنون کو نہ پھوڑے تو سفر کی شل کردینے والی یکسانیت کے تسلسل ہی کو توڑے۔

عبرت

لیکن اگرچہ یہ رستہ بڑی دلچسپیون سے معرا ہے پھر بھی تاریخی اور علمی لحاظ اس سے دو سبق حاصل ہوسکتے ہین۔ اس سفر کے اختیار کرنے سے مسافر محض اوس راہ کو طے نہین کر رہا ہے جسے کم از کم پانچ سو سال سے ہزارہا زائرون نے طے

کیا ہے بلکہ وہ فوجون کی طوفان بار گذرگاہ کو دہرا رہا ہے اور عظیم الشان فاتحون اور فرمانرواؤن کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ اور اگر اوس ویرانی ہین جو اوس کے چارون طرف پھیلی ہوئی ہے اوس کی چشم بصیرت کو یہ نظر نہین آتا کہ یہ ملک ایک زمانہ مین کیا تھا اور اب کیا ہے تو کم از کم وہ اس امر کے متعلق تو ضرور رائے قایم کر سکیگا کہ جنگ اور وبا کے خوفناک نتایج نے کہنہ بدنظمی کے زیادہ تر خوفناک نتایج کے ساتھہ ملکر اس ملک کی کیا حالت کردی ہے اور اس بوسیدہ شہرون اور ویران مکانون کے اجڑے ہوئے طبقہ مین وہ زبان حال سے ایران کے دیرینہ زوال کی داستان سنے گا۔

منزلون اور فاصلہ کی فہرست

ذیل کے نقشہ مین اون منازل کے نام اور فاصلے درج کئے جاتے ہین جو مشہد اور طہران[۱] کے درمیان واقع ہین:-

نام مقام	فاصلہ حساب فرسخ تخمینی	فاصلہ حساب میل تخمینی	نام مقام	فاصلہ حساب فرسخ تخمینی	فاصلہ حساب میل تخمینی
مشہد	۰	۱۰	شوراب	۷	۲۵
شریف آباد	۹	۲۳	زعفرانی	۵	۱۸
قدم گاہ	۷	۲۹	سبزوار	۷	۲۴
نیشاپور	۶	۱۷	مہر	۷	۳۲

۱ اس سڑک پر بہت سے سیاحون نے سفر کیا ہے اور اسکے تفصیلی یا جزئی حالات بھی قلمبند کئے ہین چنانچہ ان مین

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ بحساب میل تخمینی	نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ بحساب میل تخمینی
مزینان	۶	۳۰	اہوان	۷	۲۳
عباس آباد	۷	۲۳	سمنان	۷	۲۴
میان دشت	۶	۲۳	لسگرد	۶	۲۳
میومائی	۷	۲۴	دہ نمک	۸	۲۵
ارمیان	۴	۱۷	تشلاک	۷	۲۶
شاہ رود	۷	۲۷	ایوان قائیت	۶	۲۱
دہ ملا	۴	۱۶	کبود گنبد	۷	۲۶
دامغان	۶	۲۶	طہران	۷	۲۵
گشتاہ	۷	۲۳	میزان کل	۱۵۴	۵۵۹

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲۲ سے مین صرف اون لوگون کا نام لیتا ہون جو سب سے زیادہ مشہور یا علم و فضل کے اعتبار سے سر برآوردہ ہین :- الاصطخری (سنہ ۹۵۱ تا سنہ ۹۶۱ع) "اور سنٹل جاگرفی" (ترجمہ "مسالک الممالک") - صفحہ ۱۸۱ + رائی ڈی کلاویجو (سنہ ۱۴۰۳ع) "نیریٹو آف ایمبسی" (داستان سفارت) + وان میراپ (سنہ ۱۷۴۴ع) "جے ہینوے ہسٹاریکل اکاؤنٹ آف برٹش ٹریڈ" (تاریخی حالات تجارت برطانوی متذکرہ جے ہینوے) - جلد اول صفحات ۳۵۷ الی ۳۵۹ + کپتان ٹرولیہر (سنہ ۱۸۰۷ع) "ڈاسی کی سرگذشت سفر" (بزبان فرانسوی) + جے - بی - فریزر (سنہ ۱۸۲۱-۲۲ع) "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) - باب سیزدہم الی ہفدہم + کپتان اے - کونولی (سنہ ۱۸۳۰ع) "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (خشکی کی راہ سے ہندوستان کا سفر) - جلد اول صفحات ۱۹۴ الی ۲۲۰ + ای - ایل - منفورڈ (سنہ ۱۸۳۲ع) "لینڈ مارچ" (سفر خشکی) - جلد دوم صفحات ۱۳ الی ۳۴ + ڈاکٹر جے - والف (سنہ ۱۸۳۱ع و سنہ ۱۸۴۴ع)

دوسرا راستہ

قبل اسکے کہ مین کچھ اور ذکر دن مین یہ بیان کرنا مناسب سمجھتا ہون کہ مشہد سے نیشاپور تک کی پہلی تین منزلون کا سفر ایک اور راستے سے بھی کیا جا سکتا ہے چونکہ ڈاک کی چوکیان اور منزلین دوسرے یعنی جنوبی راستہ پر واقع ہین اس لئے اس راہ کو جو زیادہ تر شمالی سمت مین واقع ہے چاپار کے ذریعہ سے جانے والے مسافر اختیار نہین کر سکتے۔ البتہ اس طرف سے کاروان جاتے ہین (جن کے ہمراہ اونٹ نہ ہون) اور خصوصاً گرمی کے موسم مین اس راہ کو اختیار کرتے ہین۔ کیونکہ اگرچہ سڑک خراب ہے لیکن جس ر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲۳ - "ٹریولس اینڈ ہسٹری آف مشن" (سفرنامہ وحالات سفارت) + جے۔ پی۔ فیریر (۱۸۴۵ء) "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان)۔ صفحات ۵۴۔ الی۔ ۱۱۵ + کپتان سی۔ کلارک (۱۸۵۷ء)۔ "جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی)۔ جلد سی ویکم۔ صفحات ۳۷۔ الی ۴۵ + این۔ ڈی۔ خانیکاف۔ (۱۸۵۸ء) "میمائر السیٹیر" (تذکرہ وغیرہ)۔ صفحات ۷۲۔ الی۔ ۹۷ + ای۔ بی۔ ایسٹوک (۱۸۶۲ء) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ)۔ جلد دوم۔ صفحات ۱۳۴۔ الی۔ ۱۹۱ و ۲۷۱۔ الی۔ ۲۹۵ + آرمینئس ویمبری (۱۸۶۳ء)۔ لایف اینڈ ایڈونچرس" (حیات و سرگزشت) باب بست وہشتم + شاہ کجکلاہ ایران (۱۸۶۶ء و ۱۸۸۳ء) "سفرنامہ شاہ ایران" (بزبان فارسی) + ایچ۔ ڈبلیو۔ بیلیو (۱۸۷۲ء) "فرام دی اندس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ)۔ صفحات ۳۶۸۔ الی۔ ۴۱۱ + کرنیل ایون اسمتھ (۱۸۷۲ء) "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) جلد اول صفحات ۳۶۶۔ الی۔ ۳۸۸ + کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) "کلاؤڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین)۔ صفحات ۱۴۲۔ الی۔ ۱۷۶ + ای۔ او ڈونوون (۱۸۸۰ء) "دی مرو اویسس" (گلشن مرو) جلد اول باب بست و دوم۔ الی بست وہشتم۔

مین سے یہ ہو کر گذری ہے وہ زیادہ تر مرتفع ہے (یعنی ۲۰۰۰۷ فیٹ) اور اوسکے مناظر سبزہ اور خوش نمائی کے باعث زیادہ تر دلچسپ ہین مشہد کے خاک افشان میدانون اور عریان چٹانون سے چند ہی میل کے فاصلہ پر بہتے پانی اور سبز و شاداب درختون مین پہونچکر مسافر کو حقیقت مین تعجب ہوتا ہے۔ منزلین حسب ذیل ہین ف

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب
مشہد	۰	۰
جاغرک	۵	۲۰
دہ رود	۶	۲۲
نیشاپور	۶	۱۸
میزان کل	۱۷	۶۰

میری روانگی مشہد سے

ایرانی دستور کے مطابق جسے بتقاضاے اخلاق مستحسن طور پر ہر جگہ برتا جا سکتا ہے۔ کرنیل اسٹوارٹ اور دوسرے احباب میرے ہمراہ شہر کے پھاٹک کے باہر کچھ دور تک مشایعت کے طور پر سوار آئے۔ ایک اور قابل تحسین ایرانی رواج کے بموجب کرنیل اسٹوارٹ

ف اس راہ کو حسب ذیل سیاحون نے اختیار کیا ہے اور بیان بھی کیا ہے:- جے بی فریزر (۱۸۲۱ء) + اے۔ بی۔ ایسٹوک (۱۸۶۲ء) + ایچ ڈبلیو۔ بلیو۔ اور کرنیل۔ ایوان اسمتھ (۱۸۷۲ء) + کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء)

نے مجھے پہلی منزل کے سفر کے لئے اپنے اصطبل مین سے ایک گھوڑا منگا کردیا
اور ایک تیسری رسم کی تعمیل مین مین نے یہ قصد کیا کہ پہلے دن ایک ہی منزل جاؤن گا
اس کا یہ مقصد تھا کہ نوکر چاکرون اور خیمہ وخرگاہ کی حالت ٹھیک ہوجائے اور مین کل
زیادہ کڑی منزل طے کرنے کے لئے آمادہ ہوجاؤن۔ مسطح میدان پر ایک گھنٹہ
تک سفر کرنے کے بعد اون تند و تیز آندھیون مین سے ایک نے چلنا شروع کیا جیسے
جسے مشرق کا سیاح اپنے تکلیف وہ تجربہ سے جانتا ہے یہ آندھی طوفان کی طرح صبا
تھپیڑے مارتی ہوئی چلی اور خاک کے ایک بادل سے زمین آسمان کو اس نے ایک
کردیا۔ میری آنکھون اور کانون اور منھہ کو اس کثیف طوفان نے خاک جھونک جھونک
بھردیا۔ یہ آندھی ٹھیک میری سمت مقابل سے چل رہی تھی اور نہایت گرم تھی۔ جب
مشہد سے روانہ ہوکر ہم سات میل کے قریب طے کرچکے تو ہم اُن پہاڑون کے دامن
مین پہونچے جو مشہد کے میدان کو نیشاپور کے میدان سے جدا کرتے ہین اور حقیقت
مین کوہ بنالود کا جنوبی و مشرقی منتہا ہین۔ جاغرک سے لیکر دہ رود تک کی سڑک اس
سلسلہ کوہ کو بلا تکلف طے کرتی ہے لیکن ڈاک کی سڑک ایسے ڈھلوان چڑھاؤ سے
کترا کر جنوبی و مشرقی سمت کو جاتی ہے اور اس سلسلہ کی پست تر پہاڑیون اور پہلوؤن
ہی کو طے کرتی ہے۔

زایرون کا زندوا لقا

ہر ایک پہاڑی کی چوٹی پر جہان سڑک جلد جلد چڑھتی ہوئی پہونچی ہے زایرون

نے اس مقدس شہر کی طرف جاتے وقت اظہار شکر و منت کے طور پر پتھر کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار کے سنہری کلس کو دیکھکر بتقاضائے زہد و ورع لگا دئے ہین۔ ان ڈھیرون سے مراد یہ بیان کی جاتی ہے کہ زائر یا تو اپنے کسی عزیز مرحوم کے لئے یا اپنے پس ماندون کے لئے اور یا خود اپنے لئے پہلے سے ایک مکان تیار کرتا ہے تاکہ دوسری دنیا مین اونکے یا اوس کے کام آئے۔ ہر ایک ٹیکرے کی چوٹی پر زہد و اتقا کی یہ علامات کثرت سے موجود تھین۔ گرز سے بلند ٹیلا جہان سے نووارد اوّل اوّل متبرک عمارت کو دیکھتا ہے سلام تپی یعنی کوہ سلام کہلاتا ہے اور دہ رود کی سڑک پر بھی اسکے مقابل کا موقع موجود ہے۔ ایک شیعہ مسلمان جب اول اول یہان پہونچکر اپنی منزل مقصود کو دیکھتا ہے تو فرط جوش سے اپنی پیشانی زمین پر رگڑتا ہے اور اون مصائب و آلام کو یاد کر کر کے زار و قطار روتا ہے جو اوسکے مذہب کے شہدا کو سہنے پڑے۔ یہان وہ اپنے لباس کو پارہ پارہ کرتا ہے اور ان دھجیون کو کسی شاخ یا جھاڑی سے باندھ دیتا ہے۔ تاکہ امام صاحب اوسے پہچان لین اور قیامت کے دن اوس کی شفاعت کرین۔ یہان وہ اپنے رنگین علم کھولتا ہے اور یا علیؑ۔ یا حسینؑ اور یا امام رضاؑ۔ کے نعرے مارتا ہوا اوس منزل مقصود کی طرف جلد جلد بڑھتا ہے جسکی اوسے اتنی مدت سے تمنا تھی۔ مین نے کئی دفعہ پیچھے مڑکر دیکھا مگر مجھے کچھ نظر نہ آیا کیونکہ پوری وادی گرد و خاک کے ایک طوفان مین لپٹی ہوئی تھی جسکے سفید بادل آسمان کی طرف کسی آتش زدہ

گھاس کے جنگل کے دہوئین کی طرح عظیم الشان مرغولون مین اوٹھ رہے تھے۔

ان پہاڑیون مین سے ایک کی چوٹی پر پتھر کی ایک سل سیدہی کھڑی ہے جو یہان خراسان کے ایک سابق گورنر جنرل کے زہد واتقا کی یادگار کے طور پر نصب کیگئی ہے۔ گورنر جنرل طہران مین صدر اعظم اور سپہ سالار کے جلیل القدر عہدون پر سرفرازرہ چکنے کے بعد معتوب ہوکر اس خدمت پر بہیجدیا گیا تہا اور یہان اوسنے مشہد کی حالت درست کرنے اور اس مین عمدہ عمدہ کاروان سرائین بنانے کی وجہ سے لوگون مین عموماً زایرون مین خصوصاً بہت کچھ شہرت حاصل کی تہی۔ اوس کا نام ابھی تک زندہ ہے نہ صرف پتھر کی ر پر بلکہ احسان مند مشہدیون کی زبان پر۔

شریف آباد

تار برق کے ستونون کی رہنمائی سے بہت سی اونچی نیچی اور چٹیل پہاڑیون کے سلسلہ کو طے کرتے ہوے ہم تریخ کی کاروان سرائے مین جو ایک ندی کے کنارہ واقع ہے پہونچے۔ سڑک پر پیادہ رو ون۔ اونٹون اور گدہون کا ہجوم تہا اور مین نے ایک گاڑی بہی دیکھی جو ان پہاڑیون مین سے ایک پر ایک جگہہ پہنس گئی تھی۔ آخر کار ایک وادی ہم شریف آباد کی قبہ دار کاروان سرائے مین پہونچے جسے تربت حیدری والے مشہور اسحاق خان نے موجودہ صدی (انیسوین) کے شروع مین تعمیر کیا تہا۔ یہ اسحاق خان وہی ہے جسکا ذکر مین خراسان کے باب مین کر چکا ہون یہ وہین ۱۸۳۱ع مین ڈاکٹر وولف سے جسکے دماغ مین کچھ خلل ضرور تھا۔ پہلی مرتبہ مشہد کو جاتے وقت وحشی ہزارایون کی ایک جماعت کے ہاتھ پڑنے

سے بال بچا۔ کاروان سرا سے کے چارون طرف ایک چھوٹا سا گاؤن آباد ہے
اور چاپارخانہ قریب ہی واقع ہے۔

میت لیجانے والے قافلے

صبح کے وقت آفتاب نظر نہین آیا۔ پہاڑون پر سردی پیدا کرنے والا سفید کہر چھا رہا تہا۔ روانہ ہونے سے کے دو گہنٹہ بعد ہم سلطان آباد کے گاؤن اور کاروان سرا کے پاس سے ہو کر گزرے جہان میرے سامان کا گھوڑا موقع پاکر گاؤن کی پیچیدار گلیون مین بہاگ گیا اور مین اوسے باہر نکالنے کے لئے کچھ دیر تک اچھی خاصی آنکھ مچولی کھیلنی پڑی۔ سڑک پر کئی سو مسافر تہے جن مین سے زیادہ مشہد کی طرف جانے والے تہے۔ یہ سب کے سب یا قریبًا سب کے سب گہوڑون پر سوار تہے جس سے گدہے کی سواری کے مقابلہ زیادہ خوشحال ہونے ثبوت ملتا تھا۔ مین یہ دیکھہ رہا تہا کہ شیعہ مردون کی لاشین تابوتون مین مشہد کے بڑے مدفن کی طرف جاری ہین اور سیاحان سابق کے بیانات کی روسے مین نے تابوتون کو دیکہتے ہی پہچان لیا۔ بعض تابوت سیاہ بانات مین لپیٹے ہوئے تہے اور گدہون کے دونون جانب لٹکے ہوئے تھے۔ لیکن ایک آدمی ایک بہت لمبا تابوت اپنے سامنے زین پر رکھہ کر لیجا رہا تہا اور ضرور ہے کہ کبھی کبھی اوس کے دلپر عجب کیفیت طاری ہوتی ہو بعض دفعہ کوئی میت لیجانے والا قافلہ ملتا ہے جسے اس بات کی اجازت حاصل ہے کہ شیعون کی اس قدر نعشین مشہد تک پہونچاوے۔ لیکن بعض

دفعہ ایک غیر پیشہ ور میت لیجانے والا بھی دیکھنے مین آتا ہے جو اپنے سفر کا خرچ نکالنے اور آخر مین کچھ روپیہ صرف اوڑانے کے لیے پس انداز کرنے کو اپنے کسی زیادہ متمول ہم وطن یا دوست کی لاش لیجانے کا ذمہ لیتا ہے۔

قدم گاہ

قدم گاہ مین وہ رستہ جو مشہد سے دہ رود کو آتا ہے پہاڑون پر سے اوتر کر میدان کی طرف آتا ہے اور اوس رستے سے مل جاتا ہے جسپر مین سفر کر رہا تھا۔ قدم گاہ کی نسبت یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام طوس کو تشریف لیجاتے وقت یہان فروکش ہوئے تھے اور یہان کے آتش پرستون پر اپنی کرامت ظاہر کرنے کے لئے اونہون نے اپنے قدم کا نشان ایک کالے پتھر پر چھوڑا۔ چنانچہ یہ پتھر بعد مین ہمیشہ کے لئے زیارت گاہ ہوگیا[۵۱]۔ اس مقدس مقام پر ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ ایسٹوک کہتا ہے کہ اس مسجد کا بانی شاہ عباس تہا۔ مگر اوس کا خیال صحیح نہین حقیقت مین اس مسجد کا بانی شاہ سلیمان تہا اور اس مقام کے تقدس کی وجہ سے یہان بہت سے سید

[۵۱] فارس کے صوبہ مین اصطخر کے قریب ایک اور قدمگاہ بہی ہے جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہان ایک چٹان پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گہوڑے کے سم کا نشان ثبت ہے۔ دیکھو سر پرسی سائکس آفندی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روداد رایل جاگریفیکل سوسائٹی) سلسلہ جدیدہ جلد پنجم بابت ۱۸۸۳ء جس مین کپتان ویلس کا مضمون مندرج ہے۔ سترہوین صدی کے مصنفین نے بعض ساسانی پتھر کی مورتون کو بہی جو شیراز کے قریب پائی گئن قدم گاہ لکھا ہے۔

رہتے ہین جو بدمعاش ہونے کے لحاظ سے اپنے اکثر دوسرے بہائیون سے کم نہین۔ مسجد ایک بڑے باغ کے اوپر کے کنارے پر ایک مرتفع چبوترہ پر واقع ہے کسی زمانہ مین اس باغ کے کئی خوبصورت درجے پہولون کی کیاریون۔ حوضون اور بہتے پانی کی نہرون سے مزین ہوتے تہے۔ اگرچہ یہ باغ اب بہت کچھ ویران ہوگیا ہے پہر بھی کثیر التعداد درخت اس پر اپنا سایہ کئے ہوئے ہین۔ مسجد کے اندر ایک ہی درجہ ہے۔ جس مین ابھرے ہوئے کنارے والے محراب مین سے داخل ہوتے ہین اور اسکے اوپر ایک بہت بڑا قبہ ہے۔ پتھر جس پر قدم ہے مسجد کے اندر ہے اور یہ کچھ مقام تعجب نہین کہ امام صاحب کے قدم کا نشان معمولی قدمون کی نشان سے بڑا ہے۔ ان سب بڑے آدمیون کے پاؤن بھی بڑے تھے مین نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کا نشان حضرت عمرؓ کی مسجد واقع یورشلیم مین اور بدھ کے پاؤن کا نشان کوہ آدم پر سیلون مین دیکھا ہے اور اونکے قدمون کے بہت بڑے ناپ کو دیکھکر مجھے تعجب ہوا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے قدم کا نشان نسبتاً اسقدر کیون چھوٹا ہے۔ قبے کے بیرونی حصے پر کسی زمانہ مین کاشی کا کام تھا لیکن اب وہ اکھڑ کر نیچے گر پڑا ہے اگرچہ ابھی تک ایک صحیح وسالم کتبے کی دہاریان گنبد کے پیٹ اور روکار پر نمایان ہین۔ مسجد کے باغ سے نہر نکلکر سڑک کے بیچون بیچ صنوبر[ا] کے درختون کی ایک شاندار قطار کے پاس سے بہتی ہوئی چاپار خانہ اور

[ا] بیان کیا جاتا ہے کہ جن بیجون یا مخروطی پہلو ن سے یہ صنوبر اوگے ہین وہ نہین چارسو سال قبل ایک زاہد کوہستان

ایک بڑی کاروان سرا کے درمیان گذرتی ہے۔ زیارت گاہ سے اوپر ایک پہاڑی پر جو سطح میدان سے پانچسو فیٹ بلند ہوگی۔ قدم گاہ کا گاؤن اور قلعہ ہے اور وادی کی سمت مقابل مین جو یہان پہاڑون مین پیدا ہوئی ہے ایک اسی طرح کی پہاڑی پر ایک پرانی گڑھی واقع ہے۔

نیشاپور کا میدان

قدم گاہ سے روانہ ہونے کے ایک گھنٹہ بعد ہم نیشاپور کے مشہور و معروف میدان مین پہونچے جسکی تعریف مین مورخین سابق اسقدر رطب اللسان ہوئے ہین۔ اسکے عجائبات کا اظہار کثرت کے اعتبار سے بارہ کے عدد کے اضعاف کی وساطت سے کیا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہا جاتا تھا کہ یہان فیروزے، تانبے، سیسے، سرمہ، لوہے، نمک، مرمر اور سیلکھری کی بارہ بارہ کانین ہین۔ پہاڑون سے نکل کر ہمیشہ بہنے والی بارہ ندیان ہین۔ بارہ سو گاؤن ہین اور بارہ ہزار قناتین ہین جو بارہ ہزار چشمون سے نکالی گئی ہین۔ یہ شاعرانہ دولت بالکل ضایع ہوچکی ہے۔ لیکن نیشاپور کا میدان ابھی تک زرخیز و شاداب ہے اگرچہ یہ شادابی و زرخیزی ویسی نہین جس سے روایات کے سفینے معمور ہین۔ مگر یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ان اقطاع کی شادابی (کم از کم موسم خزان کے آخری حصہ مین) انگلستان کے سیر حاصل علاقہ کی شادابی سے کچھ بھی مناسبت رکھتی ہے۔ سوائے اون درختون سے ڈھکے ہوئے چوکھونٹے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳۱۔ بجا لیے ست لایا تھا۔
[illegible]

قطعات کے جہان گاؤن واقع ہین اور کہین سبزہ کا نشان نہین پایا جاتا لیکن یہ قطعات
ہر پاؤ پاؤ میل کے بعد واقع ہین اور کثیر التعداد نالیون اور پشتون سے اس بات کا پتہ
چلتا ہے کہ یہ کل علاقہ زیر آبپاشی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اناج یہان بیج سے دس گنا
پیدا ہوتا ہے لیکن آجکل یہان کی خاص پیداوار۔ چانول۔ افیون اور تمباکو ہین۔ فیریر جو
۴۵ سال قبل زیادہ اچھی فصل مین اس رستہ سے گذرا اس کی دلفریبیون کا ذکر نہایت
جوش سے کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے "مین نے اس سے پہلے ایران مین سبزہ کی کہین
ایسی فراوانی نہ دیکھی تھی اور جب نگاہ رہ رہ کر اسکے سبزہ زارون پر پڑتی تھی تو مجھے آسانی
سے سمجھ مین آجاتا تھا کہ ایران کے فرمانروایان قدیم کو نیشاپور سے کیون ایسا خاص اُنس تھا"

شہر نیشاپور

نیشاپور (نسایا۔ یانسوا۔ مورد رحمت یزدان۔ مولد ڈایونیسس[۱] رب النوع روایات
یونان۔ اور فردوس ایران") کی شکستہ دیوارین اور برج جن پر ایک بلند مسجد کی چھت
اور مینار چھائے ہوئے ہین شہر مین پہونچنے سے بہت دیر پہلے ہمین نظر آنے
شروع ہو گئے تھے ایک وسیع قبرستان مین سے گزر کر جس کی کثیف قبرین اوس
غلاظت کا ثبوت دیتی تھین جو ایران مین کیا موت اور کیا حیات دونون
مین ساری ہے اور شہر کی جنوبی دیوار کا چکر کاٹ کر ہم چاپارخانہ مین جو مغربی
پھاٹک کے ٹھیک باہر واقع تھا پہونچے۔ شہر پناہ جو کسی زمانہ

[۱] قدیم یونانیون کے عقیدے کے مطابق شراب کا دیوتا۔ مترجم

مین بلند تھی اس وقت کو جان کی شہر پناہ سے بھی زیادہ ویران حالت مین تھی ہر پچاس گز کے اندر دیوار مین بڑے بڑے سوراخ تھے اور دیوار کے بعض بعض حصے تمام وکمال غائب ہو گئے تھے۔ لیکن ایک مقام پر کچھ آدمی مرمت کے کام پر لگے ہوئے تھے اور ایک برج کو از سر نو تعمیر کر رہے تھے۔ ایک کھائی مین سے گیلی مٹی کی چلکیتان کھود کر دست بدست اوپر پہونچا دی جاتی تھین جہان اونہین ایک دوسری پر جما دیا جاتا تھا لیکن یہ بات میری سمجھ مین بالکل نہین آسکی کہ اس ترمیم سے اب کیا فائدہ مترتب ہوگا۔ اگر غنیم چاہے تو دہاوا کرتا ہوا وہ نیشاپور مین ایسی ہی آسانی سے داخل ہوسکتا ہے جیسی آسانی سے برامپٹن کی سڑک تک اگرچہ فائدہ اوسکو ایسا کرنے سے اوسی قدر ہوگا جس قدر برامپٹن کے قبرستان پر فوجی قبضہ کر لینے سے۔

نیشاپور کی تاریخ اور شہرت

نیشاپور کا نام عرف عام مین نے یا نو اور شاپور سے مشتق ہے۔ اور روایت یون ہے کہ شاپور نے از سر نو اس کو بنایا یا ایسے مقام پر بنایا جو نے زار تھا۔ لیکن یہ شہر شاپور سے بھی پہلے کا تھا اور اس کی روایتی بنیاد طہمورث سے منسوب کی جاتی ہے جو فرمانروایان سلسلہ پیشدادی کا ایک بادشاہ تھا اور نوح علیہ السلام سے چوتھی پشت مین تھا۔ اس کا صحیح ماخذ نو (آجکل کے فارسی لفظ نیک کا مرادف) اور شاپور ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس شہر کو سکندر اعظم نے برباد کیا اور بعد مین شاپور اول یا شاپور ذوالاکتاف (ایرانی روایات انکو ہمیشہ مخلوط کر دیتی ہے) نے از سر نو تعمیر

کیا۔ شاپور ذوالاکتاف کی نسبت یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اوسنے اپنا ایک بہت بڑا مجسمہ تیار کراکر نصب کرایا جو مسلمانون کے حملے تک یہان قایم رہا۔ لیکن شاپور کے شہر کا موقع وہ نہین تہا جو موجودہ نیشاپور کا ہے بلکہ زیادہ تر جنوب و مشرق کی طرف تھا جہان اِسکے کھنڈر ابھی تک ایک نیلگون گنبد والے مقبرہ کے گرد پائے جاتے ہین جو سڑک کی بائین جانب واقع ہے۔ نیشاپور جو دنیا کے ہر شہر سے یقیناً زیادہ برباد ہوا اور پھر بنایا گیا۔ عربون کے زمانہ مین از سرِ نو پہولا پہولا اور ایکے بعد دیگرے خاندان طاہریہ۔ اور محمود غزنوی کا جب کہ وہ حاکم خراسان تہا اور فرمانروایان خاندان سلجوقی کا پایۂ تخت رہا۔

سلجیوقیون کے پہلے سلطان طغرل بیگ نے اسے اپنا مستقر بنایا اور اوسکے عہد مین یہ عظمت وشان کے منتہائے عروج کو پہونچا۔ بہت سے مشہور و معروف سیاحون نے اسکی عظمت و شوکت اور شہرت و ناموری کا ذکر کیا ہے۔ دسوین صدی مین عرب سیاح الاصطخری نے اسے مربع شکل مین پایا جو چارون طرف ایک ایک فرسخ کے فاصلہ مین پہیلا ہوا تہا۔ جسکے چار پہاٹک تہے اور اطراف مین دو وسیع آبادیان تہین۔ گیارہوین صدی مین ناصر خسرو بیان کرتا ہے کہ اگر قاہرہ کا ہمسر کوئی دوسرا شہر ہے تو وہ نیشاپور ہے۔ ایک عرب نے اسکی قناتون اور اسکے باشندون کے متعلق یہ ظرافت آمیز فقرہ کہا ہے کہ "یہ شہر کیا ہی نفیس ہوتا اگر اس کی نہرین بالائے زمین ہوتین اور اسکے باشندے زیر زمین"۔ ایک اور مصنف ابو علی العلوی نے بیان کیا

ہے کہ یہ شہر فسطاط[1] (قاہرہ قدیم) سے زیادہ بڑا۔ بغداد سے زیادہ آباد۔ بصرہ سے زیادہ منتظم اور قیروان سے زیادہ شاندار ہے۔ اس مین ۴۲ محلے۔ ۵۰ بڑی بڑی سڑکین۔ ایک شاندار مسجد اور ایک مشہور آفاق کتب خانہ تھا۔ سلطنت خراسان کے چار[2] بادشاہی شہرون مین اس کا بھی شمار تھا۔

نیشاپور کی بربادی

اب بدبختی کا دور آیا اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ بارھوین صدی کے بعد سے اگر نیشاپور اس غرض سے تباہ ہوا کہ از سر نو تعمیر کیا جائے تو جون ہی کہ اس کی مکرر تعمیر عمل مین آئی بربادی بھی ساتھ ہی ساتھ آئی۔ کسی شہر نے کسی زمانہ مین ایسی سخت جانی نہین ظاہر کی۔ کوئی شہر کسی زمانہ مین ایسی سفاکانہ تباہی کا کھلونا نہین بنایا گیا۔ خود قدرت نے

---

[1] فسطاط کی بنا حضرت عمرو بن العاص نے اپنے زمانہ تسخیر مصر مین ڈالی۔ اس شہر کے بنا ڈالے جانے کا واقعہ نہایت دلچسپ ہے جسکو علامہ شبلی نے اپنی کتاب الفاروق مین اس طرح بیان کیا ہے۔

"عمرو نے چند روز تک یہان قیام کیا اور یہین سے حضرت عمرؓ کو خط لکھا کہ علاقہ فتح ہو چکا۔ اجازت ہو تو اسکندریہ پر فوجین بڑھائی جائین۔ وہان سے منظوری آئی۔ عمرو نے کوچ کا حکم دیا۔

اتفاق سے عمرو کے خیمہ مین ایک کبوتر نے گھونسلا لگا لیا تھا۔ خیمہ اکھاڑا جانے لگا تو عمرو کی نگاہ پڑی۔ حکم دیا کہ اسکو یہین رہنے دو کہ ہمارے مہمان کو تکلیف نہ ہونے پائے۔ چونکہ عربی مین خیمہ کو فسطاط کہتے ہین اور عمرو نے اسکندریہ سے واپس آکر اسی خیمہ کے قریب شہر بسایا اس لئے خود شہر بھی فسطاط کے نام سے مشہور ہو گیا اور آج بھی یہی نام لیا جاتا ہے۔" الفاروق مطبوعہ ۱۸۹۹ء صفحہ ۱۹۶۔ مترجم

[2] ۔ باقی کے شہر مرو۔ بلخ اور ہرات تھے۔

انسان کی اوسکے انتقام کے وحشیانہ عزم مین اعانت کی کیونکہ جو کچھ فاتح کی تسخیر سے بچ رہا تھا اوسے زلزلہ نے منہدم کیا[۵۱] - بارہوین - تیرہوین اور پندرہوین صدیون مین یہان تین بڑے زلزلے آئے - ان کے ہاتھون جو تباہی نیشاپور پر نازل ہوئی اوسکا آغاز ترکمانون نے کیا جنہون نے ۱۱۵۳ء مین مشہور سلطان سنجر کے عہد مین اسکو ایسا غارت کیا کہ جب یہان کے باشندے لوٹ کر آئے تو اونہین اپنے گھرون کا نشان تک نہ ملا - لیکن اگر "ترکمانی صولت" تازیانہ کا حکم رکھتی تھی تو "مغلی جلاوت" نے نیش عقرب کا کام دیا - چنگیز خان کے مغلون نے اوسکے بیٹے تلوی خان کی ماتحتی مین ۱۲۲۰ء مین شہر کو شعلہ و شمشیر کے حوالہ کیا[۵۲] اور ایک معتبر مورخ بیان کرتا ہے کہ اونکی خونخوا

---

۵۱ عرفی نے جسکے کلام مین آثار ایران کا جابجا ذکر ہے اور جس کے اس مشہور شعر کو سنکر کہ

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ — آثار پدید است صنادید عجم را

بے اختیار ایران کی گذشتہ شان و شوکت کا عبرت ناک نقشہ آنکھون مین پھر جاتا ہے اپنے ایک مشہور نعتیہ قصیدے مین جسکا مطلع

سپیدہ دم چو زدم آستین بہ شمع شعور — شنیدم آیۂ استغفروا ز عالم نور

نیشاپور کے تباہ کن زلزلون کی طرف اسطرح سے اشارہ کیا ہے۔

نعوذ باللہ اگر روز حشر طے نہ کند — شفاعت تو عمل نامۂ اناث و ذکور

ز شرم کثرت عصیان من بہ رعشہ فتد — حساب گاہ قیامت چو ارض نیشاپور

۵۲ اسی چنگیز گردی مین خواجہ فریدالدین عطار جنہین صوفیہ کرام کے طبقہ مین ایک ممتاز درجہ حاصل ہے اور جنکا پندنامہ زبان زد خاص و عام ہے شہید ہوئے - مترجم

سفاکی کی پیاس اوس وقت تک نہ بجھی جب تک کہ اونہون نے سترہ لاکھہ چالیس ہزار
نفوس کا خون نہ بہا لیا اور شہر کو ایسا مسمار نہ کر دیا کہ گھوڑا اوسپر ٹھوکر کھائے بغیر جا سکے۔
پچاس سال نیشاپور پھر آباد کیا گیا لیکن مصیبت اور عذاب کے جن جن مرحلون کو اس نے
اوسوقت سے طے کیا ہے اون کا ذکر کرنا موجب طوالت ہوگا۔ مغلون تاتاریون۔
ترکمانون اور افغانون نے یکے بعد دیگرے اسے اپنا شکار بنایا اور بتدریج اسے
اوس شکل مین منتقل کر دیا جسے اٹھارہوین صدی مین ایک وسیع کھنڈر سے تعبیر کیا گیا۔
۱۷۴۷ء مین نادر شاہ کی وفات پر اس شہر نے احمد شاہ ابدالی افغان کے حملہ کی مدافعت
کی لیکن چھہ مہینے کے محاصرے کے بعد اوسنے اسے مسخر کر لیا اور جو واقعات
کہ اس تسخیر کے وقت پیش آئے وہ اگرچہ چنگیز خان کی سفاکیون کے مساوی نہ تھے
تو کم از کم اوسکے یاد دلانے والے ضرور تھے۔ لیکن فاتح جس قدر کامیاب ہوا اوسی قدر
حزم و احتیاط سے بھی اوسنے کام لیا۔ جس ترک سردار عباس قلی خان نے اوس کا
مقابلہ کیا تھا اور جسکو وہ تعظیم کی نگاہ سے دیکھنے لگا تھا اور جسکی بہن سے اوس نے
شادی بھی کر لی تھی اوسی کو اس شہر کی حکومت احمد شاہ نے پھر دیدی۔ عباس قلی خان
اس احسان کے معاوضہ مین عمر بھر احمد شاہ ابدالی کا مطیع رہا۔ اور شہر کو آرایش و تزئین
کے لحاظ سے اپنی ہمت و مستعدی سے حالت اصلی پر لے آیا۔ اوسکے جانشین کی
زمانہ مین ۱۷۹۶ء مین نیشاپور بلا کسی جھگڑے کے قاجار غاصب آغا محمد خان کے
قبضہ مین چلا آیا اور اوسوقت سے ابتک دولت ایران کے ماتحت رہا ہے ۱۸۲۱ء

مین فریزر نے اسکی آبادی کا اندازہ ... ۵ کیا - کونولی نے ۱۸۳۱ء مین آبادی کی تعداد ... ۸ ہونا بیان کی - سر ایف - گولڈاسمڈ نے بھی ۱۸۷۲ء مین یہی تعداد بیان کی - سب سے بعد کا اندازہ دس ہزار کا ہے اور یہ تعداد اوس ترقی کے لحاظ سے جسکی ایک طویل امن کے زمانہ مین امید کی جاسکتی ہے کچھ زیادہ نہین -

مقبرہ عمر خیام

اکثر انگریزی ناظرین شاید نیشا پور کو صرف اس تقریب سے پہچانتے ہونگے کہ یہ ایران کے اوس ہیئت دان شاعر عمر خیام کا دارالقرار ہے جس کا نام اور جس کا کلام موجودہ نسل کو فٹز جیرلڈ کے بے نظیر ترجمہ اور اس سے کمتر درجہ کے بہت سے شعرا کے مطابق اصل و تصرف آمیز تراجم کے ذریعہ سے اچھی طرح معلوم ہوگئے ہین - مجھے یاد پڑتا ہے کہ اصحاب ثانی الذکر مین سے کسی ایک کی تصنیف کے دیباچہ مین مینے یہ منکسرانہ درخواست لکھی ہوئی دیکھی تھی کہ "کاش کوئی شخص میری اس کتاب کو نیشاپور مین لے جاکر عمر خیام کے مقبرہ پر نذر چڑہاوے" اگر میرے پاس یہ کتاب موجود ہوتی تو یقیناً مین نے راقم کی درخواست کی تعمیل کی ہوتی اور جسوقت مین نے اپنا غیر ضروری سامان علیحدہ کیا تھا اوسی وقت شاعر کی قبر پر اس کتاب کو بھی نذر چڑہا دیتا - اگرچہ مجھے خوف ہے کہ اگر عمر خیام کی قبر کی تباہ حالت کو اوسکے انگریزی معرفین دیکھتے تو اونہین سخت صدمہ پہونچتا - یہ قبر ایک ویران سے باغ مین ہے جس مین کبھی پہولون کی کیاریان اور پانی کی نہرین تھین مگر اب سواے خس و خاشاک کے اور کچھ نہین

رہا۔ قبر پر کوئی کتبہ نہین ہے جس سے شاعر کے نام یا شہرت کا پتہ چل سکے۔ اور مقام افسوس ہے کہ آجکل کے ایرانی عمر خیام کی مشت خاک کی طرف سے ویسے ہی بے پرواہین جیسے اونیسوین صدی کے اہل لندن میتھیو پیرس[۵۱] یا ولیم آف مامس بری[۵۲] کی خاک کی طرف سے۔

سڑکین

پورمین مشہد وطہران کے سلسلہ تار برقی کا ایک دفتر تار ہے جس مین ایرانی عملہ مامور ہے۔ مزید بران علاوہ اون دونون سڑکون کے جو مشہد سے آتی ہین۔ یہ اور کئی قابل ذکر سڑکون کا مقام اتصال ہے۔ جانب جنوب ایک سڑک ترشیز سے آتی ہے اور جانب شمال ایک پگڈنڈی سعادن[۵۳] سے ہوتی ہوئی جہان فیروزے کی کانین

---

۵۱ میتھیو پیرس ازمنہ وسطی کا ایک مشہور مورخ ہے جو ۱۱۹۵؁ء مین پیدا ہوا۔ اوس کی سب سے بڑی کتاب "ہسٹوریا میجر" (تاریخ کبیر) ہے جس مین اوسنے ابتدائے آفرینش سے اپنی وفات کے زمانہ تک جو ۱۲۵۹؁ء مین وقوع مین آئی۔ دنیا کے واقعات قلمبند کیے ہین۔ مترجم

۵۲۔ یہ ایک انگریزی مورخ ہے جو سامرسٹشائر واقع انگلستان مین ۱۰۹۵؁ء پیدا ہوا۔ اوس نے آکسفورڈ مین تعلیم پائی اور عبائے رہبانیت پہن کر مامسبری کے کلیسا کے کتب خانہ کا خازن ہوگیا اور اسی لحاظ سے اوسکو مامسبری سے انتساب ہے۔ اوس کی خاص تصنیف انگلستان کی ایک تاریخ ہے جس مین ولیم فاتح کے حملہ سے لیکر ۱۱۴۲؁ء تک کے حالات درج ہین اوس کا سنہ وفات بھی ۱۱۴۳؁ء ہے۔ مترجم

۵۳ کرنیل ویلنٹائن بیکر نے اس رستہ کا ذکر ۱۸۷۶؁ء مین اپنی کتاب "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) کے صفحات ۱۶۶۔ الی۔ ۱۷۱ پر کیا ہے۔

ہین کو جاپان کو جاتی ہے اور مغرب کی طرف وہ قدیم فراموش شدہ بحیرہ اخضر کی طرف جانیوالی تجارتی راہ واقع ہے جسکی نسبت یہ باور کیا جاتا ہے کہ از منہ وسطی مین چین، ہندوستان اور براعظم یوروپ کو جو بڑے خشکی کے رستہ کی زنجیر باہم ملاتی تھی اوس کا یہ ایک حلقہ تھی۔ یہ راہ نیشاپور سے عربی شہر اسفرائن کو اسی نام کے میدان مین سے گذرتی ہوئی جاتی ہے اور پھر مغربی سمت اختیار کرکے پہاڑون کو اوس درہ کی طرف سے جو دہانہ گرگان کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس مین دریائے گرگان بہتا ہے طے کرتی ہوئی اوس میدان مین جا نکلتی ہے جو ڈھلتا ہوا بحیرہ اخضر کی طرف چلا گیا ہے۔ اس راہ کی منزلین السیڈورساکن چیرکس اور الاصطخری نے اپنے سفرنامون مین بیان کی ہین اور شاہ عباس اعظم نے جو کاروان سرائین اس پر بنائی تہین وہ ابھی تک کھڑی ہین اگرچہ اب اون کے کھنڈر رہ گئے ہین۔

فیروزے کی کانین

نیشاپور سے شمالی و مغربی سمت مین قریباً چھتیس میل کے فاصلہ پر متذکرہ بالا سڑکون مین سے پہلی پر وہ مشہور و معروف فیروزے کی معادن واقع ہین جو نیشاپور کے قریب ہونے کے باعث ہمیشہ سے نیشاپور کی کانین کہلاتی ہین۔ اگرچہ فیروزے ایران مین اور جگہہ بھی ہوتے ہین[ل] ۔ اور بعض اوقات یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دوسرے

[ل] ایران مین فیروزے کی دوسری کانین جن کا ذکر مین نے سنا ہے یا جن کے حالات مین نے پڑھے ہے حسب ذیل ہین :- (۱) ترشیز کے قریب جنہین گورنمنٹ نے ۱۸۸۹ء مین ۲۰۰ تومان سالانہ کے ٹھیکہ پر دیدیا مگر ان مین کام نہین

ملکون مین بھی یہ پتھر پیدا ہوتا ہے لیکن تمام عملی مطالب کے لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا مین بھی صرف ایسی کانین ہین جو کان کنی کے مصارف کی ایک بڑی معیار پر تلافی کرتی ہین اور ہزار فیروزون مین سے جو بازار مین بکنے کیلیئے آتے ہین ۹۹۹ کا مخزن ہوتی ہین۔ یہ کانین جن کی تعداد کثیر یہان موجود ہے جن مین کھدائی کا کام جاری ہے یا جو بند ہوگئی ہین ایک ضلع مین جسکا رقبہ چالیس مربع میل ہوگا واقع ہین۔ یہ ضلع معدنی پیداوار کے لحاظ سے نہایت زرخیز ہے۔ یہان ایک نمک کی کان موجود ہے جس مین سے اس وقت نمک نکلتا ہے۔ ایک سیسے کی کان ہے لیکن اس مین سے اب سیسا نکالا نہین جاتا۔ اس کے علاوہ اس نواح مین ہر ہر پتھر بھی نکلتا ہے فیروزے پہاڑیون کے ایک سلسلے مین پیدا ہوتے ہین جسکے اجزائے ترکیبی سنگ سماق۔ سنگ سبز۔ چونے کے پتھر اور ہر ہر سے پتھر ہین۔ یہ سلسلہ سطح سمندر سے کبھی ۵۸۰۰ سے زیادہ یا ۴۸۰۰ فیٹ سے کم بلند نہین رہا۔ فیروزون کے نکالنے کے دو طریقے ہین۔ یا تو کانون کو جو چٹانون

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴۱ ہوتا۔ ان کا ذکر بلیو نے کیا ہے (۲) طبس کے قریب۔ جن کا ذکر سگر یگر اور ہربرٹ نے کیا ہے (۳) کرمان کے قریب جن کا ذکر مارکو پولو۔ لیسٹلے اور ہربرٹ نے کیا ہے (۴) تفت واقع ضلع یزد مین جن کا حال خانیکاف۔ نیپیر اور ہربرٹ نے بیان کیا ہے (۵) قلعہ زری مین جو برجند اور نہ کے درمیان بصیران کے قریب واقع ہے۔ ان کانون کا حال خانیکاف نے بیان کیا ہے۔ کرمان کے ضلع مین متعدد کانین پائی جاتی ہین (ا) پربر کی کانین جو گوداحمر مین ہین (ب) اشیر کے قریب (ج) شہر بابک کے قریب۔ لیکن ان تمام کانون سے جو پتھر نکلتے ہین اون کی رنگت نہایت زردی مائل ہوتی ہے اور وہ زیادہ قیمتی نہین ہوتے۔

کے اندر غلام گردشون کی شکل مین تیار کی گئی ہین کہودنے یا بارود سے اوڑانے سے اور یا پرانی کانون کے ملبے یا اوس مٹی کو ڈہونڈنے سے جسے ندیان پہاڑیون کے پہلو سے میدان مین بہالاتی ہین۔ بہترین فیروزے اب بالعموم ثانی الذکر طریقہ سے حاصل ہوتے ہین۔ کان کنی اور فیروزہ تراشی وغیرہ مین پندرہ سو آدمی مصروف ہین جو معدن بالا اور معدن پائین کے دو بڑے گاؤن اور اسی نواح کے چند چہوٹے چہوٹے موضعون مین رہتے ہین۔

کان کنی کی تاریخ

باور کیا جاتا ہے کہ زمانہ سابق مین بعہد فرمان روایان خاندان صفویہ جبکہ ایران تمول اور شہرت کے نصف النہار پر پہونچا ان کانون پر خود سلطنت کی طرف سے کام ہوتا تہا۔ اٹہاروین صدی کی بدعملی اور شورش و فساد کے زمانہ مین ان کانون کی طرف یا تو بالکل التفات نہین کیگئی اور یا انہین بالکل گاؤن والون پر چہوڑ دیا گیا جنہون نے جو کچہہ ممکن تہا ان مین سے نکالا جب امن و امان قایم ہوا تو گورنمنٹ نے پہر ان پر قبضہ کر لیا اور اس صدی (انیسوین صدی) مین برابر یہ سب سے زیادہ بولی بولنے والے کو ٹہیکہ پر دی جاتی رہی ہین۔ لیکن کان کنی کا کوئی معینہ اور منضبط طریقہ پہلی موجود نہ تہا۔ جو شخص جسطرح چاہتا تہا کہودتا تہا اور اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت سی پرانی کانون کی چہتین اور دیوارین گر پڑین اور نہایت قیمتی پیداوار کا مخزن بالکل مسدود ہو گیا۔ اس کے علاوہ خود سائنس کی ترقی نے کان کنی کے کام کو زیادہ بے اصول کر دیا کیونکہ جہان پہلے کدال سے

احتیاط کے ساتھ کام لیا جاتا اب وہاں غیر مقررہ طور پر بارود کا استعمال کیا جانے لگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے پتھر نکالتے وقت چکنا چور ہو جانے لگے۔

آمدنی

نولی کا بیان ہے کہ جب حسن علی مرزا حاکم خراسان تھا تو فیروزے کی کانون کا سالانہ محصول ایکہزار تومان اور پتھر کے نمک کی کانون کا تین سو تومان لیا جاتا تھا۔ فریزر کے زمانہ مین (۱۸۲۱ء) دو ہزار خراسانی تومان یا دو ہزار سات سو پاؤنڈ کل کانون کے لیے اور تیرہ سو تومان سب سے بڑی کان کے لئے طلب کیے گئے۔ ایسٹوک کہتا ہے کہ ۱۸۶۲ء مین محصول صرف ایکہزار تومان یعنی چار سو پاؤنڈ تھا۔ دس سال بعد جماعت الحو تصفیہ سرحد کے اراکین کو معلوم ہوا کہ کل کانون کا محصول آٹھ ہزار تومان یا تین ہزار دو سو پاؤنڈ تھا۔ گو کہ ۱۸۷۴ء مین کپتان نیپیر نے محصول کی مقدار چھ ہزار تومان یا دو ہزار چار سو پاؤنڈ ہونا بیان کی۔ ۱۸۸۲ء تک محصول کی مقدار آٹھ ہزار تومان رہی لیکن اس زمانہ مین شاہ نے دانشمندی و دوربینی کی راہ سے یہ خیال کیا کہ اس سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس سال اسنے پندرہ سال کی مدت کے لئے مخبر الدولہ وزیر صیغہ تعلیمات و تاربرقی و معاون کو یہ کانین اس شرح سے پٹہ پر دے دین کہ سال اول وہ نو ہزار تومان ادا کرے اور اسکے بعد ہر سال اٹھارہ ہزار تومان[۵۱]۔ وزیر موصوف نے چند مالدار لوگون کو اپنا شریک

[۵۱] بنجیمین اپنی کتاب "پرشیا اینڈ دی پرشنس" (ایران اور اہل ایران) کے صفحہ ۹۴ پر اپنی معمولی غلط بیانی سے یہ تعداد اسی ہزار ڈالر یعنی سولہ ہزار پاؤنڈ ہونا بیان کرتا ہے۔

بنا لیا اور طباع دیکتا جرنیل شنڈلر کو جس کی خدمات سے ہر ایک مجوزہ (کاش مین لفظ مجوزہ کے بجائے مکملہ استعمال کرسکتا) اصلاح کے کام مین استفادہ کیا جاتا تھا ایک سال تک خدمت نظامت پر مامور رہا[1]- معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس شرکا کو اپنا طریقہ کان کنی غیر نافع ثابت ہوا کیونکہ جب مین یہان آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ مجلس مسطورہ نے کانین ملک التجار مشہد کو (یہ وہی باہمت شخص ہے جس نے کوچان کی سڑک کی تیاری کا ذمہ لیا تھا) دس ہزار تومان یا دو ہزار آٹھ سو پچاس پونڈ سالانہ کے شکمی ٹھیکہ پر دے دین- اور اس قدیم طریقہ کے بموجب جس پر ہر اجارہ دار اپنی باری مین کاربند ہوتا ہے ملک التجار نے بھی گاؤن والون کو اپنا شکمی حصہ دار بنا لیا- اوس کا ان اسامیون مین سے بعض کے ساتھ ابھی ابھی اسباب پر جھگڑا ہو چکا تھا کہ جو پتھر ادنہین ملے اون مین سے بعض کلانی و عمدگی کے لحاظ سے متعدد پتھرون سے زیادہ بیش قیمت تھے- چنانچہ اوس نے یہ پتھر ضبط کر کے اون کا اجارہ منسوخ کر دیا سال گذشتہ (۱۸۹۰ء) مین کل فیروزون کی قیمت جو

[1] ان کانون کا سب سے بہتر حال اوس کی مرتبہ رپورٹ مین مندرج ہے جو "ڈپلومیٹک اینڈ کانسیولر رپورٹس" (سیاسی و سفارتی رپورٹین) کے حصہ دوم مطبوعہ ۱۸۸۴ء مین شایع کیگئی- جن اور سیاحون نے معاون فیروزہ کو جا کر دیکھا ہے اور ان کے حالات بیان کئے ہین وہ حسب ذیل ہین:- جے- بی فریزر (۱۸۲۲ء) "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)- باب شانزدہم- وضمیمہ "ٹریولس ساوتھ آف دی کیسپین" (حالات سیاحت جانب جنوب بحیرہ اخضر) صفحات ۳۴۴- الی- ۳۴۶ + ایلیکس چوڈزکو (۱۸۳۰ء) "ریویو دو ریانت" (ریویو مشرق) بزبان فرانسوی + این ڈی خانیکاف (۱۸۵۸ء) "میمائرٹیرا" (سرگذشت وغیرہ)- صفحات ۹۰- الی- ۹۳ + کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین)- صفحات ۱۶۶- الی- ۱۷۱-

کانون سے نکلے اسّی ہزار تومان یعنی بائیس ہزار آٹھ سو پچاس پاؤنڈ سے کم نہ تھی۔

فیروزون کی خریداری

فرض کرلینا غلطی مین داخل ہوگا کہ مشہد یا نیشاپور مین بلکہ کان کے منہ پربھی جا کر سیاح کو نادر بہتر معقول قیمت مین مل سکتے ہین۔ ستر سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ فریزر نے یہ کوشش کی تھی لیکن اوسے جعل دینے کی جو بے ڈھب کوششین کی گئین اون کی وجہ سے اوسے اپنے ارادے سے باز رہنا پڑا۔ اسکے بعد جو سیاح یہان آئے اون سب کو یہی تجربہ ہوا۔ بہترین پتھر دن کو کمیشن ایجنٹ کان سے نکلتے ہی خرید لیتے ہین اور یا تو یوروپ روانہ کردیتے ہین اور یا امرائے ایران کے ہاتھ بیچ ڈالتے ہین۔ باوجود تلاش و تفحص کے مجھے نہ تو مشہد مین اور نہ طہران مین ایک بھی اچھا فیروزہ دستیاب ہوا۔ مین اپنے تجربہ کے اظہار کے لئے بعینہ ٹورنٹر کے الفاظ کا اعادہ کرسکتا ہون جو اوس نے دو سو سال پہلے استعمال کئے تھے۔

"سابق مین مشہد کے جوہری ایران کی پرانی کانون سے کچھ فیروزے لاتے تھے لیکن گذشتہ پندرہ سال کے عرصہ سے کوئی فیروزہ اس طرح کا دستیاب نہین ہوا۔ جب مین پچھلی دفعہ وہان تھا تو صرف تین فیروزے دیکھنے مین آئے جو اچھے تھے۔ نئی کانون کے فیروزے بالکل نکمے ہوتے ہین اون کا رنگ برقرار نہین رہتا بلکہ کچھ مدت مین ہرا زردی مائل ہوکر پھیکا پڑ جاتا ہے۔"

فریب دہی

وزون کے خریدار کو چاہیئے کہ مشرق کے جوہری کی عیاری سے جو ضرب المثل ہے اپنے آپکو بچائے ایک سچے فیروزے کا جو گہرا نیلا رنگ ہونا چاہیئے اوسکو مصنوعی طور سے بیچنے کے وقت تک قایم رکھنے کا ایک طریقہ ہے جسے یہ لوگ استعمال کرتے ہین - فیروزے مٹی کے گیلے برتنون یا کسی اور طرح سے نمی مین اوس وقت تک رکھے رہتے ہین جب تک کہ وہ بایع کے ہاتھ مین چلے نہ جائین - اس ترکیب سے اون کا رنگ آسمانی رہتا ہے - خریدار دام چکا کر فیروزہ لیئے ہوئے گھر چلا جاتا ہے لیکن مایوسی کے ساتھہ دیکھتا ہے کہ پتھر کا رنگ روز بروز پھیکا پڑ جاتا ہے یہان تک کہ کچھ مدت کے بعد پیلا سبزی مایل ہو جاتا ہے - معمولی قسم کے پتھر ایران مین خصوصاً اور مشرق مین عموماً لگامون گھوڑے کے ساز و یراق - بیش قبض کے دستون اور میانون کے مرصع کرنے کے لئے استعمال مین لائے جاتے ہین لیکن ان چھوٹے سنگریزون کے بھی عمدہ نمونے مجھے دستیاب نہین ہو سکے - سب سے زیادہ معمولی قسم کے پتھر تعویذون اور نگینون کے کام آتے ہین - ان پر عربی آیات کندہ کر دی جاتی ہین تاکہ اون کی رنگین اور نقص چھپ جائین - اس قسم کے تعویذ اور نگینے مشہد مین زایرون کے ہاتھ کثرت سے بیچے جاتے ہین -

زعفرانی

اس جملہ معترضہ کے بعد مین پھر اپنے حالات سفر کا سلسلہ شروع کرتا ہون - نیشاپور -

کرمیدان کو میدان سبزوار سے جو بقدر ایک ہزار فیٹ کے زیادہ نشیب مین واقع ہے۔
زشت و بدنما پہاڑیون کا ایک جھکتا اور اُوٹھتا ہوا سلسلہ جسپر سے سڑک گزرتی ہے
جدا کرتا ہے۔ نیشاپور سے پندرہ میل کے فاصلہ پر زمین آباد کی بڑی کاروانسرائے
آتی ہے۔ اسکے بعد ایک پست دہانہ مین سے گزر کر مسافر پہاڑیون مین داخل ہوتا ہی
اور کچھہ دور جا کر شور آب کا چھوٹا سا گاؤن جہان چاپار خانہ بھی ہے ایک وادی مین
نظر آتا ہے جب دوسری منزل آئی تو مجھے چاپار کے متعلق وہ تجربہ پیش آیا جس سے
زیادہ تکلیف دہ تجربہ کا ایران کے تمام سفر مین مجھے اتفاق نہین ہوا۔ جس کم بخت جانور
پر مین سوار تھا اوس سے ایسی گھناونی بو آتی تھی کہ بمشکل تمام مین اوس کی پیٹھہ پر بیٹھہ سکا
اور وہ خود درد اور کرب کے مارے اس طرح سے کراہتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اوس پر
عذاب الیم نازل ہو رہا ہے۔ جب اوس پر سے زین اوتاری گئی تو معلوم ہوا کہ اوس کی
پیٹھہ پر ایک بہت بڑا گھاو تھا۔ اس پر مین نے غلام سے گھوڑا بدلا۔ مگر مجھے معلوم ہوا
کہ اوس کے عراقی کی بھی وہی حالت ہو رہی ہے۔ اٹھارہ میل تک برابر ان مصیبت
کے مارے ہڈیون کے ڈھانچون پر سوار ہونے پر مجبور ہونا راکب اور مرکب دونون
کے لئے سوہان روح تھا۔ کئی میل تک ہموار میدان کا ایک قطعہ طے کرنے کے بعد
ہم مقام زعفرانی مین پہونچے۔ یہان ایک زمانہ مین ایک عالی شان کاروانسرائے
تھی جسکی نسبت یہ بیان کیا جاتا تھا کہ اس سے بڑی کاروانسرائے ایران مین اور کوئی
نہین۔ ایرانی جوہر ایک شے کی تاویل مین حتی الامکان شاعرانہ نازک خیالی کو ملحوظ رکھتے

ہین بیان کرتے ہین کہ زعفرانی کی وجہ تسمیہ یہ روایت ہے کہ ایک دولتمند سوداگر نے اس عمارت کے تیار کرتے وقت اینٹون مین کچھہ زعفران ملادی جو اوسنے امداداً ایک غریب شخص سے خریدی تہی جو۔ یہ زعفران معاً کرامت سے سونے کی خاک ہوگئی اور اسکے بعد ہمیشہ اینٹون مین چمکتی رہی۔ [۵۱] اس عمارت کو جس مین ایک زمانہ مین حماموں دکانون اور باغون کے علاوہ سترہ سو حجرے ہونے بیان کیے جاتے ہین لیکن جواب سب کے سب معدوم ہوگئے ہین۔ بعد سیاح شاہ عباس سے منسوب کرتے ہین۔ لیکن خانیکاف کی یہ رائے روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ طرز عمارت اور کتبون سے جو کوفی خط مین ہین اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ یہ کاروان سرا سے عربون کے زمانے مین تعمیر کیگئی اور غالباً اس کا زمانہ تعمیر ملک شاہ سلجوقی کے عہد کو قرار دیتا ہے۔ اسکے منہدمہ آثار پر اوس خیرخواہ خلائق صدر اعظم نے جسکا حال اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ زمانہ حال کی وضع کی ایک خوشنما کاروانسرا تعمیر کی۔ زعفرانی سے آگے چلکر شمالی پہاڑون سے کچھہ فاصلہ پر سڑک سبزوار کے میدان مین داخل ہوتی ہے۔ اور اس کو قطع کرتی ہوئی کچھہ دور جاکر شہر سبزوار مین پہونچتی ہے

سبزوار

سبزوار ایک شاداب و سیر حاصل ضلع کا صدر مقام ہے جہان ۱۸۷۱ء مین سخت قحط پڑا تہا اور یہ ضلع پہر اب کچھہ پنپنے لگا ہے۔ ۱۸۷۱ء سے پہلے سبزوار کی آبادی کا

۵۱۔ اس روایت کو فریزر۔ فیریر اور ایسٹوک نے علی الترتیب اپنی اپنی تصانیف کے صفحات ۳۸۵ و ۳۸۶ اور صفحات ۱۰۲ و ۱۰۳ اور جلد دوم صفحہ ۱۸۰ پر مختلف طور سے بیان کیا ہے۔

کا تخمینہ تیس ہزار لگایا جاتا تھا مگر قحط کی وجہ سے فوراً ہی کم ہو کر دس ہزار سے بھی گھٹ گئی
لیکن اب پھر اٹھارہ ہزار ہونا بیان کی جاتی ہے۔ شہر کے گرد حسب معمول کچی اینٹون کی ایک
فصیل کھنچی ہوئی ہے اور شمال کی طرف ایک ٹیلے پر اس مین ایک ارک واقع ہے سبزوار
کی روایتی بنا مشرق کے اور شہرون کی طرح عہد سلف کے بعید ترین طبقون سے تعلق رکھتی
ہے لیکن تاریخی اعتبار سے اس کا آغاز زیادہ موزون طور پر فرمانروایان سلسلہ سلجوقیہ کے
زمانہ سے منسوب کیا جا سکتا ہے جسکے طرز عمارت کا سراغ اس کے بعض باقیات
مین ملتا ہے۔ اپنے اکثر ہمسایون کی طرح سبزوار بھی کئی دفعہ برباد ہوا چنانچہ محمد شاہ خوارزم
نے جو وقیقہ اسکی تباہی مین اٹھا رکھا تھا اوسے تیمور نے ۱۳۸۰ء مین پورا کیا۔ جو خوشحالی
اسنے بعد مین از سر نو حاصل کی اوسے افغان حملہ آورون نے اٹھارہوین صدی مین
اپنی حقیقی قومی خصوصیت کے اقتضا سے ملیا میٹ کر دیا۔ موجودہ شہر کی عمر سو سال سے
زیادہ نہین کیونکہ علی یار خان مزینانی خراسان کے ایک طاغی حاکم نے بعہد فتح علی شاہ
اسے نئے سرے سے تعمیر کیا۔ کچھ عرصہ سے سبزوار مین تجارت کو ترقی ہو گئی ہے کیونکہ
یہان روئی کثرت سے پیدا ہوتی ہے اور اسکے علاوہ اون کی برآمد کی یہ ایک بہت بڑی
منڈی ہے۔ شہر مین ارمنی سوداگرون کا ایک کارخانہ ہے جنکے تجارتی تعلقات روس
کے ساتھ براہ استرآباد و گز[1] ہین۔ یہ سوداگر روئی اور اون روس کو بھیجتے ہین اور

[1] اس رستہ کے بجائے اب خراسان مین داخل ہونے کا وہ جدید رستہ اختیار کیا جاتا ہے جو عاشق آباد سے کوچان
جاتا ہے۔ یہ نیا رستہ جسکا ذکر مین پیشتر کر چکا ہون سبزوار سے آسانی کے ساتھ مل سکتا ہے۔

شکر اور چھینٹ کا کپڑا وہان سے منگواتے ہین - سبزوار مین ایک موٹا سوتی کپڑا تیار ہوتا ہے اور تانبے کی بد وضع دیگچیان بھی یہان بنتی ہین - یہ تانبا تین کانون سے جو اس نواح مین ہین اور جو شمالی ایران مین پیداوار کے لحاظ سے سب مین زیادہ مشہور ہین نکلتا ہے لیکن یہ توقع نہین کی جاسکتی کہ "پرشئین مائننگ رائیٹس کارپوریشن" (کمپنی محافظ حقوق معدنیات ایران) ان کی پوری طرح سے چھان بین کرے گی - یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ شمالی ایران کے جن جن مقامات مین بابیون کی کثرت ہے اون مین سے سبزوار بھی ہے -

مینار خسروگرد

یک اجنبی کے لیے سبزوار مین اگر کوئی دلچسپ شے ہے (بہ شرطیکہ اس غلطی کو جایز رکھا جائے) تو وہ شہر کے باہر واقع ہے - یہ ایک تن تنہا مینار ہے جسے ایرانی روایتاً خسروگرد[۱] کہتے ہین اور جو موجودہ شہر کی فصیل کے دوسری طرف مغرب کی سمت مین

۱؎ مقام تعجب ہے کہ کرنیل ویلنٹائین جیسے باریک بین اور دقیقہ سنج سیاح نے اس مینار کا ذکر کرتے وقت اپنی کتاب "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) کے صفحہ ۱۶۷ پر لکھا ہے کہ "یہ عجیب شکل کا مینارہ جو پکی اینٹون کا بنا ہوا ہے خسرو کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے" خسرو سے اس مینار کو منسوب کرنا اوسی درجہ قرین عقل ہے جس درجہ ایڈورڈ دی کنفیسر (شاہ انگلستان) یا کنفیوشیس سے - اوڈونوون بھی اس بلند مینار سے کو ایرانی فن عمارت مین جس کی رو سے اذان دینے کے لئے عموماً مینار پر ایک غلام گردش بنادی جاتی ہے ایک غیر معمولی وضع سے تعبیر کرتا ہے لیکن اوسے یہ خیال نہین رہا کہ جس زمانہ مین یہ مینار بنایا گیا وہ سنیون کا دور تھا نہ کہ شیعون کا - خسروگرد ضلع بیہق کا جو موجودہ سبزوار کا دوسرا نام تھا خاص مقام تھا -

چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے مگر بلا شبہ اوس قدیم شہر کی حدود کے اندر تھا جسے محمد شاہ خوارزمی نے برباد کیا۔ یہ بات مشکل سے سمجھ مین آتی ہے کہ کسی کو بھی اس مینار کی حقیقت کے متعلق جس مین عربی فن عمارت کی ہر ایک شان پائی جاتی ہے محض اس وجہ سے تذبذب واقع ہوا ہو کہ جو مسجد کسی زمانہ مین اسکے ساتھ موجود تھی وہ جاتی رہی ہے۔ علی الصباح اسکے دیکھنے کیلئے مین جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا تو مین نے دیکھا کہ جاڑے کی آمد آمد مین شمال اور جنوب کی طرف پہاڑون کی چوٹیان برف سے جو تازہ ہی گری تھی سفید ہو رہی تھین آفتاب نے طلوع ہو کر اپنی شعاعین جب اُن کی جگمگاتی ٹوپیون پر ڈالین۔ تو وہ نورانی نظر آنے لگین اور اون کے دامن ہائے زرین کی اودی اور ارغوانی سنجاف عجب بہار دکھانے لگی۔ اڈونوون نے تعظیم کے خیال کو بالائے طاق رکھکر اس مینار کو دور سے کسی کارخانے کے دودکش سے تشبیہ دی ہے۔ اس مین شک نہین کہ یہ تشبیہ کسی حدتک صحیح ہے لیکن جب ہم اس مینار کے پاس پہونچتے ہین تو یہ وہم رفع ہو جاتا ہے اس وقت ہمکو نظر آتا ہے کہ یہ ایک اونچی لاٹھ ہے جو ایک سو فیٹ بلند ہوگی۔ اور جس کی اینٹون کی چنائی اسطرح ہوئی ہے کہ بیرونی سطح پر آرایشی کام نظر آتا ہے۔ یہ لاٹھ گاؤدم ہوتی ہوئی اوپر کو چلی گئی ہے۔ اور خط کوفی کی ابھری ہوئی اینٹون کی دھاریان اس پر ثبت ہین۔ چوٹی ٹوٹی ہوئی ہے اور اسلئے لاٹھ ناتمام معلوم ہوتی ہے۔ یہ لاٹھ ایک چونے اور کنکر کی تیار کی ہوئی کرسی پر کھڑی ہے جو چھ فیٹ نظر آتی ہے اور ایک اور چبوترے پر جو قریب آٹھ فیٹ کے بلند ہے قایم ہے اس چبوترہ کے گوشون پر دروازے

بنے ہوئے ہین اور اسکے گرداگرد چہوٹے چہوٹے ستون اور ایک پست سی کچی مٹی کی دیوار کھنچی ہوئی ہے۔ فریزر نے ۱۸۲۲ء مین اس لاٹھہ پر ایک چکردار زینے سے جو اسکی اندر سے اوپر چڑہا تھا اور اوڈونوون نے بھی ۱۸۸۰ء مین اوس کی تقلید کی۔ یہ زینہ اب منہدم ہو گیا ہے۔

اس مینار کی تاریخ

سیاح کوئی خط پڑہ سکتا ہوگا اوسے زمانہ قدیم کی اس دلچسپ یادگار کی تاریخ کے متعلق کبھی بھی شبہ وارد نہ ہوا ہوگا کیونکہ جو کتبہ مینار پر ثبت ہے اوس مین لکھا ہے کہ ۵۰۵ھ (مطابق ۱۱۱۱ء) مین یہ مینار ملک شاہ سلجوقی کے بیٹے سلطان محمد کے عہد مین جب کہ سلطان سنجر فرمانرواے خراسان تھا تعمیر کیا گیا۔ افغانون نے جب ۱۷۲۲ء مین حملہ کیا تو اس مینار کو سخت صدمہ پہونچا مگر بعد مین نادر شاہ نے اسے درست کردیا اور اب یہ اوس شہر اور اوس عظمت و شان کی ایک ہی یادگار رہ گیا ہے جو دنیا کے صفحہ سے مٹ چکی ہے۔

مہر اور مزینان

سبزوار کے قریب زمین زراعت سے سرسبز تھی۔ علی الخصوص کپاس کے کہیت کثرت سے کہڑے تہے لیکن ایک گھنٹہ سے بھی کم کی مسافت ہم نے طے کی ہوگی کہ کہیتیان نظر آنی موقوف ہوگئین۔ ہمارے سامنے اور وہنے بائین ایک ویران کنکریلا میدان پہیلا ہوا تھا جسکے وسط مین کچھہ فاصلہ پر ایک پہاڑ جسکی دو مخروطی چوٹیان تہین کھڑا تھا اور

جب ہم اسکے پاس پہونچے تو ہم نے دیکھا کہ اسکی ریڑہ کچھ دور تک پھیلی ہوئی چلی گئی ہے
اس پہاڑ کو اپنی بائین طرف چھوڑ کر ہم اوس برف پوش سلسلہ کوہ کے قاعدہ کی طرف بڑہے
جو شمال کی طرف واقع ہے اور پانچ گھنٹے تک سفر کرنے کے بعد ہم موضع مہرین پہونچے یہ
پہلی آبادی تھی جو تیس میل کے بعد ہمارے دیکھنے مین آئی - چاپار خانہ گاؤن کے عین وسط
مین واقع ہے اور گاؤن کی سب سے بڑی گلی کے بیچون بیچ ایک تیز اور گدلی نہر بہتی ہے
مہر اور مزینان کے درمیان مین نے پہلی مرتبہ ایک کویر یعنی دشت نمک دیکھا یہ وہ عجیب و غریب
اور وحشت انگیز صحرا ہین جو بعض دفعہ سخت میدان اور بعض دفعہ فریبندہ دلدل کا حکم رکھتے
ہین اور وسط ایران کے اکثر حصہ مین پھیلے ہوئے ہین - آگے چل کر مین ان کا ذکر خاص طور
سے کرون گا - ریت کے سفید قطعے لون کی ایک پتلی تہ کے نیچے چمکتے ہوئے نظر
آتے تھے اور کچھ دور سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا اوتھلے ڈابر ہین - مزینان کسی زمانہ مین بہت
بڑی آبادی تھی اور مستحکم گاؤن اور شہرون کے ایک مجموعہ کا مرکز تھی مگر ۱۸۳۱ء مین ایک
باغی سردار کی سرکشی کا خمیازہ اسکو بھگتنا پڑا اور عباس مرزا نے اسے برباد کر ڈالا - اب
اس مقام کی حالت نہایت ہی تباہ ہے - جو مکانات یہان موجود ہین وہ بوسیدہ یا ویران
ہین - گاؤن کے حوالی مین گزشتہ زمانہ کی ایک یادگار ایک کاروان سرا کی شکل مین
جسے شاہ عباس نے تعمیر کیا تھا موجود ہے - ایک اور دلکشا عمارت بھی یہان موجود ہے
جو ہارون الرشید کے بیٹے اور حضرت امام رضاؑ کے قاتل مامون کی بنائی ہوئی ہے
لیکن اب اجڑ چلی ہے چارون طرف دوسرے قصبات یا دیہات کے آثار نظر آتے

ہین جو سب کے سب ویران ہین۔ جب مین ایک بج بار صبح کے پانچ بجے مزینان سے
گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا تو دونون بڑی کاروانسرا اؤن مین زایرون کے قافلے
کوچ کی تیاریان کر رہے تھے اور گاہ بیگاہ کسی رفیع الصوت سیپا یا حاجی کے اللہ اکبر کی ضرب
لگانے کی آواز کانون مین پڑتی تھی جسکے جواب مین زایرون کی کل جماعت صدائے
بازگشت کی طرح وہی ضرب لگاتی تھی جسکی آواز سرد ہوا مین دور تک گونجتی ہوئی سنائی دیتی
تھی۔ گاؤن کے دوسرے کنارے پر سے بھی اسی طرح کی آوازون کی گونج بلند
ہوتی تھی۔ غرضکہ اس شور اور پکار کے ساتھہ ان مقدس ابناء السبیل کے لئے ایک
نئے دن کا آغاز ہوا۔

زایرون کے قافلے

روزمرہ کے سفر مین زایرون کی جو تعداد کثیر میرے دیکھنے مین آئی اور جنھون نے
مشہد کی سڑک کو گویا اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے اون کا ذکر مجھے اس بات کا شوق دلاتا ہی
کہ اپنے ہر روز کے سفر کے غیر دلچسپ حالات مین اون انسانی حوالی کی کیفیت کے
اضافہ سے نرالا پن پیدا کرون جو مشہد کی سڑک کے محیط ہین۔ زایرون کی جماعتون کے
سفر کا رخ اوس سمت کے مقابل تھا جس مین مین سفر کر رہا تھا۔ بعض اوقات میلون سے
کوئی کاروان پہاڑ کے وسیع پر آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہوا نظر آجاتا تھا۔ جب یہ کاروان قریب
پہونچتا تھا تو زایرون مین سے کسی متقی یا خوش الحان شخص کی آواز قرآن کی کوئی آیت
پڑھتے ہوئے سنائی دیتی تھی یا کوئی زیادہ تر زندہ دل مسافر کسی ایرانی اُستاد کے

اشعار گاتا ہوا سننے مین آتا تھا۔ جب اس قافلہ کا لمبا سلسلہ بالکل پاس آجاتا تھا تو اس مین گونا گون راکب اور انواع و اقسام کے مرکب نظر آتے تھے۔ متمول اور خوشحال لوگ گھوڑون پر سوار قلیان کا دم لگاتے جاتے تھے۔ کچھ لوگ اونٹون پر سوار تھے خچر بھی بہت سے تھے جن پر کجاوے لدے ہوئے تھے۔ لیکن

مسکین خر اگرچہ بے تمیز است | چون بار ہمی برد عزیز است

عام طور سے بوجھ اوٹھانے کے لئے گدھا ہی دیکھنے مین آتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے جانورون پر اسقدر بوجھ لدا ہوا تھا کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ ہانڈیان اور دیگچیان اور بر... اور بندوقین اور پانی کی صراحیان اونکے دونون طرف لٹک رہی ہین اور گھر بھر کا کل سامان اون کی پیٹھ پر ہے اور اس تمام سامان پر سخرہ انگیز متانت و سنجیدگی کے ساتھ ... ک سامان کی مرغیان بھی موجود تھین۔ غریب زائرون کے لئے یہ معمولی بات ہے کہ پیدل سفر طے کرتے ہین اور جب تھک جاتے ہین تو کچھ دور کے لئے گدھے پر سوار

ســلہ کجاوہ جو نہایت تنگ ہوتا ہے اور جس مین تکلیف دہ ہچکولے لگتے ہین یورپینون کے لئے جن کا نیچے کا دھڑ اہل مشرق کی طرح ہر طرف مڑ اور دب سکنے کا عادی نہین ہے نہایت ہی زحمت کی سواری ہے بلکہ اس مین سوار ہونا یورپینون کے لئے قریبًا ناممکن ہے۔ آدم اولیریس جو ۱۶۳۷ء مین ہالسٹین کے ڈیوک کی سفارت کے ہمراہ بطور سکرٹری مامور ہو کر آیا اپنے مصائب و آلام کی کیفیت حسب ذیل بیان کرتا ہے "طبیب سفارت کو اور مجھے کٹزادہ (کجاوہ) مین ایک ہی اونٹ پر بٹھایا گیا جس سے ہمین سخت تکلیف ہوئی۔ ایک عذاب تو ہمین اس بڑے جانور کی چال سے سہنا پڑتا تھا جو ہر قدم پر ہمین غضب کا جھٹکا دیتا تھا اور دوسرا تمام اونٹون کی ناقابل برداشت عفونت سے جو سیدھی ہماری ناک مین آکر حلول کرتی تھی"

ہو لیتے ہین۔ صبح کے وقت بسا اوقات یہ دیکھنے مین آتا ہے کہ مالک اپنے گدہے
پر سوار بے خبر سو رہا ہے اور دھڑام سے زمین پر گر پڑا ہے۔ ہر ایک قافلہ کا ایک کاروان
باشی یعنی قافلہ سالار ہوتا ہے جسکی علامت اکثر یہ ہوتی ہے کہ ایک سرخ پرچم جو ایک نیزے
پر لہرا رہا ہوتا ہے وہ اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ مرد اپنے بڑے بڑے اونی فرغلون مین
جن سے اون کا سر تک ڈھکا ہوا تھا اور جن کی خالی آستینین دونون طرف بغلون پر
سے بڑے بڑے کانون کی طرح نکلی ہوئی ہتین سپٹے ہوئے جا رہے تھے اور بسا اوقات
اونکے چہرونکا پہچاننا مشکل تھا۔ لیکن اگر مردون کا پہچاننا مشکل تھا تو اون نیلے سوت کے
ہیولائی تودون کا پہچاننا جو گدہون کی پیٹھہ پر لدے ہوئے تھے اور بھی زیادہ مشکل تھا
اور میری حمیت مجھے اجازت نہ دیتی تھی کہ مین اون کا نسائی الاصل ہونا باور کرون۔
ایک یا دو دفعہ جب ایک اس طرحکے قافلہ کے پاس سے مین ہو کر گزرا تو مین نے
جان بوجھ کر گھوڑے کو مہمیز لگائی اور سرپٹ دوڑایا کیونکہ گدہون کا اپنے پیچھے گھوڑے
کی ٹاپون کی آواز سن کر دولتیان جھاڑتے ہوئے رستہ سے کترا کر بھاگ جانا اور جو
بے ڈول تودے اون پر لدے ہوئے تھے اون کا ہلنا اور ڈگمگانا اور آخر مین چیخین مارنا
اور نقابون کا اون کے چہرون پر سے اتر جانا اور اپنی سواری پر سے نیچے گر پڑنے
کے خطرے مین مبتلا ہونا ایسا سمان نہ تھا کہ کوئی دیکھے اور ہنسی کے مارے جسکی ایسی
اشد ضرورت تھی اور جس سے لطف اوٹھانے کیلئے اس قدر محنت کیگئی تھی پیٹ مین
بل نہ پڑ پڑ جائین۔ عام طور سے ہر قافلہ کے ہمراہ فقیرون کی ایک جماعت بھی تھی جو ادہر مجھہ کو

بہیک مانگتے تہے اور اودہر کافر سمجہہ کر مجہپر تین حرف بہیجتے تہے۔ اِسکے علاوہ پہٹے حال درویش بہی تہے جو اسلامی ممالک مین سب سے زیادہ تکلیف دہ اوسوقت ہوتے ہین۔ جب وہ بہیک مانگتے ہین۔

دوسرے لوگ

نہین کہا سکتا کہ جسقدر لوگون سے ہم دوچار ہوئے وہ سب کے سب زیارت کرنے کیلئے جارہے تھے۔ برخلاف اسکے ہمین بعض دفعہ خاموش و متین سوداگرون بعض دفعہ ملاؤن سے جو موٹے تازے گدہون یا خچرون پر سوار تہے۔ بعض دفعہ سرکاری عہدہ دارون اور سپاہیون سے اور بعض دفعہ قبایل کے قبایل سے جو ہجرت کرکے دوسرے علاقہ مین جارہے تھے سابقہ پڑتا تھا۔ ہر صنف و قسم اور سن و سال کے مسافر سڑک پر تہے۔ سوار اور پیدل۔ امیر اور غریب۔ شریف و رذیل غرضکہ شاندار۔ غریبا مور۔ نفرت سحر اثر مشرقی دینا کے سبہی طرح کے نمونے دیکہنے مین آتے تہے۔

کاروانسرائین

رات کے وقت یہ گوناگون اور متنوع عناصر (کیونکہ مختلف ممالک کے زایر یہان آتے ہین۔ اون کاروان سراؤن مین پناہ لیتے ہین جو تمام راہ مین دس دس پندرہ پندرہ میل کے فاصلہ سے واقع ہین۔ ان عمارات کا مین نے اتنی مرتبہ ذکر کیا ہے کہ مین یہان ضمنی طور پر اون کا کسیقدر تفصیلی حال بیان کرنا مناسب سمجہتا ہون۔ کاروانسرائے کو مشرق کی سرائے سمجہنا چاہیئے۔ لیکن انگلستان کی سرائے کے ساتہہ اگر اسکو کوئی مشابہت

ہے تو وہ صرف برائے نام ہے۔ کیونکہ کاروانسرائے پر نہ کوئی شاندار علامت ثبت ہوتی ہے۔ نہ کوئی فرحت افزا اور دلکشا نشستگاہ ہوتی ہے۔ نہ کوئی صاف ستھرا کمرہ ہوتا ہے جہاں سامان خورونوش مہیا ہو اور نہ کوئی منکسر خادم یا خندہ پیشانی مالک سرائے تمہارے خیر مقدم کے لئے بڑھتا ہے۔ کاروانسرائے کا محافظ اور حکمران شاید ایک ہی شخص ہوتا ہے اور بس مسافر کو ہر ایک چیز کا اہتمام بذات خود کرنا پڑتا ہے۔ اپنے جانورون کی نگہداشت اوسے خود کرنی پڑتی ہے۔ اپنے سامان کے ڈھیر کی نگرانی بھی خود ہی کرتا ہے۔ اپنے لئے آگ وہ خود جلاتا ہے اور اپنا کھانا وہ آپ پکاتا ہے عمارت عموماً اینٹ یا پتھر کے ایک وسیع مربع یا مستطیل مکان کی شکل کی ہوتی ہے جس کے اندر ایک کھلا صحن اور اوسکے گرداگرد حجرے بنے ہوئے ہوتے ہین۔ اسکے دو بیرونی پہلو اور عقب کی دیوارین سادہ ہوتی ہین اور کچھہ دور سے دیکھنے پر یہ عمارت ایک بہت بڑا قلعہ معلوم ہوتی ہے اور بسا اوقات بانیان عمارت نے اس خیال کی پوری پوری تصدیق اسی ارادہ سے اس طرح کی ہے کہ زاویون پر باہر کو نکلے ہوئے برج ہین اور اوپر ایک فصیل ہے۔ سامنے کی بیرونی دیوار یا روکار بڑے بڑے محرابی طاقون کا ایک سلسلہ ہے جسکے ساتھ دو فیٹ اونچا ایک چبوترہ بھی ہوتا ہے۔ گرمی کے موسم مین راتون کو بسا اوقات ان چبوترون پر مسافر سوتے ہین۔ وسط مین ایک بہت بڑا پھاٹک ہے جسکے اوپر بعض دفعہ ایک برج یا بالاخانہ ہوتا ہے اس پھاٹک کی راہ سے اندر کی انگنائی مین داخل ہوتے ہین جسکا رقبہ شاید پچاس گز مربع ہوتا ہے اور جسکے اطراف مین دو کھلی

ہوا دار درجے بیرونی دیوار سے درجون کی طرح ہوتے ہین - اعلی درجہ کی کاروانسراؤن
مین ان محرابی درجون مین سے ہر ایک کی پشت پر ایک دروازہ ہوتا ہے جس مین سے
ایک اندرونی حجرہ مین داخل ہوتے ہین جو سردی کے موسم مین رات کے وقت خواب
گاہ کا کام دیتا ہے - ان کے پیچھے بیرونی دیوار سے ملے ہوئے گرم و تاریک
طویلون کی قطارین ہوتی ہین جن مین جانور باندہ دئے جاتے ہین اور جنمین چارون کونون
سے داخل ہوتے ہین - غرضکہ ایک عام ایرانی کاروانسرا کی یہ ہیئت ہوتی ہے
چند ترقی دادہ یا جدید وضع کی کاروانسراؤن مثلاً برازجان کی کاروانسرائے مین جو خلیج فارس
کے قریب واقع ہے (یہ عمدہ ترین سرائے تھی جو کل ملک مین میرے دیکھنے مین آئی
ذی رتبہ یا ذی ثروت مسافرون کے لئے اوپر کی منزل پر چند درجے ہوتے ہین - مگر علی العموم
ایران کی سرائے کی تدبیر منزل مین جمہوریت کا عنصر زیادہ تر ساری ہے -

رات کے وقت اونٹ کا سفر

مشرق کے اس قسم کے سفر کی جو بہت سی غیر معمولی یادگارین مسافر اپنے ساتھ لیجاتا
ہے اون مین شاید سب سے زیادہ وحشت خیز اور پر اثر یاد اون اونٹون کے قافلون کی
ہے جن سے وہ رستے مین رات کے وقت دوچار ہوتا ہے - شب تاریک مین دور سے
فریاد جرس سنائی دیتی ہے اور اسکی ماتمی آواز جو تہوڑی دیر بعد بلند ہوتی ہے
بتدریج زیادہ قریب آتی جاتی ہے اور گاہ بیگاہ کسی چھوٹی گھنٹی کی ٹن ٹن اسکے ساتھ ملکر
بتاتی ہے کہ اوسی قافلہ کا آخری حصہ بھی قریب آپہونچا ہے - بڑا جرس قطار کے

پہلے اونٹ کے گلے مین پڑا ہوتا ہے لیکن جب اس کی آواز قریب تر اور بلند تر ہوتی جاتی ہے تو نہ تو کوئی اور آواز اوس کا ساتھہ دیتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز ہی نظر آتی ہے دفعتاً تاریکی مین سے ایک جہاز کے سایہ کی طرح قافلہ کا سرگروہ وہ بے پاؤن نمودار ہوتا ہے۔ اوسکے گرد گدے ملووون کی دبہک ریت کے نرم بچہونے پر آہستہ آہستہ پڑتی ہے اور بیابانی غولون کی ایک بڑی مسلسل قطار کی طرح یہ خاموش سلسلہ پاس سے گذر جاتا ہے اور شب تار کی پہنائی مین نگاہ سے غایب ہو جاتا ہے۔

لطف تقابل

لیسا انوکہا اور ہمیشہ یاد رہنے والا ہے وہ تناقص جو مشرقی ساحت اور انگلستان کے طرز زندگی اور ذرایع نقل و حرکت مین پایا جاتا ہے۔ نہ یہان بہاری ارلبے اور وزنی چھکڑے کسان کے مکان اور اوسکے کہیتون کے درمیان آتے جاتے ہوئے نظر آتے ہین۔ نہ ہلکی گاڑیان اور تیز رو سواریان مکادمی سڑکون پر سرعت کے ساتھہ جاتی ہوئی دکھائی دیتی ہین۔ افسوس! یہان سڑکین ہی نہین ہین اور جب سڑکین نہین ہین تو پھر گاڑیان اور چھکڑے کیسے؟ خس پوش اور کہپریل کے مکان۔ کہیتون کی بیچ کی گذرگاہین جہاڑیون کی باڑین۔ صاف سنہری کھیتیان۔ چھلکتی ہوئی ندیان اور ان سب کے بعد ریل کا دہوین کی قطار اپنے پیچھے چھوڑ کر ناگہانی جہپٹ کے ساتھہ گرجتے ہوئے پاس سے گزر جانا یہ سب باتین ایسی ہین کہ مشرق کے مسافر کو خیال ہوتا ہے کہ یہ سرے سے دنیا مین ہین ہی نہین۔ اور کم از کم اہل ایران کے

لئے جن کی باوجود تنگ خیال اور غیر نشو ونما یافتہ ہونے کے یہ کیفیت ہے

"کہ جس حال مین ہین اوسی مین ہین شادان"

حقیقت مین ان چیزون کا وجود ہی نہین ۔ وہان تو یہ حالت ہے کہ جس چیز مین دیکھو نقل و حرکت ۔ تیزی و سرعت اور مستعدی و چالاکی کا تلاطم بپا ہے اور یہان یہ کیفیت ہے کہ قرار و سکون ۔ کہنگی و فرسودگی اور غیر تغیر پذیری و کاہلی کی ایسی مہر لگی ہے کہ ٹوٹتی ہی نہین

ترکمانی تاخت و تاراج

مزینان اور سبزوار کے درمیان جن مین تقریباً ایک سو میل کا فاصلہ حایل ہے چار منزلین واقع ہین جو سابق مین منازل ہفتخوان کی طرح دشوار گزار سمجھی جاتی تہین یہان خراسان کے پہاڑون کی مغربی حدود جو اوس پر پیچ سلسلہ کوہ سے شاخون کی شکل مین پہٹ کر نکلی ہین جو دریائے اترک کے طاس کے گرد حلقہ زن ہین میدان سے آملتی ہین اور سڑک اون کے دامنون اور نشیب و فراز مین سے لہراتی ہوئی گذرتی ہے یہ تمام کوہستانی علاقہ ایک زمانہ مین ترکمان قزاقون کی دستبرد اور لوٹ مار کا دنگل تھا اور ان وادیون اور گہاٹیون سے نکلکر وہ بلائے ناگہانی کی طرح مشہد کو جانے والے یا وہان سے آنے والے مسافرون کی بیکس جماعتون پر چھاپہ مارتے تہے اور جو کچھہ نقد و جنس اونکو ملتا تھا اوسے لوٹتے ۔ جانورون کو اپنے آگے آگے ہانکتے اور قیدیون کو اپنے آگے گہوڑون پر بٹھا کر وہ اوسی تیزی سے اپنی پہاڑی کمین گاہون مین چلے جاتے تہے جس تیزی سے آئے تہے ۔ مشہد سے مزینان تک جس رستہ کا مین ذکر کر چکا

ہون اوسکے کنارہ کنارہ مین نئے اون کی موجودگی کے خوف کا بین ثبوت اون چھوٹے چھوٹے مدور برجون کی شکل مین دیکھا جو میدان پر جابجا اس طرح کھڑے تھے جیطرح کسی بساط پر شطرنج کے مہرے اور جو عاشق آباد سے مشہد اور سرخس سے فرہ بلکہ شاہ رود سے قم تک اِن خوفناک سرحدی لٹیرون کی مخصوص شکارگاہ کے نشانات تھے۔ بعض بعض مقامات پر تقریبًا ہر ایک کہیت مین ایک اس قسم کی عمارت کھڑی ہوئی نظر آتی تھی جو اس غرض سے بنائی گئی تھی کہ جون ہی گرد کے اوٹھنے سے غنیم کے نے کا حال معلوم ہوتا کسان فورًا ایک چھوٹے سے سوراخ کے ذریعہ سے جو تہ مین ہوتا تھا اِسکے اندر گھس کر سوراخ کے مُنہ پر دو بڑے پتھر رکھہ دیتا تھا اور جب تک کہ یہ طوفان گذر نہ جاتا تھا اوسوقت تک اندر چھپا رہتا تھا۔ ترکمان لٹیرون کا جو خوف اُس زمانہ مین لوگون کے دلون پر چھایا ہوا تھا۔ اور اپنی حفاظت آپ کرنے کی وجہ سے محصوری کی جو حالت عام طور سے ملک مین پھیلی ہوئی تھی اوسکا اسی طرحکا ثبوت اون گڑھیون سے ملتا ہے جو اوس تمام علاقہ کے ہر ایک گاؤن مین بنی ہوئی ہین جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ خوف کے وقت انہین گڑھیون مین باشندے پناہ لیتے تھے بیچارے مصیبت کے مارے کسان جب ایک دفعہ گڑھی کی چاردیواری کے اندر داخل ہوجاتے تھے تب تو وہ سلامت رہتے تھے لیکن اگر کہین کہلے میدان مین وہ دشمن کے قابو مین آجاتے تھے تو اسکے صرف دو نتیجے ہوتے تھے یا تو بخارا یا خیوا کا نخاس اور یا موت۔

فوجی بدرقہ

نصیب دہقان کو جس مصیبت کا ہر روز سامنا کرنا پڑتا تھا وہ سڑک کے اس خوفناک قطعہ پر جس کا مین اب حال بیان کرنے والا ہون ڈرپوک زایر کو بھی پیش آتی تھی۔ اس خطرہ کی مدافعت کے لئے بہت کچھ احتیاطی تدابیر عمل مین لائی جاتی تھین شاہرود اور مزینان سے مہینے مین دو دفعہ ایک فوجی بدرقہ روانہ ہوتا تھا۔ اس مین پیدل سپاہیون کی ایک جمعیت توڑے دار بندوقون سے مسلح اور ایک رسالہ ایک پرانی توپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ میان دشت دونون بدرقون کا مقام اتصال تھا جہان ایک دوسرے کو سبکدوش کرتا تھا۔ مزینان کی جمعیت کا صرف۔ جس مین ڈیڑہ سو توڑے بندوقون والے جوان اور توپ خانہ کے بارہ سوار تھے مزینان کے گاؤن والون پر بجائے معمولی محصول کے عاید کیا جاتا تھا۔ اور ۱۸۷۲ء مین بھی جب جماعت ماموره تصفیہ سرحد سیستان کے اراکین طہران جاتے ہوئے ادہر سے گذرے تو اونکے ساتھ حفاظت کے لئے مزینان اور شاہرود کے درمیان ۸۰ توڑے دار بندوقون والے جوان ساڑہے چار پونڈ کے گولے والی ایک توپ جس مین چھہ گھوڑے جتے ہوئے تھے اور ڈیڑہ سو سے لیکر دو سو سوارون تک کی ایک جمعیت متعین تھی۔

زائرون کا بیم وہراس

کونولی۔ فریزر۔ ایسٹوک۔ اوڈونون اور دوسرے مصنفین نے جنہین زایرین کے کاروانون کے ساتھ سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہے اپنے زاہد وعابد ہمراہیون

کے خوف و ہیبت کے حالات کی بے نظیر یادداشت چھوڑی ہے - ایرانی ہمیشہ
بزول ہوتا ہے مگر ایرانی زائر اوس سے بھی بدتر ہوتا ہے اور جب ترکمان پاس
ہو تو یہ سمجھہ لینا چاہیئے کہ گویا اوس مین جان ہی نہین رہتی - پہلے تو تشویش ناک افواہین
پھیلتی ہین اور روانگی مین توقف ہوتا ہے اوسکے بعد کسی مبہم سے خبر کو سنکر قافلہ روانہ ہوتے
ہوتے رہ جاتا ہے اور انجام کار بڑی ہمت کرکے قدم آگے بڑہاتا ہے اور اکثر رات
کے وقت سفر کرتا ہے جب کہ تاریکی خطرہ کو رفع کرنے کے بجائے اور اوسکی معین ہوتی
ہے - اوّل توڑہ دار بندوقوں والے جوان اپنے توڑون کو سلگاتے یا تو پیدل اور یا
گدہوں پر سوار نکلتے ہین - اوسکے بعد رسالہ کے جوان چقماق والی بندوقین اور سہ پائی لئے
آ تے ہین اور ان کے بعد زائرین کی بڑی جماعت آتی ہے جو حتی الامکان توپچیون اور
توپ کے قریب قریب رہتی ہے - توپ کو محافظ جان و مال سمجھا جاتا تھا مگر واقعات
بتاتے ہین کہ اس غرض سے یہ ایک دفعہ بھی چلائی نہین گئی - ان سب کے بعد
پھر سپاہی آتے ہین اور گرد و غبار مین لپٹا ہوا پریشانی اور تشویش کے عالم مین
قافلہ آگے بڑہتا ہے - اون کے چلاتے اور گانے اور وظیفہ پڑہتے اور ایک دوسرے
کو برا بھلا کہتے اور آپس مین لڑنے جھگڑنے کا شور میلون سے اونکے آنے کی خبر
دیتا ہے اور اگر وہ لوٹے جانے سے بچتے ہین تو اس کی وجہ یہ نہین کہ قزاقون کو گرفتاری
کا خوف ہوتا ہے یا وہ توپ سے ڈرتے ہین بلکہ اوسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ مال غنیمت
اس قدر نکما ہے کہ لٹیرون کی نظرون مین اوس کی کوئی قدر و قیمت نہین ہوسکتی کیونکہ

مسلمان زائر جب روانہ ہوتے ہین تو اپنا تمام مال و متاع پیچھے چھوڑ آتے ہین غرضکہ
اُن کے خوف زدہ تصور مین ہر ایک جھاڑی دشمن کی کمینگاہ ہوتی ہے۔ ہر ایک ہوا
کا جھونکا جس سے گرد اڑے غنیم کے حملہ کا قاصد ہوتا ہے اور ہر ایک پہاڑی ایک
چھپے ہوئے سوارون کے دستے کے مامن کا حکم رکھتی ہے۔ جب قافلہ منزل مقصود
کو پہونچتا ہے اور خدا کی تائید سے اوسکے یہ خاص بندے صحیح و سلامت وہان پہونچ
جاتے ہین تو بآواز بلند خدا کا شکر ادا کیا جاتا ہے اور یا علیؑ یا حسینؑ اور شیعہ مذہب کے
دوسرے تمام ائمہ کے نام لے لے کر نعرے مارے جاتے ہین۔

گرفتاری کے قصے

لیکن یہ کہنا قرین انصاف ہوگا کہ اگرچہ ایک قافلہ کے قافلہ کا بیم وہراس
قابل تحقیر تھا تاہم انفرادی حیثیت سے لوگون کا خوف بلاوجہ نہ تھا۔ ابھی تک بہت سے
واقعات اس قسم کے بیان کئے جاتے ہین کہ ترکمان قزاقون نے اکیلے دکیلے مسافرون
یا چھوٹی جماعتون کو گرفتار کر لیا اور اس نواح کے دیہات مین مشکل ہی سے کوئی ایسا کسان
ملیگا جس پر کبھی نہ کبھی اوسکے کھیتون یا پانی کے چشمون پر قزاق نہ آ گرے ہون اور
جسے اگر خوبی قسمت سے سالہا سال کی غلامی کے بعد فدیہ دیکر رہا نہ کرا لیا گیا ہو تو اوسکے
جسم پر سفاکی و بیدردی وطوق و سلاسل کا عمر بھر نہ مٹنے والا نشان نہ پایا جاتا ہو۔
کرنیل ایون اسمتھ نے یہ بیان کرنے مین غلطی کی ہے کہ موسو ڈی بلاکول فرانسیسی
عکاس جس نے اس فن کو شوقیہ طور پر اختیار کیا تھا اور جو ۱۸۶۰ء مین مرد کی مہم کے ساتھ

جسکا انجام بربادی اثر ہوا اس غرض سے گیا تہا کہ تصویرین اتارے اور شاہ کے لیے میدان جنگ کا ایک رنگین مرقع کہینچے اسی سڑک پر گرفتار کیا گیا اور اوس وقت تک رہا نہ ہوا جب تک ۵ مہینے کی قید بھگتنے کے بعد اوس کے شاہی سرپرست نے گیارہ ہزار تومان (جو اوس زمانہ مین پانچ ہزار پاونڈ کے مساوی ہوتے تھے) کا فدیہ اوس کی رہائی کے لئے ادا نہ کیا۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ ترکمانون نے اوس حملہ مین اوسے گرفتار کیا جو اونہون نے بمقام مرو ایرانی دستہ فوج پر کیا تہا۔ البتہ یہ واقعہ درست ہے کہ اسی ایک پر ایرانی فوج کا ایک جرنیل جسکے زیر کمان چھ ہزار فوج تھی جب دو یا تین لمحون کے لیے اپنی فوج کے پیچھے قلیان کا ایک آخری کش لگانے کے لئے ٹھیرا تو ترکمان اوس کی فوج کے دیکھتے دیکھتے اوسکو پکڑ کر بھگا لے گئے اور چند ہفتون مین وہ خیوا کے بازار مین چند پاونڈ کو بیچ ڈالا گیا۔

روسیون کا کارنمایان

صوبہ خراسان پر روس کی نیت کے متعلق خواہ کچھ بھی کہا جائے لیکن اس مین

لـه بیان کیا جاتا ہے کہ اول اول ترکمانون نے اس ناشاد عکاس کی قیمت تین پاونڈ دس شلنگ لگائی۔ لیکن جب اونکو معلوم ہوا کہ یہ شخص یورپ زادہ ہے اور ذی وقعت ہے تو اونکے مطالبہ کا نرخ بتدریج بڑھتا گیا اس اثنا مین خان خیوا کو معلوم ہوا کہ قیدی کے پاس آلات فتنۂ کشی موجود ہین اور اسی سے یہ قیاس لگا کر کہ وہ ضرور کوئی فوجی انجنیر ہے اوسے لے لینا چاہا تاکہ اوس کی مدد سے وہ اپنے دارالحکومت کو مستحکم کر سکے۔ کرنیل ویلنٹائن بیکر نے فرط سیر چشمی سے فدیہ کی تعداد جو ترکمانون نے لینی منظور کی المضاعف بتائی ہے۔ موسو دی بلاکول نے اپنی سرگذشت ۱۵ اپریل ۱۸۶۰ء مین اپنی کتاب "تور دے ماندے" (سفر عالم) (بزبان فرانسوی) مین قلمبند کی۔

تو شک نہین کہ اس بلائے بے درمان یعنی ترکمان لٹیرون کے استیصال سے اوس نے
نہ صرف ایران کو بلکہ ہر ایک سیاح کو جو طہران اور مشہد کے درمیان سفر کرتا ہے ہمیشہ
کے لئے اپنا مرہون منت بنالیا ہے - ماوراء النہر کے تقی ترکمانون کے برخلاف
اس کامیابی کے ساتھہ معرکہ آرا ہوتے وقت بلاشبہ وشک روس کی علت غائی خود
غرضی سے معرا نہ تھی اور نہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ اوسنے ایران کی اغراض کو مدنظر رکھکر
یہ کام کیا یا یہ کہ کافۂ انام کی بہبودی کے لحاظ سے یہ خدمت اوسنے اپنے ذمہ لی لیکن
کم ازکم اس بارہ مین تو روس کی نیت سے قطع نظر کیا جاسکتا ہے اور ہم اپنے آپ
اور اوس کو اس کامیابی پر مبارکباد دے سکتے ہین - اسکا بیلت کی ۱۸۸۱ع کی کامیاب
فوج کشی اور اخال تقی کے الحاق کے بعد سے مشہد اور طہران کے درمیان کی سڑک
بالکل محفوظ و سلامت ہوگئی اب کوئی پہرا یہان مامور نہین ہے اور نہ اوس کی ضرورت
ہی باقی ہے اور زائرون کو درگاہ ایزدی مین عجز والحاح کے ساتھہ تائید چاہنے کی اب
کوئی خاص وجہ باقی نہین رہی مسافر اگر اب اچانک خوفزدہ ہوسکتا ہے تو اوس کا باعث
اس سے زیادہ تشویش ناک نہین کہ گاہ بیگاہ کبک کہساری جوان پہاڑون مین کثرت
سے ہین دفعتہً فراٹا بھرتے ہوئے اوسکے گھوڑے کے قدمون کے تلے سے
سے اوپر کو اڑتے ہین -

پل ابریشم

مزینان سے روانہ ہونے کے بعد ہماری سڑک شمال کی سمت مین پہاڑیون کی طرف

بڑھی۔ صبح کی دھندلی روشنی مین مین نے جنگلی ہرنون کا ایک بہت بڑا گلہ تخمینًا تین سو گز کے فاصلہ پر دیکھا لیکن میرے طپنچہ کی گولیون کا اثر اس سے زیادہ نہین ہوا کہ وہ معمول سے زیادہ تیزی کے ساتھ نگاہ سے غائب ہو گئے۔ چودہ میل طے کرنے کے بعد ہم صدر آباد کی ویران کاروانسرائے اور قلعہ مین پہونچے۔ جیسا کہ نام سے واضح ہوتا ہے یہ عمارات اوس صدر اعظم کی تعمیر کی ہوئی ہین جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے مگر قلعہ اور اوس کی فوج عملی لحاظ سے بالکل بیکار تھی کیونکہ اس فوج کی طاقت صرف اسی قدر تھی کہ وہ دوسرون کی حفاظت کا خیال دل مین لائے بغیر فقط اپنا بچاؤ آپ کر سکے۔ صدر آباد سے دوسری طرف ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہم پل ابریشم پر پہونچے جسے ابتداءً نادر شاہ نے تعمیر کیا تھا اور جسکی حال ہی مین مرمت ہوئی ہے۔ یہ پل دریائے ابریشم پر بندھا ہوا ہے جسکے پانی مین اون نمکین چشمون کی وجہ سے جو اسکے منبع کے قریب واقع ہین۔ بہت زیادہ کھاری پن پایا جاتا ہے۔ دریائے ابریشم شمال کی طرف سے بہتا ہوا یہان آتا ہے اور قالمورا کا نام اختیار کر کے آگے چلکر جنوب کے ایک ..یر مین جذب ہو جاتا ہے۔ قالمورا کو عمومًا خراسان کی مشرقی سرحد خیال کیا جاتا ہے اور اٹھاروین صدی مین یہ احمد شاہ درانی کی افغانی سلطنت کی شمالی و مغربی سرحد تھا۔ جب مین یہان سے گذرا تو دریا کی تہ جس کا عرض تقریبًا ۲۰ گز ہوگا بالکل خشک تھی تحصیلدار ..سو.. نے مجھکو اسکا عکس لے لینے کی اجازت دی اور اس کی تصویر سے جو مقابل کے صفحے پر درج ہے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایران کا بطور نمونہ پیش کئے جا سکنے والا پل ہے۔

اسکے بعد مین جلد جلد آگے روانہ ہوا۔

عباس آباد



میں آگے چلکر ہم ایک مقام پر پہونچے جو چشمہ گرم کے نام سے مشہور ہے اور جہان ایک چھوٹا سا سوتا متعدد ڈابرون کو بھرتا ہے اور گھاس کے چند قطعات کو سیراب کرتا ہے۔ یہ مقام عہد سابق مین نہایت خوفناک سمجھا جاتا تھا کیونکہ ترکمان قزاق کوہستان مین اپنے گھوڑون پر دور و دراز کی مسافت طے کرنے کے بعد یہین اپنے گھوڑون کو پانی پلانے لایا کرتے تھے اور یہین بدقسمت مسافر بسا اوقات اون کے ہتے چڑہ جایا کرتا تہا۔ ۱۸۴۵ء مین اسی مقام کے قریب فیرر کو بھی اون سے دست و گریبان ہونا پڑا۔ اس منزل کے ختم پر عباس آباد کے گاؤن کا خوش سواد قلعہ واقع ہے جو ایک ٹیکرے پر درجہ بدرجہ بنا ہوا ہے اور اس کی رفیع الشان روکار بے شمار دریچون سے مشبک اور برجون سے آراستہ ہے مگر یہ برج اب بوسیدہ ہو چلے ہین۔ اسکے باشندے سو گرجستانی خاندانون کی ایک نوآبادی کی نومسلم نسل سے ہین جسے شاہ عباس اعظم نے تین صدی پہلے اس غرض سے لا بسایا تہا کہ شمالی سرحد پر وہ اوسکی فوجی نوآبادیون کی زنجیر کے ایک حلقہ کا کام دین اوسنے اونکے لئے سو تومان نقد اور گیہون کے سو خروار کا سالانہ وظیفہ مقرر کیا تہا مگر کچھ عرصہ کے بعد یہ وظیفہ بند کر دیا گیا۔ تیسری نسل مین اونکو گرجستانی زبان بولنے کی ممانعت کر دی گئی اور اس لئے وہ مسلمان ہو گئے مگر بعض سیاحون نے اون کی بولی مین اونکی مادری زبان کا عنصر ابھی

تک پایا ہے۔ ترکمانون کے خطرناک زمانے مین عباس آباد کا ایک بھی ایسا مرد نہ تھا جو ایک سے زیادہ دفعہ قیدی بنا کر نہ لیجایا گیا ہو۔

میان دشت

اور چٹیل ٹیلون کے اوپر سے گذرتے اور دہانہ الحق نام ایک وادی کی کنکریلی تہ کو طے کرتے ہوئے ہم اسی نام کے ایک میلے کچیلے گاؤن مین پہونچے جہان کسی زمانہ مین پچاس فوجی سپاہیون کا ایک دستہ سڑک کی محافظت کے لیئے مامور تھا۔ اسکے بعد اسی قسم کے مناظر اور نشیب و فراز کو طے کرتے ہوئے ہم عباس آباد سے روانہ ہونے کے بعد ایک ہزار فیٹ کی بلندی پر پہونچے اور آخرکار میان دشت[۵۱] کی عالی شان کاروان سرائے مین جس کی اونچی فصیلین اور آگے کو نکلے ہوئے برج اسے ایک بہت بڑی گڑھی کے مشابہ بناتے ہین اور کئی میلون سے نظر آتے ہین وارد ہوئے۔ یہ مقام منازل ہفتخوان" کا مرکز تھا جہان پہونچکر مسافت کا نصف خطرہ رفع ہو جاتا ہے اور زائر جمع ہو کر اظہار مسرت کرتے ہین یا تشویش ناک خبرین پھیلاتے ہین۔ یہان ایک پرانی کاروانسرائے بھی ہے جسے شاہ عباس نے بنایا تھا چنانچہ شاہ موصوف کا نام اسکے پھاٹک پر لکھا ہوا ہے لیکن نئی کاروانسرائے جو ایک بہت بڑی برجون والی عمارت ہے اور پکی اینٹون کی بنی ہوئی ہے حال مین بنائی گئی

۵۱ کونولی نے اسے میرگان دشت لکھا ہے اور دان میرا پنے تقریباً سو سال قبل زیادہ صحت کے ساتھ میون دشت لکھا تھا۔

ہے۔ اس کی فصیل کا ارتفاع ۲۰ فیٹ ہے۔ ایک صحن جس میں چاپارخانہ واقع ہے دونوں کو آپس میں ملاتا ہے اور پانی تین بڑے آب انباروں یعنی باولیوں میں رہتا ہے جن میں پتھر کے گھر سے زینے کی راہ سے پہونچتے ہین۔

دہانۂ زیدار

ان دشت کے پرے وہ علاقہ واقع ہے جسکو زمانہ سابق مین سفر کے سب سے زیادہ خطرناک حصے کی گذرگاہ سمجھا جاتا تھا۔ سڑک پست دہانوں مین چکر کاٹتی ہوئی گول ٹیکرون اور ٹیلون کے بیچ مین سے گذرتی ہے جہاں ہر ایک موڑ پر ایک چھپا نشیب ہوتا ہے اور ہر ایک بلندی پر دشمن کی کمین گاہ کے موجود ہونے کا خوف ہوتا ہے پہاڑیان چٹیل اور سنگلاخ ہین۔ روئیدگی ادنیٰ اگر کہین ہے تو نہایت ہی پست جھاڑیون کی شکل مین پائی جاتی ہے ان مین کبک کثرت سے رہتے ہین جو بعض دفعہ جوڑ دن اور بعض دفعہ پانچ پانچ چھہ چھہ کی ٹکڑیون مین دیکھنے مین آتے ہین۔ یہ ایسے ہلے ہوئے ہین کہ سڑک پر ادھر ادھر دوڑتے پھرتے ہین اور مسافر کے پاس آجانے پر بھی نہین بھاگتے [۱]۔ یہان وہ مشہور دہانہ زیدار واقع ہے جس مین سے

---

[۱] یہ کبک یعنی عام سرخ ٹانگون والا تیتر ہے۔ ایران مین کبک دری کی بھی ایک قسم ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ دراج یعنی ہندوستان کا کالا تیتر بھی پایا جاتا ہے۔ تیہو یعنی ریت مین رہنے والا تیتر بھی ہوتا ہے جس کی نسبت فریزر نے یہ بیان کیا کہ اس کی دوڑ شیطان کی سی ہے۔ مزید بران جیر فتی یعنی جھاڑیون مین رہنے والا تیتر۔ کبک چل یعنی خاکی تیتر اور بجری کرا۔ یا باقرغا یعنی جنگلی مرغ بھی یہان پائے جاتے ہین۔

ہو کر ترکمان بالعموم تاخت وتاراج کے لئے آیا کرتے تہے اور اسکے منہ پر زیدار کا چہوٹا سا قلعہ واقع تہا جس مین پچاس سرباز ون کی ایک جمعیت متعین تھی مگر یہ قلعہ اب مسمار ہو گیا ہے - پہاڑیون کو طے کرنے کے بعد ہمین میومائی کے اوپر توام چوٹیون والا پہاڑ[۱] نظر آتا ہے اور اسکے شمالی دامن کا چکر کاٹکر ہم موضع میومائی مین پہونچتے ہین جہان شاہ عباس ثانی کی تعمیر کی ہوئی ایک عمدہ کاروانسرائے واقع ہے اور کچھ عالی شان پرانے چنار بھی کہڑے ہین - میومائی کے چاپار خانے کے جس بالاخانے مین مین مقیم ہوا اوسی مین اوڈونوون کو عرب حاجیون کی ایک غضبناک جماعت نے گھیر لیا تہا جس سے وہ بال بال بچا تہا اور اسی کاروان سرائے مین ڈاکٹر جان کارمک جو کئی سال تک عباس مرزا کا طبیب خاص رہا ۱۸۳۳ء مین بعارضہ ٹائیفس مرا -

ارمیان

اس کے بعد کی منزل جو میومائی سے لیکر شاہ رود تک کی ہے اور جسکا فاصلہ ۸۴ میل ہے ایران مین سب سے زیادہ لمبی ہوا کرتی تہی اور بہت سے مسافرون نے اسکی تکالیف پر نوحہ خوانی کی ہے لیکن ڈاک کے مطالب کے لیے اب اس کو ارمیان کی منزل اور چاپار خانہ سے دو حصون مین تقسیم کر دیا گیا ہے - سڑک کا پہلا حصہ جو اوسی سلسلہ کوہ کے قاعدہ کے ساتھ ساتھ جاتا ہے - نہایت پتھریلا ہے - رستہ مین

[۱] فریزر اس پہاڑ پر ۱۸۳۴ء مین چڑہا اور اس کی سب سے اونچی چوٹیون پر اوسنے دو نہایت ہی قدیم ویران قلعے بنے ہوئے دیکھے - دیکھو " اے ونٹرس جرنی " (موسم سرما کا سفر) - جلد دوم - صفحات ۱۵۴ الی ۱۶۴ -

دو چھوٹے چھوٹے گاؤن واقع ہین جن مین سے ہر ایک کی زندگی کا دارومدار ایک چھوٹی سی ندی پر ہے جبکی کوہستانی گذرگاہ کا سراغ سفیدون کی ایک پتلی قطار سے ملتا ہے۔ درمیان ایک پہاڑی کے پہلو پر واقع ہے اور اس کا منظر خوش آیند ہے

چاپارخانہ کے دروازے کے باہر سڑک کے ساتھ ساتھ ایک پانی سے بھری ہوئی ندی بہتی ہے اور بہت سے سرسبز کھیتون کو جو گاؤن کے قریب ہین شاداب کرتی ہے شاہ رود تک کی مسافت کا پہلا نصف حصہ پہاڑیون کے اوس پست تر سلسلہ مین سے چکر کاٹتا ہوا گذرتا ہے جو بتدریج ڈھلکر شاہ رود کے میدان مین جو امیان سے ایک ہزار فیٹ نیچے ہے ضم ہوجاتا ہے۔ شاہ کوہ جو شاہ رود اور استرآباد کے درمیان البرز کی بلندترین چوٹی ہے اوس کا برفانی تاج دن بھر میری نظرونکے سامنے رہا اور بجھے معلوم تہا کہ شاہ رود اسکے دامن مین واقع ہے۔ جب شاہ رود گیارہ میل رہ جاتا ہے تو ایک مسطح میدان پر نظر پڑتی ہے جس کا عرض ڈس میل ہوگا اور جس پر درختونکے تین علیحدہ علیحدہ سبز جھنڈ کھڑے ہوئے نظر آتے ہین۔ انین سے جو دو قریب تر ہین وہ تو چھوٹے چھوٹے ناقابل ذکر گاؤن تھے اور ان سے پرے جو سب سے بڑا تھا اور گویا البرز کا دامن اوڑھے ہوئے تھا وہ شاہ رود تھا۔ یہ قصبہ درختون مین ایسا چھپا ہوا تھا کہ باغون کی دیوارون اور میوہ دار درختون کے جھرمٹون مین سے بہت دیر تک گذر کرنے کے بعد مین دفعتًا بازار مین جانکلا۔

شاہ رود

ایک سابق کے باب مین شاہ رود کے موقع کی حربی اہمیت کا مین پہلے ہی ذکر کرچکا ہون - یہ قصبہ بہت سی سڑکون کا مقام اتصال ہے - ہرات سے مشہد کو جو سڑک جاتی ہے طبس - ترشیز - یزد - استرآباد - مازندران اور دارالسلطنت سے جو سڑکین آتی ہین وہ سب کی سب یہین ملتی ہین - شاہ رود ایک میدان پر واقع ہے جسکی زرخیزی اور سرسبزی کے متعلق نومبر کا مہینا ہونے کی وجہ سے مین کوئی صحیح رائے قایم نہین کرسکا لیکن اس کی پیداوار کی بہت بڑی استعداد اور ذرایع آبرسانی کی فراوانی اور بہتات مین کوئی کلام نہین - رود شاہ اوس گلی کے پاس سے ہوکر بہتی ہے جو چاپار خانہ کے باہر واقع ہے لیکن اس موسم مین اوسکی حقیقت ایک چھوٹی سی ندی سے زیادہ نہ تھی اور اس لحاظ سے اوس عظمت وشان کی مستحق نہ تھی جو اس کے نام سے مترشح ہوتی ہے - یہ مقام باعتبار مستحکم ہونے کے میری نظر مین نہایت ہی حقیر ہے کیونکہ ایک اُجڑے ہوئے قلعے اور دو چھوٹے چھوٹے مٹی کے برجون کے علاوہ جو ایک مخروطی شکل کی پہاڑی کی چوٹی پر بنے ہوئے تھے اور کوئی تعمیر اس کے بچاؤ کے لئے موجود نہ تھی - شاہ رود اپنے مقامی ساخت کے جوتون کی تیاری کے لئے مشہور ہے اور شاہ اور شاہی خاندان اس صنعت کے سرپرست بیان کئے جاتے ہین - اسکے علاوہ اس مقام کو اوس ہیبت ناک موذی شب گز یا غریب گز کی وجہ سے شہرت حاصل ہے جس نے یہان اوڈونون پر حملہ کیا تھا مگر شکر ہے کہ بندہ پر اوس نے نظر التفات

رکھی۔ مزید بران یہ مقام نہ صرف مازندران کی مقامی پیداوار کی منڈی ہے بلکہ روسی مال درآمد براہ گز واستر آباد روسی اور روسی الاصل ارمنی سوداگرون کی وساطت سے بکثرت یہان آتا ہے۔[۱] روسی کاسپیس اینڈ مرکری کمپنی کا بھی ایک ایجنٹ اس شہر مین رہتا ہے اسکی آبادی پانچہزار ہونا بیان کی جاتی ہے۔ یہان ایک ایرانی تار کا دفتر ہے اور استر آباد تک تار کا سلسلہ قایم ہے جہان چکشلیار کی راہ سے قزل اروات اور ماوراء النہر کے ساتھہ مزید تعلقات تار برقی قایم ہین۔ روسی سفارت متعینہ طہران کو جب کوئی پیغام عاشق آباد مین پہونچانا مقصود ہوتا ہے تو اسی سلسلہ کی راہ سے پہونچاتی ہے۔

بازار

چونکہ مین شاہ رود مین دوپہر کے وقت پہونچا تہا۔ اس لئے مین نے کچھ دیر شہر کی سیر مین گذاری۔ اس مین ایک بہت بڑا مسقف بازار ہے۔ چھت چھپر کی نہین بلکہ پختہ ہے اور دوکانین وسیع اور آراستہ ہین۔ میرے مشاہدات اور استفسارات نے اون خبرون کی پوری تصدیق کی جو مین نے مشہد مین سنی تہین۔ سب کی سب شکر روسی تہی اور سب کی سب چاہ ہندوستانی تہی جو بندر عباس سے براہ یزد لائی گئی تھی۔ رنگین دریون اور چھینٹون کا زیادہ تر حصّہ روسی ساخت کا تہا لیکن لٹھے پر کسی بمبی کے کارخانے

[۱] عاشق آباد سے سبزوار تک کوچان کی راہ سے جو نیا تجارتی رستہ کہولا گیا ہے اوس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ابہی سے اوسکے باعث روس کی اوس تجارت مین جو شاہ رود کے ساتھہ ہوتی ہے بہت کچھہ کمی واقع ہوگئی ہے یا یا شاید مجھے یون کہنا چاہیئے کہ تجارت کا رخ ایک طرف سے دوسری طرف بدل گیا ہے۔

کا نشان ثبت تھا اور مین نے نہ صرف مانچسٹر کے سفید و بلے ہوئے سفید سوتی کپڑے کا
ایک بہت بڑا انبار جسپر بمبئی کی چھٹیان لگی ہوئی تھین دیکھا بلکہ بہت سے کورے
تھان بھی میرے دیکھنے مین آئے جو سیدھے مانچسٹر سے یہان لائے گئے تھے۔ یہ
بات قابل اطمینان تھی کہ باوجودیکہ شاہ رود علی لحاظ سے بحیرہ اخضر کی ایک روسی بندرگاہ
سے صرف چار منزل کے فاصلہ پر واقع ہے پھر بھی مانچسٹر کا بنا ہوا کپڑا یہان دیکھنے
مین آیا۔ مین نے کچھ خوش طعم سفید انگور چند پنس دیکر یہان خریدے۔ ان سے شاہ رود
مین شراب بنائی جاتی ہے۔

بسطام

اگرچہ شاہ رود ضلع بسطام شاہ رود کا صدر مقام ہے پھر بھی گورنر یہان
نہین رہتا اور نہ یہان دارالحکومت ہی ہے۔ دارالحکومت شہر بسطام مین ہے جو
شاہ رود سے شمال و مشرق کی سمت مین ساڑھے تین میل کے فاصلہ پر رود شاہ
کے منبع کی طرف واقع ہے۔ بسطام کو شاہ رود سے ایک سنگلاخ پہاڑی جدا کرتی
ہے بسطام (جو ایک مازندرانی نام ہے) شاہ رود کے مقابلہ مین زیادہ زرخیز اور سیر
حاصل ہے اسکے علاوہ یہ مقام مسلمان زائرون کے نزدیک نہایت متبرک ہے
کیونکہ مشہور شیخ یا سلطان بایزید جو صوفیہ کرام مین سے ہین یہان ایک خوش نما مسجد
کے صحن مین ۸۷۴ھ مین دفن کیے گئے۔ یہ مسجد اب بہت کچھ ویران ہو گئی ہے۔
اس مسجد کا گنبد کسی مغل فرمانروا نے ۱۳۱۳ء مین تعمیر کیا تھا اور اسکے ساتھ ایک مینارہ

مینارۂ لرزان بھی اوسی قسم کا ہے جسمین آگے چلکر اصفہان کے ذکر مین بیان کرون گا۔ اس مینارہ کو جب چوٹی پر سے ہلاتے ہین تو یہ جنبش کرنے لگتا ہے۔ کرنیل یوٹ نے اس نظارہ کو اون اینٹون اور چونے کی لچک سے منسوب کیا ہے۔ جو اسکی تعمیر مین صرف کیا گیا ہے اور زیادہ مدت کے گذرنے کی وجہ سے زیادہ لچک دار ہو گیا ہے اور اسکو اسی طرح کے اوس نظارے سے تشبیہ دیتا ہے جو سنگ لرزان کی سلون مین دیکھنے مین آتا ہے[۵۱]۔ اس کے علاوہ بسطام مین اینٹون کا بنا ہوا ایک عجیب وغریب برج ہے جس کا بیرونی دور متعدد نمایان زاویون کی وجہ سے کتنے کے دانہ کے مشابہ ہے اور اوس برج کے ہم شکل ہے جسکا ذکر مین آگے چلکر رے[۵۲] کے بیان مین کرونگا۔

گورنر کی طرف سے وکلا مع تحف و ہدایا

شاہ رود کے چاپار خانہ مین جو اس لحاظ سے کہ اوس مین بالاخانہ کے تین درجے

۵۱۔ پروسیڈنگس آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی (رودیداد رایل جاگریفیکل سوسائٹی) سلسلہ جدید جلد پنجم صفحہ ۹۰، مطبوعہ ۱۸۸۳ء۔ بسطام کی عمارات کا بہترین بیان خانیکاف کی کتاب "میموایر اسے ٹسٹرا" تذکرہ وغیرہ کے صفحہ ۷۰ پر درج ہے۔

۵۲۔ فریزر اپنی کتاب "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) کے صفحات ۶۱۲ الی ۶۱۴ مین ایک اسی قسم کے کثیر الاضلاع برج کا ذکر کرتا ہے جو جرجان کے قریب دریائے گرگان کے کنارہ پر واقع ہے۔ یہ برج ڈیڑھ سو فیٹ اونچا تھا اس کا اندرونی قطر دس گز اور بیرونی دور باون گز تھا اور اسکی چوٹی بلند مخروطی شکل کی تھی جس مین ایک دریچہ لگا تھا۔ عربی زبان کی دو چوڑی سطرون کے پڑھنے سے واضح ہوتا تھا کہ یہ بھی بسطام ہی کی طرح کا برج ہے۔

ہین - یکتا ہے جب مین پہونچا تو مین نے دیکھا کہ یہان قالین کے فرش اور پردہ دار دروازون کی وجہ سے تنعم کی غیر معمولی علامات نمایان ہین - بازار سے واپس آکر جب مین منھ ہاتھ دہونے لگا اور کپڑے بھی مین نے اوتار ہی رہے تھے تو بلا کسی اطلاع کے مجھے معلوم ہوا کہ مزید سرکاری توجہ مجھپر مبذول کی جا رہی ہے پہلے دو آدمی جو تہوڑی سی فرانسیسی بول سکتے تھے بلا اطلاع کئے اندر داخل ہوئے ایک تو شاہ رود کی کمپنی مسرس زنگیلر کا گماشتہ تہا اور دوسرا انوتانیانز نامی ایک کوٹہی کا کارپرداز تھا - چونکہ اونہون نے اپنے آنیکی کوئی وجہ نہین بتائی اس لئے مین نے قیاس کیا کہ وہ محض بتقاضائے استعجاب آئے ہین لیکن مشرق مین اس قسم کی باتون پر اظہار ناراضی نہین کرنا چاہیئے بلکہ اور اونکو خوش اخلاقی کی علامات سے تعبیر کرنا چاہیئے - لہذا مین منھ ہاتھ دہونے اور کنگھا وغیرہ کرنے مین مصروف رہا اور شاہ رود کی تجارت اور سوداگری کے متعلق اون سے باتین بھی کرتا رہا - لیکن تہوڑی دیر مین بالاخانہ کے دروازے مین پہر سایہ نمودار ہوا اور تین ایرانی عہدہ دار اندر داخل ہوئے اور ملازمین کی ایک جماعت باہر کھڑی رہی - ان تینون کے پیچھے پیچھے کچھ نوکر ایک کشتی لئے ہوئے آئے جس مین چاء کے دو ڈبے اور نیلے کاغذ مین لپٹے ہوئے چار مصری کے کوزے رکھے ہوئے تھے - ان کے بعد دو اور آدمی آئے جو ایک دنبہ کو جو لاتین پھینک رہا تھا اوٹھائے ہوئے تھے - ان سب کے بعد ایک اور شخص آیا جو بید کی بنی ہوئی دو کرسیان لایا - یہ نظارہ ایسا پر اثر تھا کہ اگر مین اسکو اپنے ناظرین کے سامنے تھیٹر

کے تماشہ کی شکل مین قلمبند کرکے پیش کرون تو غیر موزون نہ ہوگا۔

تماشہ گاہ ۔ ایرانی چاپارخانہ کا ایک کچا مکان۔

افراد اہل تماشہ۔ ایک انگریز فلالین کی قمیص اور گھٹنا پہنے اور موزے چڑہائے ہوئے

ارمنی سوداگر۔

ایرانی پیشخدمت باشی۔

لالٹین چلاتے ہوئے دُنبے۔

لوازم تماشہ۔ مصری کے کوزے اور بید کی بنی ہوئی کرسیان۔

اب مجھے حقیقت حال معلوم ہوئی اور مین سمجھا کہ گورنر شاہ رود نے جو شاہی خاندا

سے ہے تارسمی طور پر میرے پاس اپنے وکیل بھیجے ہین اور مجھے بسطام مین آکر اپنے

ہان مہمان ہونے کی دعوت دی ہے اور ارمنیون کو بطور مقدمہ کے روانہ کیا ہے

تاکہ وہ سب کچھ دیکھہ بھال آئین اور ترجمانی کی خدمت انجام دین اونکی مدد سے مین نے

گورنر کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا اور جو تحایف اوسنے میرے لئے بھیجے تھے۔

اونہین مین نے قبول کیا لیکن قدرتی طور پر یہ لازم تہا کہ مساوی قیمت کی کوئی سوغات

اوسکے وکیلون کو دون۔ چنانچہ مین نے کچھ تومان ان حضرات کی خدمت مین نذر کئے

اور اونہون نے نہایت اطمینان کے ساتھ روپیہ جیب مین ڈالکر یہ سمجہا کہ چلو معاملہ ختم

ہوا۔ غرضکہ اونہون نے ظاہر کیا کہ اب آرام کا وقت آپہونچا ہے اور یہ کہہ کر کورنش

بجا لاتے ہوئے رخصت ہوئے۔ ادہر مین نے دُنبہ ذبح کرایا اور بڑے مزے کی

بھنی ہوئی ران کہانے پر میرے سامنے آئی۔

سفر کا دوسرا حصّہ

شاہ رود کی منزل سفر مشہد وطہران میں قریبًا نصف سے کچھ زیادہ فاصلہ پر واقع ہے اس سے سفر کے دو حصّے ہو جاتے ہین لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان دونوں مین کم دلچسپ کونسا ہے۔ اونکی ہیئت ظاہری مین ایک عجب تطابق پایا جاتا ہے کیونکہ جس طرح مشہد سے شاہ رود تک کی سڑک پر دو مشہور قدیم شہر نیشاپور اور سبزوار واقع ہین اسی طرح اس سڑک کے شاہ رود سے لیکر طہران تک والے حصہ مین دامغان اور سمنان ہین اور جس طرح پہلے حصہ مین (اگر کوئی عمارت قابل دید ہے تو) سبزوار اور بسطام کے مینار اور برج ہین اسی طرح دوسرے حصّہ مین بھی ہمین دامغان اور سمنان کے اسی قسم کے مقابر پر اکتفا کرنی پڑتی ہے۔ بالاخر اس تطابق کو مکمل کرنے کے لئے جس طرح پہلا مشہور و معروف ترکمانی درون کو طے کر کے ختم ہوتا ہے اسی طرح اس رستہ کا دوسرا حصہ سفر کے آخری دن سے پہلے کے روز اون مشہور تر بحیرہ اخضر کے علاقہ کی طرف رہنمائی کرنے والے درون مین گذرتا ہے جو ویرامین کے میدان کا منفذ ہین۔ پتھریلے رستے کویر اور مریل گھوڑے دونوں کی خصوصیات مشترکہ ہین۔

اوجڑے ہوئے شہر

دہ ملا کی طرف جاتے وقت ایک نہایت ہی ذلیل گھوڑا مجھے سواری کو ملا اور جس رستے پر مین نے سفر کیا وہ بھی کچھ کم برا نہ تھا۔ پاپارخانہ گاؤن کے سواد مین جو کچھ دور

آگے جاکر ایک میدان مین واقع ہے کھڑا ہے یہ گاؤن مٹی کے ایک بہت بڑی ٹیلے کی وجہ سے ذکر کے قابل ہے جس پر کسی زمانہ مین ایک قلعہ بنا ہوا تھا جسکی شکستہ وبوسیدہ دیوارین اب حسرت ناک کہنڈرون کی شکل مین بدل گئی ہین۔ دیہہ ملا سے لیکر دامغان تک کا رستہ ذرا صاف ہے مگر کسی طرح کٹنے ہی مین نہین آتا میری دہنی طرف البرز کی سنگلاخ سرحی لئے ہوئے فصیل میدان سے عمودی اوٹھتی ہوئی چلی گئی تھی اور ایک سد برجی کی طرح اس عظیم الشان سلسلہ کوہ کی گھاٹیون اور درون کو اس نے مسدود کر رکھا تھا اور ان سب کے پیچھے مازندران کے دہندلے میدان بحیرہ اخضر کی طرف ڈھلتے ہوے چلے گئے تھے۔ بائین یعنی جنوب کی طرف اگرچہ مین نے اکثر نقشون پر ایک دشت کویر کی علامت دیکھی ہے لیکن میری ذاتی یادداشت مین مندرج ہے کہ دن بھر کے سفر مین اس طرف کا افق دس میل کے اوسط فاصلہ سے پہاڑیون کے ایک سلسلہ سے محدود تھا جن کا ارتفاع اسقدر ہے کہ اکثر نقشون پہ اونہین دکھایا جا سکتا ہی لیکن جو نقشے میرے دیکھنے مین آئے اون مین سے اکثر مین مجھے ان پہاڑیون کا کوئی سراغ نہین پایا۔ دامغان تک کی سڑک متعدد دیہات مین سے ہو کر گذری جن مین سے ایک گاؤن مہمان دوست حقیقت مین اسم بامسمےٰ تھا کیونکہ پیدل اور سوار مسافرون کا اس کی ایک ہی گلی مین بہت بڑا ہجوم تھا۔ دامغان سے تین میل کے قریب ہم ایک ویران شہر بستاجان کے کھنڈرون مین سے ہو کر نکلے کچے مکانون کے ایک ویران شہر کا اس سے زیادہ اندوہناک نظارہ تصور مین نہین

آسکتا۔ مکان چہتین اور دیوارین بتدریج منہدم ہوکر مٹی کے ناقابل شناخت تودون کی شکل مین منتقل ہوجاتی ہین۔ مگر بمرور زمانہ یہ تودے ایسے ٹہوس ہوجاتے ہین کہ بیسیون بلکہ بعض دفعہ سیکڑون سال تک قایم رہتے ہین۔ یہ فرض کرلینا بھی ٹہیک نہین کہ ہر ایک ویران شہر یا موقع کے ساتھ اوسکے باشندون کا نشان بہی روے زمین سے مٹ چکا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا تہا کہ ایران کی آبادی جو اب فلسطین کی طرح منتشر ہے کسی زمانہ مین چین کی آبادی کی طرح گنجان ہوگی۔ میرا خیال ہے کہ یہ قیاس غلط ہوگا۔ جس طرح ہر ایک بڑے ایرانی فرمانروا یا بانی خاندان شاہی نے کیخسرو کے زمانہ سے لیکر آج تک اپنے دارالسلطنت کو اس خیال سے ایک جگہہ سے دوسری جگہ منتقل کیا کہ اوس کے نام کے ساتھہ نئے جاہ وجلال کو انتساب ہو اسی طرح ہر ایک چہوٹے چہوٹے حاکم ضلع یا مرزا ر علاقہ نے اپنے فرمانروا کی مثال کو پیش نظر رکہہ کر اضلاع مین ایک نئی آبادی کے قایم کرنے کی کوشش کی اور ادنیٰ درجہ کے طبقون مین بہی ہر خاندان کے سردار نے اپنی حالت کی اصلاح اور اپنے پیشینیون پر تفوق لیجانے کے خیال سے نئی عمارت بنائی۔ غرضکہ

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت ✤ رفت و منزل بدیگرے پرداخت

نئی عمارتون کے بنانے کی اس عالمگیر خواہش نے جو ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگون کے دلون مین ساری ہے اور قحط۔ وبا اور جنگ کی آفتون نے آپس مین ملکر شہرون اور مکانون کے بے شمار بوسیدہ ڈہانچون کی ترکیب مین حصہ لیا ہے۔

دامغان



میل کے فاصلہ سے دامغان کے دو مینار سے جو سبزوار کے مینار کے مدمقابل ہین پردہ نگاہ پر ہویدا ہوتے ہین - دونون ایک دوسرے سے کچھہ فاصلہ پہ شہر کے مختلف حصون مین کھڑے ہین دونون مین سے جو زیادہ تر اپنی حالت اصلی پر قایم ہے اور جسکے اوپر چڑہا جا سکتا ہے اوسپر بعد کے زمانہ کی ایک برجی بھی ہے جس مین موذن کے لئے ایک دروازہ بنا ہوا ہے شہر کی سب سے بڑی گلی کے سرے پر واقع ہے - ایک مسجد اسکے قریب ہے - یہ وہ مسجد نہین جسکے ساتھہ یہ ابتدائً ملحق تھا بلکہ حال کے زمانہ کی تعمیر ہے - سبزوار کے مینار کی طرح اسکی روکار اینٹون کی ہے اور اون کی چنائی اس طرح سے کی گئی ہے کہ دور پر بہت سی شکلین بن گئی ہین اسکے علاوہ خط کوفی مین ابھران کام کا ایک کتبہ بھی اس پر ثبت ہے - دونون مینار امام زادون کے مقبرون سے تعلق رکھتے ہین اور اونکے نام سے منسوب ہونے کے باعث مینار جعفری اور مینار قاسمی کہلاتے ہین - ان دونون اماموں کی زیارت گاہون اور نیز پیر علمدار یعنی حضرت امام محمد فرزند امام ابراہیم کے مقبرے کے حالات کے متعلق ہین ناظرین کی توجہ خانیکاف کے عالمانہ

لہ دیکھو "میمو ایر ایشیٹرا" (تذکرہ وغیرہ) صفحات ۴، ۵، ۷ - بیسٹ نے اپنی کتاب "لینڈ آف دی اماسس" (سرزمین ائمہ) کے ۹۷ پر یہ لغو غلطی کی ہے کہ مینارون کا نام جبل ستون اور مسشد جم بتایا ہے اول الذکر نام ایران مین ہر بڑی اور نفیس عمارت سے منسوب کیا جاتا ہے اور اسلئے اوسکا اطلاق مسجد پر ہو سکتا ہے نہ کہ مینار پر - اسی طرح مسشد جم سے اوسکی مراد مسجد جامع ہے جو ایک شہر مین ویسا ہی حکم رکھتی ہے جیسا اکسفورڈ یا کیمبرج مین "یونیورسٹی چرچ" (کلیسائے دار العلم) -

اوراق کی طرف منعطف کرتا ہون۔ دامغان اگرچہ موجودہ صدی (انیسوین) مین بھی بہت بڑا شہر تھا لیکن اب افسوس ناک انحطاط کی حالت مین ہے ایک بہت بڑے مربع قلعہ کے ویران کھنڈر جن مین ایک کرہ فتح علی شاہ کا مقام ولادت ہونے کے لحاظ سے مشہور تھا اور دکھایا جایا کرتا تھا بازار کے مثلثی میناروں سے اوپر سر اوٹھائے کھڑے ہین لیکن بوسیدہ ہو ہو کر گر رہے ہین مین گھوڑے پر سوار بازار مین سے ہوکر گذرا جو ایک لمبی سقف پوش گلی پر مشتمل ہے اور شاہ رود کے مقابلہ مین بہت کم صاف اور آراستہ ہے۔ شہر مین ایک ندی بہتی ہے جو ایک پہاڑی چشمہ سے جس کا نام چشمہ علیؑ ہے آتی ہے اس چشمہ پر شاہ کا گرمیون کے رہنے کا محل بنا ہوا ہے اسکے علاوہ یہ مقام زیارت گاہ بھی ہے کیونکہ یہ منجملہ اون مقامات کے ہے جہان حضرت علیؑ کے گھوڑے نے خشمگین ہوکر اس زور سے اپنا سم پتھر پر مارا کہ اوسکا نشان مستقل طور پر رہ گیا اس کرامت کے موقع کے قریب ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک اور کرامت ایک چشمہ کی شکل مین موجود ہے جس کا نام چشمہ باد ہے۔ کہتے ہین کہ اگر خاص خاص وقتون مین اس کو جنبش دیجائے تو ایسا طوفان اٹھتا ہے کہ اوسکے تھپیڑون سے ہر ایک چیز برباد ہو جاتی ہے[1]۔

دامغان کی تاریخ

تاریخی دلچسپی کے لحاظ سے دامغان کے دو پہلو ہین۔ روایتی اور جدید۔ اسے ہمیشہ

[1] جے۔ بی۔ فریزر۔ "اے ونٹرس جرنی" (موسم سرما کا سفر) جلد دوم صفحہ ۲۰۰ + ای۔ بی۔ ایستوک۔ جلد دوم صفحہ ۱۵۷ + کرنیل ویلنٹائن بیکر۔ صفحہ ۱۴۲ +

قدیم شہر ہیکاٹامپیلاس یعنی سو دروازون والے شہر کا موقع قرار دیا گیا ہے یہ نام یونانیون
نے اوس شہر کا رکھا تھا جو سلسلہ ارساسیدیہ کے پارتھین فرمانروا ون کا پایہ تخت تھا
لیکن چند مٹی کے تودون اور متعدد زمین دوز نالیون کے سوا جن کے بنانے مین تھہر
کی بڑی بڑی سلین صرف کی گئی ہین دامغان مین نہ تو اس وقت ایسے آثار باقی ہین جن کو
اوس رفیع الشان عہد قدیم پر منطبق کیا جا سکے اور نہ تاریخ ہی اس امر کی شاہد ہے کہ کبھی
اس قسم کے آثار یہان موجود تھے۔ فیریر نے البتہ اس نظریہ کی تردید کی کوشش اس
استدلال سے کی ہے کہ سو دروازون والے شہر سے مراد لازمی طور پر ایک ایسا شہر ہونا
چاہیئے جہان بہت سی سڑکین آپس مین ملتی ہون حالانکہ دامغان مین صرف دو سڑکین
ہین مگر میرے خیال مین اوس کا خیال غلط ہے۔ اسی استنباط کی بنا پر وہ شاہ رود بسطام
کو ہیکاٹامپیلاس کا موقع قرار دیتا ہے[۱]۔ لیکن قطع نظر اس واقعہ کے کہ دامغان مین دو سے
زیادہ سڑکین ملتی ہین اس امر کو یقینیات سے تعلق نہین ہے کہ یونانیون نے اس کا
جب یہ نام رکھا تو اونکی مراد شہر کے دروازون سے ہی تھی یہ نام اونہون نے مصری شہر
تھیبیز کا بھی رکھا تھا جسکی نسبت یہ قیاس کیا گیا ہے کہ سو دروازون سے اشارہ اون
کثیر التعداد عالی شان مندرون کے دروازون سے ہے جن سے ریمیسس (فرعون مصر)
کا پایہ تخت مزین تھا اور ممکن ہے کہ پارتھین شہر کے متعلق بھی سو دروازون سے یہی
مراد ہو۔ لیکن اگر دامغان اور ہیکاٹامپیلاس کے ایک ہونے کے مسئلہ سے بلحاظ

[۱] "کاروان جبرینز" (سفر بذریعہ کاروان) صفحات ۶۹ الی ۷۴۔

ادس کے نظری ہونے کے قطع نظر بہی کیا جائے تاہم دامغان کے موجودہ نام کے ساتھہ بہی تاریخی اعتبار سے بہت کچھہ دلچسپیان وابستہ ہین[۵۱]۔ نہ یہان اس امر کے تکرار کی ضرورت ہے کہ چنگیز خان نے اسے ایک دفعہ برباد کیا اور نہ اس واقعہ کے اعادہ کی حاجت کہ تیمور نے دوسری دفعہ اسکو تباہ کیا۔ بنی نوع انسان کے ان دونون دشمنون کیلئے شہرون کی شان وشوکت کا مٹانا ایک معمولی سی بات تھی۔ ڈان رائی ڈی کلاویجو جب ۱۴۰۴ء مین شاہ کیسٹیل کی طرف سے سفارت پر مامور ہوکر تیمور کے دربار سمرقند کو جاتے وقت شمالی ایران مین سے ہوکر گزرا تو اوس نے دامغان مین ابہی تک مٹی مین گڑے ہوئے انسانی سرون کے دو برج کہڑے ہوئے دیکھے جو تیمور نے اپنی فتح کی یادگار مین چندسال پیشتر یہان نصب کئے تہے۔ شاہ عباس نے اس شہر کو نئے سرے سے تعمیر کیا اور اسکا ارک بنایا۔ ماہ اکتوبر ۱۷۲۹ء مین نادر شاہ نے اپنی مشہور فتح اشرف افغان پر حاصل کی جو سال آیندہ مین افغانون کے ایران سے نکالدئے جانے کا پیش خیمہ تھی۔ اسی مقام پر ۱۷۶۳ء مین کریم خان زند کے وحشی منش سوتیلے بہائی زکی خان نے جسے قوم قاجار کا بلوہ فرو کرنے کے لئے بہیجا گیا تہا اپنے قیدیون کو سر نیچے اور پاؤن اوپر برابر برابر فاصلہ سے زمین مین گاڑ کر ایک باغ لگایا اور یہین ۱۷۹۶ء مین نادر کا مصیبت زدہ پوتا شاہرخ اوس وحشیانہ عذاب کے اثر سے مراجعہ مشہد مین آغا محمد شاہ نے اوس پر روا رکہا تہا۔ موجودہ (انیسوین) صدی مین دامغان کو

---

[۵۱]۔ دامغان کے قدیم حالات کے لئے دیکھو تصانیف اصطخری۔ مقدسی۔ یاقوت حموی۔

قطعی طور پر بجائے ایک دشمن کے ایک دوست نے تباہ کیا یعنی ۱۸۳۲ء مین عباس مرزا کی فوج تین مہینے تک یہان آکر رہی اور اوسکے قیام کے برباد کن اثر سے یہ شہر کبھی نہین پنپا - کوئی ٹڈی دل بھی ایسی عام تباہی نہ پھیلاتا جو اس فوج نے اپنے زمانہ قیام مین پھیلائی - آبادی اب ۱۳۰۰۰ ہونا بیان کی جاتی ہے - مگر مجھے باور نہین آتا -

دولت آباد

دامغان سے روانہ ہونے کے بعد سڑک مغرب کا رخ اختیار کرتی ہے اور ایک میدان کو جو شروع شروع مین کنکریلا لیکن بعد مین زرخیز اور زراعت سے سرسبز ہے طے کرتی ہوئی عشاہ کی طرف بڑہتی ہے - عشاہ مین صرف دو عمارتین ہین - ایک کاروانسرائے اور ایک چاپار خانہ اور اگر ضروریات سفر نہ ہوتین تو اس مقام مین جو غیر آباد ہے یہ عمارتین بھی قایم نہ کی جاتین - رستہ مین اگر کوئی دلچسپ مقام آتا ہے تو وہ دولت آباد کا ویران قلعہ ہے جسکے گرد تین دیوارین کھینچی ہوئی ہین اور ایک گہری کھائی اوسے گھیرے ہوئے ہے - ساٹھہ سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ سارجنٹ گبنس ایک انگریز نے جو عباس میرزا کی فوج مین ملازم تھا اسکی نسبت لکھا تھا کہ "ایران مین جو چھوٹے چھوٹے قلعے میرے دیکھنے مین آئے ہین اون مین یہ سب سے بہتر ہے[۱]" - دامغان کے حاکم نے جس نے کچھ مدت تک گورنر صوبہ کے استحصال کی مدافعت کی تھی عباس مرزا کو تیس ہزار تومان نذرانہ اس شرط پر پیش کیا کہ اوسے دامغان کی حکومت پر بحال رکھا جائے

[۱] "جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رائل جاگریفیکل سوسائٹی) جلد یازدہم - صفحہ ۱۳۶ (مطبوعہ ۱۸۴۱ء)

عباس مرزا نے روپیہ تو جیب مین ڈال لیا اور حاکم کو مشہد لیتا گیا اور مقامی گورنر نے اوس کی غیبت سے فائدہ اوٹھا کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس نواح کے دوسرے اکثر مقامات کی طرح یہ اب ویران ہے اور انحطاط جلد جلد اسپر اپنا عمل کر رہا ہے۔

کرگان

ایران بھر بلکہ اپنے تمام سفر کے اثنا مین میرا گذر اون متعدد بڑے بڑے تودہ گل کے پاس سے ہوا جنکی حقیقت کے سمجھنے مین شمالی ایران کے مسافر کو بہت کچھ دقت پیش آئی ہے۔ یہ مٹی کے بہت بڑے بڑے مدور یا بیضوی ٹیلے ہین جو پچاس سے لیکر سو فیٹ تک بلند ہین۔ ان پر عمارت کا کوئی نشان نہین بلکہ چکنی مٹی کے ٹھوس ڈھیرون سے مرکب ہین۔ جنکے پہلوؤن کو مرور زمانہ نے صاف و ہموار کر دیا ہے۔ مقامی روایت انہین جمشید سے منسوب کرتی ہے جسکے دوسرے لفظون مین گویا یہ معنی ہوئے کہ راویون کو ان کی حقیقت کچھہ بھی معلوم نہین تھی۔ بعض لوگ انہین آتشکدون کے موقعہ سے تعبیر کرتے ہین جو قدیم زمانہ مین جبکہ مذہب زردشت رائج تھا تعمیر کئے گئے ہونگے۔ لیکن مجھے ذرا بھی شبہ نہین کہ اگر وہ سب کے سب نہین تو اون مین سے اکثر مٹی کے قلعے تھے جو گاؤن کی حفاظت کے لیے بنائے گئے تھے اور یہ گاؤن مدت ہوئی کہ پیوند زمین ہو چکے ہین۔ مٹی کے یہ ٹیلے علی العموم اون میدانون مین پائے جاتے ہین جہان قدرت نے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہین پیدا کیا اور اس لئے انسان کو مصنوعی طور پر اوسکے پیدا کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ بہت سے ٹیلون کی چوٹیون پر ابھی تک

مٹی کی گڑھیوں کی ٹوٹی ہوئی بے شکل دیواریں نظر آتی ہین اور ظاہر ہے کہ یہ گڑھیاں کسی زمانہ مین ان چوٹیوں پر بنی ہوئی ہون گی۔ اس کا بین ثبوت بدشت مین جو شاہرود کے قریب واقع ہے اور بجنرد و شاہرود کے درمیان جاجرم مین ملتا ہے۔ جہان بہ ٹیلے جنہین یہان کرگان کہا جاتا ہے صاف اور چٹیل ہین وہان اوپر کی عمارت بالکل مسمار ہو چکی ہے۔ ان ٹیلون کا ایک طویل سلسلہ ابھی تک وادی گرگان مین واقع ہے ورہ گمیش تپہ (یعنی چاندی کی پہاڑی) سے جو بظاہر انسان کے ہاتھ کا بنایا ہوا ٹیلا ہے اور بحیرہ اخضر کے ساحل پر واقع ہے شروع ہو کر مٹی کی ایک تہری قلعہ بندی کو جو اسکندر اعظم سے منسوب کیجاتی ہے ترکیب دیتا ہوا بجنرد تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے۔ بعض مقامات مین مثلاً قزوین اور طہران کے درمیان اون کے متساوی الفصل ہونے سے یہ بدیہی قیاس پیدا ہوتا ہے کہ انہین ایک کیمپ کی خبر دوسرے کیمپ کو دینے کے لئے روشنی کے منارون کے طور پر استعمال کیا جاتا ہوگا۔ بہر حال دونون صورتون مین اون کا مقصد فوجی تھا۔ اس امر کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ ان مین سے کسی کو بھی مقبرہ تصور کیا جائے۔

اہوان

غشتاشہ سے روانہ ہو کر سڑک ایک ویران اور غیر مزروعہ میدان مین سے گذرتی ہے۔ اسکی بعد بتدریج ایک چڑھاؤ آتا ہے جسے طے کر کے یہ ایک عسیر المرور درہ مین داخل ہوتی ہے اور پھر دفعتہً ایک تاریک سے نشیب مین جا پہونچتی ہے جہان اہوان کا چاپارخانہ اور

کاروانسرا سے واقع ہین - موجودہ اینٹ کی سرا ے شاہ سلیمان صفوی کے زمانہ کی بنی ہوئی ہے ایک قدیم تر سرائے بھی ہے جو پتھر کی ہے اور نوشیروان ساسانی سے منسوب کی جاتی ہے مگر اب اوسکے کھنڈر رہ گئے ہین - لفظ اہوان کے معنی جس نے بظاہر سیاحان سابق[۱] کو بہت کچھ مغالطہ مین ڈالا ہے غزال[۲] صحرائی ہین روایت اس مقام سے اون حیرت انگیز کرامتون مین سے ایک کو منسوب کرتی ہے جو حضرت امام رضاؑ سے سفر طوس کی مختلف منازل مین ظہور مین آئین - یہان اونہین ایک اسیر ہرنی ملی جس نے اونکے مقدس وجود کو پہچان کر گویائی حاصل کی اور اپنے بچھڑے ہوئے بچے کے لئے اون سے مدد مانگی - امام صاحب نے شکاری کو حکم دیا کہ ہرنی کو چھوڑ دے اور خود اوسکی واپس چلے آنے کے ضامن ہوئے - لیکن ہرنی کے لئے اپنے گھر کی خوشیان وعدہ کی ایفا پر غالب آئین اور اوسنے اپنا اقرار پورا نہ کیا - اسپر شکاری نے امام صاحب سے کہا کہ میری ہرنی لائیے چنانچہ اونہون نے اپنی قوت ارادی کے زور سے اوسکو اوسکے صیاد کے پاس واپس بلا بھیجا جسکے پاس وہ بعد کو ہمیشہ بطور ایک اسیر پالتو جانور کے رہی اس مقام پر مسافر اوس کوہستان مین داخل ہوتا ہے جو دامغان اور سمنان کے میدانون مین فاصل ہے - قلۂ فاصل کے بلند ترین مقام سے سمنان بارہ میل

---

[۱] فریزر نے اسے اہیاے یون لکھا - فریر نے اہیون اور اوڈونوون نے اغیوان - اسی طرح غشاہ کا ہجا گاسبک - گوشہ - کوشک اور کوشہ کیا ہے -

[۲] آہو کے معنی غزال کے ہین اسی لئے آہو برہ (یعنی بچہ غزال) ایران مین بزہ کو کہتے ہین -

کے فاصلے سے پتھروں کے فرش پر ایک سبز قطعہ کی شکل میں نظر آتا ہے۔ دوسری طرف اتار گو آسان تھا لیکن رستے میں پتھر بہت بکھرے ہوئے تھے اور گھوڑے کو بوجہ ڈالکر شہر کی طرف جانے میں کوئی لطف نہ تھا۔ رستے میں مجھے ایک بند گاڑی ملی جسمیں چار گھوڑے جتے ہوئے تھے اور ان میں سے دو پر سوار بیٹھے ہوئے تھے گاڑی کے آگے آگے کچھ سوار بھی جا رہے تھے اور ایک گارد بھی ہمراہ تھا مجھے یہ دیکھکر تھوڑی دیر کے لئے خوف پیدا ہوا کہ کہیں یہ میرے ہی استقبال کے سامان تو نہیں ہیں مگر اس امر کے دریافت کرنے سے مجھے اطمینان ہوا کہ گاڑی میں حاکم ضلع سوار تھا جو غالباً اپنے غیر وسیع علاقہ کا دورہ کرنے کے لئے نکلا تھا۔

سمنان

سمنان ایران میں اپنے وسیع اور شاداب باغوں۔ اپنے پرانے درختوں۔ دامغان کے مقابل کے ایک وسیع مینارے۔ حال کی بنائی ہوئی ایک خوشنما اور آراستہ مسجد۔ چار کی ٹکیوں اور نیلے سوت کے پائجاموں کی مقامی ساخت۔ عورتوں کے حسن اور زبان کے عسیر الفہم ہونے کے لحاظ سے مشہور ہے۔ شاید ان تمام باتوں میں ایک بھی ایسی نہیں جو اجنبی کی توقع کو پورا کرتی ہو۔ چھوٹی گلیوں میں ندیوں کا پانی بہتا ہوا نظر آتا ہے۔ گلیاں ایران میں عام طور سے نہ صرف سڑکوں بلکہ نالیوں کا بھی کام دیتی ہیں۔ لیکن باوجودیکہ آبرسانی کے ذرایع اس قدر وسیع ہیں پھر بھی شہر اوس سے پوری طور پر منتفع ہوتا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ تماکو کی یہاں کثرت سے کاشت کیجاتی ہے

بازار کے باہر کہلے مقام مین چند پرانے چنار ہین اور ایک عالی شان درخت خود بازار مین کہڑا ہے اور اس کا دیوقامت تنہ چہت کو چہیرتا ہوا اوپر کو نکلا ہے قدیم مینارہ بہی بازار کے وسط مین واقع ہے اور مسجد جامع سے ملا ہوا کہڑا ہے لیکن مسجد کے اب کہنڈر رہ گئے ہین۔ مینارہ ایک سو فیٹ بلند ہے اور اس مین ایک زینہ ہے جسمین منارے کی چوٹی تک سو سیڑہیان ہین منارے کی چوٹی پر موذن کے لیے غلام گردش بنی ہوئی ہے۔ زلزلہ اور مرور زمان کی وجہ سے یہ جہک گیا ہے۔ فتح علی شاہ کی مسجد مین جو یہان سے تہوڑے سے فاصلہ پر واقع ہے ایک وسیع چاردیواری پچاس گز مربع ہے اس مین دو خوشنما ایوان بہی ہین جو کاشی کے کام کے چوکہٹون مین نصب ہین۔ اس کے متعلق ایک مدرسہ ہے۔ چار کی ٹکیون کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہی کہ جب ویمبری نے جس نے اون کی شہرت ہرات سے بعید مقام مین سنی تہی اونہین خریدنا چاہا تو اوسے یہ ٹہیٹ ایرانی جواب ملا کہ ان چیزون کی مانگ اس قدر زیادہ اور اونکی مقدار برآمد اس قدر کثیر ہے کہ مقامی خرچ کے لئے کچہہ بہی نہین رہین جسطرح ویمبری کو چار کی ٹکیان نہین ملی تہین اوسی طرح خوبصورت عورتین میرے دیکہنے مین نہین آئین۔ زبان کے متعلق مین لاعلمی کے باعث کوئی رائے نہین قایم کر سکا۔ لیکن خانیکاف جیسے محقق السنہ نے بہی سوالات کے ذریعہ سے اس زبان کے حالات دریافت کرنے کی ناکام کوشش مین مصروف رہکر اس سے زیادہ ناطق نتیجہ نہین نکالا کہ یہ ایک مازندرانی بولی ہے جس کی آوازون کا جزو اعظم حروف علت ہین۔ اس کے علاوہ

ایک روایت ہے کہ ایک عالم فاضل نے جسے کسی ایرانی شہنشاہ نے ایک دفعہ اس امر کی تحقیق پر متعین کیا تہا کہ جو زبانین اوسکے ملک کے باشندے بولتے ہین اونکے متعلق بعد تحقیق کیفیت پیش کرے تو اوسنے سمنان کی بولی کی تشبیہہ اپنے شاہی سرپرست کے حضور مین اس طرح سے ظاہر کی کہ ایک خالی کدو مین کچہہ سنگریزے ڈالکر اونہین کہڑکہڑادیا[ل۱]۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سمنان مین ۴۰۰۰ گہر اور ۱۶۰۰۰ باشندے آباد ہین لیکن غالباً اس اندازہ مین مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ یہودیون کو یہان رہنے کی ممانعت ہے لیکن پچیس کے قریب ہندو بنئے تجارت مین مصروف ہین کیونکہ سمنان وہ مقام ہے جہان بندر عباس سے براہ یزد و طبس ایک رستہ جنوب کی طرف سے آتا ہے اور شمالی صوبون کو مال تجارت بہم پہونچاتا ہے ایک عام وضع کی کچی دیوار جس کے پہلوؤن پر برج اور پہاٹک ہین اور جو معمولی بوسیدگی کی حالت مین ہے۔ شہر کے گرداگرد کہنچی ہوئی ہے اور گورنر ایک مستحکم ارک مین جو شہر کی شمالی و مغربی دیوار سے اوپر کو اوٹھا ہوا ہے رہتا ہے۔

لسگرد

ایک لمبا پتہریلا چڑہاؤ اون چند دلچسپ مقامات مین سے ایک کی طرف ہماری رہنمائی

ل۱ دیکہو "گرامیٹیکل نوٹ آن دی سمنونی ڈائیلکٹ" (سمنانی زبان کے متعلق ایک نحوی یادداشت) مصنفہ پادری جے بیسٹ و مندرجہ "جرنل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی" (روزنامچہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی)۔ جلد شانزدہم۔ صفحہ ۱۲۰۔ (مطبوعہ ۱۸۸۴ء) اور نیز دیکہو مضمون متعلقہ زبان سمنان مرقومہ۔ اے۔ ایچ شنڈلر۔ مندرجہ تصنیف خود۔ جلد سی و دوم باب ۴

کرتا ہے جو مشہد اور طہران کی درمیانی سڑک پر واقع ہین۔ یہہ لسکرد کا عجیب و غریب آدمیون کے رہنے کا ڈربہ ہے کیونکہ مین اس سے زیادہ موزون نام اسکے لئے تجویز نہین کر سکتا۔ یہان کسی زمانہ مین ایک اونچے مدور گلی ٹیلے پر جو میدان سے شاید اسّی فیٹ اوپر کو اٹھا ہوا چلا گیا ہوگا۔ ایک قلعہ بنا ہوا تہا۔ قلعہ اب برباد ہوگیا ہے اور اسکے اندرونی مکانات اینٹ اور خاک کے تودون کی شکل مین بدل گئے ہین۔ لیکن گاؤن والے انہین ویران کہنڈرون مین آباد ہین اور بیرونی دیوارون کی چوٹیون پر اونہون نے دو منزلہ کچے مکان بنالئے ہین جن پر اندر کی طرف سے بوسیدہ سیڑہیون کی راہ سے چڑہتے ہین۔ ان مکانون کی ہیئت کذائی کا سب سے زیادہ نمایان جزو ان گہڑ لکڑی کی کڑیون کا ایک چھجا ہے جسے مٹی سے لیپ دیا گیا ہے۔ یہی کمزور چھجا جبکہ گرد کسی کو نیچے گر پڑنے سے بچانے کے لئے کوئی کٹہرا بھی نہین اور جو مارے سوراخون کے چہلنی ہو رہا ہے۔ ان لوگون کا آنگن ہے۔ کچھہ دور سے یہ جگہ یون نظر آتی ہے کہ گویا پرندون کی ایک بہت بڑی ٹکڑی نے یہان آکر بسیرا لیا ہے اور دیوارون مین اپنے رہنے کے لئے گہونسلے بنائے ہین۔ اس تمام ٹیلے کی بیرونی شکل ایک بہت بڑے پیپے سے مشابہ ہے۔ ٹیلے کے اوپر سیڑہیون کے ذریعہ سے جن کی سلامی مین بہت کم ڈھال ہے چڑہتے ہین اور اسکے اندر داخل ہونے کی راہ ایک چھوٹا سا چور دروازہ ہے جو پتھر کی ایک سل کے جو ایک چول پر گھومتی ہے مشتمل ہے۔ مین اندر داخل ہوا اور سیڑہیون پر چڑہ کر اوپر کی منزل کے چند گہونسلون (مین اونہین جہونپڑی کے نام سے تعبیر نہین کر سکتا) کو مین نے

جہانتک کہ دیکھا عورتون کے مُنہ پر نقاب تھی اور وہ کثافت اور غلاظت مین اٹی ہوئی تھین۔ مکانون کی عام اندرونی حالت وہی تھی جسکی توقع کسی عقاب کے نشیمن کے آئین خانہ داری سے کیجاسکتی ہے۔ یہان بھی وہی زبان بولی جاتی ہے جو ہمدان مین رائج ہے۔ قلعہ کے گرد ایک عمیق و عریض خندق ہے جو اب باغ کی شکل مین منتقل کردی گئی ہے اس باغ کے محاصل خانقاہ حضرت امام رضا واقع مشہد کے اوقاف کی توفیر مین حصہ لیتے ہین۔

قشلاق تک کی سڑک

وہ سے روانہ ہوکر سڑک ایک پہاڑی علاقہ مین سے گذرتی ہے جس مین موسم سرما کے سیلابون کی کاوش نے گہری نالیان اور گھاٹیان پیدا کردی ہین جن پر پل بندے ہوے ہین۔ جب سڑک پھر میدان مین اُترتی ہے تو موضع دیہہ نمک کم از کم بارہ میل کے فاصلہ پر ایک بے انتہا ویران اور نفرت انگیز صحرا کے وسط مین واقع نظر آتا ہے۔ سیاحت ایران مین اوس جھوٹی اُمید سے زیادہ فریب دہ اور کوئی شئے نہین ہوسکتی جو مسافر کو اپنی منزل مقصود کے دیکھنے سے جو بادی النظر مین صرف چند میل کے فاصلہ پر واقع معلوم ہوتی ہے پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ اوس مایوسی سے زیادہ تکلیف دہ اور تھکانے والی کوئی اور شئے ہوسکتی ہے جو اوس وقت مسافر کو ہوتی ہے جبکہ میل طولانی ہوکر فرسخون کی شکل مین بدل جاتے ہین اور منزل مقصود تک مسافر کسی طرح پہونچتا ہی نہین۔ کچھہ فاصلہ سے دیکھنے پر جو مقام صرف ایک دو مکانات کی

آبادی معلوم ہوتا تھا وہ قریب آنے سے ایک اچھا خاصہ گاؤں نکل آتا ہے جس میں بہت سے مکانات ہیں اور جو کف دست بیابان کے خاکستری محیط کے کسی چھوٹے سے نیم سرسبز شعب میں چھپا ہوا تھا۔ اس کے بعد جو علاقہ آتا ہے اور جو ویرانی میں اس سے کچھ کم نہیں اوسمیں ہمارا گذر پادھہ اور ارادان[۱] کے پاس سے ہوتا ہے۔ یہ گاؤں بھی مٹی کے بڑے بڑے مصنوعی ٹیلوں کی چوٹیوں پر قلعہ کی شکل میں بنے ہوئے ہیں اور اجڑے ہوئے ہیں۔ لسگرد کی طرح یہ مکرر آباد نہیں ہوئے۔ جب ابتدائً یہ قلعے تعمیر اور برجوں اور کنگروں سے آراستہ کئے گئے ہونگے تو ان کی شان ہی نرالی ہوگی۔ اب ان کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ کہیں کہیں تو قلعہ کی شکل پہچانی جاسکتی ہے اور کہیں کہیں فقط مٹی کے ٹھوس اور چٹیل ٹیلے رہ گئے ہیں جن کے متعلق میں فقرہ سابق میں تفصیلی بحث کر چکا ہوں ارادان کی پرے ایک پانی سے بھری ہوئی ندی پہاڑوں سے نکلتی ہے اور بہت سی شاخوں میں منقسم ہوجاتی ہے جن میں سے کم ازکم بیس کو میں نے نصف میل کے فاصلہ میں طے کیا ہوگا۔ زراعت میں بھی اسی نسبت سے ترقی ہوجاتی ہے اور قشلاق سے (جسکے لغوی معنی قیام گاہ موسم سرما کے ہیں) جو علاقہ خالصہ ہے طہران کے شاہی اصطبلوں کے لئے دانہ اور چارہ بہم پہونچایا جاتا ہے۔ یہ علاقہ ضلع خار کا ہے جسکا ذکر قدیم تاریخوں اور سفرناموں میں اکثر آیا ہے اور جو شمالی ایران کے ایک خرمن ہونے کی وجہ سے مشہور ہے۔ یہاں سے سڑک شمال و مغرب کی سمت اختیار کرتی ہے اور قشلاق سے

[۱] فریزر اس مقام کو ہرانو کہتا ہے۔

آٹھ میل کے فاصلہ پر پہاڑیوں کے ایک سلسلہ مین اوس راہ سے داخل ہوتی ہے جس کو عام طور پر مشہور دروازہ ہاے بحیرہ اخضر سے منسوب کیا جاتا ہے اور جو اس لحاظ سے اس علاقہ کے سیاسی مسئلہ کو پیدا کرتا ہے۔

دروازہ ہاے بحیرہ اخضر

اس مقام پر میرا یہ مقصد نہین ہے کہ اس مسئلہ پر بالتفصیل بحث کرون اور اس کے لئے یہان گنجایش بھی نہین۔ اسکے امور تنقیح طلب کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصنفین سابق اونکو اپنا مبحث بنایا اگرچہ اونھون نے کوئی قطعی راے قایم نہین کی نظر بران مین اپنے ناظرین کو اس مسئلہ کے متعلق۔ ریش[ف۱]۔ اوسلے[ف۲]۔ موریر[ف۳]۔ فریزر[ف۴]۔ فیرییر[ف۵] ایسٹوک[ف۶] اور گولڈاسمڈ[ف۷] کی تصانیف کی ورق گردانی کا مشورہ دیتا ہون۔ دروازہ ہاے بحیرہ اخضر سے مراد وہ درہ ہے جس مین سے ہوکر اربیلا[ف۸] کی شکست کے بعد دارا باختر

ف۱۔ دیکھو "دی جاگریفیکل سسٹم آف ہیروڈوٹس" (ہیروڈوٹس کا نظام جغرافی)۔ صفحہ ۱۷۴۔

ف۲۔ دیکھو "ٹریولس ان دی ایسٹ" (سفر مشرق)۔ جلد سوم ضمیمہ سوم۔

ف۳۔ دیکھو "سکنڈ جرنی" (سفر ثانی) ۱۸۱۳ء صفحہ ۳۶۴ و ۳۶۵۔

ف۴۔ دیکھو "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) ۱۸۲۱ء صفحات ۲۹۱ الی ۲۹۳۔

ف۵۔ دیکھو "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان)۔ ۱۸۴۵ء صفحات ۵۹ و ۶۰۔

ف۶۔ دیکھو "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ)۔ ۱۸۶۲ء جلد دوم صفحہ ۱۴۰۔

ف۷۔ دیکھو "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی)۔ ۱۸۷۴ء جلد چہل و چہارم صفحہ ۱۶۷

ف۸۔ اربیلا جس کا نام اب اربل ہے موصل سے ۴۰ میل جانب مشرق و جنوب واقع ہے۔ اس کے قریب سکندر نے

کی طرف بہاگا تہا اور جس مین سے سکندر کی فوج نے اوس کا تعاقب کیا تہا۔ اس درہ کی شناخت کے لئے ضروری اطلاع کا اکثر حصہ اریَن[۱] اور پلائنی[۲] کی تصانیف مین مل سکتا ہے۔ پلائنی کہتا ہے کہ یہ درہ آٹھہ میل لمبا ہے اور اٹھائیس[۳] میل تک اس کی راہ مین کہین پانی نہین ملتا۔ اور اریَن کہتا ہے کہ سکندر دہاوا کرتا ہوا یہان رَے[۴] سے ایک دن مین پہونچا۔ لیکن دروازہ ہائے بحیرہ اخضر ہونے کا دعوی کا استحقاق چار درون کو ہے۔ ایک درہ تنگ شمشیر ہے جس کی نسبت روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۹۔ دارا کو ۳۳۱ سنہ قبل مسیح مین آخری شکست دیکر سلطنت ایران کا خاتمہ کر دیا۔ مترجم۔

۱ ۔ ایک فیلسوف اور مورخ تہا جو سنہ ۱۰۰ع مین پیدا ہوا۔ سکندر اعظم کی مہم ایشیائی کے مفصل حالات اوسنے قلمبند کئے ہندوستان کے متعلق بہی اوسکی ایک تصنیف موجود ہے۔ یہ تصانیف جرمنی زبان مین ترجمہ ہو کر شایع ہوئی ہین۔ مترجم

۲ ۔ اٹلی کا ایک نہایت مشہور عالم اور مورخ اور سلطنت کا رکن رکین تہا۔ سنہ ۲۳ع مین پیدا ہوا۔ اوسکی مشہور کتاب " ہسطوریا نیچرلیس " (صحیفہ فطرت) ہے جس کا ترجمہ ہر ایک یورپین زبان مین ہو چکا ہے۔ اس کتاب کو مختلف مضامین کا مجموعہ اور معلومات کا مخزن سمجہنا چاہیے کیونکہ پلائنی کے تمام مشاہدے اور تجربے اس مین مندرج ہین۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اوسکی کتاب مین بیس ہزار مسایل سے بحث کیگئی ہے۔ سنہ ۷۹ع مین وہ " ویسوویس " کی اوس مشہور آتش افشانی کے موقع پر راکہہ اور چنگاریون کے ڈہیر مین دب کر مر گیا جو پمپیائی کی حسرتناک بربادی کا باعث ہوئی۔ مترجم

۳ دیکہو " ہسطوریا نیچرلیس " (صحیفہ فطرت) کتاب ششم فصل چہاردہم۔

۴ دیکہو " مہم اسکندر "۔ کتاب سوم فصل بستم۔ دہاوے کا لفظ مین نے اس لئے لکہا کہ ایران نے حسب ذیل الفاظ لکہے ہین:۔ " اوس شخص کے لئے ایک دن کا سفر جو اسکندر کی طرح مسافت طے کرے "۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سکندر نے غیر معمولی تیزی کے ساتہہ سفر کیا۔

———— ۶۲۲ ————

ذوالفقار کے ایک وار سے چٹان کو کاٹ ڈالا۔ یہ درہ اوس سڑک پر واقع ہے۔ جو دارالسلطنت سے شاہ رود کو جاتی ہے اور کوہ البرز کی بلندترین چوٹی شاہ کوہ کے نیچے استرآباد اور شاہ رود کے درمیان ہے اس درہ کا طول ڈیڑھ سو گز اور عرض فقط اٹھارہ فیٹ ہے اور اسکی دونون دیوارین جو چونے کے پتھر کی ہین عمودی چلی گئی ہین نیپیر کہتا ہے کہ "اس مین ذرا شک نہین کہ یہی دروازہ ہائے بحیرہ اخضر ہین"۔ مگر اس مین بھی شک نہین کہ نیپیر غلطی پر ہے کیونکہ نہ صرف اس درہ کی ہیئت کذائی اور طول بیان متذکرہ سے غیر مطابق ہین بلکہ تنگ شمشیر بر بقدر دو سو میل کے زیادہ تر مشرق کی سمت مین ہے۔ برنس[ا] نے درہ گدوک واقع کوہستان البرز کو جو فیروزکوہ کے شمال مین ہے اور جس مین سے ہوکر مازندران کو جانے والی معمولی سڑک گذرتی ہے دروازہ ہائے بحیرہ اخضر قرار دیا ہے۔ شمالی درون مین جو عراق عجم سے مضافات بحیرہ اخضر کی طرف رہنمائی کرتے ہین درہ سوادچی متصل فیروزکوہ اور تنگ سرانزا کو بھی جو یہان سے کچھ دور ہے سنگلاخ اور عمودی دیوارون والی گھاٹیون کے ہونے کی وجہ سے دروازہ ہائے بحیرہ اخضر ہونے کا دعویٰ ہوسکتا ہے[۲]۔ لیکن موریر جو بذات خود یہان آیا اور جس نے اونکی ہیئتون کے تشابہ کو محسوس کیا اوسے بہت جلد یہ بات معلوم ہوگئی کہ فاصلہ کے اعتبار سے جس مشابہت کا ہونا اون مین لازمی تھا وہ اُن مین موجود نہین ہے کیونکہ وہ طہران سے

ا۔ "ٹراویلس انٹو بخارا" (سفر بخارا) جلد سوم صفحہ ۱۱۱۔

۲۔ "سکنڈ جرنی" (سفر ثانی) مصنفہ موریر صفحہ ۳۶۵۔

۹۰ میل جانب مشرق واقع ہین اوراس لحاظ سے سکندر بھی ایک دن مین اس قدر مسافت طے ہنین کرسکتا تھا۔ نظر بران اوسنے یہ رائے ظاہر کی اور فریزر۔ فیریر اور ایسٹوک نے بدلائل موجہ اوسکی تائید کی کہ دروازہ ہائے بحیرۂ اخضر اوس درہ کو سمجھنا چاہیئے جو خار اور ورامن کے میدانون کے درمیان واقع ہے اور جہان سفر کرتا کرتا مین اب پہونچا ہون

تنگ سردرہ

اس درہ کا نام سردرہ ہے۔ اس مین ایک تنگ گذرگاہ سے جانب جنوب و مشرق داخل ہوتے ہین اور یہ سلسلہ کوہ البرز کی اوس شاخ مین سے پیچ کہاتا ہوا جاتا ہی جو یہان جنوبی و مغربی سمت مین ایران کے بڑے وسطی صحرا کی طرف جاتی ہے۔ جو یادداشت مین نے قلمبند کی اوس کی روسے اس درہ کا طول قریباً چھ میل [لہ] ہے۔ ایک شور ندی وادی کی تہ مین بہتی ہے جسکے کنارون پر نون کی ایک سفید پپڑی جمی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی یہ درہ کشادہ ہو کر ایک چھوٹا سا میدان بن جاتا تھا۔ اور بیچ سکے ٹھیک بیچ وسط ایک پرانی ویران عمارت کہڑی ہے جسکے کونون پر برج ہین اور مغربی مخرج پر دو قدیم قلعون یا برجون کے آثار موجود ہین۔ بظاہر اس جگہ کو اوس زمانہ کے معیار کے مطابق جو توپون سے آشنا ہنین تہا اچھی طرح سے مستحکم کیا گیا ہے اور اسی

لہ مصنف جب گہوڑے پر سوار ہو اور اپنا بیان بعد مین شاید حافظہ سے قلمبند کرے تو اس صورت مین فاصلہ کی تعیین مین جو غلط فہمی اوسکو واقع ہوسکتی ہے اوسکا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ اس درہ کے طول کی مقدار کا مختلف مصنفین نے مختلف اندازہ لگایا ہے۔ فیریر ۲⅓ میل بیان کرتا ہے۔ ایسٹوک ۴ میل اور اوڈونووان ۱۲ میل۔

واقعہ سے اس امر کے قرین احتمال ہونے کی تائید ہوتی ہے کہ عہد سلف مین یہ ضرور ایک
مسلمہ کوہستانی گذرگاہ تھی۔ اسکے علاوہ مصنفین عہد عتیق نے اس کارے سے
جو فاصلہ قلمبند کیا ہے اور جو قریب چالیس میل کے ہے آجکل کے فاصلہ کا
تطابق رکھتا ہے۔

اختلاف آرا

خلاف اسکے اس خیال کو نظرانداز نہین کیا جا سکتا کہ اس درہ کی طبعی ہیئت
ایسی نہین کہ صحیح طور سے دروازون کے لفظ کا اطلاق اوسپر ہو سکے یا پلائنی کے ا
بیان کی تصدیق ہو سکے کہ یہ انسان کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے اور بعض مقامات پر سے اسقدر
تنگ ہے کہ صرف ایک گاڑی اوس مین سے گذر سکتی ہے۔ اسکے علاوہ امر کو بھی پیش
نظر رکھنا پڑتا ہے کہ چونکہ یہ درہ خاص سلسلہ کوہ کی صرف ایک چھوٹی سی شاخ کو طے
کرتا ہے اس لئے مقام تعجب ہے کہ اسے دوسرے ممتاز تر درون کے مقابلہ مین اسقدر
شہرت حاصل ہوئی کہ اور سب سے زیادہ یہ امر قابل غور ہے کہ یہ سیدھا علاقہ بحیرۂ اخضر
داخل نہین ہوتا بلکہ اسے طے کرکے البرز کا خاص سلسلہ کوہ پھر بھی قطع کرنا باقی رہ جا
ہے اور اس لئے اس امر کی کافی وجہ نہین معلوم ہوئی کہ یہ دروازہ ہائے بحیرۂ اخضر کے نام
سے موسوم ہو۔ بہرحال ان مشکلات مین سے اول الذکر مشکل کو سر ایچ۔ رالنسن نے
جنہین ایران کے علم الجبال مین بے نظیر دستگاہ حاصل ہے یہ رائے پیش کرکے حل کیا

ہے

سلہ یہ مشکل شاید اس امر کے فرض کر لینے سے رفع ہو سکتی ہے کہ "کیسپین سی" (بحیرۂ اخضر) کی طرح اس درہ کی وجہ تسمیہ

ہے کہ اصلی ابواب بحیرۂ اخضر درہ سردرہ نہین ہین بلکہ اسی سلسلۂ کوہ کی ایک دوسری گھاٹی کا نام ہین جو شمال کی طرف چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور تنگ سلوک کے نام سے مشہور ہے۔ اس گھاٹی کو مسٹر ایچ رالنسن نے ۱۸۳۵ء مین جاکر دیکھا اور اس کی طبعی خصوصیات اگرچہ غیر معروف ہین لیکن مصنفین یونان وروما کے بیانات سے مطابق ہین اور اسکے علاوہ رے اور میدان خار کو ایک زیادہ قریب کے راستہ سے یہ گھاٹی ملاتی ہے۔

اصلی دروازے

اس خیال سے گریز نہین کرسکتا کہ جو لوگ یونانی اور رومائی مصنفین متذکرہ صدر کے بیانات کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اونہین اس مشکل عقدہ کا یہ حل تسلیم کرنا پڑیگا یا کم از کم اسکی نسبت اونہین یہ باور کرنا پڑے گا کہ آیندہ چلکر اس کی تصدیق ہوجاے گی اسکے علاوہ یہ اہم واقعہ بھی انداز نہین کیا جاسکتا کہ جو یورپین سیاح اصفہان سے مازندران کو شمال کی سمت مین عباس اعظم کے دربار فرح آباد یا اشرف واقع بحیرۂ اخضر مین گئے جسکو تین سو سال سے بھی کم کا عرصہ ہوتا ہے اونہون نے اون گھاٹیون کے حالات

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰۲ یہی قوم کیسپیائی ہے جسکا ذکر استرابو[5] نے اکثر کیا ہے اور جو اس نواح مین بستی تھی اس قوم کا نام ابھی تک ضلع جاسپ مین جو کاشان کے مغرب کی طرف ہے باقی ہے۔

[5] استرابو مشہور یونانی جغرافیہ دان اور مورخ۔ حمص مین سنہ ۶۶ء قبل مسیح کے قریب پیدا ہوا۔ سنہ وفات کا ٹھیک حال معلوم نہین مگر سنہ ۲۱ء اور سنہ ۲۵ء کے درمیان اس کا واقع ہونا تصور کیا جاسکتا ہے۔ یورپ ایشیا اور افریقہ کے اکثر حصون مین اوسنے سفر کیا اور اوسکے جغرافیہ کے سترہ مقالے ہین جو لندن مین بسلسلہ بائن کلاسیکل لائبریری ۱۸۵۶ء مین شایع ہوئی مترجم

سپرد قلم کئے ہین جن مین سے ہوکر وہ اسی نواح مین کوہ البرز کو طے کر کے لئے اور اونکے بیانات پلائنی کے بیان سے مطابقت رکھتے ہین۔ محلہ باغ سے (جسے ایک ایرانی جغرافیہ دان میدان خار سے تطبیق دیتا ہے) پیٹر وڈیلاویلی ۱۶۱۸ء مین اور سر ٹامس ہربرٹ بھمراہی سر رابرٹ شرلی و سر ڈاڈ مور کاٹن ۱۶۲۷ء مین روانہ ہوکر ایک گھاٹی مین سے ہوتے ہوئے حبلہ رود اور فیروز کوہ کو گئے اور وہان سے بحیرۂ اخضر کی طرف روانہ ہوئے اس گھاٹی کے جو حالات ان دونون نے بیان کئے ہین وہ پلائنی کے بیان سے بالکل مطابق ہین۔ پیٹر وڈیلاویلی بیان کرتا ہے کہ محلہ باغ سے روانہ ہوکر وہ ایک نہایت تنگ و عمیق گھاٹی مین داخل ہوا جس کے دونون طرف بلند پہاڑ تھے اور جو بعض موقعون پر سے اسقدر تنگ تھی کہ فینس کا بھی اس مین سے گذرنا مشکل تھا۔ وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ اس گھاٹی مین کھاری پانی کی ایک چھوٹی سی ندی بہتی تھی۔ ہربرٹ اپنے الونکے فقرون مین بیان کرتا ہے "اس رات کے سفر کا اکثر حصہ دریائے طارس کی تہ مین سے طے ہوا جسکی دیو پیکر پیشانی خلا مین پانی کی پسینے سے تر ہوتی ہے۔ گھاٹی کا عرض چالیس گز کے قریب ہے اور اسکی تہ پر سنگریزے بکھرے ہوئے ہین دونون طرف دیوار کی شکل کی عجیب و غریب پہاڑیان ہین جو دو گولی کے ٹپہ سے بھی زیادہ بلند ہین۔ آٹھ میل تک یہ گلی اس طرح چلی جاتی ہین اور اسکی ہیئت کذائی اوس بیان سے مطابق ہے جو پلائنی اور سالینس نے اسکے متعلق درج کیا ہے۔ غرضکہ یہ ایک عظیم الشان گذرگاہ ہے جسکے مصنوعی یا قدرتی ہونے کی نسبت قطعی طور سے فیصلہ نہین کیا جا سکتا لیکن اگر

مجھہ سے پوچھا جاے تو مین اسکو آفرینندہ کون ومکان کی کنیز یعنی قدرت کی دستکاری سے
سے تعبیر کرونگا۔" ان مصنفین کے بیانات اوس بیان سے کچھہ زیادہ مختلف نہین ہین جو
ے چوڈزکو سابق روسی قونسل متعینہ رشت نے اوس درہ کے متعلق قلمبند کیا ہے جس مین
ہو کر وہ ۱۸۳۵ء مین بہمرہی سر ایچ۔ رالنسن گذرا تہا۔ وہ اسے گردن سیالک کہتا ہے
اور اسکے بیان مین لکہتا ہے کہ یہ ایک مہیب گہاٹی ہے جس کا طول ۲۵۰۰ گز ہوگا جسکی
یں اور عمودی دیوارین بلندی مین ساڑہے چھہ سو سے لیکر ایک ہزار فیٹ تک
ہونگی اور جو سب سے زیادہ چوڑے مقام پر صرف تیس فیٹ اور سب سے زیادہ تنگ حصہ [۵۱]
پچ فیٹ چوڑی ہوگی۔ بخلاف اسکے یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ جن درون کا پلائنی
اویلی۔ ہربرٹ اور رالنسن نے ذکر کیا ہے ممکن ہے کہ وہ دروازہ ہاے بحیرۂ اخضر
ہون جن مین سے ہوکر دارا بہاگا تہا اور سکندر نے اوس کا تعاقب کیا تہا اور اس
کے دعویدار ایک سے زیادہ درے ہین۔ یہ حل سب سے زیادہ مظنون معلوم ہوتا ہے
لکہ تنگ سردرہ بڑے بڑے فاضل اہل الراے کے نزدیک ایرین اور نیز کوئینٹس [۵۲]
یس اور مارسیلنس [۵۳] کے بیانات سے کسی اور شمالی یا مشرقی درہ کے مقابلہ مین زیادہ

---

[۵۱] "اینیلے وڈے دائڑے" (حالات سفر) - مطبوعہ ۱۸۵ء۔ حصہ سوم

[۵۲] روفس کوینٹس کرٹیس ایک رومانی مورخ تہا جس نے رومۃ الکبریٰ کے شہنشاہ ویسپیسین کے عہد مین جس کا زمانہ سنہ ۶۹ء سے ۷۹ء تک ہے نشو ونما پایا اوسنے اپنی تاریخ مین جو دس جلدون مین تہی مگر جس کی دو پہلی جلدین گم ہوگئی ہین سکندر کی مہم کا حال لکہا ہے۔ اوس کی کتاب اوّل اول ۱۴۷۰ء مین وینس مین طبع ہوئی۔ اوسکے بعد ۱۸۴۱ء مین برلن مین چھپی۔ مترجم۔

[۵۳] امینس مارسیلینس چوتھی صدی کا ایک رومانی مورخ ہے۔ ۳۳۰ء مین پیدا ہوا۔ شہنشاہ جولین

مطابق ہے[۱۵]۔ لیکن میری راے مین اسے وہ درہ قرار نہین دیا جاسکتا جس کا ذکر پلائنی نے کیا ہے اور نہ اسے اون دروازہ ہاے بحیرۂ اخضر سے تطبیق دیجاسکتی ہے جنکو[۱۶] استرابو نے اسقدر جغرافی اہمیت منسوب کی ہے۔

دماوند

رے سے نکلکر ہم ایک مرتفع میدان مین پہونچے جسپر قریب ترین سلسلہ ہا کوہ کی بادامی اور خاکستری چٹانون کو اپنے سایہ مین لیئے ہوئے ایک مخروطی[۱۷] کی متساوی الساقین جگمگاتی ہوئی چوٹی ٹمٹکھڑی تھی اور میری مسحور نظرون کے سامنے دماوند کا عالی شان نظارہ پیش کررہی تھی اس دن کے بعد سے ایک مہینے تک اوس حالت کے جبکہ صبح کے وقت دہند اور کہر کی وجہ سے مطلع مکدر ہوتا تہا یہ رفیع نظارہ جو ہمیشہ طہران پر سایہ کیئے رہتا ہے میری نگاہ کے پردے سے محو نہین ہو ۱۶۰ میل تک میرے سفر جنوب کے اثنا مین میرے ساتھ ساتھ رہا۔ جاپانی مثا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰۵ — نے ایران پر جو چڑہائی کی تہی اور جس کا نتیجہ اوسکے حق مین بادی بخش ہوا اوسمین یہ بہی شریک تہا۔ اوسنے اپنی تاریخ ۱۳۱ جلدون مین لکہی ہے مگر پہلی ۱۳ جلدین گم ہوگئی ہین باقی کی ۱۸ مین ۳۵۳ع سے لیکر ۳۷۸ع تک کے واقعات درج ہین اور اس لحاظ سے نہایت ہی قابل قدر ہین کہ یہ واقعات اوسکے اپنے چشم دید تھے۔ جغرافیہ اثنا اور صنائع و اطوار اقوام کے متعلق اوسنے اپنی تاریخ مین جابجا یادداشتین قلمبند کی ہین اور قومون مین عربون ہنون اور جرمنیون پر اور ملکون مین مصر۔ ایران۔ شام اور تہریس پر اوسنے نہایت دلچسپ نوٹ دیئے ہین۔ اوس کی کتاب کی بہترین طبع ۱۸۷۴ع مین بمقام لیپزگ ہوگئی۔ مترجم۔

۱۵۔ جرمن مصنفون مثلاً اسپیگل۔ ڈرایزن۔ توماشک اور شنڈلر نے اس خیال کی تائید کی ہے آخر الذکر نے

مین جو درجہ فیوجی یاما[۵۱] کو حاصل ہے وہی ایرانی مناظر مین دماوند کو ہے۔ دونون مین ابدیت رفعت اور تمکنت کی شان پائی جاتی ہے دونون کی مستقل مہر اپنے اپنے ملکون کی ادبیات پر ثبت ہے[۵۲] اور اگر عدیم المثال فیوجی نے نپان[۵۳] کی صنعت پر اوس سے بہت زیادہ اثر ڈالا ہے جتنا دماوند نے ایران پر تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل جاپان اگرچہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰۶ — نے اوس راستہ کی حسب ذیل قیاسی سمت مجھکو بتائی ہے جو اسکندر نے دارا کے تعاقب مین اختیار کیا تھا۔ روز اول یہرے سے موجودہ ایوان کیف تک ۳۸۳ اسٹیڈیم یعنی ۴۴ میل۔ روز دوم دروازہ ہائے خزر (تنگ سردرہ) اور کہرار (غار) مین سے ہوکر موجودہ ارادان تک ۲۹۷ اسٹیڈیم یعنی ۳۴ میل۔ روز سوم لسگرد ۳۳۱ اسٹیڈیم یعنی ۳۸ میل روز چہارم آہو یا گرباب تک ۳۷۰ اسٹیڈیم یعنی ۴۲ میل۔ روز پنجم۔ فرات تک جو ہیکا ٹامپیلاس یعنی دامغان کے قریب واقع ہے ۴۱۷ اسٹیڈیم یعنی ۴۸ میل۔ روز ششم ۔ ۴۰۰ اسٹیڈیم یعنی ۴۶ میل ہرو تک جہان اوسنے دارا کی نعش پڑی پائی۔

۵۱۔ جاپان کے ایک بلند پہاڑ کا نام ہے جو سطح سمندر سے ۱۲۳۸۸ فیٹ بلند ہے۔ مترجم۔

۵۲ "مقامی روایات کے مطابق دماوند یا دیوبند (یعنی دیوون کے رہنے کی جگہ) اون تمام واقعات کا مقام وقوع پایا جاتا ہے جو افسانون کی نقاب اوڑھے ہوئے ہین۔ ایرانی مسلمانون کے قول مطابق یہی وہ مقام ہے جہان حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کے بعد آکر ٹھہری۔ یہین جمشید اور رستم جنکی کارنامون سے قومی نظمین بھری پڑی ہین رہتے تھے یہین فریدون نے جسکے ہاتھون ضحاک کو شکست ہوئی آتش افروزی کی یہین خود ضحاک کی قبر ہے اور پہاڑ کا دہوان اوس کے نتھنون مین داخل ہوتا رہتا ہے یہین ایران کا پرامیتھس[۱] پا بستہ زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے جسکے جگر کو ہمیشہ ایک بد پیکر پرندہ نوچ نوچ کر کھایا کرتا ہے۔ آتش افشان پہاڑون کے قعر خزانون سے معمور ہین جنکی محافظ اژدہے ہین" ماخوذ از یونیورسل جیوگرفی "(جغرافیہ عالم) طبع انگریزی جلد نہم صفحہ ۸۴۔ ۵۳ نپان جسکے معنی مطلع خورشید کے ہین جاپان کا دیسی نام ہے۔ مترجم

---

[۱] یونانی روایت کے مطابق پرامیتھس ایک دیوتا تھا۔ جسے مہادیوتا جوپیٹر نے آسمان سے بجلی چرانے کے جرم کی پاداش مین ایک پہاڑ سے جکڑ دیا تھا تاکہ ایک مردار خور پرندہ اوسکی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھائے۔ مترجم

اختراعاً ایرانیون سے کم نہین ہین تاہم تخیلاً وہ اہل ایران پر سبقت لے گئے ہین۔

ایوان کیف



ایک مسطح اور غیر مزروعہ میدان کو طے کرنے کے بعد ہم ایوان کیف[۱] ــــ گاؤن اور چاپار خانے مین پہونچے جس مین داخل ہوتے وقت ہمین ایک تیز اور گدلی پایاب ندی مین سے گذرنا پڑا جو اسکے قریب بہتی ہے۔ ایوان کیف سے مراد عشرت منزل ہے اگرچہ بعض لوگون نے اسکی وجہ تسمیہ اور بھی بیان کی ہے یعنی ایوان کے (ایک ویران عمارت جو اس نواح[۲] مین ہے اوسکی نسبت روایت ہے کہ کیمبیس نے بنوایا تھا) اور ایوان کی (منزل بادہ نوشی) جو کچھ بھی اسکی وجہ تسمیہ ہو لیکن میری نظرون مین تو عیش پرستون کے لیے یہ مقام باعث دلچسپی نہ تھا۔ بہت سے مکانات مکینون سے خالی تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ باشندے ان مکانون کو چھوڑ چھاڑ کر چلے گئے ہین۔ اور جس شہنشاہ نے ایسے گندے اور میلے مقام کو اپنی نزہت گاہ قرار دیا ہوگا وہ بھی بڑا ہی بدمذاق ہوگا۔ ایوان کیف اور کبود گنبد کے درمیان دریاے حاجرود پہاڑون سے نکلتا ہے اور اس موسم مین جبکہ میرا یہان سے گذر ہوا کم از کم پچیس جداگانہ نہرون مین تقسیم ہوگیا تھا جو اپنی کنکریلی تہون مین بہنے کی کوشش کر رہی تہین اور ان سب کا پاٹ ملا جلا کر پاؤ میل ہوگا۔ مین نے ان سب کو پایاب عبور کیا اور کبود گنبد مین تمدن کی

---

[۱] فریزر اسے سیوانک یا ایوانی کیچ کہتا ہے۔

[۲] ایسٹوک نے اپنے سفرنامہ کی جلد دوم صفحات ۱۳۷ و ۱۳۸ پر اسکا ذکر کیا ہے۔

مین علامات کی رجعت قہقہری کو دیکھا جن سے نو دن ہوئے کہ مین مفارقت اختیار کرچکا تھا۔ یہ علامات خطوط کے ایک بہت بڑے انبار پر جو روانگی انگلستان کی پہلی دفعہ مجھے ملے اور ایک عمدہ سے گھوڑے پر مشتمل تہین جو میرے ایک دوست مقیم طہران نے میرے استعمال کے لئے پہلے سے بہیج دیا تھا۔ مین خوشی خوشی ویرامین کے میدان کو تیزی کے ساتھہ طے کرنے لگا۔ جسکے کہنڈر جو کچہہ دور سے چارستونون کی شکل مین نظر آتے تہے ایک ٹیکرے پر میدان کے ایک نشیب مین سے اوٹہتے ہوئے دکھائی دے رہے تہے۔ دس میل کے فاصلہ سے افق پر مجھے اسطرح کی چمک نظر آئی جیسے اندھیری رات مین دور سے جلتی ہوئی آگ کی ہوتی ہے یہ شاہ عبدالعظیم؎ کے مقبرہ کے سنہرے کلس کی جگمگاہٹ تھی جس پر آفتاب کی شعاعین اپنی برچھیان پہنک رہی تہین۔ سابق مین کاروان کا رستہ اس زیارت گاہ کے پاس سے اوس سلسلہ کوہ کے دامن مین ہوتا ہوا گذرتا تہا جو ویرامن اور طہران کے میدانون کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ اب تک بھی اس راہ کو زایرین اختیار کرتے ہیں

؎ شاہ عبدالعظیم قدس سرہٗ کی خانقاہ باعتبار اپنے تقدس کے زائرین کے لئے گو کیسی ہی مشہور کیون نہ چلی آئی ہو لیکن تاریخی لحاظ سے جس اہم واقعہ نے اسکو ہمیشہ کے لئے مشہور کردیا ہے وہ ایران کے اوس فرمانروا کی حسرتناک شہادت ہے جو عباس اعظم کے بعد سطوت و جبروت اور تدبر و سیاست کے لحاظ سے مشرق جان اپنی آپ ہی نظیر تہا۔ ۱۸۹۶ء مین جب شاہ جمجاہ ناصرالدین شاہ عبدالعظیم کی خانقاہ مین جہان وہ کمال ارادت سے اکثر آیا کرتے تہے اپنے معمول کے موافق آئے تو خانقاہ سے نکلتے وقت ایک بابی نے گولی مار کر اونکو شہید کیا۔ مترجم۔

کرتے ہین اور اون کا یہ فرض ہے کہ خواہ وہ مشہد کو جاتے ہون یا وہان سے واپس آتے ہون لیکن اس بزرگ کی خانقاہ کی ضرور زیارت کرین مگر بار برداری کے جانور اور چاپار کی سڑک اب سلسلہ کوہ کے اوپر سے شمالی سمت مین ایک زاویہ ہوئے جاتے ہین۔ درہ کی چوٹی پر چڑھ کر نئی سڑک پہاڑ کے گرد آلود تھون مین سے چکر کاٹتی ہوئی گذرتی ہے یہان تک کہ جب شمالی چوٹی آتی ہے تو میدان مین جو پہاڑ کے قاعدہ سے شروع ہو کر دور تک چلا گیا ہے حد نظر پر سبزہ کا وہ قطعہ نظر آتا ہے جس مین صرف چند عمارتون کے بام ورواق سر اوٹھائے نظر آتے ہین اور جو ... کا دارالسلطنت ہے اس سے بچھے پرے شہر سے کوئی سات میل کے فاصلہ پر کوہ ... تیوری چڑھائے کھڑا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ زنگ کھائے لوہے کی ایک فصیل آسمان سے باتین کر رہی ہے۔

طہران

مسافر دور و دراز کا سفر طے کرنے کے بعد جب اوّل اوّل طہران کو دیکھتا ہے تو اوسکو فرحت ہوتی ہے لیکن اس کا منظر کچھہ زیادہ شاندار نہین ہے جب مین پہاڑ کی پہلو سے اوترا اور طہران کے قریب پہونچا تو یہ بات مین مشکل سے باور کرسکا کہ جو سبز سی پٹی مجھے نظر آرہی ہے وہ اصل مین ایک بہت بڑا شہر ہے جسکی آبادی قریباً دو لاکھ ہے۔ جو عمارتین درختون کی چوٹیون سے اوپر اوٹھی ہوئی نظر آتی تھین اون مین سے ایک تو ایک بڑی مسجد تھی جسکے چار کاشی کے کام کے مینارے تھے اور جو اتنی دور

مینار گن کے رنگین بیلنون کی طرح اور زیادہ قریب پہونچکر کار نتھین وضع کے مصنوعی
ستونون کے طرح نظر آتے تھے۔ ایک یا دو برُج تھے اور ایک گنبددار عمارت تھی
چھت پر لوہے کی پٹیون کا ایک ڈھانچ تھا جو بعینہ اُس لوہے کے حلقے کی طرح
نظر آتا تھا جس مین مدرسون کا کرہ زمین نصب ہوتا ہے۔ قریب پہونچکر معلوم ہوا کہ آخر الذکر
عمارت تکیہ یا امام باڑہ تھی جو شاہ کے محل کی حدود کے اندر واقع ہے۔ دیوار دہنے
جانب جنوب اینٹون کے بہت سے پزاوے ہین۔ جن کا ٹھیکہ صدر اعظم[1] کے
ہے اسی مقام پر سلخ بھی واقع ہین جن کا محصول سالانہ دو ہزار دو سو تیس پاونڈ ہے
شہر پناہ کے اندر ایک مزین و محشی پھاٹک مین سے جو آبادی سے کچھہ دور ہے مین
شہر کے اندر داخل ہوا اور انگریزی سفارت خانہ مین جو شہر کی شمالی حدود پر واقع ہے
پہنچنے سے پہلے مجھے کوئی دو میل تک گلیون مین سے گذرنا پڑا۔

طہران اور مشہد کے درمیان دوسرے رستے

از طہران تا بہ شاہ رود۔ (گرمی کے موسم کا یعنی کوہستانی راستہ براہ دماوند۔ فیروز کوہ
اور چشمہ علی۔ ۲۳۷ میل)۔ جے۔ بی۔ موریر (۱۸۱۴ء) "سیکنڈ جرنی"۔ (سفر ثانی)

---

[1] صدر اعظم حق اجارہ ۱۲ ہزار تومان یعنی ۴۳۴۰ پاونڈ سالانہ ادا کرتا ہے اور اینٹون کا نرخ مقرر کرنے مین
اپنے نفع کو مدنظر رکھتا ہے ۱۸۸۹ء مین دو قسم کی اینٹین تیار کی گئین ہین۔ اچھی اور بری۔ اچھی کی قیمت موسم
کے لحاظ سے ۳۵ سے لیکر ۴۰ قران تک اور بری کی ۲۵ سے لیکر ۳۰ قران فی ہزار رہتی۔ اب ایک اور قسم
بن گئی ہے جسے قسم بدترین سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور ان تینون اقسام کی قیمتین علی الترتیب ۴۵ سے ۵۲۔
۳۲ سے ۴۲۔ اور ۲۰ سے ۲۵ قران فی ہزار تک ہین۔

باب بست وسوم ؛ کپتان آنریبل - جی - نیپیر (۱۸۷۶ء) "جرنل آف دی رایل جاگ سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی) جلد چہل وششم صفحہ ۶۲ - الی - آخرہ جو راستے طہران اور مشہد کے درمیان جرنیل - اے - ایچ - شنڈلر نے ۶ء مین اختیار کئے اور جن کا ذکر اوسنے نقشہ کے ساتھہ اپنی تصنیف مطبوعہ ۳ء کے صفحات ۲۱۵ - الی - ۲۲۹ پر کیا ہے وہ حسب ذیل ہین :- (۱) سمنان جنوب براہ فرات تا بہ دامغان - (۲) میومائی - شمالی راہ - براہ شریف آباد تا بہ میان دشت (۳) میان دشت - جنوبی راہ - براہ خان خودی و دشت گرد تا بہ عباس آباد - عباس آباد - شمالی راہ - براہ فرومید د جغتائی تا بہ میدان جوین اور وہان سے جنوبی سمت مین براہ طبس تا بہ سبزوار - (۵) نیشاپور شمالی و مغربی راہ تا بہ معادن فیروزہ اور وہ سے جنوبی و مغربی سمت مین براہ شوراب تا بہ زعفرانی -



جلد اول ختم ہوئی



التماس

نقشہ ایران جس کا حوالہ مین نے اپنے دیباچہ اور فہرست مضامین مین دیا ہے وہ مین اسوجہ سے
اس جلد کے ساتھہ ہدیہ ناظرین نہین کرسکا کہ اوس کی تیاری کے لئے بہت کچہہ محنت اور وقت کی
ضرورت تہی حالانکہ میرے پاس اسقدر وقت نہ تہا کہ مین اوس کو خاطرخواہ طور پر تیار کرا سکتا۔ اس جلد
کی ضروریات کے لئے نقشہ مقابل صفحہ (۱۲۵) کافی ہوگا۔

نقشہ ایران کے لئے ناظرین کو چوتہی جلد کا منتظر رہنا چاہیئے۔ واضح رہے کہ اصل کتاب کا
نقشہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی انگلستان کی کامل توجہ اور مصنف کتاب کی پوری نگرانی کے ساتھہ
کہین ایک سال کے بعد جا کر تیار ہوا تہا اور اوسکے ساتھہ ہر طرح کی آسانیان اس کی تیاری کے لئے
ولایت مین موجود تہین۔ ہندوستان مین نہ تو وہ آسانیان موجود ہین۔ نہ یہان ایسے صناع ہی ہین اور
سب سے زیادہ یہ کہ میرے پاس اس قدر وقت نہین۔ اور چونکہ مین یہ چاہتا ہون کہ مین اپنی کتاب کے
ساتھہ جو نقشہ دون وہ اصل سے بہت ہی گھٹا ہوا نہ ہو۔ لہذا ناظرین کو جو مایوسی اسوقت نقشہ کے نہ موجود
ہونے سے ہوگی اوسکی تلافی انشاء اللہ تعالی چوتہی جلد کی اشاعت کے وقت ہو جاے گی۔

ظفر علیخان